یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں۔

منجانب:

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by www.ziyaraat.net/

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

یا عباسؑ

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

DVD Version

لبیک یا حُسینؑ

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by www.ziyaraat.net/

تاریخ اسلام

تالیف: طالب حسین کرپالوی

جلد سوم

اسلامیہ دار التبلیغ

ملی ٹاؤن رائے ونڈ روڈ، لاہور فون: 5421822

Presented by www.ziyaraat.net/

جلد ۳

تاریخِ اسلام

تالیف: طالب حسین کرپالوی

اِسلامیہ دارالتبلیغ
مکان نمبر ۱۲۹۲۔ گلی نمبر ۱۴۔ مکہ کالونی
گلبرگ III۔ لاہور

سبیل سکینہ

Presented by www.ziyaraat.net/

اسم کتاب	ــــــــــــ	تاریخ اسلام
جلد	ــــــــــــ	سوم
ناشر	ــــــــــــ	اسلامیہ دار التبلیغ
کمپوزنگ	ــــــــــــ	حق برادرز کمپیوٹر سنٹر لاہور
مطبع	ــــــــــــ	معراج دین پرنٹرز۔ لاہور
بار	ــــــــــــ	اول
تاریخ اشاعت	ــــــــــــ	۱۵ دسمبر ۱۹۹۳ء
ہدیہ	ــــــــــــ	[redacted] لائبریری ایڈیشن [redacted]

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
قیافہ شناس اور حضور اکرمؐ	۵	حضرت ابو طالب کی آغوش رافت میں	۵
بچپنے کے معجزات	۶	سفر شام اور بحیرہ راہب	۷
سفر شام میں حضورؐ کے تین دشمن	۹	الامین	۱۰
حضرت ابو طالب کی اولاد	۱۱	حضور اکرم کے وسیلے سے بارش	۲۰
کینہ در قلب ابو لہب	۲۱	احابیش	۲۸
سرداران قریش	۲۸	سرداران قیس	۲۸
فجار اولیٰ	۳۰	حلف الفضول	۳۱
عبداللہ بن جدعان کی مہمان نوازی	۳۲	امام حسین اور حلف الفضول	۳۷
حضور اکرم کا دوسرا سفر شام	۳۹	سطورا راہب	۴۰
بتوں سے نفرت	۴۰	قافلے کی مراجعت	۴۱
حضرت خدیجہ سے شادی	۵۳	حضرت خدیجہ کا نسب	۸۱
ورقہ بن نوفل کا خطبہ	۸۷	دعوت ولیمہ	۸۷
کنیزوں کا رقص	۸۸	حضرت ابو طالب کا خطبہ	۹۴
وفات حضرت خدیجہ	۹۸	شادی کے بعد کے واقعات	۹۹
حجر اسود کا نسب کرنا	۱۰۰	ولادت حضرت علیؑ	۱۱۴
تربیت حضرت علیؑ	۱۱۹	علامات نبوت قبل از بعثت	۱۳۳
سیرت مبارکہ قبل از بعثت	۱۳۳	اعراف ہذیل	۱۳۶
آسمانی تعلق	۱۳۷	آثار پیغمبری	۱۳۸
علامات نبوت در عالم طفولیت	۱۳۹	بتوں کا واسطہ	۱۴۱
حضور اکرم کی برکت	۱۴۳	بعض آثار نبوت	۱۴۵
بادشاہ تبع مدینے میں	۱۴۶	یہودی کی پیشین گوئی	۱۴۶

Presented by www.ziyaraat.net/

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
کتمان ذکر جناب نبوی	۱۴۷	عہد میں اسم محمدؐ	۱۵۶
علامات نبوت بعد از وحی	۱۵۷	نور اعظم کی زیارت	۱۵۹
زینب یہودیہ کا قتل	۱۵۹	معجزہ رسولؐ	۱۶۰
اعلان نبوت	۱۶۱	کیفیت نزول وحی	۱۶۷
روایات بعثت کی کیفیت	۱۶۷	آپ اول الانبیاء ہیں	۱۷۲
عموم رسالت	۱۷۴	ملاء اعلیٰ پر اسم حضور اکرمؐ	۱۷۹
مظاہر علم میں آیات	۱۸۰	میثاق انبیاء	۱۸۱
دعاء خلیل و نوید عیسیٰ	۱۸۳	حضرت ابراہیم کو بشارت	۱۸۳
حضرت موسیٰ کو بشارت	۱۸۴	بشارات انبیاء	۱۸۴
بشارت حضرت آدم	۱۸۴	بشارت حضرت شیث	۱۸۵
بشارت حضرت ادریس	۱۹۱	بشارت حضرت نوح	۱۹۲
بشارت حضرت حبقوق	۱۹۷	بشارت حضرت اشعیا	۱۹۸
بشارت حضرت یوسف	۲۰۴	بشارت حضرت الیسع	۲۰۵
بشارت حضرت شعیب	۲۰۷	بشارت حضرت موسیٰ	۲۰۸
بشارت حضرت دانیال	۲۱۳	بشارت حضرت داؤد	۲۱۵
بشارت حضرت سلیمان	۲۱۸	بشارت حضرت یحییٰ	۲۲۱
بشارت حضرت عیسیٰ	۲۲۳	ذکر محمدؐ در کتاب سماویہ	۲۳۵
اخبار راہبین قبل از بعثت	۲۵۲	نبوت کا اعلان و آغاز	۲۹۲
سچے خواب	۲۹۲	شجرو حجر کا سلام	۲۹۳
بتوں کا سرنگوں ہونا	۲۹۳	کسریٰ پرویز کی مشکلات	۲۹۷

ایک قیافہ شناس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

بنی لہب میں ایک شخص مکہ میں آیا۔ (بنی لہب از دشنوہ کے قبیلہ سے ہیں) یہ شخص علم قیافہ خوب جانتا تھا۔ قریش کے لوگ اپنے اپنے بچوں کو لے کر اس شخص کے پاس آتے تاکہ ان بچوں کے آئندہ حالات اس سے دریافت کریں ابو طالب بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو لے کر اس کے پاس گئے اس قیافہ شناس نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک نظر دیکھا پھر کسی کام میں مصروف ہو گیا۔ جب اس سے فارغ ہوا تو کہا وہ لڑکا کہاں ہے جس کو میں نے ابھی دیکھا ہے اس کو مجھے جلد دکھاؤ وہ لڑکا بڑا ہونہار ہے اور ضرور اس کی شان ظاہر ہوگی۔ ابو طالب نے جب اس کا اس قدر اشتیاق دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پوشیدہ کر دیا۔ اس قیافہ شناس نے ہرچند اصرار کیا مگر ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اسے نہ دکھایا اور اپنے ساتھ لے کر وہاں سے چلے آئے۔ (ابن ہشام ص۹۵ سطر۱۱)

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابو طالب کے آغوش رافت میں

مجاہد، ابن عباسؓ، محمد بن صالح، عبداللہ بن جعفر، ابراہیم بن اسماعیل ابن ابی حبیبہ، جن کی روایتیں باہم خلط ملط ہو گئی ہیں کہتے ہیں:

عبدالمطلب جب انتقال کر گئے تو ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے پاس رکھا اور آنحضرت علیہ السلام ان کے ساتھ رہنے لگے، ابو طالب مال و دولت والے نہ تھے مگر آنحضرتؐ کو بہت ہی چاہتے تھے حتیٰ کہ اپنی اولاد کے ساتھ بھی اتنی محبت نہ تھی۔ سوتے تو آنحضرتؐ بھی ان کے پہلو میں سوتے باہر نکلتے تو آنحضرتؐ بھی ان کے ساتھ ہوتے، یہ گرویدگی اتنی بڑھی اس حد تک پہنچی کہ کسی شے کے ابو طالب اتنے گرویدہ نہ ہوئے تھے۔

آپ کو خاص طور پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے، حالت یہ تھی کہ ابو طالب کے عیال و اطفال خود ایک ساتھ یا الگ الگ کسی طرح بھی کھانا کھاتے مگر سیر و آسودہ نہ ہوتے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کھانے میں شریک ہوتے تو سب کے سب آسودہ ہو جاتے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

لڑکوں کو کھانا کھلانا چاہتے تو ابو طالب کہتے:

کما انتم حتی یحضر (تم لوگ تو جیسے ہو ظاہر ہے ٹھہو میرا بیٹا آ جائے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے اور ساتھ کھاتے تو کھانا بچ جاتا۔ اور اگر آپؐ ساتھ نہ ہوتے تو لڑکوں کو سیری نصیب نہ ہوتی۔ اسی بنا پر ابو طالب آنحضرتؐ صلوات اللہ علیہ سے کہا کرتے تھے کہ انک لمبلوک (تو حقیقت میں بابرکت ہے۔)

صبح کو سب لڑکے اٹھتے تو آنکھوں میں چیپڑ بھرے، ہوتے' بال بکھرے ہوتے' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا۔

ابن القبطیہ کہتے ہیں:

ابو طالب کے لئے بطحاء میں ایک دوہرا وساوہ رکھ دیا جاتا تھا۔ جس پر وہ تکیہ لگا کے بیٹھا کرتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کے اسے بچھا دیا اور اسی پر لیٹ رہے۔ ابو طالب آئے اور تکیہ لگانا چاہا تو وساوہ نہ ملا۔ پوچھا:

وساوا کیا ہوتا ہے؟

لوگوں نے جواب دیا:

وہ تو تیرے بھتیجے نے لے لیا۔

ابو طالب نے کہا:

حل بطاء کی قسم ہے یہ میرا بھتیجہ نعمت کی قدر کرتا ہے۔

عمرو بن سعد کہتے ہیں:

ابو طالب کے لئے ایک وساو ڈال دیا جاتا۔ جس پر وہ بیٹھا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنوز لڑکے تھے۔ آ کے اس پر بیٹھ گئے۔ ابو طالب نے یہ دیکھ کر کہا:

قبیلہ ربیعہ کے معبود کی قسم ہے کہ یہ میرا بھتیجا فی الواقع نعمت کی قدر کرتا ہے۔

اس زمانے میں معجزات

جناب سیوطی خصائص کبریٰ جلد' ص ۱۹۷ سطر ۸ پر تحریر کرتے ہیں۔

ابن سعد' ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابو طالب اور ان کے دوسرے اہل خانہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے تو شکم سیری اور لطف محسوس کرتے۔ اتفاقاً" کھانے کے وقت حضورؐ موجود نہ ہوتے تو ابو طالب گھر والوں سے کہتے ٹھہر جاؤ

محمدؐ کے آ جانے کے بعد شروع کریں گے۔ اگر غذا میں دودھ ہوتا تو پھر ابو طالب شیر نوشی کی ترتیب اس طرح رکھتے کہ پہلے حضورؐ کو پلاتے پھر دوسرے گھر والوں کو اور بعد میں خود لیتے۔ اکثر کہا کرتے میرا یہ بیٹا بڑی برکت والا ہے۔

ابو نعیم نے واقدی کی سند سے روایت کی کہ ام ایمن نے فرمایا: میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کی ہو۔ صبح کو اٹھ کر تھوڑا آب زم زم پی لیتے اور صبح کو ناشتے میں کچھ نہ لیتے۔

ابن سعد نے ام ایمن کی اس حدیث کو دوسری سند سے "طبقات" میں لکھا ہے کہ آپؐ نے بچپن اور بڑھاپے میں کبھی بھوک اور پیاس کی شکایت نہ کی۔

ابن سعد نے ابن قطیبہ سے روایت کی کہ' ابو طالب کے لئے بڑا تکیہ بنایا جاتا تھا اور وہ حسب عادت اس پر ٹیک لگا لیتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ تشریف لائے اور تکیہ کو کھول کر بچھا دیا اور اس پر دراز ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ابو طالب آئے اور دیکھ کر کہنے لگے: حل بطاء کی قسم مرا یہ بھتیجا ذوق نعمت رکھتا ہے۔ (ابن سعد نے ایسا ہی اثر عمرو بن سعید سے بھی روایت کیا ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر شام اور بحیریٰ راہب

پھر ابو طالب کو سفر شام کا اتفاق ہوا اور اس کے ساتھ تیاری کر کے چلنے کو تیار ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ جانے کا اشتیاق ظاہر فرمایا۔ حضرت ابو طالب چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے فرزندوں سے بھی زیادہ محبت رکھتے تھے۔ وہ آپؐ کے اشتیاق سے نرم دل ہو گئے اور کہنے لگے قسم ہے خدا کی میں اس کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ نہ یہ میرے فراق کی طاقت رکھتا ہے نہ میں اس کو کبھی چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔ پس ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں شام کی طرف راہی ہوئے۔ جب ان کا قافلہ شہر بصریٰ میں (جو سرحد شام پر واقعہ ہے) پہنچا تو وہاں ایک راہب بحیرہ نامی نے اپنے صومعہ میں رہا کرتا تھا یہ راہب اسرائیلیات کا پورا واقف تھا اور اس صومعہ میں سات راہب پشت بہ پشت گزر چکے تھے۔ جن کا علم یکے بعد دیگرے اس راہب کو پہنچا تھا۔ جب یہ قافلہ اس راہب کے صومعہ کے قریب جا کر اترا تو اگرچہ پہلے بھی قافلے اس کے قریب اترتے تھے مگر یہ راہب کسی سے مخاطب نہ ہوتا تھا۔ اب جو یہ قافلہ وہاں جا کر ٹھہرا تو اس نے پر تکلف کھانے سے قافلہ کی مہمانی کی۔ لوگ کہتے ہیں اس مہمانی کا باعث یہ تھا کہ بحیریٰ راہب نے جب اپنے صومعہ میں سے اس قافلہ کو دیکھا تو اس کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی۔ اور اس نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا آپؐ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ پھر

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

جب لوگ اترے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہوئے تو اس نے دیکھا وہ ابر سایہ فگن آپؐ کے سر مبارک پر مثل چھتری کے قائم ہو گیا اور درخت کی سب ٹہنیاں آپؐ پر سایہ کرنے کے واسطے مائل ہوئیں راہب یہ ماجرا دیکھتے ہی اپنے صومعہ سے باہر نکلا اور کھانا پکا کر اہل قافلہ کی دعوت کی اور کہلا بھیجا کہ اے قریش میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سب چھوٹے بڑے آزاد اور غلام میری دعوت میں شریک ہوں کوئی باقی نہ رہے۔ قافلہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا اے راہب آج تم ایسا کام کرتے ہو جو تم کو کبھی کرتے نہیں دیکھا حالانکہ ہم تمہارے پاس سے بارہا گزرے ہیں مگر کبھی تم نے دعوت تو کیسی ہم سے بات تک نہیں کی بحیریٰ نے کہا تیرا یہ کہنا سچ ہے۔ میری ایسی عادت ہے مگر تم لوگ مہمان ہو' میرا جی چاہتا ہے کہ تمہارے ماحضر سے کچھ مدارت کروں اور قدرے نان جو تیار کر کے تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں قدم رنجہ فرما کر میرے کلبہ تاریک کو اپنے نور ورود سے روشن و منور کرو سب نے قبول کیا اور راہب کے صومعہ میں اکٹھے ہو گئے مگر حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ سبب کم عمری کے قافلہ میں اپنے اسباب کے پاس ہی رہ گئے تھے راہب نے جب سب لوگوں کی بغور نظر کی اور نور نظر یعنی سید البشرؐ کو نہ دیکھا تو کہا اے قریش میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا تھا کہ دیکھو تم میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ چھوٹے بڑے سب تکلیف کرنا۔ قریش نے کہا اے راہب ہم تمہارے حسب الارشاد سب کے سب موجود ہیں کوئی باقی نہیں رہا صرف ایک بچہ جو بہت کم عمر ہے اس کو قافلہ میں چھوڑ آئے ہیں۔ راہب نے کہا یہ تم نے غلطی کی ایسا نہ ہونا چاہئے تھا۔ اس کو بھی بلاؤ تاکہ وہ بھی شریک طعام ہو۔ پس قریش میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا بہت بری بات ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا فرزند ہمارے ساتھ شریک دعوت نہ ہو۔ پس وہ شخص جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لے آیا اور کھانے میں شریک کیا۔ بحیریٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار دیکھتا تھا اور آپؐ کے بعض اعضاء جسم کو بغور ملاحظہ کرتا تھا اور ان علامات کے مطابق پاتا تھا جو اس کے پاس لکھی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ جب لوگ آب و طعام سے فارغ ہوئے اور چلنے لگے تو بحیریٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے صاحبزادے تم سے بواسطہ لات و عزیٰ ایک بات دریافت کرتا ہوں مجھ کو اس کا جواب دو اور یہ واسطہ بحیرہ نے اس واسطے دیا تھا کہ وہ قریش سے اسی طرح کی گفتگو کیا کرتا تھا اور لات و عزیٰ کا واسطہ دیتا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ گفتگو سن کر فرمایا مجھ کو لات و عزیٰ کا واسطہ نہ دے کیونکہ اس سے زیادہ دشمنی کی چیز میرے لئے اور کوئی نہیں۔ راہب نے عرض کیا پس میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میرے سوال کا جواب دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا دریافت کرو کیا دریافت کرنا ہے۔ اس نے آپؐ کی عادات کے متعلق آپؐ سے سوال کرنے شروع کئے اور آپؐ اس کو جواب دیتے تھے اور راہب اس کو ان صفات سے جو اس کے پاس لکھی ہوئی تھیں کے مطابق کرتا تھا۔ یہاں تک کہ پھر اس

نے مہر نبوت کی زیارت کی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان میں مثل ایک گھنڈی کے تھی۔

جب وہ راہب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار فرحت آثار سے اپنی تشفی خاطر کر چکا تو آپؐ کے چچا ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ صاحبزادے آپ کے کون ہیں۔ ابو طالب نے فرمایا میرا فرزند ہے۔ راہب نے کہا اس لڑکے کے والد زندہ نہیں ہو سکتے۔ ابو طالب نے کہا دراصل یہ میرے بھائی کے فرزند ہیں۔ راہب نے کہا ان کے والد کیا ہوئے ابو طالب نے جواب دیا جب یہ فرزند حمل میں ہی تھے تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ راہب نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ پس اب تمہیں لازم ہے کہ ان صاحبزادہ کو لے کر گھر واپس جاؤ اور یہودیوں سے ان کی حفاظت رکھو تاکہ وہ کوئی برائی ان کے ساتھ نہ کر سکیں کیونکہ اگر وہ بھی اسی طرح ان کو پہچان لیں گے جیسے میں نے پہچان لیا۔ تو ان کی عداوت پر مستعد ہو جائیں گے اس لئے کہ تمہارے اس بھتیجے کا ظہور ہونے والا ہے۔ پس تم جلد ان کو گھر واپس لے جاؤ۔ پس ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت جلد مکہ پہنچا گئے۔ (سیرت ابن ہشام ص ۹۵ سطر آخر)

سفر شام میں حضورؐ کے تین دشمن

لوگ کہتے ہیں کہ زریرا اور تماما اور دریسا کہ یہ بھی اہل کتاب میں سے تھے۔ انہوں نے بھی اسی سفر میں ابو طالب کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح پہچان لیا تھا اور آپؐ کے ساتھ بدی کے ارادہ پر مستعد ہو گئے تھے۔ مگر بحیریٰ نے ان کو وعظ و نصیحت کے ساتھ سمجھایا اور ان کی کتاب میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و صفت لکھی تھی وہ دکھائی اور کہا کہ اگر تم بدی کرو گے تو تمہاری بدی کچھ کارگر نہ ہو گی اس پر تینوں اس برے ارادے سے باز آئے اور خاموش ہو گئے۔ (ابن ہشام ص ۹۸ سطر ۷)

طبقات ابن سعد

خالد بن خداش بحوالہ معتمر بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ معتمر کہتے تھے:

میں نے اپنے والد سلیمان کو ابو مجلز سے یہ روایت کرتے سنا ہے کہ عبدالمطلب یا ابو طالب نے اس روایت میں خالد کو شبہ تھا کہ عبدالمطلب کا نام تھا یا ابو طالب کا عبداللہ کے انتقال کر جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب توجہ کی' جب کبھی سفر میں جاتے تو ------ ساتھ میں آنحضرت سلام اللہ علیہ کو بھی لے جاتے' ایک مرتبہ شام کا رخ کیا' منزل پر پہنچ کر اتر پڑے وہاں ایک راہب ان کے پاس

Presented by www.ziyaraat.net/

آ کے کہنے لگا۔

تم میں کوئی صالح آدمی ہے؟

جواب دیا:

ہم میں ایسے لوگ ہیں جو مہمان کی میزبانی کرتے ہیں' قیدی کو رہا کرتے ہیں اور نیکی کرتے ہیں یہ یا اسی قبیل کا جواب دیا تھا۔

تم میں ایک صالح آدمی ہے۔ کچھ دیر ٹھہر کے پھر پوچھا۔

اس لڑکے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ کہاں ہیں؟

مخاطب نے جواب دیا:

یہ اس کے ولی و مربی موجود ہیں۔ یا یہ جواب دیا گیا کہ:

یہ اس کے ولی ہیں۔

راہب نے کہا:

اس لڑکے کی حفاظت کرو اور اسے لے کر شام نہ جا یہودی حسد کرنے والے ہیں اور مجھے اس لڑکے کی نسبت ان سے خوف ہے۔

انہوں نے کہا: یہ تو نہیں کہتا یہ اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے۔

راہب نے اس کا جواب دیا اور کہا:

یا اللہ میں محمد کو (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرے سپرد کرتا ہوں اور پھر وہ مرگیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۴۹ سطر ۱۰)

داؤد بن حصین کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بارہ برس کے ہوئے تو شام میں تجارت کرنے کے لئے ایک قافلہ روانہ ہو رہا تھا۔ ابو طالب بھی آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ کو لے کر نکلے اور قافلہ کے ساتھ ہوئے۔ اہل قافلہ بحیرا راہب کے پاس جا کے اترے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بحیرا نے ابو طالب سے جو کہنا تھا کہا اور انہیں حکم دیا کہ آنحضرتؐ کی حفاظت کریں' اسی بنا پر آنحضرت علیہ السلام کو لے کر ابو طالب مکے واپس آئے۔

الامین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو طالب کے ساتھ ہی رہے اور جوان ہوئے' اللہ تعالیٰ کو آپ پر اپنا

فضل و کرم کرنا تھا' اس لئے خود ہی آپ کو حراست و حفاظت اور جاہلیت کے امور و مصائب سے آپ کو بچانا تھا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ اپنی قوم ہی کے طریقے پر تھے اور انہیں کا مسلک رکھتے تھے تا آنکہ ایسے جوان ہوئے کہ مروت و جوان مردی میں تمام قوم سے افضل' خلق میں سب سے زیادہ اچھے' اختلاط و معاشرت میں سب سے شریف تر' باتیں کرنے میں سب سے بہتر۔ حلم و امانت میں سب سے بڑے' تکلم میں سب سے سچے' فحش و اذیت میں سب سے دور و نفور تھے نہ کبھی گالی گلوچ یا بدکلامی کرتے دیکھے گئے نہ کسی سے لڑتے جھگڑتے یا کسی پر شبہ کرتے پائے گئے۔

ایسی اچھی اچھی خیر و صلاح کی عادتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں جمع کر دیں تھیں کہ قوم نے آپ کا نام ہی "الامین" رکھ دیا۔ مکے میں بیشتر آپ کا یہی لقب رہا۔ ابو طالب مرتے وقت تک آپ کی حفاظت و احتیاط و حمایت و نصرت میں سرگرم رہے۔

ابو طالب کی اولاد

محمد بن السائب کہتے ہیں:

ابو طالب کا نام عبد مناف تھا (ابو طالب : کنیت تھی) ان کی اولاد میں:

(۱) طالب بن ابی طالب سب سے بڑے تھے مشرکین جبراً انہیں اور تمام بنی ہاشم کو نکال کے غزوہ بدر کے مقام میں لے گئے تھے۔ طالب نکل کر کہنے لگے۔

لا ہم اما یغزون طالب　　　فی مقنصب من ھذہ المقانب

یا اللہ ان ضرر رساں بھیڑیوں کے ایک غول میں ہو کر طالب لڑ تو رہا ہے لڑنے میں ان گرگوں کا ساتھ تو دیتا ہے۔

فلیکن المغلوب غیر الغالب　　　و لیکن المسلوب غیر السالب

(مگر یا اللہ جو غالب ہیں مغلوب ہو جائے اور جو چھین رہا ہے اس سے چھن جائے)

مشرکین قریش کو جب ہزیمت ہوئی تو وہ (ابو طالب) نہ قیدیوں میں پائے گئے نہ مقتولوں میں ملے نہ مکے میں واپس آئے اور نہ ان کا حال معلوم ہوا۔ ان کی اولاد بھی نہیں۔

(۲) عقیل بن ابی طالب ان کی کنیت ابو یزید تھی' طالب میں اور ان میں دس برس کی چھوٹائی بڑائی تھی۔ یعنی طالب دس سال بڑے تھے۔ انساب قریش کے یہ عالم تھے۔

(۳) جعفر بن ابی طالب' یہ عقیل سے دس برس چھوٹے تھے۔ قدیم الاسلام مہاجرین حبشہ میں ہیں۔ غزوۂ

Presented by www.ziyaraat.net/

موتہ میں شہید ہوئے۔ ذوالجناحین (دو پروں والے) وہی ہیں کہ ان پروں کے ذریعے بہشت میں وہ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔

(۴) علی بن ابی طالب یہ جعفر سے دس برس چھوٹے تھے۔

(۵) الف : ام ہانی بنت ابی طالب ' ان کا نام برہنہ تھا۔

(۶) ب : یمانہ بنت ابی طالب۔

(۷) ج : ریط بنت ابی طالب ' بعض لوگ اسماء بنت ابی طالب بھی کہتے ہیں ' ان سب کی ماں فاطمہ تھیں ' بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن اقصی۔

(۸) طلیق بن ابی طالب ' ان کی ماں علہ تھیں اور ان کے ماں جائے بھائی حویرث تھے۔ ابن ابی ذباب بن عبداللہ بن عامر بن الحارث ابن حارثہ بن سعدین بن تیم بن مرہ۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۷۱ سطر ۳)

تاریخ کامل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے واقعہ اصحاب فیل کے آٹھویں سال میں انتقال کیا۔ آنحضرتؐ کے بارے میں کہ ابو طالب کو وصیت کر گئے تھے ' چنانچہ دادا کے بعد ابو طالب ہی کی وہ ذات تھی جو آنحضرتؐ کے کاموں کے بنانے میں کام آتی رہی۔ ابو طالب (بغرض تجارت) شام کے ملک میں جانا چاہتے تھے اور جب وہ سفر کے لئے تیار ہوئے تو آنحضرتؐ ابو طالب سے چمٹ گئے ' ابو طالب کے دل میں اس سے رقت پیدا ہوئی اور انہوں نے آنحضرتؐ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ اس وقت آنحضرتؐ کی عمر نو سال کی تھی۔ جب ابو طالب کا قافلہ ملک شام میں پہنچا تو شہر بصریٰ میں قیام کیا۔ وہاں ایک راہب تارک الدنیا نصرانی اپنے صومعہ میں رہتا تھا۔ اس کا نام بحیرا تھا وہ عیسائی مذہب کا بڑا عالم تھا اور اس صومعہ میں ہمیشہ ایک بڑا پادری رہتا تھا جو اپنے مذہبی علوم میں ماہر ہوتا تھا۔ وہاں ایک کتاب بھی تھی "نسلاً" بعد نسلٍ پادریوں کی وراثت میں منتقل ہوتی آ رہی تھی۔ بحیرا نے جب اس قافلہ کو دیکھا تو ان کے لئے بہت کھانا تیار کیا (اور دعوت کی) اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سایہ ابر کو دیکھا تھا جو اہل قافلہ میں خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سایہ کئے تھا۔ پھر راہب نے دیکھا کہ یہ قافلہ اس کے صومعہ کے قریب ایک درخت کے نیچے اترا۔ اس نے دیکھا کہ درخت نے اپنی ٹہنیاں آنحضرتؐ پر جھکا دیں تاکہ وہ سایہ میں آ جائیں۔ یہ دیکھ کر بحیرا صومعہ سے اتر کر قافلہ کی طرف آیا اور ان کی دعوت دی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر پڑی تو بہت غور سے آپؐ کو دیکھنے لگا اور آپؐ کے جسم کے

اعضاء میں نبوت کی نشانیوں کو دیکھتا رہا۔ پھر جب قافلے والے کھانے سے فارغ ہو چکے اور چلے گئے تو بحیرا نے آنحضرتؐ سے حالت خواب و بیداری کے متعلق سوالات کئے اور جوابوں کو نبوت کی ان نشانیوں کے موافق پایا جو اس کو معلوم تھیں ' پھر بحیرا نے آپ کے دونوں مونڈھوں پر پشت کی جانب نظر ڈالی تو اس جگہ مہر نبوت دیکھی۔ اس نے آپؐ کے چچا ابو طالب سے پوچھا یہ صاحبزادے کون ہیں۔ ابو طالب نے کہا یہ میرا لڑکا ہے۔ بحیرا نے کہا۔ ان کے والد کو زندہ نہیں ہونا چاہئے۔ پھر ابو طالب نے توضیح کی کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور ان کے والد کا اس وقت انتقال ہوا تھا جبکہ یہ ماں کے پیٹ میں تھے۔ بحیرا نے ابو طالب کی تصدیق کی اور نصیحت کی کہ ان کو واپس اپنے شہر لے جایئے اور ان کو یہودیوں سے بچاتے رہئے۔ بخدا اگر وہ دیکھ لیں گے اور میری طرح ان کو پہچان لیں گے تو یقیناً ان کو نقصان پہنچانے کی راہیں تلاش کریں گے۔ ان کی بڑی شان ظاہر ہونے والی ہے۔ پس آپ کے چچا آپؐ کو لے کر وہاں سے چل دیئے اور مکہ میں پہنچ گئے۔ اور اس سلسلہ میں ایک اور روایت بیان کی جاتی ہے کہ جس وقت بحیرا ' ابو طالب سے ان کے واپس لے جانے کے لئے کہہ رہا تھا اور آپؐ کی ذات کو رومیوں کی ضرر رسانی کا خوف دلا رہا تھا اسی وقت سات رومی سامنے آئے۔ بحیرا نے ان سے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو تو انہوں نے کہا وہ نبی ادھر آنے والے ہیں اس لئے کوئی راہ (بصریٰ کی) چھوڑی نہیں ہے جس پر ایک جماعت نہ گئی ہو اور ہم آپؐ کے راستے پر بھیجے گئے ہیں۔ بحیرا نے ان سات رومیوں سے کہا کہ وہ کام جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہو کیا تم خیال کرتے ہو کہ کوئی انسان اس کو روک سکتا ہے۔ ساتوں نے متفقہ جواب دیا کہ نہیں اور پھر بحیرا کی پیروی کی اور اس کے پاس ٹھہرے۔ (تاریخ کامل جلد ا ص ۴۳ سطر ۳)

ابن بابویہ رحمہ اللہ نے اپنی سند میں حضرت ابو طالبؑ سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ آٹھ سال کے تھے کہ میں نے شام کی جانب تجارت کے لئے جانے کا ارادہ کیا اس وقت ہوا بہت گرم تھی۔ جب میں نے سفر کا قصد کیا میرے عزیزوں نے کہا کہ محمدؐ کو کس کے پاس چھوڑو گے۔ میں نے کہا اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ کیونکہ مجھے کسی کا اعتبار نہیں جس کے سپرد کروں۔ وہ بولے کہ اس گرم موسم میں اس پر وردۂ حرم و بطحاء کو سفر میں لے چلنا مناسب نہیں ہے۔ میں نے کہا واللہ میں اس کو جدا نہیں کر سکتا۔ میں اس کے لئے ایک محل تیار کروں گا۔ غرض میں نے حضرتؐ کو اونٹ پر بٹھایا اور ان کے اونٹ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتا تھا تاکہ وہ میری نگاہوں سے اوجھل نہ ہوں۔ جب دھوپ تیز ہوتی تو ایک ابر سفید برف کے مانند آتا اور حضرت کو سلام کر کے آپ کے سر پر سایہ فگن ہوتا۔ وہ جہاں جہاں جاتے وہ ابر آپ کے ساتھ رہتا اور اکثر عمدہ پھل اس سے گرتے۔ ایک روز اثناء راہ میں پانی کی قلت ہو گئی۔ ہمارے قافلے والے ایک مشک پانی کی ایک اشرفی کے عوض خرید کیا کرتے لیکن ہمارے پاس آنحضرتؐ کی برکت سے پانی بہت کافی تھا اور کسی وقت کم نہ ہوا۔ ہم جس منزل پر ٹھہرتے آپ کی برکت سے حوض بھر جاتے اور وہاں کی زمین سبزہ سے

Presented by www.ziyaraat.net/

پر ہو جاتی اور ہر وقت ہم پر فراوانی اور فراخی حاصل تھی۔ راستہ میں جو اونٹ تھک کر بیٹھ جاتا حضرتؑ اپنا دست مبارک اس پر پھیر دیتے وہ پھر چلنے لگتا جب ہم شہر بصرہ کے نزدیک پہنچے ایک راہب کا صومعہ نظر آیا ناگاہ ہم نے دیکھا وہ صومعہ حضرتؑ کے استقبال کے لئے گھوڑے کی مانند تیز رواں ہوا اور ہمارے قریب پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اس میں ایک نصرانی راہب تھا جس کو بحیرا کہتے تھے جو کبھی شک و شبہ کرنے والوں کا آشنا نہ تھا اور نہ کسی سے گفتگو کرتا تھا۔ جو قافلہ بھی اس کی طرف سے گزرتا وہ کسی کا حال دریافت نہ کرتا۔ جب اس نے صومعہ کو حرکت میں دیکھا اور قافلہ پر نگاہ پڑی تو حضرتؑ کو پہچانا اور کہا جو کچھ میں نے پڑھا اور سنا ہے اگر سچ ہے تو وہ آپ ہی ہیں آپ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ پھر ہم لوگ ایک بڑے درخت کے نیچے ٹھہرے جو اس کے صومعہ کے نزدیک تھا۔ اس درخت کی شاخیں خشک ہو چکی تھیں اس میں پھل نہیں لگتے تھے۔ ہمیشہ قافلے اسی درخت کے نیچے ٹھہرا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ اس درخت کے نیچے رونق افروز ہوئے وہ درخت لہلہا اٹھا اور اس میں بہت سی شاخیں پیدا ہو کر آنحضرتؐ کے سر پر سایہ فگن ہو گئیں اور تین قسم کے پھل اس میں لگ گئے دو گرمیوں کے اور ایک جاڑے کی فصل کا۔ اہل قافلہ یہ حال دیکھ کر متعجب ہوئے بحیرا کو بھی حیرت ہوئی۔ اس نے اپنے ساتھ اتنا کھانا لیا جو صرف آنحضرتؐ کے لئے کافی تھا اور اپنے صومعہ سے باہر آیا اور حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا کہ اس بچہ کا متکفل کون ہے۔ حضرت ابو طالبؑ کہتے ہیں میں نے کہا میں ان کی خدمت میں رہتا ہوں۔ پوچھا آپ کا اس سے کیا رشتہ ہے؟ میں نے کہا میں اس کا چچا ہوں۔ اس نے کہا اس کے تو بہت سے چچا ہیں تم اس کے کون سے چچا ہو میں نے کہا وہ میرے حقیقی بھائی کا لڑکا ہے۔ پھر تو وہ بول اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کو میں جانتا ہوں۔ اگر وہی نہ ہوا تو میں بحیرا نہیں۔ پھر بولا کہ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ کھانا ان کے لئے لے جاؤں۔ میں نے کہاں ہاں لے چلو اور میں نے آنحضرتؐ سے جا کر کہا ایک شخص آیا ہے اور تمہاری ضیافت کے لئے کھانا لایا ہے کھا لو۔ فرمایا کیا تنہا میرے لئے کھانا لایا ہے۔ میرے ہمراہی نہ کھائیں گے؟ بحیرا نے کہا حضور! اس سے زیادہ میرے پاس نہ تھا۔ فرمایا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں سب کو اس میں شریک کر لوں؟ اس نے کہا ہاں ہاں۔ اس وقت آنحضرتؐ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا بسم اللہ کھاؤ۔ ابو طالبؑ کہتے ہیں کہ ہم ایک سو ستر آدمی تھے۔ اور سب نے مل کر وہ کھانا کھایا اور سیر ہو گئے۔ پھر بھی وہ اتنا ہی باقی رہا۔ بحیرا آنحضرتؐ کی خدمت میں کھڑا جھل رہا تھا اور حیرت میں غرق تھا رہ رہ کے جھکتا اور حضرتؐ کا سر اقدس چوم لیتا تھا۔ اور کہتا تھا بحق پروردگار مسیح یہ وہی ہے لوگ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ آخر قافلہ میں سے ایک شخص نے کہا اے راہب تیری باتیں عجیب ہیں ہم اکثر تیرے صومعہ کی طرف سے گزرے ہیں تو کبھی ہماری طرف متوجہ نہ ہوا بحیرا نے کہا ہاں لیکن اس مرتبہ میرا حال عجیب ہے۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو۔ اور وہ چند امور جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ یہ لڑکا جو اس

درخت کے نیچے بیٹھا ہے اگر تم اس کو پہچان لیتے جس طرح میں پہچانتا ہوں تو بے شبہ اپنی گردنوں پر سوار کر کے شہر میں پھراتے۔ خدا کی قسم اس مرتبہ جو کچھ تمہارا اکرام کر رہا ہوں تو صرف اسی لڑکے کی وجہ سے۔ جب وہ میرے صومعہ کے قریب آیا تو میں نے اس کے آگے ایک نور دیکھا جو زمین سے آسمان تک ساطع تھا اور کچھ مردوں کو دیکھا جو یاقوت و زبرجد کے پنکھے ہاتھوں میں لئے ہوئے حضرتؐ کو جھل رہے تھے۔ اور ایک دوسری جماعت طرح طرح کے میوے لئے ہوئے اس پر نثار کر رہی تھی۔ اور یہ ابر اس کے سر پر سایہ کئے ہوئے رہتا ہے۔ کبھی جدا نہیں ہوتا۔ میرا عبادت خانہ اس کے استقبال کے لئے تیز رفتار گھوڑے کی طرح دوڑا۔ یہ درخت مدتوں سے خشک تھا۔ اس میں شاخیں بہت کم تھیں۔ اس کے اعجاز سے شاداب ہو گیا اور حرکت میں آیا۔ دوسری اور شاخیں نکل آئیں اور تین طرح کے پھل اس میں پیدا ہو گئے۔ اور یہ تمام حوض اس زمانہ سے خشک ہو گئے تھے جب سے بنی اسرائیل کے حواروں کے بعد ان میں اختلاف و فساد پیدا ہوا۔ ہم نے کتاب شمعون میں پڑھا ہے کہ شمعون نے ان پر لعنت کی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تم دیکھو کہ ان حوضوں میں پانی نکل آیا ہے تو سمجھ لینا کہ اس پیغمبر کی برکت کے سبب سے جو شہر تہامہ میں ظاہر ہو گا اور مدینہ کی جانب ہجرت کرے گا۔ اس کی قوم میں اس کا نام امین اور آسمان میں احمدؐ ہو گا۔ وہ نسل اسمٰعیلؑ ابن ابراہیمؑ سے ہو گا' خدا کی قسم یہ وہی ہے۔ پھر بحیرا آنحضرتؐ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ میں آپ سے تین خصلتوں کے بارے میں دریافت کرتا ہوں اور لات و عزیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ جواب دیجئے۔ حضرت نے لات و عزیٰ کا نام سنا تو غضبناک ہوئے اور فرمایا ان کے واسطے سے کچھ نہ پوچھنا۔ خدا کی قسم کسی چیز کو ان دونوں سے زیادہ دشمن نہیں رکھتا ہوں۔ یہ دونوں بت پتھر کے ہیں اور میری قوم ان کو اپنی حماقت سے پوجتی ہے۔ یہ سن کر بحیرا نے کہا یہ پہلی علامت ہے۔ پھر کہا اچھا آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ بتایئے۔ حضرتؐ نے فرمایا ہاں اب جو پوچھنا چاہو اس لئے کہ تم نے مجھے اس خدا کی قسم دی ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے جس کا کوئی مثل نہیں۔ بحیرا نے کہا آپ کی خواب و بیداری کا حال معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ پھر آپ کے اکثر حالات دریافت کئے آپ نے سب کے جوابات دیئے۔ اس نے تمام جوابات و امور کتابوں میں لکھے ہوئے مضمون سے مطابق پائے جو پڑھ چکا تھا۔ پھر بحیرا آنحضرتؐ کے قدموں پر گر پڑا تلووں کو چومتا اور کہتا کس قدر خوشگوار ہے آپؐ کی خوشبو اے وہ کہ تمام پیغمبروں سے آپ کی پیروی بہتر ہے اور دنیا میں جو کچھ روشنی ہے آپ کے سبب سے ہے۔ مسجدیں آپؐ کے نام سے آباد ہوں گی گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لشکر کشی کر رہے ہیں' عربی گھوڑوں پر سوار ہیں' اور عرب و عجم جبراً" قہراً" آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ لات و عزیٰ کو آپ نے توڑ ڈالا ہے اور خانۂ کعبہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور اس کی کنجی جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ اور کتنے عرب و عجم کے بہادروں اور سورماؤں کو ہلاک کر دیا ہے۔ جنت و دوزخ کی کنجیاں آپؐ کے پاس ہیں اور فائدہ عظیم آپ کے ساتھ

Presented by www.ziyaraat.net/

ہے آپ ہی ہیں جو بتوں کو توڑیں گے۔ آپؐ ہی وہ ہیں کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تمہارے
بادشاہان عالم ذلت و خواری کے ساتھ آپ کے دین میں داخل ہوں گے۔ پھر دوبارہ آپؐ کے دست و پائے
اقدس کو بوسہ دیا اور کہا اگر میں آپ کے زمانہ تک زندہ رہا تو آپ کے سامنے آپ کے دشمنوں سے شمشیر
زنی کروں گا اور جہاد کروں گا۔ آپ ہی بہترین بنی آدمؑ اور پرہیز گاروں کے پیشوا اور خاتم المرسلین ہیں۔
خدا کی قسم آپؐ کی ولادت با سعادت کے روز زمین خنداں ہوئی اور تا قیامت خنداں رہے گی۔ خدا کی قسم
گرجے' بت اور شیاطین آپؐ کے ظہور سے گریاں ہیں اور تا قیامت گریاں رہیں گے۔ آپؐ ہی ابراہیمؑ کی
دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہیں۔ آپ اہل جاہلیت کی نجاستوں سے ہمیشہ پاک و مطہر رہے ہیں۔ پھر ابو طالبؑ کی
طرف رخ کیا اور پوچھا آپ ان سے کیا نسبت رکھتے ہیں؟ ابو طالب نے کہا کہ میرا فرزند ہے۔ بحیرا نے کہا
ایسا نہیں ہو سکتا ان کے ماں باپ اس وقت زندہ نہیں ہو سکتے۔ ابو طالبؑ نے کہا تم نے سچ کہا میں اس کا
چچا ہوں' ان کے ماں باپ کا انتقال ہو چکا جبکہ وہ رحم مادر میں تھے اور جب ماں کا انتقال ہوا تو وہ چھ برس
کے تھے۔ بحیرا نے کہا اب آپ نے سچ کہا۔ میں تو یہ مصلحت سمجھتا ہوں کہ آپ اس کو اپنے شہر واپس لے
جائیں کیونکہ روئے زمین پر کوئی ایسا یہودی' عیسائی اور صاحب کتاب نہیں جو یہ نہ جانتا ہو کہ وہ پیدا ہو
چکے ہیں۔ اور ہر ایک کو ان علامتوں کے ساتھ دیکھتا ہے اور پہچانتا ہے اسی طرح جس طرح میں پہچانتا
ہوں۔ وہ ان کے ساتھ ان کو دفع کرنے کے لئے مکر و حیلہ کریں گے اور یہودی تو اس میں سب سے زیادہ
پیش پیش رہیں گے۔ ابو طالب نے پوچھا ان کی عداوت کا سبب کیا ہے؟ بحیرا نے کہا یہ کہ وہ پیغمبر ہو گا اور
جبرئیلؑ اس پر نازل ہوں گے اور ان کے دینوں کو منسوخ کرے گا۔ ابو طالبؑ نے کہا نہیں انشاء اللہ۔ خدا
اس کو نہیں چھوڑے گا کہ کوئی ضرر پہنچے۔ پھر بحیرا نے چاہا کہ آنحضرتؐ کو وداع کرے تو بہت رویا۔ اور کہا
اے فرزند آمنہؑ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام عرب آپ کے ساتھ دشمنی اور جدال و قتال کریں گے اور
آپؐ کے اعزا آپؐ سے قطع تعلق کر لیں گے۔ اگر آپؐ کی قدر جانتے تو اپنے لڑکوں سے زیادہ عزیز رکھتے۔
پھر میری جانب متوجہ ہوا اور کہا اے عم محترم اس کی قرابت کی رعایت کیجئے اور اپنے پدر بزرگوار کی
وصیت کا دھیان رکھئے۔ بہت جلد تمام قریش آپ سے کنارہ کشی کریں گے۔ آپ پرواہ نہ کیجئے گا۔ آپ کے
بھی ایک فرزند ہو گا جو ہر حال میں اس کا معین و مددگار رہے گا۔ آسمانوں میں اس کی شجاعت کی مدح ہو
گی۔ اس سے دو فرزند ہوں گے جو شہادت کے درجہ پر فائز ہوں گے وہ سیدؑ و بزرگ عرب اور اس امت
کا ذوالقرنین ہو گا۔ اور وہ خدا کی کتابوں میں عیسیٰ کے اصحاب سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔
جناب ابو طالبؑ کہتے ہیں کہ جب ہم شام کے نزدیک پہنچے واللہ شام کے قصر حرکت میں آئے۔ اور ان سے
ایک نور آفتاب کے نور سے زیادہ روشن بلند ہوا۔ جب ہم لوگ شام میں داخل ہوئے تماشائیوں کی کثرت
سے بازار میں داخل ہونا ممکن نہ ہو سکا۔ ہر طرف سے لوگ حضرتؐ کے جمال عدیم المثال کے نظارہ کے

لئے دوڑ پڑے اور حضرتؐ کے حسن و جمال اور فضل و کمال کا شہرہ تمام اطراف شام میں پہنچا۔ جس جس
جگہ راہب اور عالم تھے آنحضرتؐ کے گرد آ آ کر جمع ہوئے۔ علمائے اہل کتاب کا ایک سب سے بڑا عالم
نسطورا تین روز تک آیا اور آنحضرتؐ کے برابر بیٹھ گیا لیکن کوئی گفتگو نہیں کی۔ جب تیسرا روز ختم کے
قریب پہنچا وہ بے تابانہ حضرتؐ کی خدمت میں آیا اور آپؐ کے گرد گھومنے لگا۔ میں نے پوچھا اے راہب
تو کیا چاہتا ہے اس نے کہا ان کا نام کیا ہے۔ میں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام ہے یہ سنتے ہی اس
کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اس نے کہا آپ ان سے التماس کیجئے کہ اپنی پشت و شانے کھولیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے
شانے پر سے پیراہن ہٹایا تو راہب کی نگاہ مہر نبوت پر پڑی دیکھتے ہی وہ بیتاب ہو کر گر پڑا اور اس کو چومنے
لگا اور مجھ سے کہا کہ بہت جلد اس خورشید نبوت کو واپس لے جایئے۔ اگر آپ جانتے کہ اس سرزمین پر
اس کے کس قدر دشمن ہیں تو ہرگز ان کو اپنے ہمراہ نہ لاتے۔ پھر وہ روزانہ حضرت کی خدمت میں آتا اور
مراسم خدمت بجا لایا کرتا۔ لذیذ کھانے حضرتؐ کے لاتا۔ جب ہم لوگ شام سے واپس چلے تو حضرتؐ کے
لئے وہ ایک پیراہن لایا اور عرض کی کہ اس کو پہن لیں شاید اس کے سبب سے کبھی کبھی مجھے یاد فرما لیں۔
جب میں نے دیکھا کہ حضرتؐ کے چہرہ سے آثار کراہت ظاہر ہو رہے ہیں تو میں نے پیراہن لے کر رکھ لیا
اور کہا میں ان کو پہنا دوں گا اور نہایت عجلت کے ساتھ حضرتؐ کو لے کر بیت اللہ الحرام کی جانب واپس آ
گیا۔ جب اہل مکہ کو ہمارے آنے کی خبر معلوم ہوئی ابو جہل کے سوا تمام چھوٹے بڑے حضرتؐ کے استقبال
کو آئے۔

دوسری معتبر سند سے روایت ہے کہ جب ابو طالب نے شام کا ارادہ کیا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم آپ سے مہار ناقہ سے لپٹ گئے اور کہا اے عم محترم مجھ کو کس پر چھوڑے جاتے ہیں نہ میرے
باپ ہیں نہ ماں ہیں۔ یہ سن کر ابو طالب رونے لگے اور حضرتؐ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ جب کبھی راستہ میں
ہوا گرم ہوتی ایک ابر ظاہر ہوتا جو آنحضرتؐ کے سر پر سایہ کرتا یہاں تک کہ اثناء راہ میں ایک راہب کے
صومعہ کے پاس جس کو بحیرا کہتے تھے۔ ہم پہنچے۔ اس نے دیکھا کہ ابر ہمارے ساتھ حرکت میں ہے وہ
اپنے صومعہ سے باہر آیا اور ہمارے لئے چند خادم حاضر کئے اور ہماری دعوت کی۔ ہم قافلہ کے تمام لوگ
راہب کے صومعہ میں پہنچے اور آنحضرتؐ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا۔ جب بحیرا نے دیکھا کہ ابر
ہمارے قیام گاہ ہی پر ٹھہرا ہوا ہے تو اس نے پوچھا کیا اہل قافلہ میں سے کوئی نہیں آیا لوگوں نے کہا سب
آئے ہیں سوائے ایک لڑکے کے جس کو ہم نے مال و سامان کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ بحیرا نے کہا مناسب
نہیں ہے کہ ہماری دعوت میں شرکت سے کوئی بچ جائے۔ اس لڑکے کو بھی بلاؤ۔ اور کسی کو آنحضرتؐ کے
پاس بھیجا۔ جب حضرتؐ روانہ ہوئے تو ابر بھی ساتھ ساتھ چلا۔ بحیرا نے کہا یہ کس کا لڑکا ہے۔ کہا گیا ابو
طالبؑ کا۔ بحیرا نے ابو طالبؑ سے پوچھا کیا یہ آپ کا لڑکا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

پوچھا بھائی کہاں ہے؟ فرمایا وہ جب شکم مادر میں تھے اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ بحیرا نے کہا ان کو اپنے شہر واپس لے جایئے کیونکہ اگر یہودیوں نے پہچان لیا جس طرح میں ان کو پہچانتا ہوں' یقیناً ان کو قتل کر ڈالیں گے۔ سمجھ لیجئے کہ ان کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے۔ وہ اس امت کے پیغمبر ہیں اور شمشیر و جہاد کے ساتھ خروج کریں گے۔

دوسری سند کے ساتھ یعلی نسابہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ جس سال بغرض تجارت شام تشریف لے گئے خالد بن اسید و طلیق بن ابی سفیان حضرتؐ کے ساتھ قافلہ میں تھے۔ واپس آ کر آنحضرتؐ کے متعلق تعجب انگیز حالات مثل آنحضرتؐ کی رفتار اور سواری اور جانوروں کی اطاعت وغیرہ سے متعلق بیان کئے۔ اور کہا کہ جب ہم شہر بصرہ کے بازار میں پہنچے راہبوں کے ایک گروہ کو دیکھا جن کے چہرے زرد تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے رخساروں پر زعفران مل دیا گیا ہے۔ ان کے اعضا کانپ رہے تھے۔ وہ ہمارے پاس آئے اور بولے کہ ہمارے بزرگ کے پاس چلئے وہ کلیسائے اعظم میں رہتے ہیں جو یہاں سے قریب ہے ہم نے کہا ہم تم سے کیا واسطہ وہ بولے کہ اگر آپ ہمارے عبادت خانہ تک چلیں تو کیا حرج ہے ہم آپ کا احترام کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے ساتھ ہیں۔ غرض ہم لوگ ان کے ساتھ ایک بہت بڑے عبادت خانہ میں داخل ہوئے وہاں دیکھا کہ ایک مرد بزرگ درمیان میں بیٹھا ہے۔ اور اس کے شاگرد اس کے گرد جمع ہیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے وہ کبھی اس کتاب میں نظر کرتا ہے کبھی ہم لوگوں کو دیکھتا ہے۔ آخر اپنے مصاحبین سے بولا تم نے کوئی کام نہ کیا۔ میں جس کو چاہتا ہوں تم اس کو نہیں لائے ہو پھر اس نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ ہمنے کہا ہم قریش میں سے ایک گروہ ہیں۔ پوچھا کس قبیلہ سے ہو ہم نے کہا ہم فرزندان عبدالشمس میں سے ہیں۔ اس نے پوچھا کوئی اور بھی تمہارے ساتھ ہے؟ ہم نے جواب دیا کیوں نہیں ایک جواں بنی ہاشم میں سے ہے جس کو ہم یتیم فرزند عبدالمطلب کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی ایک نعرہ مارا اور قریب تھا کہ وہ بے ہوش ہو جائے اور اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہا آہ آہ دین نصرانیت برباد ہو گیا۔ پھر اپنے ایک صلیب پر تھوڑی دیر تکیہ کر کے غور و خوض کرتا رہا اسی راہب اور اس کے شاگرد اس کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ پھر اس نے ہم سے کہا کیا ممکن ہے کہ اس جوان کو مجھے دکھاؤ۔ ہم نے کہاں ہاں ہاں چلو تو وہ ہمارے ساتھ بازار بصرہ میں آیا۔ آنحضرتؐ بازار میں خورشید تاباں کے مانند کھڑے تھے' اور چہرۂ اقدس سے نور چمک رہا تھا اور دیکھنے والے چاروں طرف سے آپؐ کے جمال مبارک کے نظارہ میں محو تھے۔ اور خریدار مثل خریداران یوسفؑ روپے لئے ہوئے آپ کے جمال کے دیدار کے شوق میں آپ سے سودا کر رہے تھے اور آپ کا مال تجارت زیادہ قیمتیں دے دے کر خرید رہے تھے اور اپنے اموال بہت کم دام پر حضرتؐ کے ہاتھ فروخت کر رہے تھے۔ ہم نے چاہا کہ راہب کو کسی دوسرے شخص کو دکھائیں تاکہ اس کا امتحان ہو جائے۔ اس نے کہا بس بس

میں نے پہچان لیا اور وہ بے قرار ہو کر آپؐ کے قریب دوڑا ہوا گیا اور سر مبارک کو چومنے لگا اور کہا آپ ہی وہ مقدس ہیں اور آنحضرتؐ کی نشانیوں سے متعلق بہت سے سوالات کئے حضرتؐ نے سب کے جوابات دیئے پھر اس نے کہا اگر میں آپ کے زمانہ تک موجود رہا تو آپؐ کی خدمت میں رہ کر ایسا جہاد کروں گا جو حق جہاد ہے۔ پھر ہم لوگوں سے کہا کہ بہتر ہے زندگی اور موت اسی کے ساتھ ہے جو شخص اس کی پیروی کرے گا وہ زندۂ جاوید ہو گا۔ جو شخص اس کے طریقہ سے منحرف ہو گا اس طرح مرے گا کہ کبھی زندہ نہ ہو گا۔ تمام نفع اور فائدہ عظیم اسی کے ساتھ ہے۔ یہ کہا اور اپنے کلیسا میں واپس چلا گیا۔

دوسری حدیث میں روایت ہے کہ جس سال حضرت سرور کائناتؐ خدیجہؓ کا مال لے کر بغرض تجارت شام کی جانب تشریف لے گئے تھے آپ کے ہمراہ عبد مناۃ بن کنانہ اور نوفل بن معاویہ بھی قافلہ میں تھے۔ جب شام میں پہنچے ابو المویہب راہب نے ان کو دیکھا اور پوچھا آپ کون لوگ ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کعبہ کے رہنے والے اہل قریش میں سے چند تاجر ہیں۔ اس نے پوچھا کہ قریش میں سے کوئی اور بھی آپ کے ساتھ ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں فرزندان ہاشم میں سے ایک جوان ہے جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ ابو المویہب نے کہا میں اسی کو چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا قریش میں اس کی کم شہرت کا کوئی نہیں اس کو یتیم قریش کہتے ہیں۔ وہ قریش کی ایک خاتون خدیجہؓ کا مال اجرت پر فروخت کرنے لایا ہے۔ تم کو اس سے کیا کام ہے۔ ابو المویہب نے اپنا سر ہلایا اور کہا وہی ہے مجھے اس کو دکھاؤ۔ لوگوں نے کہا ہم نے اس کو بازار بصرہ میں چھوڑا تھا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ آنحضرتؐ آتے دکھائی دیئے۔ جب اس کی نگاہ آنحضرتؐ پر پڑی قبل اس کے کہ لوگ آنحضرتؐ کو بتائیں اس نے کہا۔ یہی ہے اور آنحضرتؐ کو تنہائی میں لے گیا اور بہت دیر تک حضرتؐ سے راز کی باتیں کیں پھر حضرتؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کوئی چیز اپنی آستین سے نکالی اور چاہا کہ حضرتؐ کے دے' آپ نے قبول نہ فرمایا۔ غرض وہ حضرت سے علیحدہ ہو کر ان لوگوں کے پاس آیا اور کہا مجھ سے یہ نصیحت سن لو اور اس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔ اس کی فرمانبرداری کرو۔ کیونکہ یہ جوان واللہ پیغمبرؐ آخر الزمان ہے' اور بہت جلد ظاہر ہو گا اور لوگوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی دعوت دے گا۔ جب وہ پیغمبری کا اعلان کرے بلا تامل اس کی پیروی کرو۔ پھر پوچھا کہ کیا اس کے چچا ابو طالب کے کوئی فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام علیؑ ہو؟ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یا تو پیدا ہو چکا ہے یا عنقریب پیدا ہو گا۔ سب سے پہلے جو اس پیغمبر پر ایمان لائے گا وہی ہو گا۔ اس کے وصی ہونے کے متعلق میں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ جس طرح محمدؐ کی پیغمبری کے بارے میں پڑھا ہے۔ وہ سید عرب اور اس امت کا عالم ربانی اور آخر الزمان کا ذوالقرنین ہو گا اور شمشیر زنی کا حق جہادوں میں ادا کرے گا۔ ملاء اعلیٰ میں اس کا نام علیؑ ہے۔ قیامت کے روز پیغمبر آخر الزمان کے بعد اس کا رتبہ سب سے بلند ہو گا۔ فرشتے اس کو بطل ازہر مفلح (فلاح یافتہ روشن شجاع) کہتے ہیں۔ جس طرف رخ کرے گا یقیناً فتح

Presented by www.ziyaraat.net/

پائے گا۔ وہ تمہارے پیغمبرؐ کے اصحابؓ میں آسمان پر آفتاب سے زیادہ مشہور ہے۔ (حیات القلوب جلد دوم ص ۱۶۰ سطر۳)

حضور اکرمؐ کے وسیلے سے بارش

بعض معتبر کتابوں میں مذکور ہے کہ آنحضرتؐ کے بچپن میں ایک مرتبہ مکہ میں قحط پڑا اور کئی سال تک بارش نہیں ہوئی۔ آخر رقیقہ دختر صیفی نے خواب میں دیکھا کہ ایک ہاتف کہہ رہا ہے کہ اے گروہ قریش ایک پیغمبر تم میں مبعوث ہو گا وہ پیدا ہو چکا ہے۔ جس کی برکت و رحمت سے فراوانی تم کو حاصل ہے۔ عبدالمطلبؑ کو بلاؤ وہ اپنے فرزند زادہ کو شفیع قرار دیں وہ دعا کریں تو خدا تم پر بارش کرے گا۔ غرض عبدالمطلبؑ حضرتؐ کو اپنے کاندھے پر سوار کرکے کوہ ابو قیس پر تشریف لے گئے۔ اکابر قریش آپ کے گرد جمع ہوئے۔ حضرتؐ نے بارش کی دعا کی اسی وقت آنحضرتؐ کی برکت سے بارش شروع ہوئی یہاں تک کہ سیلاب مکہ کی پہاڑیوں سے جاری ہوا۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۶۰ سطر۲۰)

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں مکہ مکرمہ آیا تو اہل مکہ شدید قحط سالی میں مبتلا تھے۔ ایک روز قریش نے مجاور حرم ابو طالبؑ سے کہا۔ وادیاں خشک ہو گئی ہیں اور لوگ بھوکوں مر رہے ہیں' آؤ چلو بارش کے لئے دعا کریں۔

چنانچہ ابو طالب اپنے ساتھ ایک بچہ کو لے کر روانہ ہوئے۔ مطلع صاف اور آفتاب روشن تھا۔ ابو طالب نے بچہ کا ہاتھ تھاما اور اس کی پشت خانہء کعبہ سے ملا دی اور اپنی انگلیوں سے بچہ کو تھام لیا۔ دفعتہً افق سے بادل اٹھے اور برسنے لگے' اتنی موسلا دھار بارش ہوئی کہ وادی اور نالے بھر گئے۔ اس موقع پر ابوطالب نے آپ کی ثناء میں حسب ذیل اشعار کہے۔

و ابیض یستسقی الغمام بوجہ ثمال الیتامی عصمتہ للارامل

آپؐ ایسے حسین و جمیل ہیں کہ بادل آپ کے چہرۂ انور سے پانی مانگتا ہے اور آپ یتیموں اور بیواؤں کے پناہ گاہ ہیں۔

یلوذ بہ الھلاک من ال ہاشم فھم عندہ فی نعمتہ و فواضل

ہلاک ہونے والے ہاشمیوں کی اولاد' آپ کے دامن میں پناہ تلاش کرتی ہے۔ تو وہ لوگ آپؐ کے دامن میں نعمتوں اور برکتوں سے مستفید ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد۱ ص ۲۰۴ سطر آخر)

حضورؐ کو دیکھ کر ابو طالب کے پاس سے یہود کا فرار

ابو نعیم نے بہ سند ابن اعوان عمرو بن سعید سے روایت کی کہ کچھ یہودی ابو طالب کے پاس سامان خریدنے آئے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم سنی میں اپنے چچا کے پاس آ گئے۔ جب یہود کی نظر آپؐ پر پڑی تو وہ خریداری چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ ابو طالب نے تعاقب میں ایک شخص کو روانہ کیا اور کہا جب ان تک پہنچ جاؤ تو تالی بجا کر کہنا۔ ہم نے تمہارے طرز عمل میں ایک عجیب بات دیکھی' پھر سننا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ وہ شخص گیا اور ایسا ہی کیا۔ یہود نے جواب دیا۔ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ عجیب ہے۔ اس نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ یہود نے کہا ہم نے محمدؐ کو چلتے پھرتے دیکھ لیا۔ (خصائص کبریٰ جلد۱ ص ۲۰۵ سطر۱۰)

ابو لہب کے دل میں حضورؐ کی طرف سے کینہ پیدا ہونے کی ابتدا

ابن عساکر ابو الزناد سے روایت کی کہ ابو طالب اور ابو لہب کے درمیان کشتی ہوئی تو ابو لہب نے ابو طالب کو پچھاڑ دیا اور ان کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو لہب کی زلفوں کو پکڑ کر کھینچا۔ ابو لہب نے کہا اے لڑکے ہم دونوں تمہارے چچا ہیں پھر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ آپ نے جواب دیا اس لئے کہ میں ان سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ (خصائص کبریٰ جلد۱ ص ۲۰۵ سطر۱۶)

جنگ فجار

جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف چودہ یا پندرہ برس کی ہوئی تو حرب فجار کا واقعہ پیش آیا یہ جنگ قریش اور بنی کنانہ کی بنی قیس عیلان سے ہوئی تھی اور وجہ اس جنگ کی یہ ہوئی کہ عروۃ الرحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن نے نعمان بن منذر کے سامان تجارت سے لدے ہوئے اونٹوں کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔ جس پر بنی کنانہ کے ایک شخص براض بن قیس بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ نے برا منایا اور موقع پا کر عروہ کو قتل کر ڈالا۔ اس پر بنی کنانہ اور بنی قیس میں جنگ چھڑ گئی۔ قریش نے بنی کنانہ کا ساتھ دیا۔ قریش اور کنانہ میں ہر قبیلہ کا ایک ایک سردار تھا۔ ایسا ہی بنی قیس میں بھی ہر قبیلہ کا ایک ایک سردار تھا۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس جنگ میں شریک تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچاؤں کو وہ تیر اٹھا

Presented by www.ziyaraat.net/

کر دیتا رہا تھا جو ان کے دشمنوں کی طرف سے آتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ جب یہ جنگ ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمر شریف بیس برس کی تھی اور اس جنگ کا نام حرب فجار اسی سبب سے ہوا کہ دونوں فریقوں نے حرمت والے مہینوں میں جنگ کی اور اس جنگ میں قریش اور کنانہ کا سردار حرب بن امیہ بن عبد شمس (حضرت معاویہ کا دادا) تھا۔ حرب فجار زمانہ جاہلیت کی جنگوں میں سب سے زیادہ مشہور اور عظیم الشان لڑائی سمجھی جاتی ہے۔ پھر اس لحاظ سے بھی خاص شہرت حاصل ہے کہ یہی وہ سب سے پہلی جنگ ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت فرمائی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شمولیت سے جو خصوصیت اس لڑائی کو حال ہو گئی ہے اس کا تقاضہ ہے کہ اس کی تفصیلی کیفیت یہاں بیان کی جائے جو دلچسپ بھی ہے اور زمانہ جاہلیت کے حالات کی آئینہ دار بھی ابن ہشام نے بہت ہی اختصار کے ساتھ اس جنگ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے پڑھنے سے نہ ناظر کی تشفی ہوتی ہے اور نہ حقیقت حال واضح ہوتی ہے اس لئے ہم التاریخ کامل علامہ ابی الحسن علی المعروف بہ ابن الاثیر الجزری سے لے کر ذیل میں اس جنگ کی مفصل کیفیت درج کرتے ہیں۔

یہ جنگ حضرت عبدالمطلب کی دفات سے بارہ سال بعد اور مکہ پر اصحاب فیل کے حملہ سے بیس سال بعد ہوئی۔ اس جنگ کا سبب بہت معمولی واقعہ ہوا کہ بنی کنانہ کا ایک شخص براض بن قیس بڑا عیار' چالاک' قاتل اور خونی واقع ہوا تھا۔ اس کی دغا بازیوں اور بدکرداریوں سے تنگ آ کر اس کی قوم یعنی بنی کنانہ نے اسے اپنے ہاں سے نکال دیا تھا اور اس سے کوئی علاقہ نہ رکھا تھا۔

اپنی قوم سے نکل کر یہ شخص نعمان بن المنذر کے پاس پہنچا جو شہنشاہ ایران کی طرف سے حیرہ اور عراق کا والی تھا۔

نعمان ہر سال عکاظ کے مشہور میلے میں فروخت کے لئے اونٹوں پر لاد کر بہت سا تجارتی سامان بھیجا کرتا تھا۔ اسے "لیطمہ" کہتے تھے۔

عکاظ ذی المجاز اور مجنہ عرب کے نہایت مشہور و معروف میلے تھے جو سالانہ منعقد ہوا کرتے تھے۔ عرب ان میلوں میں نہایت کثرت کے ساتھ جمع ہوتے تھے اور خرید و فروخت کرتے تھے۔ چونکہ عرب میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا اس لئے یہ میلے ماہ حرام میں حج کے موقع پر لگا کرتے تھے۔ جب قتل و غارت ممنوع ہوتی تھی اور کوئی کسی سے مخاصمت نہ کرتا تھا ہر شخص پوری آزادی اور امن کے ساتھ ان میلوں میں شامل ہوتا تھا۔ جو کچھ لڑائی جھگڑا ہوتا تھا وہ ان میلوں کے ہوا کرتا تھا۔

بدقسمتی سے ایک مرتبہ مشہور مفسد براض اور عروۃ الرحال نعمان کے دربار میں حاضر تھے کہ نعمان نے کہا تم میں سے کون شخص ایسا ہے جو بہادری کے ساتھ میرے لیطمہ کو عکاظ کے میں لے جائے اور اس کی حفاظت کا پورے طور ذمہ دار ہو؟ میں اسے اس خدمت کا معقول معاوضہ دوں گا۔

اس پر براض کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ حضور! میں اپنی قوم بنی کنانہ کی طرف سے مال تجارت کے ان اونٹوں کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں کہ وہ لوگ نہ اس قافلے کو لوٹیں گے اور نہ مال تجارت کو نقصان پہنچائیں گے۔

اس پر نعمان منذر نے کہا۔ مگر میں تو ایسے شخص کو چاہتا ہوں جو بنی کنانہ اور بنی قیس دونوں کا ذمہ لے' عروۃ الرحال دربار میں موجود تھا۔ اس نے بہت بگڑ کر کہا کہ ایک کتا جسے اس کی قوم نے ذلیل کر کے نکال دیا ہو آپ کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہو سکتا ہے؟ میرے پیارے آقا! میں آپ کے اونٹوں کی حفاظت کی پوری ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہوں۔ سارا مال میرے حوالے کیجئے اور اس کی حفاظت کی طرف سے بالکل مطمئن رہئے۔

عروۃ الرحال کی زبان سے یہ سن کر براض کے غصہ کی انتہا نہ رہی۔ اس نے شاہی آداب کا خیال نہ کرتے ہوئے نہایت طیش میں آ کر کہا۔ عروہ! کیا تو اس مال تجارت کی حفاظت کا بنی کنانہ کے مقابلہ میں بھی ذمہ دار بنتا ہے؟

عروۃ الرحال نے اسی غیظ و غضب کے ساتھ جواب دیا بنی کنانہ ہی پر منحصر نہیں۔ میں اسود احمر اور عرب و عجم کے مقابلہ میں بادشاہ کے اونٹوں کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ میری ذمہ داری میں کسی شخص کی مجال نہ ہو گی کہ اونٹوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔

چونکہ عروہ نے عرب کے ہر قبیلے کے مقابلے میں اونٹوں کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔ اس لئے نعمان بن منذر نے سارا مال تجارت اونٹوں پر لدوا کر عروہ کے حوالے کر دیا اور یہ اسے لے کر عکاظ روانہ ہو گیا۔

بھرے دربار میں اپنی ذلت اور ناکامی پر براض کو نہایت طیش آیا اور اس نے اسی وقت سے اس امر کا پختہ ارادہ کر لیا کہ میں اپنی شکست کا انتقام عروہ کے خون سے لوں گا۔ اس ارادہ سے وہ نعمان کے اونٹوں کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ عروۃ الرحال نے اسے دیکھ لیا مگر کچھ پروا نہ کی۔ اور اپنا سفر جاری رکھا۔

حیرہ سے چل کر جب یہ قافلہ وادی تمین میں پہنچ کر مقیم ہوا جو حوالی فدک میں واقع ہے تو وہاں براض نے اپنے تیر نکالے تاکہ ان سے عروہ کے قتل کی فال لے۔ اتفاق سے عروہ بھی ادھر سے گزرا اس نے پوچھا کہ براض تو یہ فال کس لئے اور کس کے لئے نکال رہا ہے۔

براض نے جواب دیا کہ تیرے قتل کا ارادہ ہے اور اس لئے ان تیروں سے فال دیکھ رہا ہوں۔ بول کیا تو مجھے اس کی اجازت دیتا ہے کہ میں یہ فال دیکھ لوں۔

عروہ نے بے پروائی سے جواب دیا۔ چاہے فال دیکھ یا نہ دیکھ۔ مگر تیری یہ مجال کبھی نہیں ہو سکتی کہ تو میرے قتل کے لئے ہاتھ اٹھا سکے۔ یہ سنتے ہی براض نے تلوار اٹھائی اور عروہ کی گردن اڑا دی۔

عروہ کو قتل ہوتے دیکھ کر اونٹوں کے محافظ ایسے گھبرائے کہ اونٹوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور براض اونٹوں کو

Presented by www.ziyaraat.net/

لے کر خیبر چلا آیا۔

جب عروہ کے قتل کی خبر اس کی قوم یعنی قیس میں پہنچی تو عروہ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے دو شخص اسد بن جوین اور مساور بن مالک خیبر پہنچے تاکہ جہاں براض انہیں ملے وہ اسے قتل کر ڈالیں مگر بدقسمتی سے دونوں براض کو پہچانتے نہیں تھے۔

خیبر پہنچ کر جو شخص سب سے پہلے ان سے ملا وہ اتفاق سے براض ہی تھا۔ انہوں نے براض کا پتا پوچھا کہ وہ کہاں ملے گا۔

براض نے ان دونوں سے پوچھا کہ آپ کو براض سے کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے آدمی عروۃ الرحال کو مار کر آیا ہے ہم اسے قتل کرنے آئے ہیں۔

براض ان سے بڑے اخلاق سے پیش آیا۔ ان کو اپنے پاس ٹھہرایا اور ان کی دعوت کا عمدہ انتظام کیا اور ان کے اونٹوں کو اچھی طرح باندھ دیا اور کہا مجھے براض کا پتہ ہے جہاں وہ رہتا ہے تم میں جو زیادہ بہادر ہو وہ میرے ساتھ چلے اور براض کا کام تمام کر دے۔

چنانچہ ان میں سے ایک شخص اپنی تلوار لے کر براض کے ساتھ ہو لیا۔ براض اسے خیبر کے باہر ایک ویرانے میں لے گیا اور ایک ٹوٹے پھوٹے مکان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا یہ ہے وہ براض کا مکان تم ذرا یہاں کھڑے رہو میں اندر جا کر دیکھ آؤں کہ براض ہے یا نہیں؟ مکان میں سے نکل کر اس نے کہا براض موجود ہے اور سو رہا ہے۔ پس تم اندر جا کر اسے مار ڈالو۔ اپنی تلوار مجھے دکھاؤ کہ تیز ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ موقع پر دھوکا دے جائے۔

اس بہانہ سے اس نے اس سے تلوار لے کر اس تلوار سے اس کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس کی لاش کو پتھروں سے چھپا کر گھر چلا آیا۔ اور اس کے دوسرے ساتھی سے کہنے لگا۔ تیرا ساتھی تو بہت ہی بزدل ثابت ہوا۔ میں اسے براض کے مکان پر لے گیا۔ اور وہ سو رہا تھا۔ میں نے کہا بڑا عمدہ موقع ہے۔ اسے سوتے میں مار ڈال۔ مگر اس پر براض کی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ اسے قتل نہ کر سکا اور اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے میں نے ایسا بزدل آدمی آج تک نہیں دیکھا۔ اب صرف یہی شکل ہے کہ تم چلو اور براض کو سوتے میں قتل کر ڈالو۔

ویرانہ میں پہنچ کر اس کا بھی یہی حشر ہوا اور براض نے اسے بھی اپنے ساتھی کے پاس پہنچا دیا۔ جس کے بعد وہ اونٹوں کو لے کر مکہ چلا آیا۔ قریش اس وقت عکاظ کے میلے میں گئے تھے۔ براض نے ایک شخص کو دس اونٹ دے کر کہا کہ تو عکاظ میں سردار قریش حرب بن امیہ اور میری قوم بنی کنانہ کے پاس اور ان سے کہہ کہ براض نے عروۃ الرحال کو مار ڈالا ہے اور تم لوگ بنی قیس سے ہوشیار رہنا۔

جب حرب بن امیہ کے پاس یہ پیغام پہنچا تو اس نے بڑے بڑے سرداران قریش کو ایک جگہ جمع کیا اور کہا

کہ اس قتل کا بدلہ بنی قیس سے ہم ضرور لینا چاہیں گے۔ پس مناسب یہی ہے کہ قریش اور بنی کنانہ کے جتنے آدمی یہاں عکاظ میں موجود ہیں سب فوراً مکہ واپس چلے جائیں۔ تاکہ بنی قیس کے قتل و غارت سے بچ جائیں۔ پس قریش کے ان تمام آدمیوں نے جو عکاظ کے میلے میں آئے ہوئے تھے مصلحت اور خیریت اسی میں سمجھی کہ جلد سے جلد عکاظ سے روانہ ہو جائیں۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد قیس کے سردار ابو براء عامر بن مالک کے پاس کہلا بھیجا کہ تہامہ اور نجد میں قریش کے خلاف ایک سخت فتنہ برپا ہو گیا ہے اس لئے اس کے قرار واقعی تدارک کے لئے ہمیں فوراً واپس جانے کی ضرورت ہے ہمیں اس کی اجازت دے دیجئے۔

ابو براء کو ابھی تک اپنے آدمی کے قتل کی خبر نہیں ملی تھی۔ اس لئے اسے کچھ شبہ نہ ہوا اور اس نے بخوشی اجازت دے دی اس کارروائی کے بعد قریش کے چند بااثر آدمی بازار عکاظ میں پہنچے اور پکار کر انہوں نے اس بات کا اعلان کیا کہ مکہ میں ہمارے پیچھے ایک سخت حادثہ ہو گیا ہے جس کے لئے ہمیں فوری طور پر مکہ پہنچنا چاہئے اگر ہم یہاں رہے تو ممکن ہے فساد بڑھ جائے اور پھر اس کا تدارک مشکل ہو۔ اس لئے ہم مجبوراً جا رہے ہیں۔ آپ لوگ کچھ خیال نہ کریں۔ اس کے بعد بہت پریشانی اور سراسیمگی کے ساتھ کنانہ اور قریش مکہ کی طرف بھاگ گئے۔

سارا دن تو خیریت سے گزر گیا مگر سورج غروب ہونے کے وقت ابو براء کو عروۃ الرحال کے قتل کی خبر معلوم ہوئی وہ فوراً سمجھ گیا کہ قریش نے یہاں سے بھاگنے کی یہ چال چلی ہے وہ فوراً اپنی قوم کو ساتھ لے کر قریش اور کنانہ کے تعاقب میں نہایت تیزی سے روانہ ہوا۔ مقام نخلہ میں پہنچ کر قریش ان کو مل گئے انہوں نے فوراً ان پر حملہ کر دیا اور قریش کے بہت سے آدمی مار ڈالے۔ کیونکہ بنی قیس بڑے جوش اور غضب میں بھرے ہوئے تھے۔

اس مصیبت سے بچنے کے لئے قریش کو اور کوئی چارہ نظر نہ آیا سوائے اس کے کہ وہ بھاگ کر حدود حرم میں داخل ہو جائیں جہاں عرب جاہلیت کے معاہدہ کے مطابق اور حرم کے تقدس کی خاطر کوئی شخص کسی کو قتل نہیں کر سکتا تھا۔

جب قریش حرم میں داخل ہوئے تو مجبوراً بنی قیس کو واپس جانا پڑا۔ مگر یہ کہہ گئے کہ عروۃ الرحال کا خون ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ اس کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ لہٰذا آئندہ ہر سال ہمارے مقابلہ کے لئے تیار ہو کر عکاظ میں آئیں۔

واپس جا کر سارے سال بنی قیس عروۃ الرحال کا ماتم کرتے رہے اور لوگوں کو اس خون کے انتقام کے لئے برانگیختہ کرتے رہے۔ یہ تمام زمانہ انہوں نے زور و شور کے ساتھ جنگ کی تیاریوں میں گزارا۔ قریش بھی اپنے حریف کی جنگی تیاریوں سے غافل نہیں تھے۔ انہوں نے بکثرت ہتھیار لوگوں میں تقسیم کئے چنانچہ ان

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

کے مشہور سردار عبداللہ بن جدعان نے ایک سو آدمیوں کو پورے ہتھیار دیئے اور قریش کے دوسرے سرداروں نے بھی ایسا ہی کیا۔

وقت مقررہ پر دونوں فریق میدان عکاظ میں پہنچ گئے۔ ہر ایک فریق کے مختلف گروہوں کا الگ الگ سردار تھا۔ (ابن الاثیر نے تمام قبائل کے سرداروں کی علیحدہ علیحدہ فہرست دی ہے۔ مگر اختصار کے خیال سے ہم اسے نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ ہمارا مقصد صرف لڑائی کی کیفیت بیان کرنا ہے) الگ الگ سرداروں کے علاوہ دونوں فریقوں کا متفقہ سردار علیحدہ تھا۔ بنی قیس کا ابو براء بن عامر بن مالک اور قریش کا حرب بن امیہ (حضرت امیر معاویہ کا دادا) کیونکہ بنی عبد مناف میں وہ اس وقت سب سے بڑے مرتبہ کا شخص تھا اور عمر میں سب سے بڑا تھا۔

میدان جنگ میں پہنچ کر حرب بن امیہ کے بعض بڑے بڑے سرداروں نے اپنے آپ کو رسیوں سے باندھ لیا اور کہا کہ ہم میں سے کوئی شخص میدان میں سے نہیں ہٹے گا۔ یہاں تک کہ یا مارا جائے یا فتح پائے۔

لڑائی شروع ہونے پر بنی قیس نے اس زور شدت سے حملہ کیا کہ قریش اور کنانہ کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ بہت سے بھاگ گئے۔ مثلاً بنی زہرہ اور بنی عدی فراس وغیرہ فرار ہو گئے مگر سردار لشکر حرب بن امیہ نہایت پامردی کے ساتھ میدان میں ڈٹا رہا۔ اور بہادری کے ساتھ لڑتا رہا۔ بنی عبد مناف اور قریش کے تمام قبائل بھی اپنی اپنی جگہ پر قائم رہے۔ صبح سے دوپہر تک برابر بنی قیس کا پلہ بھاری رہا۔ اور بظاہر یہ نظر آ رہا تھا کہ فتح بنی قیس کی ہو گی۔ مگر دوپہر کے بعد حالات نے پلٹا کھایا۔ کنانہ اور قریش نے غیر معمولی جوش سے لڑنا شروع کیا۔ اور لڑائی کا ہنگامہ بڑے زور و شور سے گرم ہو گیا۔ قریش نے بڑی پھرتی اور تیزی کے ساتھ بنی قیس کے آدمیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ اس حملے کی تاب بنی قیس نہ لا سکے اور جس کا جدھر منہ آیا بھاگ کھڑا ہوا۔ اس بھاگڑ میں بہت سے آدمی مارے گئے۔ یہ دیکھ کر مالک بن عوف کے چچا ابو اسید کو بڑا رحم آیا۔ اس نے با آواز بلند کہا کہ' اے آل کنان اور اے قریش! تم نے آج اپنی حد سے زیادہ آدمیوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ یہ نہات افسوس کی بات ہے اس پر عبداللہ بن جدعان نے جواب دیا کہ جی ہاں آپ نے ٹھیک کہا کہ ہم لوگ آدمیوں کو قتل کرنے میں نہایت چالاک اور لوگوں کے سر تن سے جدا کرنے میں نہایت بے باک ہیں۔

جب سبیع بن ربیع نے دیکھا کہ قبائل قیس کو شکست ہو گئی تو اس نے اپنے آپ کو رسیوں سے جکڑ لیا اور زمین پر لیٹ کر کہنے گا۔ یا معشر بن نصر! یا تو میرے ساتھ دشمن پر حملہ کرو ورنہ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ۔ میں اب میدان جنگ سے کسی صورت میں نہیں ہٹ سکتا۔ یہ عزت اور آن کا سوال ہے۔ جس کے آگے جان کوئی چیز نہیں۔ پس آؤ اور عزت کے میدان میں مرجاؤ۔

سبیع کی یہ ولولہ انگیز تقریر سن کر بنی نصر جشم۔ سعد بن بکر۔ فہم اور عدوان کے قبائل بھاگتے ہوئے رک

گئے اور پلٹ پلٹ کر ایسی شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ قریش حیران رہ گئے۔

چونکہ اب صبح سے لڑتے لڑتے قریش اور کناہ میں مزید سکت لڑنے کی باقی نہ رہی تھی اس لئے لڑائی روک کر دونوں فریق میں صلح کی بات چیت ہونے لگی۔ آخر اس شرط پر دونوں فریق متفق ہو گئے کہ دونوں فریق کے مقتولین کا شمار کیا جائے جس فریق کے مقتول زیادہ ہوں وہ قبلہ مخالف قبیلہ سے ان زائد آدمیوں کا خون بہا وصول کرے۔

اس فیصلے کی تعمیل میں جب دونوں طرف کے مقتولین کا شمار کیا تو معلوم ہوا کہ بنی قیس کے بیس آدمی قریش اور کنانہ نے زیادہ مارے ہیں۔ مگر قریش کے پاس اس وقت اتنا روپیہ نہ تھا کہ بیس زائد آدمیوں کی دیت ادا کر سکے۔ اس لیے سردار لشکر قریش حرب بن امیہ نے اپنے لڑکے ابو سفیان کو بنی قیس کے پاس رہن رکھ دیا اور کہا کہ جب ہم تمہارا تاوان ادا کر دیں گے۔ اس وقت اپنے لڑکے کو چھڑا لیں گے۔ بعض قبائل کے دیگر رئیسوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور بنی قیس کے پاس رہن رکھ دیا۔

اس فیصلہ کے بعد باہم ایک معاہدہ ہوا کہ آئندہ کبھی براض اور عروۃ الرحال کے معاملہ کے متعلق فریقین میں سے کوئی شخص ایک دوسرے کو تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ ازاں بعد دونوں فریق اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور جو عداوت' بغض اور کینہ اس واقعہ کی وجہ سے فریقین کے دلوں میں پیدا ہو گیا تھا اسے دونوں نے اپنے دل سے دور کر دیا۔ (سیرت ابن ہشام ص۹۹ سطر۴)

طبقات ابن سعد

ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ محمد بن ابراہیم التیمی' یعقوب بن عتبتہ الاخنسی سے روایت ہے' اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اس واقعہ کے بعض حصے بیان کئے ہیں ان سب کا یہ قول ہے۔

جنگ فجار کا باعث یہ ہوا کہ نعمان بن منذر (فرماں روائے حیرہ) نے تجارت کے لئے بازار عکاظ میں کچھ لیطمہ بھیجا تھا۔ اس کو عروہ بن عتبہ بن جابر ابن کلاب الرحال نے اپنی پناہ میں لے لیا تھا۔

جو لوگ وہ لیطمہ لے کر آئے تھے۔ ایک تالاب پر فروکش ہوئے جسے اوارہ کہتے تھے۔ قبیلہء بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کا ایک شخص براض ابن قیس' شاطر آدمی تھا۔ جس نے عروہ پر حملہ کرکے اسے قتل کر ڈالا۔ اور بھاگ کے خیبر میں چھپ رہا۔ بشر بن ابی خارم الاسدی سے کہ شاعر تھا' ملاقات ہوئی تو یہ واقعہ بیان کرکے کہہ دیا کہ عبداللہ بن جذعان' ہشام بن المغیرہ' حرب بن امیہ' نوفل بن معاویہ الدیلمی اور بلعا بن قیس کو اس کی اطلاع کر دے۔

ان لوگوں کو خبر ہوئی تو جان بچا کے حرم (بیت اللہ) میں التجاء کی۔

Presented by www.ziyaraat.net/

اسی دن جبکہ دن آخر ہو چلا تھا' قبیلہ قیس کو یہ خبر ملی تو ابو براء نے کہا:
ہم تو قریش کی طرف سے دھوکے ہی میں تھے۔
آخر ان کا پناہ گیروں کے پیچھے پیچھے چلے مگر انہیں اس وقت پایا جب کہ حرم کے اندر وہ جا چکے تھے۔
قبیلہ عامر کے ایک شخص نے جسے ادرم بن شعیب کہتے تھے' اپنی پوری آواز میں پناہ گیروں کو پکار کے کہا:
ان معاد ما بیننا و بینکم هذه اللیالی من قابل و انا لانا قلی لی جمعی (آئندہ سے ہمارے تمہارے درمیان انہیں راتوں کا وعدہ ہے' اور ہم مزدلفہ میں کمی اور سستی نہ کریں گے۔) یہ کہہ کر ادرم نے یہ شعر بھی کہے۔

لقد وعدنا قریشا و هی کارهته ۔۔۔ بان تجی الی ضرب رعابیل

احابیش

اس سال کا عکاظ کا بازار نہ لگا' قریش' قبیلہ کنانہ' اسد بن خزیمہ اور احابیش کے سب لوگ جو ان میں شامل تھے۔ سال بھر تک ٹھہرے رہے اور اس جنگ کے لئے (جو ٹھن چکی تھی) تیاریاں کیا کئے۔
احابیش میں یہ قبائل تھے۔ (۱) الحارث بن عبدالمناۃ بن کنانہ (۲) عفل (۳) القارۃ (۴) دیش۔
(۵) المصطلق: یہ لوگ قبیلہ خزاعہ کے تھے اور ان کی شرکت کا باعث یہ تھا کہ قبیلہ بلحارث بن عبدمناۃ کے ساتھ ان کا محالفہ (باہمی عہد و پیمان) تھا۔

سرداران قریش

قبیلہ قیس عیلان کے لوگوں نے بھی جنگ کی تیاری کرلی تھی اور آئندہ سال کے لئے موجود ہو گئے تھے۔
سرداران قریش یہ لوگ تھے۔
(۱) عبداللہ بن جدعان (۲) ہاشم بن المغیرۃ (۳) حرب بن امیہ (۴) ابو احیتہ سعید بن العاص (۵) عتبہ بن ربیعتہ (۶) العاص بن وائل (۷) معمر بن حبیب (۸) عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار لشکر جو نکلا تو جدا جدا جھنڈیوں کے تحت نکلا' سب کی ٹولیاں اور جماعتیں الگ الگ تھیں کسی ایک سردارلشکر کے تحت نہ تھا' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن جدعان کے یہ سب ماتحت تھے۔

سرداران قیس

قبیلہ قیس میں یہ لوگ تھے:
(۱) ابو البراء عامر بن مالک بن جعفر (۲) سبیع بن ربیعہ بن معاویتہ النصری (۳) درید بن الصمتہ (۴) مسعود بن معتب الثقفی (۵) ابو عروۃ بن مسعود (۶) عوف بن ابی حارثہ المری (۷) عباس بن رعل السلمی۔
یہ سب لوگ سردار و سپہ سالار تھے۔ (یعنی غنیم کی طرح ان کی سرداروں میں بھی ہر ایک کی فوج اپنی جگہ مستقل و خود مختار تھی اور کوئی ایک سردارلشکر نہ تھا جس کے سب ماتحت و فرمان پذیر ہوتے) لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے ابو البراء ان سب کے اولی الامر تھے جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا اور صفیں انہیں نے برابر کیں۔
(مصنف نے یہ دوسرا قول بصیغہ تضعیف بیان کیا ہے' واللہ اعلم)

مقابلہء فریقین

فریقین کا مقابلہ ہوا تو دن کے ابتدائی حصہ میں قریش پر کنانہ پر اور ان کے متعلقین پر قیس کے لئے شکست ہوئی مگر پچھلے پہر میں قریش و کنانہ کے لئے قیس پر ہزیمت آئی۔
فاتحوں نے اپنے حریفوں کے قتل کرنے میں ایک مرگا مرگی پھیلائی (یعنی اس کثرت سے لوگوں کو قتل کیا' کہ عتبہ بن ربیعہ نے جو اس وقت جوان تھے' اور ہنوز ان کی عمر پورے تیس برس بھی نہ ہوئی تھی صلح کے آواز دی اور اس شرط پر مصالحت ہو گئی کہ مقتولوں کا شمار کیا گیا اور قریش نے اپنے مقتولین کے علاوہ غنیم کے جن لوگوں کو قتل کیا تھا قیس کو ان سب کے خون بہا دیئے۔ جنگ نے اپنے بوجھ رکھ دیئے۔ یعنی لڑائی ختم ہو گئی اور قریش و قیس دونوں اپنے اپنے مقام پر واپس آ گئے۔

جنگ میں آنحضرتؐ کی شرکت

حرب الفجار کا تذکرہ کرتے ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
میں اپنے چچاؤں کے ساتھ اس جنگ میں موجود تھا' میں نے اس میں شرکت کی تھی' تیر چلائے تھے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ ایسا میں کاش نہ کئے ہوتا (یعنی یہ شرکت جنگ و تیر اندازی موجب پشیمانی نہیں۔)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس میں شریک ہوئے ہیں اس وقت بیس برس کے تھے اور یہ جنگ فجار واقعہ اصحاب فیل سے بیس برس بعد ہوئی تھی۔

Presented by www.ziyaraat.net/

فجار اولیٰ

علمائے سیرت و تاریخ نے اپنی کتابوں میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ قریش کے زمانہ جاہلیت میں دو مرتبہ قیس عنیلان کے ساتھ جنگ ہوئی۔ یہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو قیس عنیلان کی طرف منسوب ہے۔ پہلی مرتبہ کی لڑائی کو فجار اولیٰ کہتے ہیں۔ اور دوسری مرتبہ کو فجار ثانی' چونکہ یہ واقعات ماہ حرام میں وقوع پذیر ہوئے اس لئے انہیں فجار کہتے ہیں کیونکہ شر و فساد شر حرم میں عربوں کے نزدیک بہت بری بات تھی اور دشمنوں کا خون اور مال ان مہینوں میں اپنے اوپر انہوں نے حرام کیا ہوا تھا۔

واقعہ فجار اولیٰ

یہ جنگ اس طرح ہے کہ بنی نصر ہوازن کے ایک شخص کا بنی کنانہ کے ایک آدمی پر قرضہ تھا۔ کنانی اس کی ادائیگی میں لیت و لعل کرتا تھا۔ نضری شخص جو قرض خواہ تھا اپنا گھوڑا عرب کے بازار عکالہ میں لایا اور آواز دی کہ مجھے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اس گھوڑے کی مانند گھوڑا اس کے عوض کے برابر بیچے جو میرا فلاں کنعانی پر ہے۔ اس بات پر اس کی غرض اس کنعانی پر عیب لگانا تھا یعنی جیسا کہ یہ سواری غیر مفید ہے اسی طرح وہ مال بھی جو کنعانی پر میرا ہے اس کی بدمعاملگی کی وجہ سے غیر مفید ہے۔ بنی کنانہ اس کی اس بات پر طیش میں آ گئے' ان میں سے ایک شخص نے اس سواری پر حملہ کیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ نضری نے بنی نضر میں آواز دی اور ان سے امداد طلب کی' کنعانی نے بھی بنی کنانہ سے اعانت طلب کی۔ ان دونوں قبیلوں میں نزاع بڑھ گیا اور جنگ کے شعلے بھڑکنے ہی والے تھے اور خونریزی ہوا ہی چاہتی تھی کہ سمجھدار لوگ درمیان میں آ گئے اور فتنہ کی آگ کو بجھا دیا۔

اور ایک دوسری روایت یوں ہے کہ قریش کے چند نوجوان جن کے سروں میں جوانی کا خون موجزن تھا اور ہوائے شیطانی سے مغلوب' بنی عامر کی ایک عورت کو انہوں نے دیکھا' اس کی حرکات و سکنات کو اس کے کمال اور حسن کی دلیل سمجھے' اس نے اپنے چہرہ پر برقعہ ڈالا ہوا تھا۔ وہ جوان اسے زبان حال سے کہتے۔

یکرہ آں برقعہ برافگن از رخ زیبائے خویش
تابہ بینی جانفشاں عاشقاں در پائے خویش

اس عورت نے انہیں دھمکایا اور اس حرکت سے انہیں منع کیا' اس زمانہ میں قوم میں زیر جامہ پہننے کی عادت نہیں تھیں' وہ دامن پھیلائے اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی' ان جوانوں میں سے ایک نے اس کے دامن کو پیچھے ایک جھاڑی سے باندھ دیا جب عورت کھڑی ہوئی اس کی شرمگاہ برہنہ ہو گئی' جوان ہنس پڑے اور کہا کہ چہرہ جس کے دیکھنے میں کوئی برائی نہیں اسے تو ڈھانپتی ہے اور جو چیز ڈھانپنے کے لائق اسے برہنہ کرتی ہے۔ عورت اس معاملہ سے بڑی شرمندہ ہوئی اور شرم و غیرت کی آگ اس کے دل میں مشتعل ہوئی وہ چلائی اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بلایا' ایک گروہ اکٹھا ہو گیا' ان جوانوں کے ہواہ خواہ بھی جمع ہو گئے فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی اور کام زبان سے گذر کر تلوار تک جا پہنچا۔ قریب تھا کہ زبردست فتنہ آشوب ظہور پذیر ہو تا چند سمجھدار لوگوں نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ چند بچوں کی بیوقوفی نے کھیل کھیلا' عورت چلا اٹھی۔ بغیر اس بات کے ضرب تیغ اور زبان بے دریغ درمیان میں پڑے' عورتوں کے ابتوں اور بچوں کے کردار سے آپس میں الجھنا اور ایک دوسرے کا تعصب سے خون بہانا اچھی بات نہیں ہے۔ ان کو ٹھنڈا کر کے ایک دوسرے سے جدا کیا۔ فجار اولیٰ کا واقعہ اس طرح رونما ہوا تھا یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ولادت کے دسویں سال ہوا تھا۔ (معارج النبوت جلد ۳ ص ۵۰ سطر ۱۰)

آنحضرتؐ حلف الفضول میں

عروۃ بن الزبیرؓ کہتے ہیں:

میں نے حکیمؓ بن حزام کو کہتے ہوئے سنا کہ قریش جب فجار سے واپس آ رہے تھے اس وقت حلف الفضول کا واقعہ پیش آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ان دنوں بیس برس کے تھے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں:

ضحاک کے علاوہ دوسرے راوی نے مجھ سے روایت کی کہ جنگ فجار شوال میں ہوئی تھی۔ اور اس حلف کی نوبت ذیقعد میں آئی۔

جتنے عہد و پیمان ہو چکے تھے حلف الفضول کا معاہدہ ان سب میں معزز تھا۔ سب سے پہلے زبیر بن عبدالمطلب نے اس کی دعوت دی' بنی ہاشم و بنی زہرہ و بنی تیم' یہ سب لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے' زبیر نے ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔ سب نے اللہ تعالیٰ کو بیچ میں ڈال کر ان لفظوں میں عہد کیا۔

جب تک دریا میں صوف کے بھگونے کی شان باقی ہے۔ ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے تا آنکہ اس کا حق ادا کیا جائے۔ اور معاش میں ہم (اس کی) خبر گیری و مواسات بھی کریں گے۔

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

قریش نے اسی بنا پر حلف (عہد) کا نام حلف الفضول رکھا۔

جبیر بن مطعم کہتے ہیں۔

میں ابن جدعان کے گھر میں جس حلف میں شریک ہوا تھا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ سرخ رنگ کے اونٹ ملیں تو میں اس کو توڑوں۔ ہاشم و زہرہ و تیم نے قسمیں کھائی تھیں کہ کوئی دریا جب تک کسی صوف کو بھگو سکتا ہے' وہ مظلوم کا ساتھ دیں گے اور اگر مجھے (اب بھی) اس میں بلایا جائے تو میں قبول کر لوں گا۔ حلف الفضول یہی ہے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں:

ہم کو معلوم نہیں کہ اس حلف میں بنی ہاشم سے کوئی سبقت لے گیا ہو (یعنی جہاں تک علم کی رسائی ہے) سب سے پہلے بنی ہاشم ہی نے اس کارخیر کی طرح ڈالی اور ایسے بابرکت عہد و پیمان کے آثار استوار کیے۔
(طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۸۲ سطر ۱۰)

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

سیرت دحلانیہ

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلف الفضول میں موجود تھے۔ عرب میں یہ حلف سب سے زیادہ شرف والی ہے۔ اور حلف قسم کھانے کو کہتے تھے۔

چنانچہ جب قریش حرب فجار سے واپس آئے تو سب سے پہلے اس حلف کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت زبیر بن عبدالمطلب نے لوگوں کو بلا لیا۔ ان کی دعوت پر بنو ہاشم' بنی زہرہ اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ عبداللہ بن جدعان تیمی کے گھر جمع ہو گئے۔ جناب زبیر کی زندگی میں بنو تیم ان کے لئے ایسے تھے جیسے ایک ہی گھر کے فرد ہوں اور یہ سب لوگ ایک ہی طاقت ہوں۔

عبداللہ بن جدعان کی مہمان نوازی

اس کے گھر میں ایک اونٹ روزانہ ذبح ہوتا تھا اور منادی اعلان کرتا کہ جس کو چربی یا گوشت کی خواہش ہو وہ ابن جدعان کے گھر آ جائے۔ اس کے ایک ہزار مطبخ تھے' اگر وہ سفر سے واپس آتا تو قریش کو کھانا کھلاتا' پیش ازیں وہ کھجوروں اور ستوؤں کی دعوت کرتا کھلا کر دودھ پلایا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ اتفاقاً" امیہ بن ابی صلت بنی عبدالمدان کے پاس سے گزرا اور انہیں گیہوں کا لباب اور شہد کھاتے ہوئے دیکھا تو کہا

لقد رائت الفاعلین و فعلهم ... فرایت اکرمهم بنی المدان
البر یلبک بالشهاد طعامهم ... لا یعللن به بنو جدعان

یعنی تو فاعلین اور ان کے فعل کو دیکھے تو بنی مدان کو ان میں بزرگ دیکھے گا۔

وہ گیہوں کا لباب شہد کے ساتھ کھاتے ہیں بنو جدعان نے اس کا اعلان نہیں کیا

عبداللہ بن جدعان کو یہ شعر پہنچے تو اس نے شام کی طرف آدمی بھیجا جو وہاں سے گیہوں شہد اور گھی لے کر آیا اور منادی کروائی کہ عبداللہ بن جدعان کے پیالہ کی طرف چلے آؤ تو امیہ بن ابی صلت نے ابن جدعان کی تعریف، ان شعروں میں کی۔

أأذكر حاجتی ام قد کفانی
حیاؤک ان شیمتک الثناء
کریم لا یغیره صباح!
عن الخلق الجمیل و لا مساء
یباری الریح مکرمته و جودا
اذا ما الضب احجره الشتاء

شراب کیوں چھوڑی

کہا کہ عبداللہ بن جدعان بزرگ اور کبیر السن تھا اور اس نے جاہلیت کے زمانہ میں شراب کو خود پر حرام کر رکھا تھا۔ جبکہ وہ پہلے شراب کا عاشق تھا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک رات وہ شراب کے نشہ میں دھت تھا اور اس نے کہا۔ مجھے چاند کی چاندنی نظر نہیں آ رہی۔ اس کے ساتھ اس پر ہنسنے لگے پھر جب اسے ہوش آنے پر یہ بات بتائی گئی تو اس نے اس کے بعد ہمیشہ کے لئے شراب چھوڑ دی۔

عثمان بن مظعون جمحی نے بھی دور جاہلیت میں شراب ترک کر رکھی تھی۔ وہ کہتے تھے ایسی چیز کیوں پیوں جس سے میری عقل چلی جائے اور ایسا شخص میری ہنسی اڑائے جو مجھ سے ادنیٰ ہو۔ **ویحملنی علی انکح کریمتی من لا ارید**

پس جب حلف الفضول کا پروگرام بنایا گیا تو عبداللہ بن جدعان نے لوگوں کے لئے کھانا پکایا اور ان سے اللہ کے ساتھ عہد لیا کہ وہ لوگ مظلوم کا ساتھ دیں گے۔ یہاں تک کہ اس کا حق اسے لوٹا دیا جائے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

ابن جدعان کہاں ہو گا؟

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی' ابن جدعان لوگوں کو کھانا کھلاتا اور مہمان نوازی کرتا تھا۔ اور وہ کام کرتا تھا جو معروف ہیں' کیا اسے قیامت کے دن نفع ہو گا؟

آپ نے فرمایا! نہیں کیونکہ وہ قیامت کے دن یہ نہیں کہے گا کہ الٰہی! میری خطاؤں کو معاف فرما دے۔ یہ روایت مسلم نے بیان کی ہے یعنی وہ مسلمان نہیں ہو گا۔ کیونکہ بغیر مسلمانوں کے مذکورہ بالا بات کوئی نہیں کہے گا۔ ابن جدعان کی کنیت ابو زہیر تھی۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسیران بدر کو فرمایا تھا' اگر ابو زہیر زندہ ہوتا تو انہیں بخش دیا جاتا اور ان کی بخشش اس کی بدولت ہوتی۔

پیالہ ابن جدعان کا

ابن جدعان کے پیالے کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ اس میں سے اونٹ پر بیٹھا ہوا آدمی کھا سکتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوجہل بچپن کے زمانہ میں ابن جدعان کے کھانے پر گئے تو ابوجہل آپ سے ٹکرا گیا' حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پیچھے ہٹایا تو وہ اپنی سواری پر سے گر کر زخمی ہو گیا۔

جب وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوبارہ ملا تو اس نے کہا! میں عبداللہ بن جدعان کے پیالے کے سائے میں تھا اور گرمی کی وجہ سے عمی یعنی ہاجرہ تھا کیونکہ عمی کی تصغیر ترخیم پر عمالیق کا ایک شخص تھا جو اس وقت عداوت اور قتل کے ساتھ واقع ہوا تھا۔

مہمان نوازی کا راز خزانہ تھا

عبداللہ بن جدعان ابتداء میں فقیر آدمی تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی شریر بھی۔ اس سے اس کا باپ تنگ آ چکا تھا اور رشتہ دار بھی ناراض تھے۔ یہاں تک کہ اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا اور قسم کھالی کہ اسے کبھی گھر نہیں آنے دے گا۔ چنانچہ وہ موت کی تمنا لے کر مکہ معظمہ کے غاروں کی طرف نکل گیا تو اس نے ایک پہاڑی کی دراڑ میں ایک بہت بڑا اژدھا دیکھا۔ اس کی آنکھیں ایسی تھیں جیسے دو چراغ جل رہے ہوں۔ وہ اس کے قریب ہو گیا تاکہ اژدھا اس پر حملہ کر دے مگر جب دیر تک اژدھے نے حرکت نہ

کی تو اسے گمان ہوا کہ یہ مصنوعی ہے۔ پھر اس نے اس کے قریب جا کر اسے ہاتھ لگایا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ سونے کا ہے اور اس کی آنکھوں میں دو یاقوت جڑے ہوئے ہیں۔ پس اس نے اسے توڑ دیا۔ اور اس غار میں داخل ہو گیا جس کے دروازے پر اژدھا رکھا ہوا تھا۔ اندر جا کر دیکھا تو وہاں پر بادشاہوں کی لاشیں تھیں اور وہاں پر سونے چاندی کے ذخائر اور جواہرات کا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ جو یاقوت' زبرجد اور موتیوں پر مشتمل تھا۔ اس نے وہاں سے جس قدر مال اٹھا سکتا تھا اٹھا لیا اور اس دراڑ پر نشانی قائم کر دی۔ بعد ازاں وہاں سے ایک ایک چیز منتقل کر لی۔ وہاں پر اس نے سنگ مرمر کی ایک تختی بھی دیکھی جس پر لکھا ہوا تھا۔ میں نفیلہ بن جرہم بن قحطان بن نبی اللہ ھود علیہ السلام ہوں۔ اور میں نے پانچ سو سال کی عمر پائی۔ میں نے ثروت و بزرگی اور ملک کی طلب میں زمین کے ظاہر و باطن پر غور کیا۔ مگر یہ موت سے نجات نہیں دلا سکتے۔ عبداللہ بن جدعان یہ مال لے کر اپنے باپ کے پاس آیا تو اس نے اس کی غلطیاں معاف کر دیں۔ اور تمام رشتے دار بھی اس سے ملنے لگے۔ چنانچہ عبداللہ نے یہ خزانہ لوگوں کو کھلانے پلانے پر خرچ کرنا شروع کر دیا اور اس کام سے معروف ہو گیا۔

حلف الفضول کی اہمیت

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے حلف اٹھایا کہ فضول اور اس کے گھر والوں کو نہیں لوٹا جائے گا۔ اور مظلوم پر ظالم کو غالب نہیں آنے دیں گے۔ اور اس دن حلف الفضول سے یہی مراد تھی کہ جو لوگوں کا مال ظلماً" چھینے گا۔

مابل بحر صوفتہ و ملر سلحرا او ثبیر ماہ مکانیہما

یعنی ظالم کے ساتھ یہ سلوک ہمیشہ کے لئے ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ تھے اور فرماتے تھے: مجھے ابن جدعان کے ہاں اس حلف میں اپنی موجودگی سرخ اونٹ سے زیادہ پسند ہے۔

یعنی اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دینا پڑتا تو عذر کو پسند نہ کرتا۔

اور ایک روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: میں عبداللہ ابن جدعان کے گھر اس حلف میں موجود تھا اور یہ مجھے سرخ اونٹ سے زیادہ پسند تھا۔

اگر کہنے والا کہے: اے حلف الفضول والو! میں مظلوم ہوں تو میں اسے جواب دیتا' کیونکہ اسلام حق کو قائم کرنے اور مظلوم کی امداد کو آیا ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں خوشبو لگانے والوں کے حلف میں موجود تھا اور یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ خوشبو لگانے والوں کے حلف کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پاک سے

سہیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

پہلے کا ہے' اور یہ واقعہ بنی عبدمناف اور ابن قصی کے درمیان پیش آیا تھا۔ اور وہ یہ لوگ تھے' جناب ہاشم اور ان کا بھائی عبدالشمس' عبدالمطلب اور نوفل' بنی زہرہ' بنی اسد' ابن عبدالعزیٰ' بنی تیم' بنی حرث' ابن فہر اور یہ اپنے چچا عبدالدار بن قصی کے بیٹوں کے ساتھ مطیبین یعنی خوشبو لگا کر حلف اٹھانے والے تھے۔ جبکہ ان کے حلفاء میں بنی مخزوم' بنی سہم' بنی جمح اور بنی عدی تھے۔ انہیں احلاف کہتے تھے۔ تو لوگ جواب دیتے تھے کہ حلف مطیبین سے حلف الفضول بڑی ہے اور یہ پہلا عہد کرنے والے تھے تو اس پر اطلاق ہو گا۔

حلف الفضول کیوں قائم ہوئی

عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حلف اٹھانے کا باعث یہ تھا کہ زبید کا ایک شخص مکہ میں سامان فروخت کرنے آیا تو مکہ کے ایک اہل شرف و قدر شخص عاص بن وائل سہمی نے سامان خرید لیا اور اس کا معاوضہ نہ ادا کیا۔ اس پر زبیدی نے حلفاء بنی عبدالدار و مخزوم' جمح و سہم اور عدی بن کعبہ سے استدعا کی تو انہوں نے اسے عاص پر مدد دینے سے انکار کر دیا اور زبیدی پر شبہ ظاہر کیا۔ زبیدی طلوع آفتاب کے وقت کوہ ابا قیس پر چڑھ گیا اور کعبے کے گرد کھڑے قریش کو بلند آواز سے پکار کر کہا۔

یاآل فہر مظلوم بضاعتہ — ببطن مکۃ نائی الداء و النفر

و محرم اشعث لم یقض عمرتہ — یا للرجال و بین الحجر و الحجر

ان الحرام لمن تمت مکارمہ — ولا حرام الثوب الفاجر الغدر

یہ اشعار سن کر حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ و عبداللہ بن جدعان اور ان کے ساتھی کھڑے ہو گئے اور کہا: اس میں حضرت عباسؓ اور ابو سفیان بھی کھڑے تھے اور انہوں نے آپس میں انعقاد عہد کرتے ہوئے کہا! ہم ظالم پر مظلوم کے ساتھ ایک ہاتھ ہو کر مقابلہ کریں گے۔ یہاں تک کہ مظلوم کا حق اسے دلا دیا جائے۔ پھر یہ لوگ عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس سے زبیدی کا سامان لے کر اسے واپس کیا۔

دوسری روایت

سہیلی نے کہا: خثم کا ایک شخص عمرے یا حج کے لئے مکہ معظمہ میں آیا اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو دنیا کی خوبصورت ترین عورتوں میں سے تھی۔ اس لڑکی کو نبیہ بن حجاج نے اس سے چھین لیا۔ بعض لوگوں نے اس شخص کو بتایا کہ تم حلف الفضول کے ذریعے سے اپنی بیٹی حاصل کرو۔ چنانچہ اس نے کعبہ شریف

کے پاس کھڑے ہو کر حلف الفضول والوں کو پکارا۔ لوگ اس کے پاس تلواریں لے کر ہر طرف سے جمع ہو گئے۔ اور کہا: تو نے کس سلسلے میں مدد کے لئے پکارا ہے؟ اس نے کہا: ابن حجاج نے مجھ پر ظلم کیا ہے' اس سے میری بیٹی لے دیں۔

یہ لوگ ابن حجاج کے پاس گئے اور کہا اس کی بیٹی واپس کر دے۔ اس نے کہا: میں واپس کر دوں گا۔ مگر ایک رات میرے پاس رہ لینے دیں۔ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم تمہیں وقت نہیں دیں گے۔ پس اس نے لڑکی کو ان کے حوالے کر دیا۔

امام حسینؑ اور حلف الفضول

حافظ و مباطی کی سیرت میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ اور ولید بن عتبہ کے درمیان مال کا تنازعہ تھا جو امام حسین علیہ السلام سے تعلق رکھتا تھا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر بتا' تو نے میرے حق میں انصاف کیا ہے یا تلوار نکالوں؟

پھر آپؑ نے مسجد نبوی شریف میں لوگوں سے مل کر فرمایا: میں آپ کو حلف الفضول کی طرف بلاتا ہوں' یعنی حلف الفضول جسے حلف کی طرف جو ظالم پر مظلوم کی امداد کے سلسلہ میں اٹھایا گیا تھا۔ اس امر کو ایک جماعت جانتی تھی۔ جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر بھی تھے۔ اور وہ اس وقت مدینہ منورہ میں تھے۔

جب یہ واقعہ ولید بن عتبہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے امام حسین علیہ السلام کے حق میں انصاف کیا۔ یہاں تک کہ آپ راضی ہو گئے۔ (سیرت دحلانیہ ص ۲۹۱ سطر۲)

شبلی نعمانی کا انحراف

یہ امر بھی ضرور بتلا دینے کے قابل ہے کہ حمایت مظلوم کے اس معاہدے میں صرف بنو ہاشم بنو زہرہ اور بنو تمیم بھی شامل تھے۔ بنو امیہ کا نام کسی تاریخ سیرت یا حدیث کی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ اس سے ہر شخص بلا تامل سمجھ لے گا کہ شبلی صاحب کا ابھی ابھی بتلایا ہوا اتنا بڑا ذی اثر اور مقتدر فیصلہ اخلاق میں کتنا کمزور اور مظالم کا کیسا خوگر تھا۔ جو باوجود اس کے کہ اس معرکہ میں فوج قریش کا سپہ سالار اعظم تھا۔ لیکن اس سے نہ کچھ متاثر ہوا۔ اور نہ بعد اس کے قوم کے اس معاہدے میں شریک ہوا۔ بلکہ اپنی جہالت پسند فطرت اور جفاجو طبیعت کے زیر اثر ہو کر استیصال مظالم اور قتال ظلمہ وقت کے جو انتظام عدالت پسندان و دردمندان قوم نے تجویز کئے تھے اس سے اغماض و روگردانی کر گیا۔ اور شریک نہ ہوا۔ افسوس شبلی

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

صاحب نے جس قبیلہ کی قدامت اور عظمت ثابت کرنے کی بنیاد قائم کرنا چاہی ہے۔ وہ آغاز ہی سے شقاوت شعار اور مظلومین کو چھوڑ کر ظالمین کا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

جہاں تک تحقیق کیا گیا ہے اس معاہدے میں سوائے مرقومہ بالا تین قبائل قریش کے کوئی دوسرا قبیلہ داخل نہیں تھا۔ بلکہ قبائل دیگر ساکنان مکہ کی جگہ بیرونی قرب و جوار کے اثر نفوس شامل تھے۔ یہ کس لئے تھا؟ اس لئے کہ اس معاہدے میں نہ شریک ہونے والے قبائل اپنی جنگجو طبیعت سے مجبور تھے۔ اور جہالت کے اثر سے سفاکی اور خونریزی اور ہر قسم کے مظالم کو ہمیشہ کا پیشہ اور اپنی معیشت کا مستقل ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس سبب خاص سے وہ اس معاہدہ میں شریک ہونے پر راضی نہ ہوئے جو ان کے اکتساب معیشت کے طریقوں میں سدباب ہوتا تھا۔

شبلی صاحب کی اس تحریر سے جو انہوں نے اس حلف الفضول کی وجہ تسمیہ میں قلم بند فرمائی ہے۔ ہمارے مندرجہ بالا بیان کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے۔ اس معاہدہ کو حلف الفضول اس لئے کہتے ہیں کہ اوّل اوّل اس معاہدہ کا خیال جن لوگوں کو ہوا ان کے نام میں فضیلت کا مادہ داخل ہے' یعنی فضل بن حرث فضل بن وداعد اور مفضل۔ یہ لوگ بنی جرہم اور قطورا کے قبیلہ کے لوگ تھے۔ یہ تحریر بتلا رہی ہے کہ دیگر قبائل کے لوگ تو اس معاہدہ میں شریک ہوئے۔ لیکن قریش میں سوائے تین قبائل کے اور کسی کو اس میں شرکت کی توفیق نہ ہوئی جس کی وجہ صرف وہی ہو سکتی ہے جو اوپر لکھی گئی۔

لیکن شبلی صاحب نے اپنی اس تحریر میں اپنے سابق مختار سے انحراف فرمایا ہے۔ آپ کے سہوو و ذہول کا یہ طریقہ آپ کی تالیفات میں اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے۔ اس واقعہ کی ابتدا میں تحریر فرمایا گیا ہے۔ جنگ فجار سے لوگ واپس پھرے۔ تو زبیر ابن عبدالمطلبؓ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور خاندان کے سرگروہ تھے۔ یہ تجویز پیش کی۔ غرضیکہ بنی ہاشم کے ساتھ اس خیال کی اولیت کا خود اعتراف فرما لیا گیا ہے اور اپنا یہ اقرار و اعتراف بھی طبقات ابن سعد کے حوالہ پر محول کیا ہے جس کی اصل عبارت ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ اور جس سے آل ہاشم کا اس خیال و تجویز میں سب سے پہلے سبقت کرنا بالتصریح مندرجہ ہے پھر باوجود اس اقرار و اعتراف کے مندرجہ بالا عبارت میں کیونکر اور کس بنا پر لکھا جاتا ہے کہ اوّل اوّل اس معاہدہ کا خیال جن لوگوں کو آیا۔ ان کے نام میں لفظ فضیلت کا مادہ داخل تھا یعنی فضل ابن حرث۔ فضل بن واعتہ اور مفضل۔ یہ لوگ جرہم اور قطورا کے قبیلہ سے تھے۔ تو گویا معلوم ہوا کہ اس کی اولیت بنی ہاشم سے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ بنی جرہم اور بنی قطورا اس کے موجد اول ہیں۔ شبلی صاحب کے ان اعتراف و اختلاف کو غور سے دیکھ کر اہل بنیش آپ کی تلون مزاجی اور تغیر طبعی کا خود اندازہ کر لیں گے۔ وجہ تسمیہ جو مادہ فضل کی رعایت سے بتلائی گئی ہے۔ اس کے اصل ماخذ کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ اور عبارت زیرین حاشیہ میں امام سہیلی کے اسناد سے جو وجہ تسمیہ بتلائی گئی ہے۔ وہ امام سہیلی کی خاص رائے

ہے۔ اس بنا پر کہ دوسری توجیہ سے پہلی توجیہ زیادہ قریب الفہم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طبقات وغیرہ میں اس کی وجہ تسمیہ خاص طور پر نہیں لکھی گئی۔ متاخرین نے اپنی جدت طبعی سے قیاسی توجیہیں قائم کی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی صحیح ہو۔ لیکن ان پر قطعی اعتبار دشوار ہے۔

آنحضرتؐ کا دوسرا سفر شام

نفیسہ بنت منیہ۔جوکہ یعلی بن منیہ کی بہن تھیں' کہتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پچیس برس کے ہو گئے تو ابو طالب نے کہا کہ میں ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال کہاں' زمانہ ہم پر سخت گزر رہا ہے اور یہ تمہاری قوم کے قافلے ہیں جن کے سفر شام کا وقت آگیا ہے۔ خدیجہؓ بنت خویلد اپنے تجارتی قافلوں میں تمہاری قوم کے کچھ لوگوں کو بھیجا کرتی ہیں' اگر وہاں جا کے تم اپنے آپ کو ان پر پیش کرو تو وہ فوراً تمہیں منظور کر لیں گی۔

یہ گفتگو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے چچا کے درمیان ہوئی تھی۔ خدیجہؓ کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے اس باب میں پیغام بھیجا۔ اور آنحضرتؐ کو کہلایا کہ آپ کی قوم کے کسی شخص کو میں جتنا (اجورہ) دیتی ہوں۔ (آپ اس تجارتی سفر کے لئے رضامند ہو جائیں تو) آپ کی خدمت میں اس سے دگنا پیش کروں گی۔

عبداللہ بن عقیل کہتے ہیں:

ابو طالب نے کہا: اے میرے بھتیجے' مجھے یہ خبر ملی ہے کہ خدیجہ نے فلاں شخص کو دو بکروں کے عوض اپنا اجیر مقرر کیا ہے۔ جو معاوضہ خدیجہ نے اس کو دیا ہے ہم اس معاوضہ پر تیرے لئے تو راضی نہیں مگر کیا تو اس سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما ا جبت (تو جیسا چاہے)

ابو طالب نے یہ سنا تو خدیجہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا:

"اے خدیجہ! کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اجرت پر کام دینے کے لئے راضی ہے؟ ہم کو خبر ملی ہے کہ تو نے فلاں شخص کو دو بکروں کے معاوضہ پر اپنا اجیر مقرر کیا ہے۔ لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے تو چار بکروں سے کم پر راضی نہ ہو گی۔

خدیجہؓ نے کہا:

اگر کسی دور کے مبغوض آدمی کے لئے بھی تو یہ سوال کرتا تو ہم ایسا ہی کرتے' چہ جائے کہ تو نے ایک

Presented by www.ziyaraat.net/

قریبی دوست کے لئے یہ خواہش کی ہے۔

نسطورا راہب

نفیسہ بنت منیہ کہتی ہیں:
ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا۔ یہ وہ رزق ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے تیرے جانب اسے کھینچ کر بھیجا ہے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور آپ کے جتنے چچا تھے سب نے اہل قافلہ کو آپ کے متعلق وصیت کی' چلتے چلتے آنخضرتؐ اور میسرہ ملک شام کے شہر بصریٰ میں پہنچے اور وہاں ایک درخت کے سائے میں فروکش ہوئے۔ نسطورا راہب نے یہ دیکھ کے کہا:
اس درخت کے نیچے بجز پیغمبر کے اور کوئی نہیں اترا۔
نسطورا نے پوچھا:
کیا اس شخص (یعنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آنکھوں میں سرخی ہے؟
میسرہ نے کہا:
ہاں' اور یہ سرخی کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی۔
نسطورا نے کہا:
وہ پیغمبر ہے اور سب میں پچھلا پیغمبر ہے۔

بتوں سے نفرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارتی مال واسباب کو فروخت کر لیا تو ایک شخص سے مناقشہ ہوا۔ جس نے آنخضرتؐ سے لات و عزیٰ کے حلف اٹھانے کو کہا' آنخضرتؐ نے فرمایا:
میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی۔ اور میں تو گزرتے وقت ان سے منہ موڑ لیا کرتا ہوں۔
اس شخص نے کہا:
بات وہی ہے جو آپ نے فرمائی' اور پھر میسرہ سے کہا:
ھذا واللہ نبی تجدہ احبارنا فی کتبھم (خدا کی قسم یہ تو وہی پیغمبر ہے' جس کی صفت ہمارے علماء کتابوں میں مذکور پاتے ہیں۔)

میسرہ کا یہ حال تھا کہ جب دوپہر ہوتی اور گرمی بڑھتی تو دیکھتا کہ دو فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دھوپ سے سایہ کر رہے ہیں' یہ سب کچھ اس کے دل نشین ہو گیا اور خدا نے اس کے دل میں آنخضرتؐ کی ایسی محبت ڈال دی کہ گویا وہ آنخضرتؐ کا غلام بن گیا۔

قافلے کی مراجعت

قافلے نے اپنا تجارتی مال و اسباب فروخت کرکے فراغت حاصل کر لی۔ جس میں معمول سے دو چند نفع اٹھایا' واپس چلے تو مقام مرا الظہران میں پہنچ کے میسرہ نے عرض کیا:
یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ خدیجہ کے پاس چل دیجئے اور آپ کے باعث اللہ تعالیٰ نے خدیجہ کو جو نفع پہنچایا ہے اس کی اطلاع دیجئے۔ خدیجہ آپ کا یہ حق یاد رکھیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رائے کے مطابق پہلے روانہ ہو گئے تاآنکہ ظہر کے وقت مکہ پہنچے۔ خدیجہ اس وقت اپنے ایک بالا خانے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اونٹ پر سوار تشریف لاتے ہیں اور دو فرشتے ادھر سے ادھر سایہ کئے آتے ہیں۔ خدیجہ نے اپنے ہاں کی عورتوں کو یہ نظارہ دکھایا تو ان کو تعجب ہوا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور منافع کا حال بیان کیا تو خدیجہؓ خوش ہوئیں اور جو کچھ دیکھا تھا بعد کو میسرہ کے آنے پر جب بیان کیا تو میسرہ نے کہا:
میں تو جب سے ملک شام سے واپس آیا ہوں یہی دیکھتا آیا ہوں۔
میسرہ نے وہ باتیں بھی کہہ دیں جو نسطور راہب نے کہی تھیں' اور اس شخص کی گفتگو بھی بیان کر دی جس کے مال بیچنے میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت تھی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم سے خدیجہؓ کی یہ تجارت ایسی کامیاب نکلی کہ جتنا پہلے منافع ہوا کرتا تھا اس سے دوچند نفع ہوا۔ آنخضرتؐ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے خدیجہؓ نے جو معاوضہ نامزد کیا تھا اس کو بھی دو چند کر دیا۔ (یعنی بجائے چار کے آٹھ اونٹ دیئے) (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۸۳ سطر ۱۲)

پچیسویں سال کے واقعات

نفیسہ بنت منیہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پچیس سال کے ہو گئے' حضرت ابو طالب کے عرصہ حیات پر فقر و فاقہ' خوراک کی کمی اور فتور طاقت کے لشکر نے غلبہ پا لیا' اسی

Presented by www.ziyaraat.net/

اثناء میں عاتکہ بنت عبدالمطلب، اپنے بھائی ابو طالب کے پاس آئی اور کہا ہمارے اس باغ کے پودے اور روضہ کامرانی کے درخت، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وہ وقت آگیا ہے کہ کامیابی کے درخت سے ملائیں اور اس خورشید جہاں تاب پر وقت آگیا ہے۔
اشرف ازواج میں شب و روز چاند کے ساتھ بٹھائیں۔ تاکہ اس وصل سے ہم پھل کھائیں اور اس اجتماع سے سعادت حاصل کریں۔ بیت

چو خورشید مہ را شود مشتری چہ زاید بجز از نکو اختری

حضرت ابو طالب نے نرگس شہلا سے شگوفے گرائے اور موتیوں کے ہار سرخ یاقوت کی ڈبیہ سے پھینکے اور کہا، اے مہربان بہن! اے دل و جاں، تجھے یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ میں اس فکر سے غافل ہوں، سچی بات یہ ہے کہ میں گل لالہ کی طرف جگر پر اندوہ کا داغ رکھتا ہوں لیکن غیر کفو میں مجھے نکاح کرنے کا خیال نہیں اور کفو میں کرنے کے لئے اس کے انتظامات کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ تنگی کے کئی سال ہم پر گذرے ہیں جس نے ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں چھوڑا۔ عاتکہ نے کہا میں نے اس معاملہ میں غور و فکر کیا ہے۔ اگر میری رائے درست ہو تو اس پر عمل کریں، حضرت ابو طالب نے دریافت کیا تو عاتکہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ خدیجہ شام کی طرف کارواں بھیجتی ہے۔ اور اس کام کے لئے امین آدمی چاہتی ہے اگر مصلحت ہو تو میں اس کے ساتھ یہ بات کروں اور یہاں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ حضرت ابو طالب نے آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ راز بیان کیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کرو، ممکن ہے تمہیں مضاربت پر کچھ مال دے دے تاکہ اس ذریعہ سے ہمیں نفع حاصل ہو۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ کا ضمیرانور، اسرار غیب کا خزانہ اور معجز بیان زمان، غیبی باتوں کی ترجمان تھی فرمایا: **لعلها ترسل الی فالک**، جب حضرت ابو طالب کے یہ سوال و جواب اور قیل و قال، خانوادۂ غالب کے سردار کے ہو چکے اور یہ لوگوں میں مشہور ہو گئی، چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچی، حالانکہ حضرت خدیجہؓ تجارت کے لئے بہت سا مال شام کی طرف بھیجنا چاہتی تھی لیکن اسے کسی شخص پر اعتماد نہیں تھا جب اس نے یہ بات سنی اسے غنیمت جانا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و امانت اور دیانتداری قریش میں اظہر من الشمس و ابین من الامس تھی۔ حتیٰ کہ آپ کو محمد امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے تھے۔ جب حضرت خدیجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حسن و جمال، صدق فعال اور اعلیٰ خصلتیں مجتمع دیکھیں۔ فوراً ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کو تجارت کی رغبت ہے، میں آپ کی سچائی، عمدہ کردار، اعلیٰ امانت اور کمال دیانت کی وجہ سے دوسروں سے دوگنا روپ آپ کو دوں گی تاکہ آپ اس سامان کے ساتھ شرائط تجارت بجا لائیں۔ اور جو نفع اس سے حاصل ہو اس

میں اپنے آپ کو برابر کے شریک سمجھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صورت حال حضرت ابو طالب سے بیان کی، حضرت ابو طالب نے کہا: **ان هذا الرزق ساقه الله تعالیٰ الیک** یہ نیک رزق ہے جسے حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔
دوسری روایت یہ ہے کہ عاتکہ نے یہ بات حضرت ابو طالب سے کہی، اجرت اور تجارت کے لئے کہا، حضرت ابو طالب زار و قطار روئے اور حسرت سے عاتکہ کی طرف دیکھا اور کہا: اے عاتکہ! ہمارے خویش و اقارب میں سے کسی شخص نے مزدوری نہیں کی اور اپنے خاندان میں کسی شخص کے لئے میں روادار نہیں خصوصاً" یہ نور دیدہ جس کی پیشانی سے عزت و جلال کے انوار چمکتے ہیں اور دولت و اقبال کے آثار اس کے چہرہ سے واضح ہیں۔ میں کس طرح روا رکھوں لیکن بحکم الضرورات تبیح المحذورات، جا کر خدیجہ سے مشورہ کرو، دیکھیں اس کی کیا رائے ہے۔
روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملکہء عرب تھی، حسن و جمال، لطف و کمال اور کثرت ملک و مال میں بے نظیر تھی۔ دنیا کی تمام عورتوں سے ممتاز، اطراف و اکناف کے اشراف ملوک اس کے خطبہ کی طرف راغب اور اس کی دولت وصال کے خواہشمند تھے۔ لیکن وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ اپنے پہلے خاوند کی وفات کے بعد عبادت الٰہی اور توریت اور دوسری آسمانی کتابوں کی تلاوت میں مصروف رہتی تھی۔ انہی دنوں اس نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے اتر آیا ہے اور اس کی آغوش میں آگیا ہے اس چاند کی روشنی اس کی بغلوں سے نکل رہی ہے جس سے دنیا روشن ہو گئی ہے جب بیدار ہوئی اپنے خواب کی تعبیر کے لئے قاصد بحیرا کے پاس بھیجا۔ بحیرا نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ پیغمبر آخر الزمان پیدا ہو چکے ہیں، تجھے نکاح میں لائیں گے، تیرے ساتھ وصال کے ایام اور اتصال کے وقت ان پر وحی اترے گی دنیا اس کی ملت کے فروغ سے نورانی ہو جائے گی۔ عورتوں میں سب سے پہلے تو ان پر ایمان لائے گی۔ وہ پیغمبر قریشی بنی ہاشم سے تیرے اقارب میں سے ہو گا۔ حضرت خدیجہؓ نے خدا کا شکر ادا کیا اور لامتناہی رحمت کے ظہور کی منتظر رہتی تھی۔ اچانک عاتکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کے مشورہ کے لئے اس کے گھر آئی۔ اس کی تشریف آوری کو بڑی خوش قسمتی سمجھا۔ مخلصین کی مانند اس کی عزت و احترام کے لئے اٹھی اور اس کی مہمانداری کے لئے کمربستہ ہوئی اور ضیافت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، کیونکہ وہ عبدالمطلب کے سلسلہ، سیدہ عرب بنی غالب اور حضرت ابو طالب کی ہمشیرہ تھیں، عاتکہ ہر لحہ صورت حال بیان کرنا چاہتی تھی، لیکن اس آقائے دو جہاں پر اجیر کے نام کے استعمال کی شرمساری سے شرم و حیا کے پسینہ میں غرق ہو جاتی تھی اور پھر خاموش ہو جاتی، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اے سیدۂ عرب کیا حکم ہے؟ اور تشریف آوری کا مقصد کیا ہے۔ اپنی خواہش سے ہمیں آگاہ کیجئے۔ اور ہماری طرف سے خدمتگاری کو قبول کرتے ہوئے ہم پر احسان کیجئے۔ عاتکہ نے کہا۔ آپ نے یقیناً سن رکھا ہو گا کہ میرے

Presented by www.ziyaraat.net/

بھائی عبداللہ کا ایک فرزند ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میرا والد اپنی زندگی میں اس کی تربیت اور پرورش کیا کرتا تھا۔ وفات کے وقت اس نے اس کے متعلق بہت سی وصیتیں کیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب جوان ہو چکے ہیں اور وقت آ چکا ہے کہ اس نیکو فال اختر اور آسمان حسن و جمال کے مشتری کو، زہرہ مثال زہرہ کے ساتھ اتصال حال کر لے لیکن فقر و بدحالی کی وجہ سے جو میرے بھائی ابو طالب کو لاحق ہے اس مقصد کو پورا نہیں ہونے دیتا۔ سنا گیا ہے کہ ملکہ کا ایک کارواں روانہ ہو گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد بھی اگر کوئی کام کر دیا جائے تو بنو ہاشم ممنون احسان ہوں گے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کلمات سے خواب کے سچا ہونے کی خوشبو محسوس کی۔ اس کا گلنار باطن، نسیم امید سے کھل اٹھا اور اس کے دل کا چراغ، آتش شوق سے نورانی ہوگیا: نظم

چوبا بد نا گہاں چو نلشدؔ نحال — چوبا بد نا گہاں چوں نلشدؔ نحال

چو بیمارے کہ درماں باز یابد — چہ درماں مردنہ جاں باز یابد

اس نے کہا، اے سیدہ قریش! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف سنے ہیں، رعایت، امانت، حفیظ، دیانت، طبعیت کی پاکیزگی، حسن اخلاق، کمال نسب اور اس کے ادب ونسب کے جمال کو میں نے معلوم کر لیا ہے جو کچھ میں اس جیسے شخص کو دیتی ہوں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے دوگنا دوں گی، اور ان کی خدمتگاری کو اپنے اوپر احسان سمجھوں گی لیکن اس کارواں کی نگرانی اور لٹیروں سے اموال کی محافظت بڑا مشکل اور دشوار کام ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے پاس لایئے۔ تاکہ ان کے طور طریقہ کو دیکھوں تاکہ معلوم کروں کہ اس اہم کام کے لائق ہیں یا نہیں۔ عاتکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لانے کے لئے گھر آئی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بے مثل محبوب کی خاطر اپنے گھر کو آراستہ کیا، غسل کیا اور اپنے ظاہر و باطن کو ظاہر و باطنی خوبصورتی سے آراستہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے انتظار میں مسند جلال پر بیٹھی اور باریک پردہ مسند کے سامنے لٹکا دیا توریت سامنے رکھ کر پیغمبر آخر الزماں کی صفات و نشانات کا مطالعہ کرنے لگی۔ دیدۂ امید سے گوہر آبدار گرتے تھے، اپنے خدام اور پہرہ داروں سے کہا جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں اور مجلس کو زیب جمال اور زیور کمال سے آراستہ کریں آپ کو صدر گاہ میں جو ارباب جاہ و جلال کی مسند ہے پر بٹھائیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاتکہ کے ساتھ تشریف لائے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے شایان شان تعظیم و توقیر بجائی لائی اور ہر ایک کو عزت و وقار کی جگہ بٹھایا، پھر توریت کو دیکھا جو کچھ کتاب میں دیکھتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کے مطابق مشاہدہ کرتی تھی۔ کبھی آپ کے چاند کی مانند رخ انور کا مطالعہ کرتی تھی، کبھی گیسوئے سیاہ کا بیان پڑھتی اور کبھی آپ کے چہرہ کے نور کو والضحیٰ کی تفسیر جانتی، کبھی ان کی سیاہ رنگت سے واللیل اذا سجیٰ کی تعبیر بیان کرتی، کبھی کمان کی مانند آپ کے دو

ابروؤں کے طاق سے قاب قوسین کا بیان دیکھتی اور کبھی آپ کی دلفریب آنکھوں کے غزوں سے مازاغ البصر کا مشاہدہ کرتی اور کبھی آپ کے یاقوت گوہر بار میں موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مشاہدہ کرتی اور کبھی احیائے مسیحا ان کے تنفیس سے معائنہ کرتی۔ دریائے کوثر، آپ کے اسرار گفتگو کے دریا کا ایک چھینٹا تھا اور درخت طوبیٰ آپ کے دلستاں قد کے نخلستان کا ایک پودا دکھائی دیتا تھا۔ نظم

سورئہ والیل دیدم و صف گیسوئے شماست — و الضحیٰ خواندم سراسر نسخہ روئے شماست

بابہ بابہ تابسوئے قاب قوسین مدم — چوں نظر کر دم صفات طاق ابروئے شماست

دیدہ ام بسیار در تفسیر مازاغ البصر — شرح چشم مست شور انگیز جادوئے شماست

حرف حرف سورئہ یوسف فرد خواندم شبے — فرنہ از آفتاب حسن دلجوئے شماست

بانگ طبتم فا: خلوا ھا خلدین اندر جناں — چوں بگوش جاں شنیدم از کوئے شماست

آں روایتہا کہ میگویند از خلق عظیم — دفتر اخلاق خواندم سر بسر خوئے شماست

خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سابقہ کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات پڑھی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ ذات میں بغیر کسی کمی کے ایک ایک مشاہدہ کیں اس نے اپنے جی میں کہا، تیرے خواب کی تعبیر درست نکلی، خورشید کمال تیرے ماہ جمال کا ساتھی ہو گیا لیکن ابھی یہ راز پوشیدہ رکھنا چاہئے، صفحہ جان پر نقش انتظار ڈالنا چاہئے۔ لامحالہ اجرت مقرر کر دی اور عاتکہ پورے اطمینان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر لے گئی۔ وہ لباس جو راستہ میں مفید ہو سکے پہنا دیا اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیج دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتش سے شمع کی مانند دل گداز تھے، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لذت وصال اور اتصال کی نشاط سے خوش وضع اور نازاں، اس ایک کے لئے دل شگفتگی اور اس دوسرے کے لئے دل بستگی، اس کا دل مزدوری کی شرمندگی سے زخمی، اور اس کا دل انجام کار کے ملاحظہ سے خوش و خرم، گنہگاروں کے نالہ و فریاد کے ذوق کو خدا جانتا ہے۔ نالہ یوسف کی لذت کو زلیخا جانتی تھی، پروانہ جانتا ہے کہ پر وبال حجازی کو شمع کے شعلوں میں جلانا اگرچہ ناز ہے لیکن اس شمع کے مشاہدہ میں وہ بھی شیریں و شکر ریز ہے، دیوانہ جانتا ہے کہ سلسلہ زنجیر میں گردن کو اسیر کرنا، اگرچہ قید ہے لیکن یہ قید کس قدر دل آویز اور طرب انگیز ہے۔ بیت

گردلت بشکست دلبر مستی افزون کن کمال — کز شکست جام مجنوں قصہ لیل دگر ست

القصہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک غلام میسرہ نامی تھا، خدیجہ کا تمام مال اسی کے تصرف میں تھا، اسے بلایا اور فاخرہ لباس اس کے سپرد کئے اور ایک اونٹ کو مہار اور شاہانہ ساز و سامان سے تیار کرکے اسے بلایا اور میسرہ سے کہا مکہ سے باہر نکلتے وقت اونٹ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دے۔ جب لوگوں سے باہر نکل جائے یہ فاخرہ لباس ان کو پہنا دینا اور انہیں اس آراستہ اونٹ پر بٹھا دو۔ اونٹ کی مہار خود

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

پکڑ لو۔ اپنے آپ کو ہر جگہ اس کا غلام اور خدمتگار تصور کرو اور انہیں اپنا امیر سمجھو۔ خرید و فروخت اور لینے دینے میں ان سے مشورہ کئے بغیر کسی چیز میں تصرف نہ کرنا' انہیں حتی الامکان تکالیف سے محفوظ رکھنا اور جلد از جلد صحیح سلامت ہم تک پہنچاؤ۔ تاکہ سادات قریش بنی ہاشم کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ اگر تم نے ہمارے فرمان کے مطابق عمل کیا تو تجھے آزاد کر دوں گی' اور دنیاوی مال و متاع سے تیری خواہش کے مطابق تجھے خوش کر دوں گی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجنے میں یعنی کس حیثیت سے بھیجا روایات مختلف ہیں بعض کہتے ہیں اجیر تھے اور بعض کہتے ہیں شراکت کے طور پر بھیجے تھے۔ واللہ اعلم

جب کارواں روانہ ہوا اور تمام لوگ جمع ہو گئے بعض لوگ مزدوروں کو الوداع کہنے کے لئے جمع ہوئے' چچے' چچیاں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز رشتہ دار جو سرداران قریش اور سادات بنی ہاشم تھے' آقائے ہر دو سرا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و غمخواری کے لئے باہر آئے تھے۔ عاتکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدمت گزاروں کے لباس میں دیکھا کہ اونٹ کی مہار کندھے پر رکھے چودھویں رات کے چاند پر غبار پڑا ہوا۔

کالدر فی الصدف و الخمرنی الخزف   **و النور فی الظلم و الحور فی الشمل**

عاتکہ بے طاقت ہو گئی اور خون کے آنسو رونے لگی خط کی مانند سر پر خاک ڈالی اور کہا:

یا عبدالمطلبا یا جدیرہ زمزملہ و یا عبداللہ! خاک قبر سے سر اٹھاؤ' اور حضرت باری کے اس عزیز کو خدمتگاری کا لباس پہنے ہوئے دیکھو۔ حضرت ابو طالب اس حال کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور دوسرے عزیز و اقارب بھی مدہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغل میں لیا اور آنسوؤں کے موتی لوگوں کے سامنے چہروں پر مسلسل گرتے اور سینہ سوزاں آہیں بھرتے اور کہا دوستو' مجھے بھول نہ جانا اور میری مسافری اور بے قراری کو یاد کرنا۔ مثنوی

الا اے رفیقاں کہ با یکد گر   **نشینید اندر وطن مستقر**

چو رو سوئے بزم مراد آورید   **زحال غریباں بیاد آورید**

تمام عزیز و اقارب اس قدر روئے کہ عالم افلاک کے صوامع نشین اور قدر شناس حضرت پاک کی موافقت میں رونے لگے' انہوں نے کہا' خداوندا! یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی شان میں لولاک ہے اور نیلگوں افلاک اس کا ایوان ہے۔ خداوندا! یہ وہی ہیں لعمرک کا تاج اور لباس تقویٰ ان کا دیباج ہے۔ **سبحان الذی اسری** اس کے معراج کی صفت ہے' خطاب ہوا' فرشتو! یہ وہی یار ہے لیکن تمہیں ہماری عشق بازی کے اسرار معلوم کرنے سے کیا کام؟

درمیان عاشق و معشوق کارے رفت رفت   تو نہ معشوقی نہ عاشق مر ترا با ایں چہ کار

جب وہ لوگ واپس آ گئے۔ میسرہ نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان کے مطابق خواجہ شب معراج صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاج اور دیباج سے آراستہ کیا اور آراستہ اونٹ پر بٹھایا اور اونٹ کی مہار اپنے کندھے پر رکھی' ابوجہل' عتبہ اور شیبہ اس کارواں میں تھے۔ میسرہ سے کہا اس یتیم کو پرانے کپڑے پہناؤ اور دشوار کام کرنے کا حکم دے تاکہ محنت کا عادی ہو جائے اور محنت و مشقت میں اس کو آرام ملے' میسرہ نے کہا میں تمہارا غلام نہیں ہوں۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام ہوں اسی کا حکم اور اسی کا فرمان ہے جو مال میرے پاس ہے اس کا ہے اور وہ جان جو میرے جسم میں ہے اس کے آستاں پر قربان ہے۔

نقل ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک رشتہ دار خزیم ابن حکیم سلمی تھا اسے بھی اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملازمت میں بھیجا' خزیمہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت تھی۔ اور آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت دوست رکھتا تھا اس سفر میں ایک لمحہ کے لئے بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی خلاف عادت چیزیں مشاہدہ کرتا تھا اور ہر خرق عادت سے اس کی محبت بڑھتی تھی' چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو اونٹ راستہ میں درماندہ ہو گئے اور سفر کرنے سے عاجز آ گئے' میسرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک اونٹوں کے منہ پر رکھے اور ان کے لئے دعا فرمائی اسی وقت وہ اونٹ چلنے لگے اور کارواں سے آگے آگے رہتے تھے۔ خزیمہ اور میسرہ کو اس حال سے تعجب ہوا اور اس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سمجھے' آپس میں ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عظیم ہے جب بصرہ اور شام کی سرحد پر پہنچے' بحیرا کے صومعہ کے پاس اترے۔ بحیرا دار فنا سے دار بقا کو کوچ کر گیا تھا اور نسطور اور ایک روایت کے مطابق نسطورا جو عیسائیوں کے عبادت گذاروں سے سربر آوردہ تھا وہ اس صومعہ میں بحیرا کا قائم مقام تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درخت کے نیچے بیٹھے جو خشک ہو چکا تھا وہ فی الفور سرسبز و شاداب ہو گیا۔ اور پھل لے آیا۔ اس درخت کا گرد و نواح تمام سرسبز اور مرغزار ہو گیا۔ نسطور نے جب صومعہ کے چھت سے یہ حال مشاہدہ کیا۔ بدحال ہو گیا' صومعہ کی چھت سے نیچے اترا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ لات و منات کی قسم بتائے آپ کا نام کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **ثکلتک امک** تیری ماں بے فرزند ہو جائے مجھ سے دور ہو جاؤ' عربوں کی گفتگو میں سب سے گراں مجھ پر یہی بات ہے' نسطورا کے ہاتھ میں ایک لکھا ہوا صحیفہ تھا' اسے دیکھتا تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے مبارک کو دیکھتا تھا۔ جب کچھ مدت احتیاط سے دیکھ لیا' کہا مجھے اس خدا کی قسم! جس نے انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجی یہ وہی ہے' خزیمہ نے راہب سے یہ حال مشاہدہ کیا تو وہ سمجھا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ آپ کے متعلق کوئی مکر کرے اس نے تلوار کھینچ لی اور پکارا اے آل غالب! پس قریش جو

Presented by www.ziyaraat.net/

کارواں میں موجود تھے اس طرف متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا: اے خزیمہ! اے خزیمہ کس چیز نے تجھے خوف اور رعب میں ڈال دیا ہے۔ خزیمہ نے راہب کی شکایت کی' تمام ساتھی خزیمہ کے ساتھ راہب کی طرف متوجہ ہو گئے راہب ڈر کر صومعہ میں آگیا اور دروازے کو بند کر لیا' اور چھت پر چڑھا اور پکار کر کہا مجھ سے کیوں ڈرتے ہو' خدا کی قسم میرے نزدیک کوئی قافلہ اس جگہ تم سے زیادہ پیارا نہیں اترا' اور میں اس صحیفہ میں اسی طرح لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ جس شخص نے اس درخت کے نیچے قیام کیا ہے۔ خدا کا رسول اور خاتم الانبیاء ہے۔ جو شخص اس کی فرمانبرداری کرے گا نجات پائے گا جو شخص اس کی مخالفت کرے گا ہلاک ہو جائے گا۔ پھر خزیمہ سے پوچھا تجھے اس سے کس قسم کی نسبت ہے اس نے کہا میں اس کا خدمتگار ہوں' اونٹوں کا عاجز رہ جانا اور آپ کے چھونے کی برکت سے قوت حاصل کرنا اسے بتایا۔ راہب نے کہا میں تیرے سپرد ایک راز کرتا ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ تم اسے پوشیدہ رکھو گے۔ خزیمہ نے کہا مجھے قبول ہے۔ نسطورا نے کہا اس صحیفہ میں لکھا ہے یہ شخص تمام بلاد پر قبضہ حاصل کرلے گا اور تمام لوگوں پر فتح مند ہو گا اور کوئی شخص اس کی بزرگی کی انتہا کو نہیں جانتا۔ اے خزیمہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کے دشمن بہت ہیں اس کے اکثر و بیشتر دشمن یہودی ہیں ان کے پاس بزگوار کو لے جانے سے پرہیز کرو۔ جب خزیمہ نے یہ باتیں رہب سے سنیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا میں چند صفات آپ میں مشاہدہ کرتا ہوں جو دوسروں میں نہیں ہیں میرا خیال ہے کہ جو پیغمبر تہامہ سے مبعوث ہو گا وہ آپ ہیں لوگوں کو آپ سے عجیب محبت کرتے ہوئے پاتا ہوں' میں بھی آپ کے دوست کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کے دشمن کو دشمن سمجھتا ہوں' آپ کی تصدیق کرنے والا اور آپ کا مددگار ہوں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اب اپنے شہروں کو جاتا ہوں جب آپ کا معاملہ ظاہر ہو گا تو حاضر ہوں گا۔ وہ فتح مکہ کے بعد آیا اور مسلمان ہو گیا۔ پھر نسطورا راہب نے میسرہ کو بلایا' وہ اسے پہچانتا تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض نشانات اس سے پوچھے اور ایک ایک سوال کا اس سے جواب سنا' پھر میسرہ نے پرندوں کا آپ کے سرمبارک پر سایہ کرنا' آپ کے قدم مبارک کے نیچے سے پانی کا جوش مارنا' آپ کے دست مبارک کی برکت سے طعام میں برکت ہونا' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبین مبین سے نور یقین کا ظاہر ہونا نسطورا سے بیان کیا۔ شیخ نے کہا بڑی مدت سے اس سبک رفتار' صاحب خیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں یہاں وقت گزار رہا ہوں اور مبسوط کی کتابوں کے اوراق سے قنطرۃ الی میسرہ لکھا ہوا پڑھتا ہوں' دولت لم یزل کی مدد سے اس محبوب لم یزل کی خدمت میں پہنچا ہوں جو کچھ میں نے سنا تھا کماحقہ دیکھا۔

بعد الحمد کہ دیدہ برخش کردم باز تابخاک قدمش سرنہم آرزوئے نیاز

اب تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اس سے جدا نہ ہونا اور اس سفر میں اس کے ساتھ رہنا اور شام مت جانا

کیونکہ وہاں اس صبح شریعت کے منکر ہیں اور اس کی ملت کے انوار کو حسد کی بیماری کی وجہ سے نہیں دیکھتے۔ پھر اس نے قسم کھا کر کہا کہ یہ شخص پیغمبر آخر الزماں اور خاتم الانباء مرسلین علیہم السلام ہے۔ کاش کہ اس کے زمانہ بعثت کے آغاز کے وقت میں زندہ ہوتا تاکہ ملت اسلامیہ میں اس کی اتباع کرتا۔

القصہ میسرہ اور خزیمہ نے یوں مصلحت دیکھی کہ اپنے سامان کو بصرہ میں فروخت کردیں اور شام کی روانگی موقوف کردیں۔ چنانچہ اپنے سامان کو اعلیٰ قیمت پر بصرہ میں فروخت کیا اور مکہ کی طرف رجوع کیا۔

نقل ہے کہ اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک یہودی سے معاملہ کرتے تھے۔ اس معاملہ میں مباحثہ شروع ہو گیا۔ یہودی نے کہا تجھے لات و عزیٰ کی قسم دیتا ہوں تاکہ تیری صداقت معلوم ہو جائے۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں لات و عزیٰ کی قسم ہرگز نہیں کھاؤں گا کیونکہ ان سے زیادہ کسی چیز کو اپنا دشمن نہیں سمجھتا۔ جب میں اس کے پاس سے گذرتا ہوں تو اپنی آنکھیں بند کرلیتا ہوں اس نے کہا بات تمہاری ٹھیک ہے شاید تم اہل حرم سے ہو' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں' اس کے بعد اس شخص نے میسرہ سے تنہائی میں کہا: اے میسرہ! یہ تیرا ساتھی خدا کی قسم پیغمبر موعد ہے' ہر موجود کا شرف خزانہ جود کا گوہر' مقصود آفرینش اور اہل بینش کا اصل مقصود ہے۔ یہی ہے۔ نظم

اوست مختار خداد چرخ و ارواح و حواس زاں گرفتند از جودش منتے بے منتہا

ہشت خلد وہفت چرخ و شش جہت و پنج حس چار ارکان و سہ ارواح ودو کون ازیک خدا

حاصل کلام جب مہم تجارت حسب منشاء مکمل ہو گئی' بصرہ سے مراجعت کی منزلوں پر منزلیں طے کرتے رہے۔ میسرہ راہب اور دوسرے لوگوں کی باتیں سننے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات کو زیادہ سے زیادہ توجہ سے دیکھتا رہا۔ جب ہوا گرم ہو جاتی وہ دیکھتا کہ دو فرشتے پرندوں کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سایہ کرتے اور جب بحرالطیران پر پہنچے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ بھی اس سفر میں کارواں کے ساتھ تھے میسرہ سے کہا خوش خبری کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوار کرکے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس روانہ کردے میسرہ نے قبول کیا۔ بہت خوبصورت اونٹ' عمدہ سامان اور دیباج کی چادروں سے آراستہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا' ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ اونٹ کو ان فاخرہ کپڑوں سے آراستہ کرنے کا کیا سبب ہے۔ میسرہ نے کہا ملکہ کی عادت ہے کہ وہ ہر اونٹ جو اس کو خوشخبری سنائے اس اونٹ کو اسی شخص کو بخش دیتی ہے میں چاہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ کیونکہ اس سفر میں آپ کی برکت سے ہمیں بہت منافع حاصل ہوا ہے۔ ابو جہل نے کہا اے میسرہ وہ ابھی خردسال ہے اور گھر سے باہر نہیں نکلا ممکن ہے راستہ بھول جائے۔ کسی دوسرے شخص کو بھیج۔ میسرہ نے کہا ہاں اگرچہ وہ طفل ہے لیکن تمام جہان اس کا طفیلی ہے۔ اگرچہ وہ تنہا جانے والا ہے مگر تمام موجودات اس

Presented by www.ziyaraat.net/

کے حشم و خیل ہیں' القصہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روانہ کر دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو آپ کی پرخمار آنکھوں پر نیند نے غلبہ کیا اور اونٹ پر تھوڑی دیر کے لئے سو گئے' اونٹ راستہ سے ہٹ گیا اور بعض روایات میں مثل تفیسر تیسیر وغیرہ میں آیا ہے کہ شیطان آیا' آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں تھے اور رات تاریک اونٹ کی مہار کو پکڑا اور راستہ سے پھیر دیا۔ حق تعالیٰ نے جرائیل علیہ السلام کو فرمایا انہوں نے اپنا قدم اس کے سر پر مارا' اور اسے حبشہ کی زمین میں ڈال دیا پھر جرائیل علیہ السلام کو مکہ پہنچایا میرے حبیب کے اونٹ کی مہار کو پکڑ لے اور سیدھے راستہ پر لے آیا' اور تین روزہ راہ کو ایک لحظہ میں طے کر دے۔ **قال اللہ تعالی و وجدک ضالا فہدی** اور حدیث شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **سلت اللہ تعالی شیئا و وددت ان لا اسئل** یعنی حق تعالیٰ سے ایک چیز پوچھی' اور جواب سننے کے بعد میں چاہتا تھا کہ کاش میں سوال نہ کرتا۔ **قلت الھی کلمت موسی تکلیما و اعطیت سلیمان ملکا عظیما فلیش اعطینی بمقابلتہما** خداوندا! موسیٰ علیہ السلام پر اس سے بات کر کے تو نے احسان کیا' اور سلیمان علیہ السلام کو تو نے ملک عظیم عطا کیا۔ اس کے مقابلہ میں مجھے کیا چیز عطا فرمائی۔ حق تعالیٰ سے جواب آیا۔ تو عبداللہ سے تنہا و یتیم رہ گیا۔ تجھے میں نے عزیز کیا اور تیری شفقت و محبت عبدالمطلب اور ابوطالب کے دلت میں پیدا کی یہاں تک کہ انہوں نے اپنے مال و جان کو تجھ سے دریغ نہیں کیا اور تیری رفاقت اور محافظت پر کمربستہ ہوئے۔ **قال اللہ تعالی الم یجدک یتیما فاوی** اور شام سے آتے وقت تیرا اونٹ راستہ سے ہٹ گیا تھا ہم نے جرائیل علیہ السلام کو جنکے لئے پیغمبران مرسل وحی و نبوت آنے کے بعد ان کے دیدار کی تمنا کرتے ہیں' نبوت سے پہلے خدمتگاروں کی طرح اونٹ کی مہار اسے پکڑوا دی۔ **و جدک ضالا فہدی** تو فقیر تھا' خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال سے تجھ کو میں نے تونگر کر دیا۔ **و وجدک عائلا فاغنی** القصہ جب فرشتوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے زمین کو لپیٹ دیا' تین روزہ راہ کو آپ نے ایک لحظہ میں طے کر لیا' نفیسہ بنت منیہ روایت کرتی ہیں کہ جب کاروان کے پہنچنے کا وقت قریب آگیا تھا' خدیجہ ہر روز عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بالا خانے پر بیٹھ جاتی اور منتظر رہتی راوی کہتا ہے۔ کہ اس روز میں خدیجہ کے پاس تھی کہ اچانک ایک شترسوار دور سے دکھائی دیا' ایسے اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا جو برق پر سبقت لے جاتا اور برقا کا ہمعنان تھا' ہوا سخت گرم تھی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے سر پر دو پرندے جن کا ذکر عنقریب گذر چکا ہے اور ایک روایت میں سفید بادل فضا میں راحت افزا سایہ ڈالے ہوئے تھے۔ اور خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سائبان تانے ہوئے تھا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہا اس کے مشاہدہ سے سرخ رو ہو گئیں اور اس کا رشتہ جان آتش شوق سے بھڑک اٹھا' لیکن عورتوں سے پوچھا کہ اس گرم وقت میں آنے والا کون ہو سکتا ہے۔ نظم

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

ایس کیست ایں ایں کیست ایں از دور پیدا آمدہ — ایں نور الٰہی ست ایں از حق تعالیٰ آمدہ

ایں لطف و رحمت رانگر ویں بخت و دولت راہیں — در خانۂ بداختراں خورشید سیما آمدہ

خادماؤں نے کہا اے ملکہ! یہ سوار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند معلوم ہوتا ہے' خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ کیا کرتا ہے۔ جانتی تو تھی مگر تجاہل عارفنہ کرتے ہوئے خود کو اس سے دور رکھ رہی تھی۔ اس وقت عورتوں نے کہا! اے سیدہ عرب کستوری کو اس کی خوشبو کی غمازی کو چھپانا محالات میں سے ہے اور محبت کو آنسوؤں اور چہرہ کے رنگ کی تبدیلی کے باوجود ایک دشوار کام ہے۔ بیت

آشفتہ راہ گواہ نباشد معاشقی — رنگ رخش دور بیں و بدانکہ ہست

وہ آنے والا محمد امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اس کی دلیل ملکہ کے بشرہ میں رنگین رخسارہ ہے' کہتے ہیں کہ جب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور خوارق عادات مثل فرشتوں کی سائبانی' اس جنگل میں اونٹ کا برق خاطف کی مانند تیز چلنا' نور جبین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے زمین کا پلٹا جانا مشاہدہ کیا' ایک ایک سے اپنے ساتھ عورتوں کو آگاہ کرتی تھی یہاں تک کہ وہ خوارق دیکھیں اور تعجب کرتی تھیں' یہاں تک کہ ایک ساعت میں خدیجہ کے دروازہ پر آپ نے نزول فرمایا' خادمیہ نے فی الفور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آگاہ کیا اور آپ کے قدم میمنت لزوم کی بشارت دی۔ جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے۔ دعا و سلام کے بعد میسرہ کا خط ملکہ عرب کو دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ اس سفر میں بہت سا منافع حاصل ہوا اور توقع سے کہیں زیادہ نفع ہوا اور یہ سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت کی برکت سے ہوا' خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس اونٹ کو مع سامان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دیا اور اس نے مکتوب کا جواب فی الفور لکھا اور اسی وقت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس بھیج دیا۔ اسی روز سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس کارواں میں پہنچ گئے۔ ابوجہل نے جب دور سے دیکھا خوشی کا اظہار کیا اور کہا اے میسرہ تو نے میری بات نہ سنی اور موقع ضائع کر دیا' یہ رہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ بھٹک گیا ہے اور پھر کارواں کی طرف چلا آ رہا ہے' ابوبکر اور میسرہ اس سے اندوہگیں ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچے اور خط کا جواب لائے۔ میسرہ نے ابوجہل سے کہا معلوم ہوا کہ تو گم کردہ راہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ راست پر ثابت قدم ابوجہل نے شرمندگی سے کہا۔ مجھے اس خط پر کوئی اعتماد نہیں کیونکہ کئی دنوں کا راستہ ایک دن میں طے کرنا محال ہے۔ میں اپنے غلام کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ جا کر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتائے۔ اس کا غلام کئی دنوں کے بعد حضرت خدیجہ کے پاس پہنچا اور بشارت دی اور انعام طلب کیا' حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھے فریب

Presented by www.ziyaraat.net/

مت دو' چند روز ہوئے محمد امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس خبر لے آئے تھے۔ چند روز کے بعد کارواں صحیح و سلامت مکہ میں پہنچا اور بادل کے سائبان یا ان دو فرشتوں کے ساتھ جیسا کہ دونوں راویوں میں اختلاف ہے۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع دی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوارق عادات سے جو انہوں نے مشاہدہ کیا تھا حضرت خدیجہ سے بیان کیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ میسرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سے پہلے نہیں بھیجا تھا بلکہ ہمراہ آ رہے تھے حضرت خدیجہ بالا خانے پر بیٹھی ہوئی تھیں کہ دور سے اونٹ سواروں کی ایک جماعت دکھائی دی۔ ان کے درمیان تخت رسالت کے بادشاہ اور تخت جلالت کی دلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سپاہ میں شاہ اور ستاروں میں چاند کی مانند دکھائی دیتے تھے۔ دو پرندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سایہ فگن تھے اور آپ کی پیشانی کا نور خورشید کی شعاعوں پر سبقت لے جا رہا تھا۔ ساتھی عورتوں کو انہیں دکھایا اور امیر غریب کے دیکھنے سے تعجب کرتی تھیں ابھی حضرت خدیجہ کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کاروان ہدایت کا قافلہ سالار اور میدان عنایت کا سپہ سالار ہے۔ اس کے دل میں خیال گذرتا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مسافر اس گرم ہوا میں بیابان سے نکل کر ہماری اس منزل میں ٹھہریں اور ان کی مہمانی اور حق گزاری کا شرف حاصل کروں' کچھ دیر بعد میسرہ اس دختر اجر و فلاح کی خدمت میں پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے جو دلائل اس نے سفر میں معلوم کئے تھے اور کشادگی کے شواہد اور حسن خلق نے اس نے سفر میں معلوم کئے تھے۔ ایک ایک کو ملکہ عرب سے بیان کیا' حضرت خدیجہ نے اس کے سر پر دو پرندوں کے سایہ ڈالنے کے متعلق سوال کیا' اس نے کہا آپ کی بارگاہ عالی سے مفارقت کے وقت سے اب نزول کے وقت اسی طرح رہا اور اس قسم کے عجیب و غریب بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے پھر اس کے بعد سید مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہر قسم کا سامان جو دوگناہ چوگنا حاصل ہوا تھا پیش کیا اور نسطورا راہب کی باتیں اور وصیتیں بیان کیں۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جس چیز کا گمان تھا وہ علم الیقین سے واضح ہو گئی اور خدیجہ نے اس کے اظہار سے میسرہ کو منع کر دیا اور کہتے ہیں کہ میسرہ کو دس ہزار درہم اس وعدہ پر دیئے کہ وہ اس حقیقت کو مخفی رکھنے کی کوشش کریگا' کہتے ہیں کہ اس کا مبالغہ اس وجہ سے تھا کہ ایسا نہ ہو دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اور بعض کہتے ہیں کہ اس وجہ سے تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فضل و کمال اور حسن و جمال زیور نبوت و فتوحات سے آراستہ و پیراستہ دیکھیں گے' اکابرین قریش اسے اپنا داماد بنا لیں گے' اس کی نیت یہ تھی کہ شہباز نبوت اس کے آشیانہ دل میں ٹھہرے اور دولت رسالت کا مبارک پر و بال ہماء صرف اسی پر سایہ ڈالے' اس کے خلوص نیت کی برکت تھی کہ ہزاروں خواہش مندوں میں سے وہ اپنی مراد و مقصد کو پہنچی۔ وہ کہتی تھی۔ نظم

رسید خدمت آں شاہ دلنواز عمن — فتاد سایہ آں سرو سرفراز عمن
ہمائے قدس کہ بودیم سایہ بر در او — ہزار شکر کہ افگند سایہ باز عمن
مراکہ سایہ جاہست فوق نہ طارم — ز خدمت تو رسید ست اہتزاز عمن

نقل ہے کہ میسرو نے شام سے مکہ میں تجارت کی غرض سے جو سامان خریدا تھا وہ حسب دلخواہ فروخت ہو گیا' جب اس کا انہوں نے حساب کیا' دوسرے سے کئی گنا منافع اس مبارک سفر سے حاصل ہوا۔ حضرت خدیجہ یہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے سمجھتی تھی۔ لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس کے دل میں راسخ ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مناکحت کی رغبت کی۔ (معارج النبوت جلد ۲ ص ۱۴۹ سطر ۱۵)

حضرت خدیجہ کے فضائل و شادی

احادیث متواترہ میں عامہ و خاصہ کے طریقوں سے منقول ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے جو ایمان لایا وہ علی بن ابی طالبؑ تھے' اور عورتوں میں جناب خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔ دوسری متواتر خبروں میں وارد ہوا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ بہترین زنان بہشت چار عورتیں ہیں۔ خدیجہ بن خویلد' فاطمہ بنت محمد صلوات اللہ علیہم۔ مریم دختر عمران اور آسیہ دختر مزاحم زوجہ فرعون۔

امام جعفر صادقؑ سے حدیث معتبر میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول خدا گھر میں تشریف لائے تو دیکھا کہ عائشہؓ جناب فاطمہؑ کو ڈانٹ رہی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے خدیجہؓ کی بیٹی تو یہ سمجھتی ہے کہ تیرے ماں کو ہم پر کوئی فضیلت ہے ہم پر اس کو کیا فوقیت ہو سکتی ہے۔ وہ بھی ہماری طرح ایک عورت تھی۔ جناب فاطمہؑ نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو رونے لگیں۔ حضرتؐ نے شفقت سے فرمایا پارۂ جگر تیرے رونے کا کیا سبب ہے۔ عرض کی عائشہؓ نے میری مادر گرامی کا نام حقارت سے لیا ہے اور مجھے سرزنش کی ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ کو غصہ آگیا اور فرمایا اے حمیرا خاموش ہو' خدا اس عورت کو برکت دیتا ہے جو اپنے شوہر کو بہت دوست رکھتی ہے اور اس کے اولاد بہت ہوتی ہے۔ اور خدیجہؓ خدا اس پر رحمت نازل کرے۔ اس کے بطن سے خدا نے مجھے طاہر و مطہر عبداللہ و قاسم سے دو فرزند عطا فرمائے۔ لیکن تیرے رحم کو خدا نے بانجھ قرار دیا کہ کوئی بچہ تجھ سے پیدا نہیں ہوا۔

دوسری حدیث موثق میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جب جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رحلت فرمائی فاطمہؑ اپنے پدر بزرگوار کے گرد گھومتی تھی اور پوچھتی تھی کہ بابا جان میری ماں کہاں ہیں اس وقت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ فاطمہؑ کو میرا سلام

Presented by www.ziyaraat.net/

پہنچا دو اور کہہ دو کہ تمہاری ماں ایسے مکان میں ہے جس کی چھت سونے کی ہے اس کی بنیادوں کی جگہ پر یاقوت سرخ کے کھمبے ہیں اور وہ مکان آسیہؑ و مریمؑ کے مکانوں کے درمیان ہے۔ حضرتؐ نے یہ پیغام جناب فاطمہؑ سے بیان فرمایا تو معصومہؑ نے فرمایا کہ خدا تمام عیبوں سے پاک و منزہ ہے سلامتی اسی کی طرف سے ہے اور برکتیں اسی کی طرف پلٹتی ہیں۔

بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب مجھ کو جبرئیلؑ معراج میں آسمانوں پر لے گئے اور میں واپس آیا تو جبرئیلؑ سے پوچھا کہ تمہاری کوئی حاجت ہے۔ عرض کی یہ ہے کہ خدیجہؑ کو خدا کی جانب سے اور میری طرف سے سلام کہہ دیجئے گا۔ آنحضرتؐ نے جب ان کو جبرئیلؑ کا سلام پہنچا دیا، تو وہ بولیں کہ خدا سلامتی کا مالک ہے سلامتی اسی کے سبب سے اور اسی کی طرف سے ہے اور جبرئیلؑ پر سلامتی ہو۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جب کبھی جبرئیلؑ نازل ہوتے اور خدیجہؑ وہاں موجود نہ ہوتی تو ان کو سلام کہلاتے تھے۔ دوسری حدیث میں منقول ہے کہ ایک روز جناب جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا یا حضرتؐ خدیجہؑ آپؐ کے واسطے آب و طعام لے کر آ رہی ہیں ان کو خداوند عالم کی جانب سے اور میری طرف سے سلام کہہ دیجئے۔ اور ان کو خوشخبری دیجئے کہ خدا نے ان کے لئے بہشت میں ایک مکان جواہرات سے تیار کیا ہے جس میں رنج و تکلیف کا نام و نشان نہیں۔ دوسری حدیث میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآبؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان بیٹھے ہوئے جناب خدیجہؑ کا ذکر کر رہے تھے اور رو رہے تھے کہ عائشہؓ نے کہا کیا آپ بنی اسد کی ایک بوڑھی عورت پر گریہ کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خاموش۔ اس نے میری تصدیق اس وقت کی جبکہ تم سب نے تکذیب کی اور وہ ایمان لائیں اس وقت جبکہ تم سب کافرہ تھیں۔ اس کے شکم سے میرے اولاد ہوئیں اور تم سب بانجھ ہو۔ جناب عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم چاہتے کہ آنحضرتؐ ہم سے خوش ہوں تو خدیجہؑ کا تذکرہ نیکی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب خدیجہؑ آنحضرتؐ کی رسالت کی قائل و زیر اور مددگار تھیں۔ جب لوگ آنحضرتؐ سے علیحدہ ہو گئے تھے تو وہ آپ کی مونس و غمخوار تھیں۔ جب اہل مکہ حضرتؐ کو آزار و تکلیف پہنچا رہے تھے تو وہ آنحضرتؐ کی مدد اور تسلی و تشفی کرتی تھیں، اور اپنے حسن اخلاق سے آنحضرتؐ کو دلاسا و تسکین دیتی تھیں اور اپنے مال سے آپؐ کی مدد کرتی تھیں۔

قطب راوندی ابن شہر آشوب اور صاحب عدد رحمتہ اللہ علیہم نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ جناب خدیجہؑ کی تزویج کا یہ سبب تھا کہ ایک مرتبہ عید کے دن زنان قریش مسجد الحرام میں جمع ہوئیں ناگاہ ایک یہودی ان کے سامنے سے گزرا اور کہنے لگا کہ بہت جلد تم میں ایک پیغمبر مبعوث ہو گا۔ لہٰذا تم ہر ایک اس سے نکاح کر لینے کی کوشش کرو۔ یہ سن کر عورتوں نے اس کو ڈھیلے مارنے شروع کئے۔ لیکن اس کی یہ بات خدیجہؑ کے دل میں جم گئی۔ اس کے بعد ایک روز جناب ابو طالبؑ نے پیغمبر خداؐ سے کہا کہ اے فرزند

میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لئے زوجہ کا انتظام کروں مگر میرے پاس مال نہیں ہے۔ خدیجہ میری رشتہ دار ہیں اور مالدار ہیں۔ اور ہر سال ایک جماعت کو اپنے غلاموں کے ساتھ تجارت کے لئے بھیجتی ہیں۔ تم کو منظور ہو تو تمہارے کچھ ان سے سامان تجارت حاصل کروں تاکہ تم بھی تجارت کرو اور خداوند عالم تم کو نفع کرامت فرمائے۔ حضرتؐ نے فرمایا بہت مناسب ہے۔ غرض جناب ابو طالبؑ خدیجہؑ کے پاس گئے اور کہا محمدؐ چاہتے ہیں کہ تمہارے مال سے تجارت کریں۔ خدیجہؑ نے کہا بہت خوب۔ بسر و چشم منظور ہے اور بہت خوش ہوئیں۔ اپنے غلام میسرہ سے کہا کہ جس قدر مال تیری تحویل میں ہے محمدؐ کے سپرد کر دے اور ان کی خدمت میں حاضر رہ ہرگز ان کی نافرمانی نہ کرنا۔ غرض وہ تمام مال لے کر آنحضرتؐ میسرہ کے ساتھ تجارت کے لئے شام کی جانب روانہ ہوئے۔ اور بروایتے خزیمہ بن حکیم بھی جو جناب خدیجہؑ کے رشتہ دار تھے اس سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔ اور اس ہمراہی میں آنحضرتؐ کی محبت ان کے دل میں بہت زیادہ پیدا ہو گئی۔ اثناء راہ میں خدیجہ کے دو اونٹ تھک کر گر پڑے میسرہ حیران ہوا اور ڈرا کہ انبار زمین پر گر جائے گا۔ وہ دوڑا ہوا آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور صورت واقعہ بیان کی۔ آنحضرتؐ ان اونٹوں کے پاس آئے اور اپنا دست مبارک ان کے پیروں پر پھیرا وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور دوسرے اونٹوں سے زیادہ تیز چلنے لگے۔ خزیمہ نے یہ حال دیکھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی محبت اور اعتقاد میں اور ترقی ہو گئی۔ اور حضرت کی خدمت و اطاعت میں پہلے سے زیادہ اہتمام کرنے لگا۔ جب یہ قافلہ شام کے نزدیک پہنچا تو ایک راہب کے دیر کے قریب قیام پذیر ہوا۔ آنحضرتؐ ایک درخت کے نیچے رونق افروز ہوئے۔ قافلہ کے تمام لوگ ہر طرف متفرق ہو گئے۔ وہ درخت مدتوں سے خشک پڑا تھا۔ لیکن اسی دم سرسبز و شاداب ہو گیا اس میں شاخیں اور پتیاں نکل آئیں اور پھل لگ کر لٹک گئے اور درخت کے چاروں طرف سبزہ روئیدہ ہو گیا۔ راہب نے یہ حال دیکھا تو اپنے صومعہ سے تیزی کے ساتھ باہر آیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں دوڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ وہ کبھی کتاب میں کچھ پڑھتا اور آنحضرتؐ کے جمال مبارک کو دیکھتا اور کہتا کہ یہ وہی ہے اس خدا کی قسم جس نے انجیل کو بھیجا ہے۔ خزیمہ نے راہب سے یہ کلمات سنے تو ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ آنحضرتؐ کو کوئی گزند پہنچائے۔ اپنی تلوار نیام سے نکالی اور پکار کر کہا اے آل غالب خبر لو۔ یہ سنتے ہی تمام اہل قافلہ ہر طرف سے دوڑ پڑے۔ راہب اپنے صومعہ میں بھاگ گیا اور دروازہ کو بند کر لیا اور چھت پر سے پکار کر بولا کہ لوگو کس سبب سے میری اذیت پر تم لوگ آمادہ ہو رہے ہو۔ اس خدا کی قسم جس نے آسمان کو بے ستون قائم فرمایا ہے۔ کہ کوئی قافلہ اس مقام پر قیام پذیر نہیں ہوا جو تم سے زیادہ محبوب اور اس کتاب میں جو میرے ہاتھ میں ہے لکھا ہے کہ یہ جوان جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے خدائے ارض و سما کا رسولؐ ہے جو شمشیر و جہاد کے ساتھ مبعوث ہو گا اور بے شمار کافروں کو ہلاک کرے گا وہ خاتم المرسلینؐ ہے۔ جو شخص اس کی اطاعت کرے گا نجات پائے گا اور

Presented by www.ziyaraat.net/

جو نافرمانی کرے گا گمراہ ہو گا۔ پھر خزیمہ سے پوچھا کہ آیا تم اس کی قوم سے ہو؟ کہا نہیں، بلکہ اس کا خادم ہوں اور درمیان راہ میں آنحضرتؐ سے جو معجزات اس نے دیکھے تھے راہب سے بیان کئے۔ راہب نے کہا اے شخص وہ پیغمبر آخر الزمان ہے ایک روز میں تم سے بیان کرتا ہوں جس کو پوشیدہ رکھنا، میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ وہ دنیا پر غالب ہو گا اور قوموں پر مسلط ہو گا اس کا علم کسی جنگ سے بغیر فتح واپس نہ آئے گا۔ اس کے دشمن بہت ہیں اور زیادہ تر یہودیوں میں اس کے دشمن ہیں لہٰذا ان سے اس کی حفاظت کرنا۔ پھر وہ قافلہ وہاں سے شام میں پہنچا۔ ان کو تجارت میں بہت فائدہ ہوا۔ پھر وہ لوگ واپس آئے اور مکہ کے قریب پہنچے تو میسرہ نے حضرتؐ سے کہا اے صاحبؐ اوصاف پسندیدہ۔ ہم نے آپ سے اس سفر میں بہت معجزات دیکھے جس پتھر اور درخت کے پاس سے ہمارا گذر ہوا سب نے آپ پر سلام کیا اور کہا **السلام علیک یا رسول اللہ** اور اس سفر میں گھاٹیاں تھیں جو ہر مرتبہ مدتوں میں طے ہوا کرتی تھیں۔ اس مرتبہ آپ کی برکت سے ایک راہ میں طے ہو گئیں۔ اور اس مرتبہ جس قدر نفع تجارت میں ہوا چالیس سال کی مدت میں اب تک نہ ہوا تھا۔ لہٰذا مناسب یہ ہے وہ آپ خود جا کر خدیجہؓ کو اس سفر کی خوشگواری اور سودمندی کی خوشخبری دیجئے تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔ آنحضرتؐ یہ سن کر اہل قافلہ سے پہلے روانہ ہوئے اور خدیجہؓ کے مکان کی جانب رخ فرمایا۔ اس وقت وہ اپنی چند عورتوں کے ساتھ بالا خانہ پر بیٹھی تھیں، اور راستہ پر نگاہ تھی۔ ناگاہ ان کی نظر ایک سوار پر پڑی جو دور سے آ رہا تھا اور ایک بادل کا ٹکڑا اس کے سر پر سایہ کئے ہوئے تیزی سے اس کے ساتھ آ رہا تھا اور دو فرشتے اس کے دائیں اور بائیں ہوا پر اس کے ساتھ چلے آ رہے تھے جن کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں۔ اور بادل میں زبرجد کی ایک قندیل بالائے سر لٹکی ہوئی تھی۔ اور اس ابر کے چاروں طرف یاقوت کا ایک خیمہ ہوا پر ساتھ ساتھ تھا۔ جناب خدیجہؓ یہ حال دیکھ کر متعجب ہوئیں اور دل میں کہا خداوندا ایسا کر کہ یہ تیری بارگاہ کا مقرب بندہ میرے حقیر کاشانہ میں آئے۔ جب آنحضرتؐ اور قریب آئے تو پہچانا کہ یہ محمدؐ ہیں۔ بس ننگے پیر آنحضرتؐ کی طرف دوڑیں اور جا کر آپ کے پائے اقدس کو چوم لیا۔ حضرتؐ نے ان کو بخیر و عافیت اور کامیابی کے ساتھ واپسی کی خوشخبری دی۔ خدیجہؓ نے کہا یا حضرتؐ میسرہ آپ کے ہمرکاب کیوں نہ آیا؟ فرمایا پیچھے آ رہا ہے۔ خدیجہؓ نے کہا اے سیدؐ حرم و بطحاء واپس تشریف لے جایئے اور میسرہ کے ساتھ واپس آیئے۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ جو کچھ از قسم ابر و نور وغیرہ دیکھا ہے دوبارہ عین الیقین کے ساتھ مشاہدہ کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم واپس چلے تو ابر بھی ساتھ ہی سایہ فگن ہو کر واپس ہوا، اور پھر واپسی میں اسی طرح ساتھ ساتھ رہا۔ پھر تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی عظمت و جلالت کا یقین ہو گیا۔ غرض میسرہ نے خدیجہؓ سے کہا اے خاتون اس سفر میں اس معدن فضل و کرم سے ایسے حیرت انگیز واقعات ظاہر ہوئے کہ برسوں میں بیان نہیں ہو سکتے۔ تھوڑے سے تھوڑا کھانا حضرتؐ کے سامنے لایا جاتا اور اس پر اپنا مبارک

ہاتھ رکھ دیتے تو بہت سی جماعتیں سیر ہو جاتیں، اور کھانا کم نہ ہوتا۔ جب دھوپ تیز ہوتی تو دو فرشتے آپؐ پر سایہ کیا کرتے تھے۔ جس درخت اور پتھر و کنکر کی طرف سے آپؐ گزرتے تھے سب آپؐ کو سلام کیا کرتے۔ پھر راہبوں کے اور دوسرے حالات بیان کئے۔ یہ تمام حالات سن کر خدیجہؓ نے اپنے مزید اطمینان کے لئے ایک طبق رطب آنحضرتؐ کے لئے منگایا اور چند اشخاص کو بلا کر آنحضرتؐ کے ساتھ کھانے میں شریک کر دیا۔ سب کے سب سیر ہو گئے اور رطب بدستور باقی رہا۔ یہ دیکھ کر خدیجہؓ نے خوشی میں اس خوشخبری دینے کے سبب میسرہ اور اس کے لڑکوں کو آزاد کر دیا اور دس ہزار درہم عطا فرما کر کہا حضرتؐ کے ساتھ جائے اور آنحضرتؐ سے عرض کی کہ اپنے چچا ابو طالبؑ سے کہیں کہ میرے چچا عمرو بن اسد سے اپنے واسطے میری خواستگاری کریں۔ اور اپنے چچا کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ساتھ تزویج کر دیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ خدیجہؓ کے باپ خویلد بن اسد سے خواستگار کی گئی لیکن زیادہ مشہور یہ ہے خویلد اس وقت وفات پا چکے تھے ان کے چچا ہی سے ان کی خواستگاری کی گئی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی عمر پچیس سال اور جناب خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ لیکن ابن عباس سے منقول ہے کہ اس وقت خدیجہ کی عمر اٹھائیس سال کی تھیں اور مشہور یہ ہے کہ انتقال کے وقت جناب خدیجہؓ پینسٹھ سال کی تھیں اور حجوں مکہ میں دفن کی گئیں۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے خود ان کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا۔ بیان کرتے ہیں کہ خدیجہؓ کی وفات کے وقت شعب ابی طالب سے رہائی کے بعد ہجرت سے تین سال پہلے واقع ہوئی۔ اور کہتے ہیں کہ ان کی وفات ابو طالب کے تین روز بعد ہوئی۔ اور آنحضرتؐ کو جو اولاد ہوئی وہ سب خدیجہؓ کے بطن سے ہوئی سوائے ابراہیمؑ کے جو ماریہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب جناب سرور عالمؐ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کرنا چاہا۔ جناب ابوطالبؑ اپنے عزیزوں اور قریش کے چند اشخاص کو لے کر خدیجہؓ کے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس آئے اور خود کلام کی ابتداء کی اور خطبہ پڑھا جس کا مضمون یہ ہے: حمد و ثناء اس خدا کے لئے زیبا ہے جو خانہ کعبہ کا پروردگار ہے۔ اور اس نے ہم کو آل ابراہیمؑ اور ذریت اسمٰعیل سے قرار دیا اور ہم کو امن و امان کی جگہ حرم کا ساکن اور تمام لوگوں پر سردار بنایا اور اپنے گھر سے ہم کو خصوصیت عطا فرمائی جس کی طرف اطراف عالم سے لوگ آتے ہیں۔ وہ ایسا مقام ہے جہاں ہر طرف کے میوے لوگ لاتے ہیں اور خدا نے ہم کو اس شہر میں برکت عطا فرمائی ہے جس میں ساکن ہیں۔ اما بعد واضح ہو کہ میرے بھتیجے محمد

Presented by www.ziyaraat.net/

بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قریش کے تمام لوگوں پر فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ کوئی شخص اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ وہ سب سے بلند مرتبہ ہے۔ خلق میں اس کا میل و مانند نہیں اگر وہ مال و دولت میں کم ہے تو مال تغیر پذیر ہے سایہ کے مانند جو بہت جلد زائل ہو جاتا ہے۔ اس کو خدیجہؑ کی جانب رغبت ہے اور خدیجہؑ کو بھی اس سے محبت ہے اس لئے ہم آئے ہیں کہ آپ سے اس کے واسطے اس کی خواہش کے مطابق خدیجہؑ کی خواستگاری کریں۔ اور جس قدر مہر آپ چاہیں میں اپنے مال سے دینے کو تیار ہوں۔ جس قدر ابھی چاہیں لے لیں اور جس قدر چاہیں موجل قرار دیں۔ اور رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس کی شان و منزلت بہت بلند ہے اس کی عقل ورائے کامل ہے۔ اس کا دین شائع اور اس کی زبان شافع ہے۔ اتنا کہہ کر جناب ابو طالبؑ خاموش ہو گئے۔ پھر خدیجہؑ کے چچا نے جو علمائے نصاریٰ میں سب سے زیادہ دانشمند اور عظیم الشان تھے جواب دینا چاہا مگر چونکہ ابو طالب کی باتوں کے جواب سے قاصر تھے اس لئے ان کی زبان لکنت کرنے لگی اور ان کے نفس میں اضطراب پیدا ہو گیا اور صحیح جواب ممکن نہ ہو سکا۔ خدیجہؑ نے جو یہ حال دیکھا انتہائی شوق کے سبب پردۂ حیا کو ذرا سا اٹھا کر نہایت فصاحت کے ساتھ بولیں چچا جان اگرچہ اس موقع پر آپ ہی گفتگو کے لئے مجھ سے زیادہ مناسب اور سزاوار ہیں لیکن آپ کو میرے نفس پر مجھ سے زیادہ اختیار نہیں ہے۔ اے محمدؐ میں نے اپنے نفس کو آپ کے ساتھ تزویج کیا، اور میرا مہر خود میرے مال سے ہے۔ اپنے چچا سے کہئے کہ ولیمہ کے لئے اونٹ ذبح کریں۔ آپ جس وقت چاہیں اپنی زوجہ کے (میرے) پاس تشریف لائیں۔ اس وقت ابو طالب نے فرمایا اے گروہ مردم گواہ رہنا کہ اس نے خود اپنے تئیں محمدؐ سے تزوج کیا اور اپنے مہر کی ضامن خود ہی ہو گئی۔ یہ سن کر قریش کے ایک شخص نے کہا طرفہ ماجرا ہے کہ عورتیں مردوں کے مہر کی ضامن ہوتی ہیں۔ یہ سنتے ہی جناب ابوطالب کو غصہ آ گیا۔ اور جب کبھی ان حضرت کو غصہ آتا تھا تمام قریش ان سے ڈر جاتے تھے آپ کی ہیبت سے پناہ مانگتے تھے۔ ابو طالبؑ نے ان سے فرمایا اگر دوسرے شوہر میرے بھتیجے کے مانند ہوں گے عورتیں بہت زیادہ مال اور زیادہ سے زیادہ مہران سے طلب نہ کریں گے۔ اور اگر تمہاری طرح ہوں گے تو مہرگراں ان سے لیں گی۔ ابو طالب نے ایک اونٹ نحر کیا اور آنحضرتؐ کا زفاف حضرت خدیجہؑ خیر النساء کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس موقع پر ایک شخص نے جس کا نام عبداللہ بن غنم تھا۔ چند شعر نظم کئے جن کا مضمون یہ ہے۔ اے خدیجہؑ تم کو مبارک ہو کہ تمہارے ہمائے سعادت نے عزت و شرف کے عرش کے کنگرہ کی جانب پرواز کیا، اور تم بہترین اولین و آخرین کی شریک زندگی بن گئیں۔ دنیا میں محمدؐ کے مثل کوئی کہاں ممکن ہے۔ یہ وہ ہیں جن کی پیغمبری کی بشارت موسیٰؑ و عیسیٰؑ نے دی ہے۔ اور بہت جلد ان کی بشارت کا اثر ظاہر ہونے والا ہے۔ برسوں سے کتابہائے آسمانی کے پڑھنے اور لکھنے والوں نے اقرار کیا ہے کہ وہ رسولؐ بطحا اور اہل ارض و سما کے ہدایت کرنے والے ہیں۔

دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب ابو طالب نے اپنا خطبہ تمام کیا قبل اس کے کہ عمرو بن اسد خدیجہؑ کے چچا جواب دیں ورقہ بن نوفل نے کہا میں حمد کرتا ہوں اس خدا کی جس نے ہم کو ایسا ہی بنایا، جیسا کہ آپ کو اے ابو طالب ۔ اور اس نے ہم کو ان لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے جن کا آپ نے ذکر کیا۔ لہٰذا ہم بزرگان و پیشوایان عرب ہیں اور آپ کی شرافت و کرامت جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے مسلم ہے۔ ہم آپ سے رشتہ کرنے میں فخر و عزت محسوس کرتے ہیں۔ لہٰذا اے گروہ قریش گواہ رہنا کہ میں نے خدیجہؑ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ چار سو اشرفی مہر پر تزویج کیا۔ ورقہ خاموش ہوئے تو ابو طالب نے فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ ان کے چچا بھی کچھ کہیں یہ سن کر عمرو نے صیغہ کے کلمات کا اعادہ کیا اور قریش کے قبیلے گواہ ہوئے اس کے بعد خدیجہ کی کنیزیں دف بجا کر گانے اور ناچنے لگیں۔ اسی روز جناب ابو طالبؑ نے ایک اونٹ ذبح کیا اور ولیمہ زفاف قرار پایا۔ ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ خدیجہؑ کے بطن سے آنحضرتؐ سے سب سے پہلے عبداللہ پیدا ہوئے۔

حدیث معتبر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب جناب رسولؐ خدا کے فرزند حضرت قاسمؑ نے اور بروایتے طاہرؑ نے رحلت کی ایک روز آنحضرتؐ جناب خدیجہؑ کے پاس آئے اور ان کو روتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا کیوں روتی ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے پستانوں سے دودھ جاری ہوا تو میرا بچہ یاد آ گیا اس کی جدائی سے بے چین ہو کر رونے لگی۔ حضرتؐ نے فرمایا اے خدیجہ مت رو۔ کیا تم راضی نہیں کہ جب بہشت کے دروازہ پر پہنچو تو اس کو وہاں کھڑا ہو دیکھو گی۔ وہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر بہشت کے بہترین مکان میں لے جا کر ساکن کرے گا۔ خدیجہؑ نے پوچھا کیا یہ ثواب ہر مومن کے لئے ہے۔ جس کا فرزند مر جائے؟ فرمایا خدا اس سے زیادہ کریم ہے کہ کسی بندہ سے اس کا میوۂ دل لے لے، اور وہ صبر کرے اور خدا کی حمد اور اس کا شکر بجا لائے تو خدا اس پر عذاب کرے۔

صاحب کتاب انوار نے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب خدیجہؑ اپنے بالا خانہ پر چند عورتوں اور کنیزوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں اور یہودیوں کا ایک عالم بھی ان کے پاس موجود تھا۔ ناگاہ جناب رسولؐ خدا ان کے بالا خانے کے نیچے سے گزرے۔ اس عالم نے کہا ابھی ایک جوان یہاں سے گزرا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ تم اس کو یہاں بلاؤ۔ جناب خدیجہؑ نے اپنی ایک کنیز کو بھیج کر آنحضرتؐ کو بلایا۔ اس عالم نے حضرت سے کہا کیا ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے شانے کو کھول کر دکھایئے۔ حضرتؐ نے اپنے شانے سے کپڑے ہٹا دیئے۔ جب اس کی نگاہ مہر نبوت پر پڑی بولا خدا کی قسم یہ مہر پیغمبری ہے۔ خدیجہ نے کہا اگر ان کے چچا موجود ہوتے تو کس کی مجال تھی جو ان کے کسی حصہ جسم پر نگاہ ڈالتا۔ اس لئے ان کے چچا سب کے سب یہودی عالموں سے بہت پرہیز کرتے ہیں۔ اس عالم نے کہا کہ کس کی طاقت ہے جو ان کو کوئی گزند پہنچا سکے۔ بحق کلیم قسم کھاتا ہوں کہ یہی پیغمبر آخر الزمان ہے۔ غرض جناب رسولؐ خدا بالا خانہ سے نیچے آئے۔ اور آنحضرتؐ کی

Presented by www.ziyaraat.net/

محبت جناب خدیجہؓ کے دل میں مستحکم ہو گئی۔ وہ مکہ کی ملکہ تھیں۔ بے شمار مال و دولت اور مویشیوں کی مالک تھیں۔ انہوں نے اس عالم سے پوچھا تم نے کیونکر جانا کہ وہ پیغمبر ہیں؟ اس نے کہا ان کے اوصاف میں نے توریت میں پڑھے کہ ان کے ماں باپ ان کی طفلی ہی میں مرجائیں گے اور ان کے داد اور چچا ان کی پرورش کریں گے۔ وہ قریش کی ایک ایسی عورت سے نکاح کریں گے جو اپنی قوم میں سب سے بلند اور اپنے خاندان کی ملکہ اور صاحب تدبیر ہو گی۔ اور اپنے ہاتھ سے خدیجہؓ کی طرف اشارہ کرکے کہا میری یہ بات یاد رکھنا۔ اور چند اشعار پڑھے جو آنحضرتؐ کی عظمت اور خدیجہؓ کے عقد پر مشتمل تھے جن کو سن کر آنحضرتؐ کی محبت خدیجہؓ کے دل میں اور بڑھ گئی مگر پوشیدہ رکھتی تھیں۔ جب وہ عالم رخصت ہونے لگا تو کہا اے خدیجہؓ کوشش کرو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے ہاتھ سے نہ جانے پائیں کیونکہ ان کے ساتھ دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔ خدیجہؓ کے چچا ورقہ تھے جو بہت بڑے عالم اور آسمانی کتابیں پڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ کے صفات کتابوں میں دیکھے تھے کہ وہ قریش کی اس عورت سے نکاح کریں گے جو قوم میں بزرگ و بلند مرتبہ ہو گی۔ اور آنحضرتؐ پر بے شمار دولت صرف کرے گی۔ اور ان کے تمام امور میں ان کی معین و مددگار ہو گی۔ ورقہ کو معلوم تھا کہ وہ عورت اپنے مال کی زیادتی اور بلند کرداری کے سبب خدیجہؓ ہیں۔ وہ ان سے اکثر کہا کرتے تھے کہ تم ایسے شخص کی زوجہ بننے والے ہو جو تمام اہل آسمان و زمین سے افضل و بہتر ہو گا۔ خدیجہؓ کے ہر شہر و آبادی میں غلام و مویشی تھے یہاں تک کہ بعضوں نے کہا کہ اسی ہزار اونٹ تھے جو متفرق مقامات پر تھے اور ہر ملک و شہر میں ان کے ملازمین و منیبین تجارت کیا کرتے تھے۔ جیسے مصر و شام و حبشہ وغیرہ۔ جناب ابو طالبؑ پیر و ضعیف ہو گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے خیال سے ترک سفر کر چکے تھے۔ ایک روز آنحضرتؐ آپ کے پاس آئے تو آپ کو مغموم و محزون دیکھا۔ پوچھا آپ کے رنج و اندوہ کا کیا سبب ہے۔ ابو طالب نے کہا اے فرزند مفلس ہوں' زمانہ ہم پر تنگ ہو گیا ہے ضعیف و کمزور ہوں اور میری وفات نزدیک ہے۔ میری دلی تمنا تھی کہ تمہاری شادی کر دیتا جس سے مجھ کو چین و خوشی ہوتی' لیکن اس کا انتظام میسر نہیں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا چچا جان آپ نے اس کی کیا تدبیر سوچی ہے؟ ابو طالب نے کہا اے فرزند برادر خدیجہؓ بنت خویلد بہت مالدار ہیں اور اکثر اہل مکہ ان کے مال سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ ان سے کچھ مال حاصل کروں جس سے تم تجارت کرو۔ شائد خدا ہم کو نفع بخشے جس سے ہمارا مطلب اور آرزو پوری ہو۔ حضرتؐ نے فرمایا بہت مناسب ہے جو آپ کے نزدیک بہتر ہو کیجئے۔ پھر ابو طالبؑ اپنے بھائیوں کو لے کر خدیجہؓ کے گھر گئے۔ ان کا مکان بہت وسیع و کشادہ تھا۔ اس کی چھت پر ریشم کا ایک خیمہ نصب تھا جس میں طرح طرح کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ جس کی طنابیں ریشم کی تھیں جو فولاد کی میخوں سے بندھی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے ان سے دو شخصوں نے نکاح کیا تھا۔ ایک عمرو کندی تھے اور دوسرے عتیق

بن عائذ۔ ان کے انتقال کے بعد عیقبہ ابن معیط اور صلت ابن ابی شہاب نے ان کی خواستگاری کی تھی یہ دونوں چار سو غلام اور کنیزیں رکھتے تھے۔ ابو جہل اور ابو سفیان نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔ خدیجہؓ نے سب سے انکار کر دیا تھا۔ ان کا دل آنحضرتؐ کی طرف مائل تھا کیونکہ راہبوں' کاہنوں اور عالموں سے آنحضرتؐ کے بہت سے اوصاف سن چکی تھیں اور آپؐ کے بہت سے معجزے جو قریش نے دیکھے تھے ان سے بیان کئے تھے۔ غرض انہوں نے اپنے چچا ورقہ بن نوفل کو بلا کر کہا چچا جان میں اپنا نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ بہت سے لوگوں نے میری خواستگاری کی' لیکن میرا دل کسی کو قبول نہیں کرتا ہے۔ ورقہ نے کہا اے خدیجہ چاہتی ہو کہ ایک عجیب بات اور حیرت انگیز امر کا ذکر تم سے کروں۔ میرے پاس ایک کتاب ہے جس میں بہت سے طلسم اور کلمات بلند تحریر ہیں۔ میں پانی پر ایک کلمہ پڑھتا ہوں تم اسی پانی سے غسل کرو اور انجیل و زبور سے ایک دعا لکھتا ہوں اس کو اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو رہو یقیناً جو تمہارا شوہر ہونے والا ہے اس کو خواب میں دیکھ لو گی۔ خدیجہؓ نے اسی طرح عمل کیا اور سوئیں تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا ہے۔ جو درمیانہ قد ہے جس کی آنکھیں کشادہ' ابرو نازک سیاہ چشم اور لب سرخ ہیں اس کا رنگ گل کے مانند ہے نہایت ملیح' نورانی اور صبیح ہے۔ ابر اس پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشان ہے۔ وہ ایک نور کے گھوڑے پر سوار ہے جس کی لگام سونے کی ہے اور زین مختلف قیمتی جواہرات سے مرصع ہے۔ اس گھوڑے کی صورت آدمیوں کی صورت سے مشابہ ہے۔ اس کے پیر گائے کے پیروں کی مانند ہیں وہ حد نگاہ تک قدم رکھتا ہے۔ وہ سوار ابو طالب کے گھر سے برآمد ہوا۔ خدیجہ نے اس کو دیکھا تو اس کو گود میں لے کر بٹھایا۔ یہ خواب دیکھ کر وہ بیدار ہوئیں۔ پھر تمام رات نیند نہ آئی۔ صبح ہوتے ہی اپنے چچا کے گھر گئیں اور اپنا خواب بیان کیا۔ ورقہ نے کہا اے خدیجہ اگر تمہارا خواب صحیح ہے تو تم رستگار و کامیاب ہو گی۔ تم نے جس کو خواب میں دیکھا ہے اس کے سرتاج کرامت ہے وہی روز قیامت گنہگاروں کا شفیع' دونوں جہانوں میں عرب و عجم کے لوگوں میں بزرگ و بلند ہے۔ کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ جناب خدیجہ نے یہ باتیں سنیں تو آنحضرتؐ کی محبت کی آگ سینہ میں مشتعل ہو گئی۔ اپنے گھر واپس آئیں اور تنہائی میں بیٹھ کر رونا شروع کیا اور چند درد انگیز اشعار نظم کئے لیکن اپنا راز کسی سے بیان نہیں کیا۔ اسی خیال میں محو تھیں ناگاہ دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ خدیجہ کی امید بندھی۔ ایک کنیز دوڑی ہوئی آئی۔ اور بولی مخدومہ! بزرگان عرب یعنی فرزندان عبدالمطلب آئے ہیں۔ خدیجہ ان کے نام سنتے ہی بے تاب ہو گئیں اور فرمایا دروازے کھول دے اور میسرہ سے کہہ دے کہ ان کے لئے فرش ہائے دیبا و حریر بچھائے اور ہر ایک کو ان کے مرتبہ کے موافق بٹھائے اور میوہ جات اور کھانے حاضر کرے۔ اور خود پس پردہ آکر بیٹھ گئیں۔ وہ لوگ جب کھانے پینے سے فارغ ہوئے تو ان سے نہایت لطیف و ظریف گفتگو شروع کی۔ خدیجہؓ نے پس پردہ سے ان کی باتوں کا جواب دیا

Presented by www.ziyaraat.net/

کہ اے بزرگوار مکہ و حرم اپنے قدوم سے آپ نے میرے خانہ ظلمت کو نورانی فرمایا۔ آپ کی جو حاجت ہو وہ پوری کی جائے گی۔ جناب ابو طالبؑ نے فرمایا کہ ایک حاجت رکھتے ہیں۔ جس کا نفع تم کو بھی پہنچے گا اور اس کی برکتیں تم پر زیادہ ہوں گی۔ ہم اپنے برادر زادے محمد (محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی ایک ضرورت کے لئے ہیں۔ خدیجہؓ نے آنحضرتؐ کا نام سنا تو بے تابانہ بولیں کہ وہ خود کہاں ہیں۔ میں ان کی حاجت انہی کی زبانی سننا چاہتی ہوں۔ ان کی جو خواہش ہو گی دل و جان سے پوری کروں گی۔ عباس نے کہا میں جا کر ان کو بلا لاتا ہوں۔ جناب عباس آئے لیکن حضرتؐ کو نہ پایا۔ ان کی تلاش میں ہر طرف دوڑے یہاں تک کہ کوہ حرا پر پہنچے۔ وہاں حضرت کو خوابگاہ ابراہیمؑ خلیل میں سوتے ہوئے پایا۔ وہ اپنی ردائے مبارک لپیٹے ہوئے تھے اور بہت بڑا اژدھا آپ کے سرہانے بیٹھا تھا جس دہن میں پھول کی ایک پنکھڑی تھی جس سے آنحضرتؐ کو پنکھا جھل رہا تھا۔ جناب عباس کہتے ہیں میں نے اژدھا کو دیکھا تو آنحضرتؐ کے لئے خوفزدہ ہوا۔ اپنی تلوار نکال کر اس پر حملہ کیا اس نے میری طرف رخ کیا تو میں چیخ اٹھا کہ بھتیجے میری خبر لو۔ آنحضرتؐ نے آنکھ کھولی اور وہ اژدھا غائب ہو گیا۔ مجھ سے پوچھا کہ کیوں تلوار کھینچے ہوئے ہیں۔ میں نے صورت واقعہ بیان کیا تو آپ نے تبسم فرمایا اور کہا وہ اژدھا نہیں بلکہ ایک فرشتہ تھا جس کو خداوند عالم میری حفاظت کے لئے بھیجا کرتا ہے۔ میں نے اس کو اکثر دیکھا ہے اور اس سے گفتگو کی ہے۔ اس نے مجھ کو بتایا ہے کہ میں خدا کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں خدا نے مجھے آپ پر موکل فرمایا ہے کہ شب و روز دشمنوں کے مکر و فریب سے آپ کی حفاظت کروں۔ جناب عباس نے کہا اے فرزند برادر کوئی تمہارے فضل و شرف سے انکار نہیں کر سکتا' اور یہ تمام امور تمہارے لئے بعید نہیں ہیں۔ اس وقت آؤ خدیجہ کے مکان پر چلیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ تم کو اپنے اموال پر امین قرار دیں۔ تاکہ تم جس شہر کی طرف تجارت کے لئے جانا چاہو جاؤ۔ حضرتؐ نے فرمایا میں تو شام کی جانب جانا چاہتا ہوں۔ عباس نے کہا تم کو اختیار ہے۔ غرض خدیجہؓ کے مکان کی طرف چلے اور آنحضرتؐ کا نور پہلے سے پہنچ کر خدیجہؓ کے مکان کو روشن و منور کر رہا تھا۔ جس کو دیکھ کر خدیجہؓ نے میسرہ پر اعتراض کیا کہ روزن خیمہ کیوں بند نہیں کیا کہ دھوپ آ رہی ہے۔ میسرہ نے خیمہ کو اچھی طرح دیکھ کر کہا اے خاتون کوئی سوراخ تو ہے نہیں' میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ روشنی کیسی ہے۔ میسرہ خیمے سے باہر آیا تو دیکھا کہ جناب رسولؐ خدا حضرت عباس کے ساتھ چلے آ رہے ہیں۔ اور ایک نور آفتاب کے نور سے بہت زیادہ روشن آپ کی پیشانی سے چمک رہا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ حضرت خدیجہؓ کے پاس دوڑا اور ان کو خوشخبری دی کہ یہ نور آفتاب رسالت ہے جس نے ہمارے خیمہ کو روشن کر رکھا ہے۔ جب حضرتؐ داخل ہوئے تو آپ کے چچا سب کے استقبال کے لئے آئے اور آپ کو لے جا کر بدر کامل کی طرح ستاروں کے گرد صدر مجلس میں بٹھایا۔ خدیجہؓ نے حضرتؐ کے لئے طعام بھیجا۔ حضرتؐ نے تناول فرمایا۔ پھر خدیجہؓ پس پردہ آ کر بولیں اے سردار میرے تاریک گھر کو اپنے نور جمال سے

منور فرما اور میری وحشت کو اپنی موانست سے تبدیل کر کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میرے اموال پر امین ہو کر جس شہر چاہیں تجارت کے لئے تشریف لے جائیں۔ حضرتؐ نے فرمایا ہاں میں آمادہ ہوں۔ اور شام کی جانب جانا چاہتا ہوں۔ خدیجہؓ نے کہا آپ کو اختیار ہے اور میرے مال پر آپ کو پورا پورا حق ہے جس طرح چاہیں تجارت کریں میں آپ کے لئے اس سفر کے عوض سو اوقیہ سونا اور سو اوقیہ چاندی اور دو خوار بار اور دو اونٹ مقرر کرتی ہوں۔ آپ کو منظور ہے؟ ابو طالب نے کہا کہ وہ بھی راضی ہیں۔ اور اے خدیجہؓ تم کو ایک ایسے امین کی ضرورت تھی جس کی امانت و دیانت اور تقویٰ اور طہارت پر تمام عرب کا اتفاق ہو۔ خدیجہؓ نے کہا ہاں۔ پھر آنحضرتؐ سے کہا اے میرے سردار کیا آپ اونٹ پر مال بار کر سکتے ہیں۔ میسرہ ایک نہایت مست و فربہ اونٹ لایا تاکہ آزمائش ہو۔ اس سے کسی راعی کو مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ جب وہ نزدیک لایا گیا تو اس کے منہ سے کف جاری تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں' اس سے ڈراؤنی آواز نکل رہی تھی۔ جناب عباس نے کہا اے میسرہ کیا اس سے نرم مزاج کوئی اونٹ نہیں تھا۔ جس کے ذریعے سے میرے بھتیجے کا امتحان لیتا؟ حضرتؐ نے فرمایا اے چچا اس کو میرے پاس آنے تو دیجئے۔ جب وہ اونٹ سیدؐ بشیر و نذیر کے قریب آیا اپنے زانو زمین پر پھیلا دیئے اور اپنا منہ حضرتؐ کے قدموں پر ملنے لگا۔ جب حضرتؐ نے اپنا دست مبارک اس کی پشت پر پھیرا تو وہ بزبان فصیح گویا ہوا کہ کون ہے میرے مثل کہ سید المرسلین میری پشت پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ یہ سن کر وہ عورتیں جو جناب خدیجہؓ کے پاس موجود تھیں کہنے لگیں کہ یہ تو بڑا سخت جادو ہے جو اس یتیم سے ظاہر ہوا ہے۔ جناب خدیجہؓ نے فرمایا کہ یہ سب جادو نہیں بلکہ واضح نشانیاں اور روشن معجزات ہیں۔ پھر جناب خدیجہؓ نے چند جوڑے کپڑے منگائے اور حضرتؐ سے عرض کی کہ اے میرے سردار آپ کا لباس سفر کے لئے مناسب نہیں ہے میری خواہش ہے کہ آپ ان کپڑوں کو زیب جسم فرمائیں یہ کپڑے آپ کے تن اقدس سے بڑے اور کشادہ ہیں مگر ان کو چھوٹا کئے دیتی ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا ہر لباس میرے بدن پر ٹھیک ہوتا ہے اور یہ بھی حضرتؐ کا ایک معجزہ تھا کہ چھوٹا بڑا کیسا ہی لباس جسے آپ پہن لیتے وہ آپ کے جسم نورانی پر بالکل صحیح ہو جاتا۔ چھوٹا ہوتا تو بڑا ہو جاتا اور بڑا ہوتا تو چھوٹا ہو جاتا۔ وہ دو جوڑے کپڑے تھے قباطی مصر کے' اور دو جبے تھے عدنی یمن کے' دو چادریں تھیں' ایک عراقی عمامہ' دو چمڑے کے موزے اور ایک عصائے خیزران' حضرت نے ان کپڑوں کو پہنا اور مثل ماہ و شب چہار دہ خدیجہؓ کے مکان سے طالع ہوئے۔ خدیجہؓ نے اپنے ناقہ صہبا کو طلب کیا جو مکہ میں بہترین رفتار میں مشہور تھا اور آنحضرتؐ کی سواری کے لئے بھیجا اور اپنے دو غلام میسرہ اور ناصح کو بلا کر کہا یاد رکھو کہ یہ مرد بزرگ جس کو میں نے اپنے اموال پر امین قرار دیا ہے بادشاہ قریش اور سیدؐ اہل حرم ہیں کسی کو اس سے زیادہ طاقت و اختیار نہیں میرے مالمیں جو کچھ چاہے کرے اس کو اختیار ہے۔ تم کو حق نہیں کہ کسی معاملہ میں اس سے باز پرس کرو۔ اس سے ہمیشہ ادب و عاجزی سے کلام کرنا۔ تمہاری آواز

Presented by www.ziyaraat.net/

اس کی آواز پر بلند نہ ہونے پائے۔ میسرہ نے کہا برسوں سے میرے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جاگزیں ہے، اور اب اور بڑھ گئی اس لئے کہ آپ بھی ان کو دوست رکھتی ہیں۔

غرض آنحضرتؐ خدیجہؓ سے رخصت ہو کر سفر شام کی جانب متوجہ ہوئے۔ میسرہ اور ناصح ہمراہ رکاب چلے اور تمام اہل مکہ ابطح میں جمع ہوئے تاکہ آنحضرتؐ کو رخصت کریں۔ جب حضرتؐ ابطح میں پہنچے نور آفتاب جمال کوہ دشت پر چمکا۔ جمع شدہ مرد و زن آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر متعجب ہوئے۔ حضرتؐ نے دیکھا کہ خدیجہؓ کے اموال اونٹوں پر بار نہیں ہوئے ہیں۔ سب زمین پر پڑے ہیں۔ غلاموں سے پوچھا کہ اونٹوں پر یہ سامان کیوں نہیں باندھے گئے؟ انہوں نے کہا اے سرور عالمؐ ہم کام کرنے والے کم ہیں اور مال زیادہ ہے۔ یہ سن کر اس معدن رحم و کرم کو ان پر رحم آگیا اور آپ روانگی ملتوی کر کے اترے اور آن واحد میں بقدرت ید اللہی ہر اونٹ پر نہایت مضبوطی سے سامان باندھا۔ اونٹوں کو جو اشارہ کرتے وہ بحکم خدا عمل میں لاتے اور اپنے منہ حضرتؐ کے قدموں پر ملتے۔ جب دھوپ تیز ہوئی آپ کے چہرۂ اقدس سے پسینے کے قطرے ٹپکے جن کو دیکھ کر حاضرین کے دلوں کو تکلیف ہوئی۔ جناب عباس نے چاہا کہ آپ کے سر پر سایہ کریں، ناگاہ ساکنین ملکوت نے شور مچایا اور دریائے رحمت سبحانی جوش میں آیا۔ جبریلؑ کو حکم ہوا کہ رضوان اور خزینہ دار بہشت سے کہے کہ اس ابر کو باہر لائے جس کو میں نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے آدم کی خلقت سے دو ہزار سال قبل خلق فرمایا ہے۔ وہ آنحضرتؐ کے سر پر سایہ فگن ہو تاکہ حرارت آفتاب اثر نہ کرے۔ جب حاضرین نے اس ابر رحمت کو دیکھا ان کی آنکھیں حیرت سے بند ہو گئیں۔ عباس نے کہا یہ بندہ اپنے پروردگار کے نزدیک اس قدر گرامی ہے کہ میرے چتر کی اس کے لئے ضرورت نہیں۔ غرض قافلہ روانہ ہوا اور جب وہ لوگ جحفتہ الوداع تک پہنچے مطعم بن عدی نے کہا اے گروہ قریش آپ لوگ اس سفر پر روانہ ہیں جس میں جنگلات اور خوفناک درے راہ میں ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اپنے گروہ میں ایسے شریف ترین شخص کو قافلہ سے آگے رکھو جس پر سب کو اعتماد و بھروسہ ہو جس سے کسی کو اختلاف نہ ہو۔ اس کی اس رائے پر سب نے تعریف کی۔ بنو مخزوم نے کہا ہم ابوجہل کو اپنا سربراہ بناتے ہیں۔ بنی عدی نے مطعم کو پیش کیا، بنو النضیر نے حارث کو اپنا سرگروہ بنانا چاہا، بنو زہرہ نے کہا ہم انجمہ بن الجلاح کو امیر قرار دیتے ہیں۔ بنو لوی بولے کہ ہم ابو سفیان کو پیش رو بناتے ہیں۔ میسرہ نے کہا ہم سوائے محمد بن عبداللہ کے کسی کو قافلہ پر مقدم نہیں کر سکتے اور بنو ہاشم نے بھی یہی کہا۔ ابو جہل علیہ اللعنتہ نے کہا اگر ایسا کرو گے تو ہم اپنی تلواریں اپنے سینوں میں گھونپ لیں گے۔ یہ سن کر جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ کر کہا اے خبیث ترین مردم اور بدترین کردار تو رئیس بننے کا دعویٰ کرتا ہے خدا کی قسم ہم گوارا نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ خدا تیرے ہاتھوں اور پیروں کو قطع کرے اور تیری آنکھوں کو اندھا کرے۔ تو اپنے مرنے سے ہم کو ڈراتا ہے۔ یہ دیکھ کر جناب رسول خداؐ

نے فرمایا چچا جان اپنی تلوار نیام میں رکھئے۔ نزاع و مخالفت سے پرہیز کیجئے اور سفر کا آغاز فتنہ و فساد سے نہ ہونے دیجئے۔ دن کے اول حصہ میں یہ آگے چلیں، آخری حصہ میں ہم چلیں۔ غرض قریش آگے ہوئے۔ پھر اسی قرار داد کے مطابق چند منزلیں طے کرتے ہوئے ایک وادی میں پہنچے جس کو وادی الامواہ کہتے تھے۔ وہ سیلابوں کا محل اجتماع تھا ناگاہ ایک ابر ظاہر ہوا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اس وادی میں سیلات کا بہت خطرہ ہے بہتر یہ ہے کہ ہم دامن کوہ میں قیام کریں۔ عباس نے کہا اے بھتیجے جو تمہاری رائے ہو گی ہم اس پر بسرو چشم عمل کریں گے۔ غرض آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق اہل قافلہ میں منادی کی گئی کہ اپنے بار پہاڑ کے دامن میں کھولیں۔ اور وہاں منزل کریں۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا سوائے ایک شخص کے جو بنی جمح میں سے تھا۔ اس کے ساتھ بہت سا مال تھا۔ اس نے وہیں قیام کیا اور کہا لوگو تمہارے دل کس قدر کمزور ہو گئے ہیں۔ تم ایسی چیزوں سے بھاگتے ہو جس کا کوئی اثر و نشان تک نہیں۔ یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ آسمان سے پانی برسنا شروع ہوا۔ اور اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنے پایا تھا کہ سیلاب نے اس کو اس کے تمام مال سمیت عذاب الٰہی کی آگ میں جھونک دیا۔ اور دوسرے تمام لوگ آنحضرتؐ کی برکت سے صحیح و سالم بچ گئے۔ چار روز تک اس مقام پر ٹھہرے رہے اور ہر روز سیلاب بڑھتا رہا۔ میسرہ نے کہا میرے سردار یہ سیلاب ایک مہینے تک ختم نہ ہو گا اور کوئی اس پانی سے عبور نہیں کر سکتا۔ اور اس مقام پر زیادہ دنوں قیام کرنا مناسب نہیں ہے۔ زیادہ بہتر ہے ہم مکہ واپس چلیں۔ حضرتؐ نے ان کا کچھ جواب نہ دیا اور سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ان سے کہتا ہے کہ اے محمد (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کچھ فکر و تردد نہ کیجئے۔ صبح کو قافلہ کی روانگی کا حکم دے دیجئے اور پانی کے کنارے جا کر کھڑے ہو جایئے۔ ایک سفید پرندہ آئے گا وہ اپنے پروں سے پانی پر ایک خط کھینچے گا۔ اسی نشان پر آپ بسم اللہ و باللہ کہہ کر روانہ ہو جائیں اور اپنے ہمراہیوں سے بھی فرمائیں کہ یہی کلمات کہتے ہوئے چلیں۔ جو ان کلمات کو زبان پر جاری کرے گا وہ صحیح و سالم عبور کر جائے گا۔ جو نہیں کہے گا وہ ڈوب جائے گا۔ حضرتؐ خواب سے شاد و خرم بیدا ہوئے اور میسرہ سے فرمایا کہ قافلہ میں ندا کرے کہ روانگی کے لئے تیار ہو جائیں۔ میسرہ نے اپنا سامان بار کیا، لوگوں نے کہا اس سیلاب سے کیونکر گزر سکتے ہیں اس پر تو کسی کشتی پر بھی گزرنا مشکل ہے۔ میسرہ نے کہا میں محمدؐ کی مخالفت نہیں کر سکتا کہ تم کو اختیار ہے۔ غرض آنحضرتؐ وادی کے کنارے آکر کھڑے ہوئے ناگاہ ایک طائر سفید پہاڑ کی چوٹی سے اڑتا ہوا آیا اپنے مبارک بازوروں سے پانی کی سطح پر ایک خط کھینچا جو پورے طور پر نمایاں ہو گیا۔ حضرت نے زبان مبارک سے کہا۔ بسم اللہ و باللہ اور روانہ ہوئے۔ پانی آپ کی نصف پنڈلی تک بھی نہ تھا۔ اور حضرتؐ نے پکار کر کہا سب بسم اللہ و باللہ کہتے ہوئے میرے پیچھے چلے آؤ جو شخص یہ کلمہ کہے گا نجات پائے گا۔ جو شخص نہ کہے گا وہ غرق ہو جائے گا۔ یہ سن کر سب یہ کلمہ زبان پر جاری کرتے ہوئے روانہ ہوئے اور سلامتی کے ساتھ اس پانی سے گذر گئے سوائے دو شخصوں کے

Presented by www.ziyaraat.net/

ایک بنی جمح سے اور دوسرا بنی عدی سے۔ ان میں سے ایک نے تو بسم اللہ کہا اور صحیح و سالم گزر گیا مگر دوسرے نے بسم اللہ لات و العزیٰ کہا وہ ڈوب گیا۔ ابو جہل نے کہا یہ سحر عظیم تھا۔ دوسروں نے کہا کہ نہیں یہ جادو نہیں ہے بلکہ محمدؐ اپنے پروردگار کے نزدیک گرامی ترین مخلوق ہیں۔ لیکن ابو جہل کے دل میں حسد کی آگ زیادہ بھڑک اٹھی۔ اثناء راہ میں وہ ملعون ایک کنویں پر پہنچا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنی مشکیں بھر لو اور چھپا لو پھر کنویں کو پاٹ دو۔ جب بنی ہاشم اس جگہ پہنچیں گے پیاس سے ہلاک ہو جائیں گے اور میرے دل کو محمدؐ کی ہلاکت سے تسکین ہو جائے گی۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر محمدؐ اس سفر میں صحیح و سالم پہنچیں گے تو ان کو ہم لوگوں پر بہت فوقیت ہو جائے گی جو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ غرض مشکیں پانی سے بھر لیں اور کنویں کو پاٹ دیا اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر روانہ ہو گیا اور اپنے ایک غلام کو پانی کی ایک مشک دے کر کہا کہ اس پہاڑ کے پیچھے پوشیدہ ہو جا۔ جب محمدؐ اور ان کے اصحاب یہاں پہنچیں اور تشنگی کے سبب ہلاک ہو جائیں تو مجھ کو آکر خوشخبری دینا میں تجھ کو آزاد کر دوں گا اور جو کچھ تو چاہے گا تجھ کو عطا کروں گا۔ غرض آنحضرتؐ مع اپنے ہمراہیوں کے وہاں پہنچے اور کنویں کو پٹا ہوا پایا تو لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر آنحضرتؐ کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور واقعہ بیان کیا۔ حضرتؐ نے اپنے ہاتھ آسمان کی جانب بلند کئے اور دعا کے ساتھ ہی آپ کے پیروں کے نیچے سے آب شیریں کا صاف و شفاف چشمہ جاری ہوا جس سے سب لوگوں نے پانی پیا اور جانوروں کو سیراب کیا اور مشکیں پانی سے بھر لیں۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ ابو جہل کا غلام یہ سب دیکھ رہا تھا۔ وہ آگے بڑھ کے اس ملعون کے پاس آیا۔ اس نے دیکھتے ہی پوچھا اے غلام کیا خبر ہے۔ اس نے کہا واللہ جو شخص محمدؐ سے دشمنی کرے گا نجات نہیں پا سکتا۔ پھر تمام واقعہ بیان کیا۔ ابو جہل ملعون بہت غضبناک ہوا اور اس کو گالیاں دیں۔ غرض وہ قافلہ شام کی ایک وادی میں پہنچا جس کو زبان کہتے تھے اس میں جھاڑیاں اور بے شمار درخت تھے۔ ناگاہ ایک بہت بڑا اژدہا درخت خرمہ کے برابر جھاڑیوں سے نکلا اور اپنا دہن کھولا جس سے نہایت ہیبت ناک آواز نکل رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آگ برس رہی تھی۔ ابو جہل کا اونٹ اس کو دیکھتے ہی بھڑکا اور اس ملعون کو اپنی پیٹھ سے گرا کر بھاگا۔ اس کے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور وہ لعین بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو اپنے غلاموں سے کہا ایک کنارے پر چل کر ٹھہرو۔ محمدؐ کا قافلہ بھی آتا ہو گا۔ ممکن ہے ان کا اونٹ بھی اسی طرح بھاگے اور ان کو ہلاک کر دے۔ غرض وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے تھوڑی دیر میں سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قافلہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ آنحضرتؐ نے اس کو دیکھ کر فرمایا اے پسر حشام یہاں تم لوگوں نے کیوں قیام کیا یہ جگہ تو ٹھہرنے کی نہیں ہے۔ اس نے کہا مجھے آپ سے آگے چلتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ آپؐ سید عرب ہیں۔ میں نے چاہا کہ آپ آگے چلیں ہم لوگ آپ کے پیچھے رہیں گے۔ خدا کی لعنت ہے اس پر جو آپ سے مقدم ہونا چاہے۔ یہ سن کر جناب عباس خوش ہو گئے۔ اور چاہا کہ آگے

بڑھیں۔ حضرتؐ نے فرمایا چچا جان ٹھہریئے ان کا ہم کو آگے بڑھانا مکر و فریب سے خالی نہیں ہے۔ پھر حضرتؐ خود آگے آگے روانہ ہوئے۔ جب درے میں داخل ہوئے تو اژدہا نکلا اور آنحضرتؐ کا ناقہ بھاگنا چاہتا تھا کہ آپؐ نے فرمایا کس چیز سے ڈرتا ہے۔ تجھ پر تو ختم المرسلینؐ ہے۔ پھر اژدھے سے خطاب فرمایا کہ جس راہ سے آیا اسی راہ سے پلٹ جا اور ہمارے قافلے میں کسی سے معترض نہ ہونا۔ اژدہا بقدرت الٰہی گویا ہوا اور کہا: **السلام علیک یا محمدا السلام علیک یا احمد۔** حضرت نے فرمایا: **السلام علی من اتبع الھدیٰ** اژدھے نے عرض کی اے محمدؐ میں جانوروں میں سے نہیں ہوں بلکہ جنوں کے بادشاہوں میں سے ہوں۔ میرا نام ہام بن الیم ہے۔ میں آپؐ کے جد ابراہیمؑ خلیل کے ہاتھ پر ایمان لایا ہوں۔ میں نے ان سے التماس کیا تھا کہ میری شفاعت فرمائیں ان حضرتؑ نے بتایا کہ شفاعت میرے ایک فرزند سے مخصوص ہے جس کا نام محمدؐ ہو گا۔ اور مجھے آگاہ کیا تھا کہ اس مقام پر آپ کی خدمت میں مشرف ہوں گا۔ میں مدت سے حضور کا انتظار کر رہا تھا آج باریابی حاصل ہوئی۔ میری التجا یہ ہے کہ حضورؐ مجھے اپنی شفاعت سے محروم نہ رکھیں گے۔ حضرت نے فرمایا ایسا ہی ہو گا۔ اب غائب ہو جا اور ہمارے قافلہ میں کسی سے تعرض نہ کرنا۔ یہ سنتے ہی وہ اژدہا غائب ہو گیا۔ اس واقعہ سے حضرتؐ کے معتقدین شاد و مسرور ہوئے' اور حسد کرنے والے اور جلنے لگے۔ حضرت کے چچاؤں نے آنحضرتؐ کی مدح میں اشعار پڑھے' پھر وہاں سے روانہ ہو کر ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں امید تھی کہ پانی ہو گا۔ لیکن وہاں کہیں پانی کا نشان نہ تھا۔ اہل قافلہ پیاس سے بے تاب ہوئے تو آنحضرتؐ نے اپنی آستین کہنی تک چڑھائی اور بالو کے اندر دست مبارک تک لے گئے اور سر آسمان کی جانب اٹھا کر دعا کی۔ ناگاہ آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹ نکلا کہ نہریں رواں ہو گئیں۔ آخر جناب عباس نے عرض کی اے برادر زادے بس کرو۔ خوف ہے کہ ہمارے اموال و سامان غرق ہو جائیں۔ غرض لوگوں نے وہ پانی پیا۔ جانوروں کو پلایا اور مشکیں بھریں۔ پھر حضرت نے میسرہ سے فرمایا کہ اگر کچھ خرما ہو تو لاؤ میسرہ ایک طبق خرما لایا' حضرت نے خرموں کو کھایا اور ان کے بیج زمین میں چھپاتے گئے۔ عباس نے پوچھا یہ کس لئے کر رہے ہیں؟ فرمایا چاہتا ہوں کہ یہاں ایک نخلستان ہو جائے۔ عباسؓ نے پوچھا کیا اس میں پھل بھی آ جائیں گے؟ فرمایا اسی وقت آپ میرے پروردگار کی قدرت دیکھیں گے۔ اس کے بعد قافلہ چلا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد حضرتؐ نے فرمایا اے چچا جان واپس جایئے اور درختوں کو دیکھئے اور میرے لئے ان سے خرما لے آیئے۔ جناب عباس واپس آئے تو دیکھا کہ درخت آسمان سے باتیں کر رہے ہیں رطب کے خوشے اور خرمے لٹکے ہوئے ہیں۔ انہوں نے تین اونٹ پر خرمے بار کئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے جن کو قافلہ کے تمام لوگوں نے کھایا اور شکر الٰہی بجا لائے اور آنحضرتؐ کی مدح وثناء کرنے لگے۔ ابو جہل نے کہا اے قوم ان خرموں کو مت کھانا جن کو اس جادوگر نے تیار کیا ہے پھر قافلہ چلتے چلتے گردن گاہ ایلہ تک پہنچا جہاں ایک دیر تھا جس میں بہت سے راہب تھے۔ ان

Presented by www.ziyaraat.net/

میں ایک راہب سب سے زیادہ عقلمند تھا۔ جسُ کو فلیق بن یونان بن عبدالصلیب کہتے تھے۔ اس کی کنیت ابو جبیر تھی اس نے تمام آسمانی کتابوں میں آنحضرتؐ کے اوصاف پڑھے تھے۔ جب انجیل پڑھتا اور آنحضرتؐ کی صفات پر نظر پڑتی تو رونے لگتا اور کہتا کہ فرزندو کون ہو گا جو مجھے اس بشیرو نذیر کی خوشخبری دے گا جو تہامہ سے تاج کرامت پہنے ہوئے مبعوث ہو گا اس پر ابر سایہ کرے گا اور وہ روز قیامت گنہگاروں کی شفاعت کرے گا۔ دوسرے راہب اس سے کہتے تھے رو رو کر اپنے تئیں ہلاک کرتے ہو شاید اس پیغمبر جلیل کی بعثت قریب ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم ممکن ہے کہ وہ مکہ میں ظاہر ہوا ہو۔ اور خدا کے نزدیک اس کا دین اسلام ہے۔ تم میں سے کون یہ خوشخبری مجھ کو دے گا کہ وہ زمین حجاز سے اس مقام پر آیا ہے۔ اس کے سر پر ابر سایہ فگن ہے۔ غرض وہ بار بار حضرتؐ کو یاد کرتا اور روتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی بینائی کمزور ہو گئی۔ ایک روز راہبان صومعہ راستہ کی جانب دیکھ رہے تھے کہ دامن صحرا سے ایک قافلہ کا نشان ظاہر ہوا قافلہ کے آگے آگے ایک آفتاب تھا جس پر ابر سایہ کئے ہوئے تھا اس کی روشن پیشانی سے نور نبوت اس طرح چمک رہا تھا کہ آنکھیں نہ ٹھہرتی تھیں۔ یہ دیکھ کر وہ راہب چلا اٹھے کہ اے پدر یہ قافلہ حجاز کی جانب سے آ رہا ہے۔ راہب نے کہا اے فرزندان روحانی بہت سے قافلے اس سرزمین سے آئے ہیں لیکن ان میں میرا یوسف نہ تھا اور میری آنکھیں اس کی جدائی میں پتھرا گئیں۔ ان لوگوں نے کہا اے پدر اس قافلہ سے ایک نور آسمان تک چمک رہا ہے اس نے کہا غالباً" وہ وقت آ گیا کہ مفارقت کی تاریک رات مواصلت کی صبح سے تبدیل ہو گئی۔ پھر اس نے آسمان کی جانب رخ کر کے کہا اے معبود اے میرے آقا و مولا اسی محبوبؐ کے صدقہ میں جس کا اشتیاق ہر وقت میرے دل میں زیادہ ہوتا جاتا ہے میری آنکھیں مجھے پھر عطا فرما دے تاکہ اس کے آفتاب جمال کو دیکھوں۔ ابھی اس کی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ اسکی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ پھر تو اس نے دوسرے راہبوں سے خطاب کیا کہ دیکھا تم نے میرے محبوب کی قدر و منزلت میرے معبود کے نزدیک کس قدر ہے۔ پھر بولا اے فرزندو اگر وہ پیغمبر مبعوث اس گروہ کے درمیان ہے تو اس درخت کے نیچے قیام کرے گا۔ اور یہ درخت خشک اس کی برکت سے سرسبز ہو جائے گا۔ اور اس میں پھل لگ جائیں گے کیونکہ بہت سے انبیاء اس درخت کے نیچے ٹھہرے ہیں اور وہ عیسیٰؑ کے زمانہ سے اس وقت تک خشک پڑا ہے اور اس کنویں میں مدتوں سے پانی نہیں ہے مگر وہ اسی سے پانی پیئے گا۔ تھوڑی دیر بعد وہ قافلہ بھی وہاں پہنچ گیا اور کنویں کے گرد قیام پذیر ہوا۔ اونٹوں سے سامان کھول کر رکھا۔ چونکہ جناب رسولؐ خدا ہمیشہ اہل قافلہ سے علیحدہ تنہائی پسند فرمایا کرتے تھے اور ذکر خدا کیا کرتے تھے اس لئے اسی درخت کی جانب چلے۔ جب آپ نے اس کے نیچے قیام فرمایا وہ اسی وقت سرسبز ہو گیا اور اس میں پھل پیدا ہو گئے۔ پھر حضرتؐ وہاں سے اٹھے اور کنویں پر آئے اس میں پانی نہ تھا آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا بس فوراً چاروں طرف سے اس میں چشمے ابل پڑے اور کنواں آب شیریں سے

بھر گیا۔ راہب نے یہ حالات جو دیکھے بولا کہ اے فرزند میرا مطلوب یہی ہے دوڑو اور جلد بہترین کھانا تیار کرو تاکہ میں اس کی خدمت میں حاضر ہوں کیونکہ وہ سیدؐ انام ہے اور میں اس سے تمام راہبوں کے لئے امان طلب کروں۔ یہ سن کر وہ کھانے کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ پھر اس نے کہا جاؤ اور گروہ کے سردار سے ملو اور کہو ہمارے باپ آپ لوگوں کو سلام کہتے ہیں۔ اور آپ کے لئے طعام کا انتظام کیا ہے۔ التماس ہے آپ لوگ کھانے کے لئے صومعہ میں تشریف لے چلیں۔ قاصد کی ملاقات ابو جہل ملعون سے ہو گئی۔ اس نے راہب کا پیغام پہنچایا۔ ابو جہل نے قافلہ کے درمیان ندا کی کہ اس راہب نے ہماری دعوت کی ہے۔ سب کھانے کے لئے دَیر میں چلو۔ لوگوں نے کہا ہم اپنے مال و اسباب کے پاس کس کو چھوڑیں؟ ابو جہل نے کہا محمدؐ کو کیونکہ وہ سچے اور امین ہیں۔ اہل قافلہ نے آنحضرتؐ سے التجا کی کہ ان کے اموال کے پاس بیٹھ جائیں اور ابو جہل آگے آگے اور اہل قافلہ اس کے پیچھے پیچھے صومعہ میں داخل ہوئے۔ راہبوں نے ان کو عزت و احترام سے بٹھایا اور کھانا ان کے سامنے حاضر کیا۔ وہ کھانے میں مشغول ہوئے تو راہب نے اپنی ٹوپی سر سے اتاری اور ایک ایک کے پاس جا جا کر ان کے چہرے کو دیکھنا شروع کیا' لیکن کسی میں صفات پیغمبرؐ آخر الزمان نظر نہ آئے تو اس نے اپنی کلاہ پھینک دی اور چیخ اٹھا کہ وائے ناکامی مجھے اپنے مطلوب نظر نہیں آتا۔ پھر پوچھا کہ اے گروہ قریش تم میں سے کوئی باقی رہ گیا ہے جو یہاں نہیں آیا؟ ابو جہل نے کہا ہاں ایک طفل نوخیز جو ایک عورت کا اجیر ہے اور اس کی طرف سے تجارت کے لئے آیا ہے۔ ابھی اس کا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ جناب حمزہؓ نے اپنی جگہ سے جست کی اور پہنچ کر اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے وہ پیٹھ کے بل گر پڑا۔ اور فرمایا یہ کیوں نہیں کہتا کہ بشیرو نذیر اور سراج منیر باقی ہے اور ہم نے اس کو اس کی امانت و جلالت اور دیانت کے سبب اپنے مال و متاع کے پاس چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان صفات میں ہم میں کوئی اس سے بہتر نہیں ہے۔ پھر حمزہؓ نے اس سے کہا کہ یہ کتاب جو تمہارے ہاتھ میں ہے مجھے دکھاؤ کہ اس میں کیا لکھا ہے تاکہ میں مشکل حل کر دوں اور تم جس کو چاہتے ہو اس سے ملاقات کراؤں۔ راہب نے کہا اے میرے سردار یہ وہ نسخہ ہے جس میں پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف لکھے ہیں۔ کہ وہ نہ قد میں لمبا ہو گا اور نہ چھوٹا بلکہ درمیانہ قد ہو گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہو گی اس کے سر پر ابر سایہ فگن ہو گا۔ وہ زمین تہامہ سے مبعوث ہو گا۔ روز قیامت گنہگاروں کی شفاعت کرے گا۔ جناب عباس نے کہا اے راہب اگر تو اس کو دیکھے تو پہچان لے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ عباس نے اچھا میرے ساتھ آؤ تاکہ اس درخت کے نیچے ان صفات والے بزرگ کو دکھاؤں۔ یہ سن کر راہب نہایت عجلت کے ساتھ ان کے ہمراہ روانہ ہوا اور حضرتؐ کی طرف دوڑا۔ جب وہ قریب پہنچا تو حضرتؐ نے اس کی تعظیم کی۔ راہب نے سلام کیا حضرت نے فرمایا علیک السلام اے راہبوں کے عالم اور اے فلیق بن یونان بن عبدالصلیب۔ راہب نے پوچھا آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا۔ اور آپ کو میرے

Presented by www.ziyaraat.net/

باپ دادا کا نام کس نے بتایا؟ فرمایا نے اس نے بتایا جس نے تجھ کو خبر دی ہے کہ میں آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گا۔ یہ سنتے ہی راہب آنحضرتؐ کے قدموں پر گر پڑا اور اپنا منہ پائے اقدس پر ملنے لگا اور بوسہ دینے لگا۔ کہتا تھا اے میرے سردار امیدوار ہوں کہ میرے منعقد کردہ ولیمہ میں شرکت فرمایئے اور میری عزت افزائی کیجئے۔ حضرتؐ نے فرمایا اس گروہ نے اپنے سامان و اسباب میرے سپرد کئے ہیں۔ راہب نے کہا میں ان کے سامان کا ضامن ہوں اگر کسی کے اونٹ کی نکیل گم ہو جائے گی تو اس کے عوض میں اونٹ دوں گا۔ غرض آنحضرتؐ اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اس کے صومعہ کے دو حصے تھے ایک بڑا حصہ تھا دوسرا چھوٹا۔ ان کے سامنے ایک چھوٹا سا کلیسا بنا ہوا تھا جس میں تصویریں لگی ہوئی تھیں۔دروازہ چھوٹا بنایا گیا تھا اس لئے کہ جو اس میں داخل ہو سمٹ کر داخل ہو تاکہ ان تصویروں کی تعظیم ہو جائے۔ راہب دانستہ آنحضرتؐ کو اس دوازے سے لے گیا تاکہ آپ کے معجزات مشاہدہ کرے اور اس کے یقین میں اضافہ ہو۔ راہب سمٹ کر جھکتا ہوا دروازہ میں داخل ہو گیا تو بقدرت الٰہی وہ دروازہ بلند ہو گیا اور حضرتؐ پورے قد سے داخل ہوئے۔ اور حضرتؐ جب داخل مجلس ہوئے تو سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپؐ کو صدر مجلس میں جگہ دی۔ وہ راہب حضرتؐ کے سامنے کھڑا ہوا اوردوسرے راہب بھی کھڑے رہے اور شام کے لطیف میوے حضرتؐ کے سامنے لائے گئے۔ پھر راہب نے آسمان کی جانب سربلند کرکے کہا خداوند مہر نبوت دیکھنا چاہتا ہوں۔ اسی وقت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور آنحضرتؐ کے شانوں سے لباس ہٹایا اور مہر نبوت نمایاں ہو گئی جس سے ایک ایسا نور چمکا کہ تمام مکان روشن ہو گیا۔ راہب اس نور کی دہشت سے سجدہ میں گر پڑا۔ جب سر اٹھایا تو بولا کہ آپ وہی ہیں جس کی مجھے جستجو تھی۔ غرض سب لوگ تو وہاں سے چلے گئے۔ آنحضرتؐ اس راہب کے پاس رہ گئے۔ ابوجہل بھی ذلیل و حقیر ہو کر واپس گیا۔ جب تنہائی ہو گئی تو راہب نے کہا اے میرے سیدؐ و سردار آپؐ کو خوشخبری ہو کہ حق تعالیٰ آپ کے واسطے سرکشاں عرب کی گردنیں خاک پر جھکا دے گا' آپ تمام عرب کے مالک ہوں گے' قرآن آپ پر نازل ہو گا۔ آپ ہی لوگوں کے سردار ہوں گے' آپ کا دین اسلام ہو گا' آپ بتوں کو توڑیں گے اور باطل دینوں کو مٹائیں گے۔ آتشکدوں کو گل کریں گے صلیبوں کو توڑیں گے۔ آپ کا نام آخر زمانہ تک باقی رہے گا۔ میرے سردار میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ ہم سب کو اپنے صدقہ میں امان دیجئے اور تمام راہبوں سے اپنے زمانہ تسلط میں جزیہ لے لیجئے گا۔ پھر میسرہ سے کہا اپنی مالکہ کو میری جانب سے سلام کہنا اور خوشخبری دینا کہ سیدؐ انام کو تم نے پا لیا ہے خداوند عالم اس پیغمبر کی نسل اس کی اولاد میں قرار دے گا۔ اور اس کا نام قیامت تک باقی رہے گا' اور تمام اہل کیں اس سے حسد کریں گے۔ اور بتا دینا کہ کوئی شخص داخل بہشت نہ ہو گا سوائے اس کے جو اس پر ایمان لائے گا اور اس کی رسالت کی تصدیق کرے گا۔ بے شبہ وہ تمام پیغمبروں میں افضل و برتر ہے۔ اور اے میسرہ شام کے یہودیوں سے ان کے بارے میں ہوشیار رہنا کہ وہ سب ان کے دشمن ہیں۔

غرض آنحضرتؐ نے راہب کو رخصت کیا اور قافلہ میں واپس آئے۔ اور شام کی جانب روانہ ہوئے۔ جب شام میں پہنچے وہاں کے لوگ قافلہ کے پاس جمع ہوئے اور سب نے مال تجارت اچھی قیمتوں میں خرید کیا۔ لیکن آنحضرتؐ نے اپنا مال فروخت نہ کیا۔ اس وقت ابوجہل ملعون نے کہا کہ خدیجہؓ نے کبھی (معاذ اللہ) ان سے زیادہ منحوس تاجر تجارت کے لئے نہیں بھیجا۔ دوسروں کے تمام اموال فروخت ہو گئے اور اس کا تمام مال زمین پر پڑا ہے۔ غرض اطراف شام کے رہنے والوں کو قافلہ کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو سب جوق در جوق آنے لگے اور وہاں اموال خدیجہ کے سوا کسی کا مال باقی نہ تھا۔ جناب رسول خداؐ نے تمام مال دوگنی قیمت پر فروخت کیا۔ یہ دیکھ کر ابوجہل بہت مغموم ہوا۔ اور خدیجہ کے اموال میں سے ایک بوجھ مال باقی رہ گیا تھا کہ یہودیوں کا ایک عالم حضرتؐ کے پاس آیا جس کا نام سعید بن قطمود تھا۔ اس نے حضرتؐ کو پہچان لیا اس لئے اس نے کتابوں میں آپؐ کے اوصاف پڑھے تھے۔ اس نے کہا یہی وہ ہے جو ہمارے دینوں کو باطل کرے گا' ہماری عورتوں کو بیوہ بنائے گا۔ پھر حضرتؐ سے پوچھا کہ یہ مال کتنے میں فروخت کیجئے گا۔ فرمایا پانچ سو درہم میں۔ اس نے کہا میں خریدتا ہوں اس شرط پر کہ میرے ساتھ میرے گھر چلئے اور دعوت قبول کیجئے تاکہ میرے گھر میں آپؐ کے سبب برکت ہو۔ حضرتؐ نے منظور فرمایا۔ یہودی نے خرید شدہ سامان اٹھایا' حضرتؐ اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہودی حضرتؐ سے پہلے اپنے مکان میں داخل ہوا اور اپنی زوجہ سے کہا کہ ایک ایسے شخص کو لایا ہوں جو ہماری دینوں کو مٹائے گا۔ چاہتا ہوں اس کے قتل میں میری مدد کرو۔ عورت نے پوچھا کس طرح مدد کروں اس نے کہا کہ چکی کا پاٹ لے کر کوٹھے پر چلی جاؤ۔ جب وہ اپنے مال کی قیمت لے کر مکان سے باہر نکلے اس کے سر پر وہ چکی گرا دے۔ وہ چکی کا پاٹ لے کر اوپر چلی گئی۔ جب حضرتؐ قیمت لے کر اس کے مکان سے باہر نکلے اور اس عورت کی نظر حضرتؐ کے جمال مبارک پر پڑی' تمام جسم کانپنے لگا۔ وہ پتھر نہ پھینک سکی اور حضرتؐ باہر چلے گئے۔ پھر جب اس نے اس پاٹ کو پھینکا تو یہودی کے دو لڑکے جو نیچے موجود تھے۔ ان کے سروں پر وہ پتھر گرا وہ اسی وقت مر گئے۔ یہودی نے یہ حال دیکھا تو گھر سے نکل کر دوڑا اور اپنی قوم کو پکارا کہ لوگو یہ وہ شخص ہے جو تمہارے دینوں کو باطل کرے گا۔ اس وقت میرے گھر آیا میں نے اس کو کھانا کھلایا اس نے میرے دو لڑکوں کو مار ڈالا اور واپس جا رہا ہے۔ یہودیوں نے یہ سنتے ہی تلواریں کھینچ لیں' گھوڑوں پر سوار ہو کر حضرتؐ کے پیچھے دوڑے۔ جب حضرتؐ کے چچاؤں نے یہودیوں کو دیکھا شیروں کے مانند عربی گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کے مقابلہ پر آ گئے اور حضرت حمزہؓ شیر خدا نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے بہتوں کو مار ڈالا۔ پھر ان میں سے ایک جماعت ہتھیار ہاتھوں سے پھینک کر ان کے پاس آئی اور کہا اے گروہ عرب یہ شخص جس کی حمایت میں تم لوگ ہم کو قتل کرتے ہو جب ظاہر ہو گا تو پہلے تمہارے شہروں کو برباد کرے گا' تمہارے مردوں کو قتل کرے گا' بتوں کو توڑے گا۔ اس کو چھوڑ دو تاکہ اس کو قتل کرکے ہم تم لوگوں سے اور اپنے لوگوں سے اس کے شر

Presented by www.ziyaraat.net/

کو دفع کر دیں۔ جناب حمزہؓ نے یہ سنا تو دوبارہ ان پر حملہ کیا اور فرمایا اے کافرو محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) جہالت و ضلالت میں ہمارا نور اور چراغ ہے۔ اگر ہماری جانیں بھی چلی جائیں، پھر بھی ہم اس کی حمایت سے باز نہ آئیں گے۔ غرض وہ سب مایوس ہو کر واپس گئے اور قریش کو ان کے بہت اموال غنیمت میں حاصل ہوئے۔ اور فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے اونٹوں پر بار کئے اور مکہ کی جانب واپس چلے۔ اثنائے راہ میں میسرہ نے قریش کو جمع کیا اور کہا تم میں سے ہر ایک کتنی مرتبہ سفر کر چکا ہے بتاؤ کسی سفر میں اس قدر نفع اور غنیمت تم کو حاصل ہوا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ میسرہ نے کہا سمجھ لو یہ تمام برکتیں محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے فیض قدم سے ہیں۔ لٰہذا مناسب ہے کہ تم میں ہر ایک ان کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کرے کیونکہ وہ صدقہ نہیں قبول کرتے بلکہ ہدیہ لیتے ہیں۔ یہ سن کر ہر ایک نے تھوڑا تھوڑا مال آنحضرتؐ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا یہاں تک کہ بہت سا مال جمع ہو گیا۔ حضرتؐ نے ان کو نہ روکا نہ کوئی جواب دیا۔ تو میسرہ نے تمام مال حضرتؐ کے لئے محفوظ کر لیا۔ جب وہ قافلہ مکہ کے قریب پہنچا ہر ایک قبیلہ نے اپنا اپنا ایک ایک آدمی خوشخبری دینے کے لئے مکہ میں بھیجا۔ میسرہ نے حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میرے سردار اگر آپ پہلے جا کر خدیجہ کو آنے کی خوشخبری دیں تو ان کی زیادہ خوشی کا باعث ہو گا۔ غرض حضرتؐ روانہ ہوئے تو زمین کی طنابیں کھنچ گئیں اور آپ جلد سے جلد مکہ کی پہاڑیوں تک پہنچ گئے۔ اس وقت حضرتؐ پر نیند غالب ہو گئی۔ خداوند عالم نے جبرئیلؑ کو وحی فرمائی کہ جنات عدن سے اس قبہ کو لے کر زمین پر جاؤ جس کو میں نے اپنے برگزیدہ بندہ محمدؐ کے لئے آدمؑ کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے خلق کیا ہے۔ اور اس کے سر پر کھولو۔ وہ قبہ یاقوت سرخ کا تھا جس میں مروارید سفید کی جھالریں لٹکی ہوئی تھیں۔ باہر سے اس کے اندر کی چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ جس کے چار رکن اور چار دروازے تھے۔ اس کے کھمبے بہشت کے یاقوت و زبرجد، سونے اور مروارید کے تھے۔ جب جبرئیلؑ نے وہ قبہ بہشت سے نکالا، حوریں خوشیاں منانے لگیں اور اپنے غرفوں سے جھانکنے لگیں۔ خدا کی حمد کرتی اور کہتی تھیں کہ گویا اس صاحب قبہ کے مبعوث ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ عرش کی جانب نسیم رحمت چلنے لگی۔ بہشت کے دروازوں سے خوشی کی آوازیں بلند ہوئیں۔ غرض جبرئیلؑ اس قبہ کو زمین پر لائے اور آنحضرتؐ کے سر پر قائم کیا۔ فرشتوں نے اس کھمبوں کو پکڑا اور تسبیح و تقدیس کی صدائیں بلند کیں۔ جبرئیلؑ تین علم آنحضرتؐ کے سامنے لے کر چلے۔ پہاڑ مسرت میں بالیدہ ہوئے درخت، طیور اور فرشتے سب نے آوازیں بلند کیں اور کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ گوارا ہو اے بندۂ بزرگ آپ کو اپنے پروردگار کے نزدیک آپ کس قدر صاحب مرتبہ ہیں۔ اس وقت خدیجہؓ اپنے مکان کے سب سے بلند بالا خانے پر بیٹھی تھیں۔ ان کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بھی موجود تھیں۔ ناگاہ ان کی نظر مکہ کی پہاڑیوں پر پڑی۔ خداوند عالم نے پردے ان کی آنکھوں سے ہٹا دیئے۔ انہوں نے ایک چمکتا ہوا نور اور ایک روشن

شعاع معلٰی کی جانب دیکھی۔ جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ خیمہ نور آ رہا ہے۔ ایک گروہ ہالائے ہوا اس قبہ کے گرد چلا آ رہا ہے جس کے آگے کچھ چمکتے ہوئے علم ہیں اور ایک شخص اس قبہ کے اندر آرام کر رہا ہے اور اس نور کے تن اقدس سے آسمان تک پھیلا ہوا ہے۔ اس عجیب و غریب حال کو دیکھ کر ان کو سخت حیرت ہوئی۔ ان عورتوں نے کہا اے سیدۂ عرب یہ کیا حال ہے جو ہم آپ میں مشاہدہ کر رہے ہیں؟ جناب خدیجہؓ نے کہا اے محترم بیبیو بتاؤ کہ میں خواب میں ہوں یا بیدار ہوں۔ انہوں نے کہا خدا نہ کرے آپ کی ایسی حالت ہو۔ خدیجہ نے کہا معلٰی کی جانب دیکھو اور بتاؤ کیا نظر آتا ہے۔ ان کے عورتوں نے دیکھ کر کہا ہم کو تو ایک نور دکھائی دیتا ہے جو آسمان تک بلند ہے پوچھا وہ نورانی قبہ اور اس کے اندر جو آرام کر رہا ہے اور وہ لوگ جو قبہ کے گرد ہیں تم کو نہیں دکھائی دیتے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ خدیجہ نے کہا میں قبہ کے اندر ایک سوار کو دیکھ رہی ہوں جو آفتاب سے زیادہ نورانی ہے میں نے کبھی ایسا قبہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ قبہ ایک ناقہ پر نصب ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناقہ میرے ناقہ صہبا ہے اور وہ سوار محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ ان عورتوں نے کہا ایسا قبہ جس کی آپ تعریف کر رہی ہیں محمدؐ کو کہاں سے ملا۔ ایسا قبہ تو بادشاہان عجم و روم کو بھی میسر نہیں۔ خدیجہ نے کہا محمدؐ کی شان ان سب سے بلند ہے۔ غرض جناب خدیجہؓ اسی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئی دیکھ رہی تھیں یہاں تک کہ وہ جناب رسولؐ خدا درگاہ معلٰے سے برآمد ہوئے۔ اور فرشتے وہ قبہ لے کر آسمان پر چلے گئے اور آنحضرتؐ مکان خدیجہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت دروازہ پر پہنچے خدیجہ کو کنیزوں نے آپؐ کے تشریف لانے کی خوشخبری دی۔ خدیجہ ننگے پیر صحن خانہ کی طرف دوڑیں۔ دروازہ کھولا تو حضرت نے فرمایا **السلام علیکم یا اھل البیت** خدیجہ نے کہا آپؐ کو بھی اے میری آنکھوں کی روشنی سلامتی گوارا ہو۔ حضرتؐ نے فرمایا آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ کے تمام مال سلامتی کے ساتھ فروخت ہو گیا۔ وہ بولیں آپ کی سلامتی میرے خوشخبری کے لئے کافی ہے خدا کی قسم میرے نزدیک دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے زیادہ آپ بلند مرتبہ ہیں۔ پھر چند اشعار حضرتؐ کی تشریف آوری کی خوشی میں پڑھے۔ پھر پوچھا کہ میرے سردار قافلہ کو آپؐ نے کہاں چھوڑا؟ فرمایا جحفہ میں۔ پوچھا آپؐ کے وہاں سے روانہ ہوئے کتنی دیر ہوئی؟ فرمایا ایک گھڑی سے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ خدیجہؓ نے کہا اس قدر جلد آپ یہاں پہنچ گئے؟ فرمایا خدا نے میرے واسطے زمین کو لپیٹ دیا اور منزل مقصود نزدیک کر دیا۔ یہ سن کر خدیجہؓ کی حیرت زیادہ ہو گئی اور ان کی خوشی کی بھی انتہا نہ رہی۔ اور کہا اے میری آنکھوں کی روشنی میری التجا ہے کہ آپ واپس جائیں اور قافلہ کے ہمراہ واپس آئیں تاکہ آپ کی بلندیٔ مرتبہ میری اور مسرت کا باعث ہو۔ غرض یہ تھی کہ دوبارہ دیکھیں کہ وہ قبہ پھر اسی طرح حضرت کے سر پر سایہ فگن ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر حضرتؐ کے لئے نہایت لذیذ و لطیف ناشتہ منگایا اور آب زم زم سے بھری ہوئی ایک مشک ہمراہ کی۔ جب حضرتؐ روانہ ہوئے تو آپ کو دیکھتی رہیں۔ ناگاہ وہی قبہ آسمان سے نیچے آیا اور

Presented by www.ziyaraat.net/

فرشتے بدستور سابق آنحضرتؐ کے گرد چلے۔ جب آنحضرتؐ قافلہ میں پہنچے تو میسرہ نے کہا میرے سردارؐ کیا مکہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا؟ فرمایا نہیں میں تو ہو آیا ہوں۔ میسرہ یہ سن کر ہنسا اور کہا حضور مزاح فرماتے ہیں۔ پہاڑ کے نیچے گئے اور واپس آ گئے فرمایا نہیں۔ میں خانہ کعبہ کے پاس گیا' اس کا طواف کیا' پھر خدیجہ سے ملاقات کی اور واپس آیا۔ میسرہ نے کہا کبھی کوئی غلط بات آپ سے نہیں سنی ہے نہایت تعجب ہے دو گھڑی میں کیونکہ آپ مکہ گئے اور واپس تشریف لائے۔ حضرتؐ نے فرمایا اگر تم کو شک ہے تو دیکھو یہ روٹی ناشتہ وغیرہ خدیجہ نے میرے ساتھ بھیجا ہے اور آب زم زم یہ ہے۔ یہ سن کر میسرہ نے لوگوں سے کہا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہاں سے روانہ ہوئے دو ساعت سے زیادہ گزرے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ تب اس نے کہا کہ وہ اتنی دیر میں مکہ گئے اور واپس آئے اور خدیجہ کا ہمراہ کیا ہوا کھانا بھی لائے ہیں۔ یہ سن کر لوگوں کو تعجب ہوا۔ ابوجہل نے کہا ساحروں سے ایسے امور کا اظہار تعجب نہیں ہے۔ پھر دوسرے روز قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ اہل مکہ استقبال کے لئے آئے اور خدیجہ نے اپنے غلاموں اور عزیزوں کو حضرتؐ کے پیشوائی کو بھیجا تھا کہ درمیان راہ میں مجلس آراستہ کریں اور آنحضرتؐ کی خوشی کی واپسی میں قربانیاں کریں اور خود انتظار میں راستہ کی طرف نظر جمائے دیکھنے لگیں۔ اہل مکہ کو خدیجہؓ کے مال میں اضافہ اور نفع کی زیادتی کے سبب تعجب تھا جو آنحضرتؐ ہمراہ لائے تھے۔ غرض آفتاب نبوت خدیجہؓ کے دروازہ سے طالع ہوا۔ حضرتؐ نے تمام مال وسامان خدیجہؓ کے سپرد کیا۔ وہ پس پردہ بیٹھی تھیں اور حضرتؐ کے حسن و جمال اور کثرت مال و تعجب کر رہی تھیں جو حضرتؐ ان کے لئے لائے تھے۔ خدیجہؓ نے کسی کو بھیج کر اپنے والد خویلد کو بلایا اور کہا اس بابرکت ذات نے اس سفر میں اس قدر منافع حاصل کیا ہے کہ اب تک میری تمام تجارت میں کسی نے اتنا نفع حاصل نہ کیا تھا۔ پھر میسرہ سے مخاطب ہوئیں اور سفر کے حالات دریافت کئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف اور کرامتوں میں سے کیا کیا تو نے دیکھے میسرہ نے کہا مجھ میں کہاں طاقت ہے کہ آپؐ کے صفات حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کا کچھ حال بیان کر سکوں یا آپؐ کے معجزات و کرامات کا کچھ بھی ذکر کر سکوں۔ پھر سیلاب اور خشک کنویں اور اژدھے اور خشک درخت وغیرہ اور جو کچھ راہب نے حضرتؐ کے بارے میں کہا تھا' اور جو پیغام حضرت خدیجہؓ کو بھیجا تھا خدیجہؓ سے بیان کیا۔ خدیجہؓ نے فرمایا اے میسرہ بس کر۔ تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں میرے اشتیاق کو زیادہ کر دیا جا میں نے تجھ کو تیری زوجہ اور فرزندوں کو آزاد کیا۔ اور دو سو درہم اور دو اونٹ اس کو عطا کئے اور خلعت فاخرہ پہنایا۔ پھر حضرت رسالت مابؐ پر نوازشیں کیں اور بہت کچھ مال و متاع کا وعدہ کیا۔ حضرتؐ ان سے رخصت ہو کر جناب ابو طالب کے پاس آئے اور فوائد و حالات سفر آپ سے بیان کئے۔ اور کہا اے عم محترم یہ سب کچھ جو اس سفر میں حاصل ہوا ہے آپ کے سبب سے حاصل ہوا ہے جناب ابو طالب نے ان کو سینہ سے لگایا اور پیار کیا اور کہا اے میری آنکھوں کے نور میری تمنا ہے کہ تمہارے لئے

ایسی زوجہ کا انتظام ہو جائے جو تمہارے درجہ اور مرتبہ کے موافق ہو۔ دوسرے روز حضرتؐ نے غسل کیا' لباس فاخرہ زیب جسم کئے' خوشبو لگائی اور خدیجہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے خدیجہؓ نے حضرتؐ کو دیکھا تو بہت خوش ہوئیں اور کہ میرے سردار آپ کی جو حاجت ہو بیان فرمایئے آپ کی تمام حاجتیں پوری کروں گی۔ آپ نے جو زر و مال مجھ سے حاصل کیا کس مصرف میں خرچ کرنے کا ارادہ ہے۔ فرمایا میرے چچا کی خواہش ہے کہ وہ سب میری شادی میں صرف کریں اور میرے لئے زوجہ کی خواستگاری فرمائیں۔ یہ سن کر خدیجہؓ مسکرائیں اور کہا میرے سردار میں آپ کے لئے ایسی زوجہ کا انتظام کروں تو مجھے بھی پسند ہو؟ فرمایا بہتر ہے۔ خدیجہ نے کہا میں نے آپ کے لئے ایک عورت کا انتظام کیا ہے جو آپ ہی قوم سے ہے اور مال و حسن و جمال اور عفت و کمال اور سخاوت و طہارت میں مکہ کی تمام عورتوں سے بہتر ہے۔ وہ آپ کے تمام امور میں آپ کی مددگار ہو گی۔ اور بہت ہی تھوڑے میں راضی ہو جائے گی۔ اور نسب میں آپ سے قریب ہے۔ اگر آپ اس کی خواستگاری کریں تو تمام عرب بلکہ بادشاہان زمین آپ پر رشک کریں گے۔ لیکن اس میں دو عیوب ہیں۔ اول یہ کہ اس سے پہلے اس کے دو شوہر گزر چکے ہیں اور دوسرا عیب یہ ہے کہ آپ سے عمر میں زیادہ ہے۔ حضرت نے یہ سنا تو شرم سے آپ کی پیشانی مبارک عرق عرق ہو گئی اور خاموش ہو گئے۔ پھر دوسری مرتبہ خدیجہؓ نے انہی باتوں کا اعادہ کیا اور کہا آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔ اس وقت حضرتؐ نے کہا اے خدیجہ تم بہت مالدار ہو اور میں پریشان حال ہوں۔ میں تو ایسی عورت چاہتا ہوں جو مجھ سے مال وغیرہ میں برابر ہو۔ خدیجہؓ نے کہا خدا کی قسم اے محمدؐ میں اپنے تئیں آپ کی کنیز سمجھتی ہوں۔ اور میرا مال' غلام اور کنیزیں سب کچھ آپ ہی کی ہیں۔ اور جو اپنی جان آپ سے عزیز نہ رکھے وہ مال کیا عزیز رکھے گی۔ میں آپ کو اس خدا کی قسم دیتی ہوں جو دنیا والوں کی آنکھوں سے حقائق و اسرار کے ساتھ او جھل ہے اور کعبہ و استار کا واسطہ میرے سر پر ہاتھ رکھئے اور اسی وقت اپنے چچاؤں کو میرے والد کے پاس بھیجئے کہ میری آپ کے واسطے خواستگاری کریں۔ اور مہر کی زیادتی کی پروا نہ کیجئے۔ میں اپنے مال سے دوں گی اور میری جانب سے نیک گمان رکھئے جس طرح میں آپ کی طرف سے نیک گمان رکھتی ہوں۔ غرض جناب رسول خداؐ وہاں سے اٹھ کر جناب ابو طالب کے پاس آئے اس وقت آپؐ کے سب چچا وہاں موجود تھے۔ حضرتؐ نے کہا چچا جان میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ خویلد کے پاس تشریف لے جائیں اور میرے لئے خدیجہؓ کی ان سے خواستگاری کریں۔ چونکہ وہ لوگ حقیقت حال سے آگاہ نہ تھے اس لئے ان کو تامل ہوا اور صفیہ دختر عبدالمطلبؒ کو دریافت حال کے لئے خدیجہ کے گھر بھیجا جب وہ وہاں پہنچیں خدیجہؓ نے ان کا استقبال کیا اور نہایت عزت و احترام سے پیش آئیں۔ صفیہ نے درپردہ گفتگو کرنا شروع کیا۔ جناب خدیجہؓ نے کھل کر کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ محمدؐ خدا کی جانب سے تائید یافتہ ہیں۔ میں ان کی زوجیت عرب دنیا اور شرف عقبیٰ کا سبب سمجھتی ہوں بس کچھ اور نہیں چاہتی۔ اور صفیہ کو خلعت فاخرہ پہنایا۔ صفیہ

Presented by www.ziyaraat.net/

نہایت خوش و خرم اپنے بھائیوں کے پاس آئیں اور کہا بسم اللہ آپ لوگ جایئے خدیجہؓ کو محمدؐ کا شرف خدا کے نزدیک معلوم ہو چکا ہے۔ اور وہ ان کی محبت میں بے چین ہیں۔ یہ سن کر حضرتؐ کے سب چچا مسرور ہوئے سوائے ابو لہب کے جو حسد کے سبب رنجیدہ و مغموم ہوا۔ پھر عباسؓ نے اٹھ کر کہا اب کیا بیٹھے ہوئے چلو کہ امور خیر میں جلدی کرنا چاہیے۔ جناب ابو طالب نے حضرت رسولؐ کو لباس فاخرہ پہنایا' شمشیر ہندی حضرتؐ کی کمر میں باندھی اور ایک عربی نجیب گھوڑے پر سوار کیا۔ آپ کے چچاؤں نے ستاروں کی اس ماہ تاباں کو بیچ میں لیا اور روانہ ہوئے۔ جب خویلد کے گھر پہنچے انہوں نے آپ بنی ہاشم کے بے حد تعظیم کی۔ ان لوگوں نے پیغام نسبت دیا۔ خویلد نے کہا خدیجہ اپنے معاملہ کی خود مالک ہے۔ اس کی عقل میری عقل سے زیادہ ہے۔ بہت سے بادشاہوں اور عرب کے اکابر نے اس کی خواستگاری کی' لیکن وہ راضی نہیں ہوئی۔ یہ جواب ان لوگوں کو ناگوار ہوا اور وہاں سے اٹھ کر چلے خدیجہ کو معلوم ہوا تو بہت بے چین ہوئیں اور اپنے چچا ورقہ کو بلایا۔ وہ ایک عرب راہب اور عالم تھے اور بہت سی کتابیں انبیائے سابقین کی پڑھے ہوئے تھے۔ وہ آئے تو خدیجہ کو محزون و مغموم دیکھا۔ سبب پوچھا۔ کہا اے چچا اس کا حال اور کیا ہو گا جس کا کوئی مونس و مددگار نہ ہو۔ ورقہ نے کہا شاید شوہر کرنے کا ارادہ ہے۔ تمام بادشاہوں اور اکابر نے تمہاری خواستگاری کی مگر تم نے قبول نہ کیا۔ خدیجہ نے کہا چچا جان نہیں چاہتی ہوں کہ مکہ سے باہر جاؤں۔ ورقہ نے کہا اہل مکہ میں سے بھی بہت لوگوں نے تمہاری خواہش کی مثل شیبہ و عقبہ اور ابو جہل کے مگر تم نے سب کو جواب دے دیا۔ خدیجہ نے کہا یہ سب اہل ضلالت و جہالت ہیں۔ کسی اور کے متعلق آپ کا گمان ہے کہ ان کے برعکس اوصاف کا مالک ہو۔ ورقہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ نے تمہاری خواستگاری کی ہے۔ خدیجہ نے کہا چچا جان ان میں کوئی عیب بھی آپ کو نظر آیا؟ ورقہ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر بولے ان کا عیب یہ ہے کہ نجابت و کرامت اور شرف. عزت کی شاخ ہیں اور خلق اور خلق میں اپنا نظیر نہیں رکھتے اور فضل و کرم اور علم وجود میں مشہور آفاق ہیں۔ خدیجہ نے کہا جس طرح آپ نے ان کے اوصاف بیان کئے عیوب بھی بیان کیجئے ورقہ نے کہا ان کا عیب یہ ہے کہ وہ عالم کے چاند اور زمین و آسمان کے آفتاب ہیں۔ ان کی گفتار شہد سے زیادہ شریں ہے اور افعال و کردار کا حسن دنیا میں بے مثل ہے۔ خدیجہ نے کہا اے چچا جان اگر ان کا کوئی عیب آپ کو معلوم ہو تو بتایئے۔ ورقہ نے کہا وہ حسن میں یکتا اور نسب میں بلند ہیں حسن سیرت اور صفائی باطن میں سارے عالم پر فضیلت رکھتے ہیں۔ خو شخوئی' خوشمزاجی اور شیریں کلامی میں ان کا کوئی مثل نہیں ہے۔ خدیجہ نے کہا میں جس قدر ان کے عیب پوچھتی ہوں آپ ان کے فضل و شرف بیان کرتے ہیں۔ ورقہ نے کہا میری کیا حقیقت ہے کہ ان کے اوصاف کا احصار کروں لاکھ میں ایک فضیلت بھی بیان نہیں کر سکتا۔ خدیجہؓ نے کہا میں نے انہی کو پسند کیا ہے اور ان کی عظمت سمجھ چکی ہوں۔ ان کے طور و طریقے کو بہتر جانتی ہوں ان کے سوا کسی اور کا خیال نہیں کر

سکتی۔ ورقہ نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو تم کو خوشخبری ہو کہ ان کو بہت جلد خدا مرتبہ رسالت پر پہنچائے گا اور وہ مشرق و مغرب کے بادشاہ ہوں گے۔ اے خدیجہ مجھ کو کیا دو گی اگر آج شب تم کو ان کے ساتھ تزویج کر دوں۔ خدیجہ نے کہا میرا سب مال آپ کے سامنے موجود ہے جو کچھ چاہیے لے لیجئے۔ ورقہ نے کہا میں مال دنیا نہیں چاہتا۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے میری شفاعت کرا دو۔ اے خدیجہ سمجھ لو کہ ہم کو عظیم حساب و کتاب درپیش ہے اور اس روز کوئی شخص نجات نہ پائے گا سوائے اس کے جس نے محمدؐ کی پیروی اور اطاعت کی ہو گی اور ان کی رسالت کی گواہی دی ہو گی۔ وائے ہو اس پر جو بہشت سے دور ہو گا اور جہنم میں جائے گا۔ خدیجہ نے کہا میں آپ کی شفاعت کی ضامن ہوتی ہوں۔ غرض ورقہ وہاں سے خویلد کے پاس گئے اور کہا اپنے واسطے کیا کرنا چاہتے ہو انہوں نے پوچھا میں نے کیا کیا؟ ورقہ نے کہا فرزندان عبدالمطلب کے دلوں کو تم نے رنجیدہ کیا وہ تم پر غضبناک ہیں۔ حمزہ کی تلوار سے تم ڈرتے نہیں ہو کہ ناگہاں تمہارے سر پر آپڑے اور تم کو ہلاک کر دے۔ کہا میں نے ان کے ساتھ کیا برائی کی ہے۔ ورقہ نے کہا ان کی خواہش کو تم نے رد کر دیا اور ان کے برادر زادے محمدؐ کو حقیر سمجھا۔ خویلد نے کہا میں محمدؐ کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ جبکہ تمام علماؑ ان کی نیکی کی شہادت دیتے ہیں۔ لیکن دو باتیں مانع ہوئیں اول یہ کہ تمام اکابر عرب کو میں نے جواب دے دیا اگر خدیجہؓ کی نسبت محمدؐ سے کرتا ہوں تو وہ سب مجھ سے خلاف ہو جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ خدیجہ محمدؐ سے نسبت پر راضی نہ ہو گی۔ ورقہ نے کہا کوئی ایسا نہیں ہے جو محمدؐ کے اوصاف نہ جانتا ہو اور آرزو نہ رکھتا ہو کہ اپنی بیٹی اس کو دے۔ اور خدیجہ نے چونکہ اس کے فضائل اور کرامتیں بہت کچھ مشاہدہ کی ہیں اس لئے ان کے ساتھ تزویج پر راضی ہے۔ پھر بہت سے وعدے وعید کر کے خویلد کو راضی کر لیا اور ان کو لے کر حضرت ابو طالبؑ کے گھر آئے۔ وہاں تمام فرزندان عبدالمطلب موجود تھے۔ ورقہ نے اپنے بھائی کی طرف سے بہت معذرت کی اور دونوں بھائیوں نے وعدہ کیا کہ کل صبح اکابر قریش کے مجمع میں اس مبارک نکاح کا انعقاد کریں گے۔ پھر ورقہ اپنے بھائی کو اور تمام اولاد عبدالمطلب کو اپنے ہمراہ کعبہ کے پاس لائے اور مجمع قریش میں خویلد کی جانب سے وکالت کرتے ہوئے خدیجہ کے نکاح میں شرکت کی دعوت دی کہ کل صبح کو آپ سب لوگ خدیجہؓ کے مکان پر آئیں کیونکہ میں اپنے بھائی کی جانب سے وکیل ہو کر خدیجہؓ کا عقد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کروں گا اور اس پر تمام اکابر قریش کو گواہ کیا۔ وہاں سے خوش و خرم خدیجہ کے پاس آئے اور ان کو خوشخبری دی۔ خدیجہ نے ایک خلعت فاخرہ ان کو عطا کیا جس کی قیمت پانچ سو اشرفیاں تھیں۔ ورقہ نے کہا مجھے اس مال دنیا کی رغبت نہیں۔ میں اس معاملہ میں جو کوشش کر رہا ہوں اس سے بجز حصول شفاعت محمدؐ کوئی غرض نہیں ہے۔ پھر کہا اپنے مکان کو آراستہ کرو اور ولیمہ کا انتظام کرو کیونکہ تمام اکابر قریش تمہارے یہاں آئیں گے۔ غرض خدیجہؓ نے غلاموں اور کنیزوں کو حکم دیا۔ انہوں نے بہترین فرش' پردے وغیرہ جو کچھ موجود تھے

Presented by www.ziyaraat.net/

نکالے اور مکان کو ہر طرح آراستہ کیا اور بہت سے جانوروں کو ذبح کیا اور طرح طرح کے لذیذ کھانے، حلوے وغیرہ تیار کئے اور ہر قسم کے میوے اور پھل مہیا کئے۔ پھر ورقہ حضرت ابو طالب کے مکان پر آئے اور جناب سرور کائنات کی خدمت میں اپنی کوششوں کا تذکرہ کیا۔ حضرت نے شفاعت و کرامت کی خوشخبری دی۔ ابو طالب بھی انتظام عقد میں مشغول ہوئے۔

روایت ہے کہ اس وقت عرش و کرسی وجد میں آئے اور فرشتوں نے سجدۂ شکر میں قیام کیا حق سبحانہ و تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ لوائے حمد کو کعبہ پر نصب کریں۔ مکہ کے پہاڑوں نے فخر سے سربلند کئے اور تقدیس و تسبیح الہی میں مشغول ہوئے۔ زمین شادی سے بالیدہ ہوئی مکہ شرف میں عرش اعظم سے برتر ہوا۔ دوسری صبح کو اکابر عرب اور صنادید قریش مثل ستاروں کے خدیجہ کے محل میں جمع ہوئے خدیجہ نے بے شمار کرسیاں مہیا کی تھیں اور صدر مجلس میں ایک بڑی کرسی آراستہ کی تھی جو تمام کرسیوں سے ممتاز تھی۔ جب ابو جہل ملعون مجلس میں داخل ہوا نہایت غرور و نخوت کے ساتھ اس کرسی کی طرف چلا۔ میسرہ نے پکار کر کہا اپنے قدر و منزلت پہچان اور اپنے درجہ سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کر۔ دوسری کرسی پر بیٹھ کیونکہ وہ تیری جگہ نہیں ہے۔ ناگہاں آوازیں بلند ہوئیں اور اہل مجلس اٹھ اٹھ کر استقبال کے لئے دوڑے۔ لوگوں نے دیکھا کہ عباس و حمزہ اور ابو طالب خراماں خراماں آ رہے ہیں۔ حمزہ اپنی تلوار کھینچے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اے اہل عرب دائرۂ ادب سے باہر نہ ہو سید عرب و عجم کے استقبال کو چلو کہ تمہاری طرف حبیب خداوند جبار احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ رہا ہے جو تاج انوار مزین اور صاحب عز و وقار ہے۔ ناگاہ سید البشر خورشید انور کے مانند نمودار ہوئے۔ سیاہ عمامہ سر پر باندھے ہوئے تھے، پیشانی اقدس سے نور ساطع تھا۔ عبدالمطلب کا پیراہن جسم میں الیاس کی چادر دوش پر عبدالمطلب کی نعلین پیروں میں عصائے ابراہیم خلیل ہاتھ میں لئے ہوئے عقیق کی سرخ انگوٹھی انگشت مبارک میں پہنے ہوئے آ رہے ہیں۔ ان کے گرد تماشائیوں کا ہجوم ہے جو حضرت کے حسن و جمال کے دیکھنے میں محو ہیں۔ حضرت کے سب چچا اور رشتہ دار آپ کو درمیان میں لئے ہوئے آ رہے ہیں۔ تمام اشراف و اکابر قریش استقبال کے لئے حاضر ہیں۔ جب مجلس میں پہنچے اس زینت بخش عرش کو اسی کرسی بلند پر بٹھایا اور تمام بنی ہاشم ان کے گرد بیٹھے۔ جناب حمزہ نے دیکھا کہ ابو جہل ملعون اپنی جگہ سے پیشوائی کے لئے نہیں اٹھا شیر کی مانند اس معدن حسد و عداوت پر جھپٹے اور کہا اٹھ ورنہ صحیح و سالم نہ رہے گا۔ یہ دیکھ کر اس نابکار نے ہاتھ قبضہ شمشیر پر لگا۔ جناب حمزہؓ نے سبقت کرکے اس کا پنجہ پکڑ لیا اور اس طرح دبایا کہ اس کے ناخنوں سے خون ٹپکنے لگا۔ اکابر قریش نے جناب حمزہؓ سے التماس کیا تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور اپنی جگہ آ کر بیٹھے۔ پھر جناب ابو طالب نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ پڑھا اور ورقہ نے خدیجہ کو آنحضرت کی زوجیت میں دیا۔ چھ مہینے کے بعد اس خاتون عظیم المرتبت کا زفاف حضرت کے ساتھ واقع ہوا۔ خدیجہ نے اپنے تمام

اموال، غلام اور کنیزیں آنحضرت کو ہبہ کر دیا۔ جب آنحضرت رسالت پر مبعوث ہوئے سب سے پہلے عورتوں میں آپ ایمان لائیں۔ جب تک زندہ رہیں آنحضرت نے کسی دوسری عورت کی طرف توجہ نہ کی۔ جناب خدیجہؑ حسن و جمال اور سیرت و کردار میں مکہ کی تمام عورتوں میں اپنی مثال نہ رکھتی تھیں۔ یہاں تک کتاب انوار کا مضمون تھا جو اختصار کے ساتھ نقل کیا گیا۔

صاحب عدو رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ بعثت کے پانچ سال بعد جناب فاطمہ زہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی ولادت ہوئی۔ آپ کی ولادت کی کیفیت یوں تحریر ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا ابطح میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب امیر المومنینؑ عمار یاسر، منذر بن ضحضاح، حمزہ، عباس، ابوبکر و عمر بھی موجود تھے۔ ناگاہ جبرئیلؑ اپنی اصل صورت میں نازل ہوئے اور اپنے پروں کو پھیلایا جس نے تمام مشرق و مغرب کو گھیر لیا اور آنحضرت کو آواز دی کہ خداوند اعلیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ چالیس روز خدیجہ سے علیحدہ رہیں۔ حضرت بموجب حکم چالیس روز خدیجہ کے پاس نہیں گئے۔ تمام دن روزے رکھتے اور راتوں کو عبادت کرتے۔ عمار کو خدیجہ کے پاس بھیجا اور کہلا دیا کہ میرا نہ آنا کسی کراہت کے سبب نہیں ہے بلکہ خدا کا یہی حکم ہے تاکہ اپنی تقدیر جاری کرے اپنے متعلق سوائے نیکی اور کچھ خیال نہ کرنا کیونکہ خداوند عالم ہر روز چند بار اپنے فرشتوں سے تمہارے متعلق مباہات کرتا ہے۔ مناسب ہے کہ ہر شب اپنے دروازوں کو بند کر لینا اور اپنے لباس شب میں آرام کیا کرنا۔ میں اپنی چچی فاطمہ بنت اسد کے یہاں رہوں گا یہاں تک کہ وعدہ الہی کی مدت ختم ہو۔ غرض جناب خدیجہؑ آنحضرت کی جدائی میں ہر روز کئی بار رویا کرتی تھیں۔ جب چالیس روز ختم ہو گئے جبرئیلؑ آنحضرت پر نازل ہوئے اور کہا خداوند رحیم و کریم آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میری طرف سے تحفہ و کرامت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اسی وقت میکائیلؑ نازل ہوئے اور ایک طبق لائے جس پر ایک رومال سندس بہشت کا ڈھکا ہوا تھا۔ اور کہا خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ آج اس طبق کے کھانے سے افطار کیجئے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر شب افطار کے وقت آنحضرت مجھ سے فرماتے تھے کہ دروازہ کھول دو جس کا جی چاہے آ کر میرے ساتھ کھانا کھائے۔ لیکن آج حضرت نے فرمایا کہ جاؤ دروازہ پر بیٹھو اور کسی کو اندر مت آنے دو کیونکہ میرے سوا ہر ایک پر یہ طعام حرام ہے۔ غرض افطار کے وقت حضرت نے طبق کو کھولا اس میں بہشت کے میووں میں سے ایک خوشہ انگور اور ایک خوشہ خرما کے تھے اور بہشت کے پانی کا ایک گلاس۔ حضرت نے ان میووں کو سیر ہو کر کھایا اور وہ پانی پیا۔ جبرئیلؑ نے بہشت کی صراحی سے پانی ڈالا اور میکائیلؑ نے حضرت کا ہاتھ دھلایا اور اسرافیلؑ نے بہشت کے رومالوں سے حضرت کے ہاتھ پونچھے اور باقی ماندہ کھانا مع برتنوں کے آسمان پر واپس لے گئے۔ پھر حضرت نماز کے لئے اٹھے۔ جبرئیلؑ نے کہا اس وقت نماز جائز نہیں ہے۔ ابھی خدیجہ کے گھر جایئے اور ان سے مقاربت کیجئے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ اس رات آپ کی نسل سے ذریت طاہرہ خلق فرمائے۔ یہ

Presented by www.ziyaraat.net/

سن کر آنحضرتؐ خانہ خدیجہؓ کی طرف چلے۔ جناب خدیجہ کہتی ہیں کہ مجھے تنہائی سے انس ہو گیا تھا۔ رات ہوتی تو میں دروازوں کو بند کر لیتی پردے گرا دیتی اور نماز میں مشغول ہو جاتی۔ پھر لباس شب پہن کر چراغ کو گل کر دیتی اور سو جاتی تھی۔ اس رات کچھ غنودگی میں تھی کہ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز کان میں آئی۔ میں نے پوچھا کون ہے۔ سوائے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کسی کو دروازہ کھٹکھٹانا مناسب نہیں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا میں محمدؐ ہی ہوں۔ یہ سنتے ہی میں نے دوڑ کر دروازہ کھول دیا۔ آنحضرتؐ کی یہ عادت تھی کہ جب سونے کا اروہ کرتے پانی منگاتے اور تجدید وضو فرماتے اور دو رکعت نماز بجا لاتے پھر بستر پر آکر لیٹتے۔ لیکن آج رات یہ سب کچھ نہ کیا۔ میرا ہاتھ پکڑا بستر پر لے گئے۔ جب مقاربت سے فارغ ہوئے تو میں نے نور فاطمہ کو اپنے شکم میں پایا۔ جناب معصومہ کی ولادت اور اس وقت کے معجزات ان کے احوال معجزات کے ابواب میں بیان ہوں گے۔ انشاء اللہ اور جناب خدیجہؓ کی تمام اولاد کا حضرتؐ رسالت پناہ کی اولاد امجاد کے ذکر میں تذکرہ کیا جائے گا۔حوالہ(حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۴۹ سطر ۱۲)

سیرت ابن ہشام

ابن ہشام نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو آپ نے خدیجہ بنت خویلد (بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی٤ بن غالب) سے عقد فرمایا اور یہ ان واقعات میں سے ہے جن کی روایت ابو عمرو المدنی کے حوالے سے متعدد اہل علم نے مجھ سے کی۔ ابن اسحٰق نے کہا۔ خدیجہؓ بنت خویلد ایک شریف مالدار اور تاجر عورت تھیں۔ اپنا مال دے کر لوگوں کو تجارت میں لگا دیتیں۔ تجارت میں شرکت بھی کر لیتیں اور شرکاء کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیتیں۔ خود قریش کے لوگ بھی تاجر ہی تھے۔ جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی، اعلیٰ امانتداری اور شرافت اخلاق کے واقعات کی خبر پہنچی تو آپ کو بلوایا اور درخواست کی کہ مال لے کر میرے ایک غلام کے ساتھ جس کا نام میسرہ تھا، تجارت کے لئے تشریف لے جائیں۔ آپ کو معاوضہ اس سے زیادہ دوں گی جو دوسرے تاجروں کو دیتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درخواست قبول فرمائی اور ان کا مال لے کر نکلے۔ آپ کے ساتھ خدیجہؓ کا ایک غلام میسرہ بھی تھا۔ شام پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک راہب کے کلیسا کے نزدیک ایک درخت کے سائے میں نزول فرمایا، راہب نے اوپر سے دیکھ کر میسرہ کو کہا: یہ کون ہے جو اس درخت کے نیچے اترا ہے؟ میسرہ نے جواب دیا یہ شخص حرم والے قریشیوں میں سے ہے۔ راہب نے کہا: اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کبھی کوئی شخص نہیں اترا۔ غرض جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سامان فروخت کیا جسے لے کر آپ نکلے تھے اور جو سامان خریدنا چاہا، خرید

فرما لیا۔ پھر واپس مکہ تشریف لائے تو میسرہ دیکھا کرتا کہ دھوپ سے بچاؤ کے لئے دو فرشتے آپ پر سایہ فگن رہتے ہیں اور آپ اونٹ پر چلے جاتے۔ آپ جو مال (شام سے) لائے تھے، خدیجہ نے اسے فروخت کیا تو دگنا یا اس کے قریب ہو گیا۔ میسرہ نے راہب کی باتیں اور آپ پر فرشتوں کا سایہ افگن ہونا حضرت خدیجہؓ سے بیان کیا۔ جناب خدیجہؓ عقلمند، شریف عزم والی خاتون تھیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت کے طفیل ان کے لئے بھی سرفرازیاں چاہتا تھا۔ جب میسرہ نے وہ عظیم الشان خبریں سنائیں جو خدیجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! آپ سے رشتہ داری، قوم میں آپ کے شرف، امانتدار، حسن اخلاق اور سچائی کی وجہ سے آپ کی جانب میرا میلان خاطر ہے۔ پھر نکاح کی استدعا کی۔ جناب خدیجہ ان دنوں قریش عورتوں میں نسب و شرف کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ اور دولت کے اعتبار سے تمام عورتوں میں بڑی مال دار تھیں۔ قوم میں سے ہر ایک آرزو مند تھا کہ کاش اسے اس امر پر قدرت ہوتی۔

حضرت خدیجہؓ کا نسب

آپ کا نسب یوں ہے: خدیجۃ بنت خویلد (ابن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہری) آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ (بن الاعصم بن رواحتہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامرؒ بن لوئی بن غالب بن فہر) فاطمہ کی ماں کا نام ہالتہ بنت عبد مناف (بن الحارث بن عمرو بن منقذ بن عمرو بن معیص بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر) تھا۔

حضرت خدیجہؓ سے نکاح

جب خدیجہؓ نے مذکورہ بالا پیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تو آپ نے چچاؤں سے اس کا ذکر کیا۔ آپ کے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب آپ کے ساتھ گئے۔ خویلد بن اسد کے پاس جا کر خدیجہؓ سے آپ کی نسبت کرا دی اور آپ کا عقد ہو گا۔

ابن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مہر میں بیس جوان اونٹنیاں دیں۔ یہ پہلی بی بی تھیں، جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقد فرمایا۔ ان کی زندگی میں آپ نے کوئی دوسرا عقد نہ کیا، یہاں تک کہ وہ انتقال فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

حدیث خدیجہؓ

ابن اسحٰق نے کہا: جناب خدیجہؓ نے ورقہ بن نوفل (بن اسد بن عبدالعزیٰ) سے اس کا ذکر کیا تھا۔ یہ ان کے چچیرے بھائی تھے اور نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ انہوں نے کتب بینی میں ایک زمانہ گزارا تھا اور لوگوں کے معلومات میں ان واقعات کو بھی جانتے تھے' جو جناب خدیجہؓ کے غلام میسرہ نے راہب کی باتیں اور اپنے چشم دید حالات کا ان سے ذکر کیا تھا کہ دو فرشتے آپ پر سایہ فگن رہا کرتے تھے۔ ورقہ نے کہا: اے خدیجہؓ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ یہ بات ضرور ہونے والی ہے۔ اس امت کے لئے ایک نبی ہونے والا ہے۔ جس کا انتظار ہے اور یہی اس کا زمان ہے یا جیسا کچھ انہوں نے کہا۔ راوی نے کہا: ورقہ اس معاملے کی نسبت خیال کرتے تھے کہ اس کے وقوع میں تاخیر ہو گئی ہے اور کہتے تھے کہ آخر کب تک انتظار کیا جائے۔

اشعار ورقہ

اس بارے میں ورقہ نے اشعار بھی کہے:

لجبت و کنت فی الذکری لجوجا   لھم طالما بعث النشیجا

میں نے ایک ایسے اہم معاملے کا بہت کچھ انتظار کیا جس نے رو رو کر گلو گرفتہ ہو کر بیٹھ جانے والے کو بھی اکثر مستعد بنا دیا ہے۔
سچ تو یہ ہے کہ میں پند و نصیحت کا ہمیشہ سے منتظر ہی رہا ہوں۔

و وصف من خدیجتہ بعد وصف   فقد طال انتظاری یا خدیجا

خدیجہ سے میں نے ایک کے بعد ایک وصف سنا۔ اے خدیجہ میرا انتظار بہت دراز ہو گیا ہے۔

ببطن المکتین علی رجائی   حدیثک ان اری منہ خروجا

اے خدیجہ! میں سمجھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تمہاری بات کا ظہور مکہ کے دونوں بطنوں کے درمیان ہو گا۔

بما خبرتنا من قول قس   من الرھبان اکرہ ان یعوجا

میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ جس بات کی تم نے ہمیں خبر دی۔ ٹیڑھی یا غلط ہو جائے۔

بان محمد سیسود فینا   و یخصم من یکون لہ حجیجا

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم میں عنقریب سردار ہو جائیں گے اور ان کی جانب سے جو شخص کسی

سے بحث کرے گا وہی غالب رہے گا۔

و یظھر فی البلاد ضیاء نور   یقیم بہ البریتہ ان تموجا

اور تمام شہروں میں اس نور کی روشنی پھیل جائے گی' جو خلق خدا کو سیدھا چلائے گی اور منتشر ہونے سے بچائے گی۔

فیلقی من یحاربہ خسارا   و یلقی من یسالمہ فلوجا

اس کے بعد جو آپ سے جنگ کرے گا' نقصان اٹھائے گا اور جو آپ سے مصالحت کرے گا فتح مند رہے گا۔

فیا لیتی اذا ما کان ذا کم   شھدت و کنت اکثرھم ولوجا

کاش! میں بھی اس وقت رہوں' جب تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہو اور کاش اس میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصہ دار ہوں۔

ولوجا فی الذی کرھت قریش   و لو عجت بمکتھا عجیجا

اس دین میں داخل ہو جاؤں جس سے قریش کو کراہت رہے گی' اگرچہ وہ اپنے مکہ میں بہت کچھ چیخ و پکار کریں۔

ارجی بالذی کرھوا جمیعا   الی ذی العرش ان سفلوا عروجا

جس چیز سے قریش کو یقیناً کراہت ہو گی' اس چیز سے ہی میں مالک عرش کے پاس سرفرازی کا امیدوار ہوں' جب انہیں ذلت ہو گی۔

و ھل امرا السفالتہ غیر کفر   بمن یختار من سمک البروجا

جس نے بلندی کو برجوں سے منتخب فرمایا ہے اس سے انکار و کفر کے سوا کیا کوئی اور ذلت بھی ہے؟

فان یبقوا و ابق تکن امور   یضج الکافرون لھا ضجیجا

اگر وہ بھی رہیں اور میں بھی رہوں تو وہ دیکھ لیں گے' ایسے ایسے واقعات رونما ہوں گے کہ کافران پر سخت آہ و زاری کریں گے۔

و ان اھلک فکل فتی سیلقی   من الا قدار متلفتہ خروجا

اور اگر میں مر جاؤں تو ہر جواں مرد قضا و قدر کے فیصلے کے بموجب ہلاک ہونے اور اس دنیا سے نکل جانے والا ہے۔ (سیرت ابن ہشام باب ۳۷) جلد ا ص ۱۸۰ سطر ۱۵ باب ۳۱)

طبقات ابن سعد

صفیہ بنت منیہ کہتی ہیں:

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

خدیجہ بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اس بزرگ اور برتری کے ہوتے بھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے چاہی تھی۔ حقیقتاً ایک عاقبت اندیش مستقل مزاج اور شریف بیوی تھیں۔

اور اس وقت تمام قریش میں بہ اعتبار خاندان کے سب سے زیادہ شریف' بہ اعتبار عزت کے سب سے بڑی اور بہ اعتبار مال و دولت کے سب سے بڑھ کے تھیں۔ اگر ہو سکتا تو قوم کے جتنے لوگ تھے سب ان کے نکاح کرنے کے خواہش مند تھے۔ یہ سب درخواست کر چکے تھے اور سب نے مال و زر بھی پیش کئے تھے۔

خدیجہؓ کے تجارتی قافلے میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب شام سے واپس آئے تو چپکے سے خدیجہؓ نے مجھے ان کے پاس بھیجا اور میں نے کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو نکاح کرنے سے کیا امر مانع ہے؟

فرمایا: میرے ہاتھ میں وہ سامان نہیں ہے جن سے نکاح کر سکوں۔ میں نے عرض کی۔ اگر سامان ہو جائے اور آپ کو حسن و جمال و زر و شرف کفائت کی جانب دعوت دی جائے تو کیا آپ قبول فرمائیں گے؟ اچھا وہ کون ہے؟ میں نے عرض کی۔ خدیجہؓ۔ فرمایا: وہ میرے لئے کیونکر؟ (یعنی میرے ساتھ ان کی تزویج کی کیا سبیل ہے۔) میں نے عرض کیا: یہ میرا ذمہ۔ میں کروں گا۔

میں نے جاکر خدیجہؓ کو خبر دی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ فلاں وقت آئیں اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلایا وہ آکر نکاح کر دیں چنانچہ وہ حاضر ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچاؤں کے ساتھ تشریف لائے جن میں سے ایک نے رسم نکاح ادا کی۔

عمرو بن اسد نے اس موقع پر کہا: **ھذا البقع لا یقری انفہ** (یہ وہ نکاح ہے کہ اس کی ناک نہیں ٹکرائی جا سکتی' یعنی اس پر کسی قسم کی نکتہ چینی و حرف گیری ممکن نہیں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ نکاح کیا تو آپ اس وقت پچیس برس کے تھے اور خدیجہؓ ان دنوں چالیس برس کی تھیں۔ واقعہ اصحاب فیل سے وہ پندرہ برس پہلے پیدا ہو چکی تھیں۔

محمد بن جبری بن مطعم' عائشہؓ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں:

خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خدیجہؓ کا نکاح کیا۔ خدیجہؓ کے والد حرب فجار سے پہلے مر چکے تھے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: عمرو بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی نے خدیجہؓ بنت خویلد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد نکاح میں دیا۔ عمرو اس وقت بہت بوڑھے تھے۔ اسد کے صلب سے اس وقت بجز عمرو کے اور کوئی اولاد باقی نہیں رہی تھی۔ اور عمرو بن اسد کے تو کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔

دو جھوٹی روایتیں

(ا) میعمر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ابو مجلز نے روایت کی کہ خدیجہؓ نے اپنی بہن سے کہا:

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاکر ان سے میرا تذکرہ کر' یہی الفاظ تھے یا اسی قسم کے الفاظ کہتے۔

خدیجہؓ کی بہن آنحضرت (علیہ الصلواۃ والسلام) کے پاس آئیں اور جو خدا نے چاہا آنحضرتؐ نے ان کو جواب دیا۔

ان لوگوں نے یعنی (خدیجہؓ کی طرف کے لوگوں نے) اتفاق کر لیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خدیجہؓ کے ساتھ نکاح کریں' خدیجہؓ کے والد کو اتنی شراب پلائی گئی کہ وہ مست ہو گئے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا اور خدیجہؓ کو آپ کے نکاح میں دے دیا۔

بوڑھے کو ایک لباس پہنا دیا جب وہ ہوش میں آیا تو پوچھا:

یہ حلہ کیسا؟

لوگوں نے جواب دیا: یہ تجھے تیرے داماد محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پہنایا ہے۔

بوڑھا بگڑ گیا اور ہتھیار اٹھا لیا' بنی ہاشم نے بھی ہتھیار سنبھالے اور کہا:

کچھ اس قدر ہم تمہارے خواہشمند نہ تھے۔

اس کشاکشی کے بعد آخر کار مصالحت ہو گئی۔

محمد بن عمر اس سند کے علاوہ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں کہ خدیجہؓ نے اپنے والد کو اس قدر شراب پلائی کہ وہ مست ہو گیا' گائے ذبح کی' والد کے جسم پر خوشبو لگائی اور ایک مخطط (دھاری دار) حلہ پہنایا' جب اسے ہوش آیا تو پوچھا:

ما ھذا العقیرہ' و ما ھذا العبیر' و ما ھذا البجیر؟ (یہ ذبیحہ کیسا؟ یہ خوشبو کیسی اور یہ دھاری دار لباس کیسا؟)

خدیجہؓ نے جواب دیا

تو نے مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عقد نکاح میں دے دیا ہے۔ (یہ سب کچھ اسی ذیل میں ہے۔)

اس نے کہا: میں نے یہ کام نہیں کیا' بھلا میں ایسا کام کیوں کروں گا۔ بزرگان قریش نے تجھے پیغام دیا تب تو میں نے کیا ہی نہیں؟ محمد بن عمر کہتے ہیں

ہمارے نزدیک یہ سہو و نسیان اور وہم ہے جو بات ہمارے نزدیک ثابت ہے اور اہل علم سے محفوظ چلی آتی

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

ہے وہ یہ ہے کہ خدیجہؓ کے پاس خویلد بن اسد کا جنگ فجار سے بیشتر انتقال ہو چکا تھا۔ اور خدیجہؓ ان کو ان کے چچا عمرو بن اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد نکاح میں دیا تھا۔

سیرت دحلانیہ

جب حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچوں کو حضرت خدیجہ کے پیغام کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ اور حضرت ابو طالبؓ اور حضرت حمزہؓ کو ساتھ لے کر حضرت خدیجہؓ کے باپ خویلد کے پاس آئے۔ بعض نے کہا: وہ ان کے چچا عمرو بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب کے پاس آئے۔ اور حضرت ابو طالب نے خویلد بن اسد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رشتہ طلب کیا۔ انہوں نے اظہار رضا مندی کیا تو بیس اونٹ مہر مقرر ہوا بعض نے کہا: ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مقرر ہوا تھا۔ بلکہ بعض نے چار سو دینار بتائے ہیں۔

اس مجلس میں بنو معز کے سردار اور حضرت ابو بکر بھی موجود تھے چنانچہ حضرت ابو طالبؓ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریت ابراہیم و زرع اسماعیل و ضئضئی معد و عنصر مضر و جعلنا حضنت بیتہ و سواس حرمہ و جعل لنا بیتا محجوجا و حرما اٰمنا و جعلنا الحکام للناس ثم ان ابن اخی ہٰذا محمد ابن عبداللہ لا یوزن برجل الا رجح بہ شرفا و نبلا و فضلا و عقلا فان کان فی المال قل فان لمال ظل زائل و امر حائل۔ و محمد من قد عرفتم قرابتہ و قد خطب خدیجہ بنت خویلد و بذل لہا ما اجلہ وعا جلہٗ کذا و ہو و اللہ بعد ہذا لہ نباء عظیم و خطر جلیل جسیم

خطبے کا ترجمہ

تمام حمدیں اس اللہ تعالیٰ کے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلستان معد کی نسل اور معز کی اصل سے پیدا فرمایا۔ ہمیں اپنے گھر کا متولی اور اپنے حرم کا نگران مقرر فرمایا

ہمیں حجابوں والا گھر اور دار الامان حرم محترم عطا فرمایا' اور ہمیں لوگوں کا حاکم بنایا۔

اما بعد! اگر میرے بھائی کے بیٹے محمد بن عبداللہ کا موازنہ کیا جائے تو یہ طبعی شرافت' خاندانی نجابت' ذاتی فضیلت اور عقل و دانش کے اعتبار سے سب سے بلند تر ہیں۔

اگر مال و دولت کی بات ہو تو مال ڈھلتی چھاؤں ہے۔ تم محمدؐ کے ساتھ میری قرابت کو جانتے ہو۔ انہوں نے خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کیا ہے اور اس کا موجل اور معجل یہ مہر ادا کیا ہے۔

خدا کی قسم! اس کے بعد محمدؐ کے عظیم مرتبے اور شان و شوکت کی بشارت ہے۔

ورقہ بن نوفل کا خطبہ

جناب ابو طالب نے اپنا خطبہ ختم فرمایا تو حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے یہ خطبہ دیا۔

الحمد للہ الذی جعلنا کما ذکرت و فضلنا علی ما عددت فنحن سادۃ العرب و قادتہا و انتم اہل فا . لک کلہ لا ینکر العشیرۃ فضلکم و لا یرد احد من الناس فخز کم و شرفکم و قدر غبنا فی الاتصال بحبلکم و شرفکم فاشہدوا علی معاشر قریش بانی قد زوجت خدیجہ بنت خویلد من محمد بن عبداللہ۔

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ویسا ہی بنایا جیسا ابو طالبؓ آپ نے بیان کیا اور ہمیں ان فضائل سے سرفراز فرمایا جو آپ نے گنوائے ہیں۔

چنانچہ ہمیں عرب کی سیادت و قیادت حاصل ہے۔ اور آپ بھی ان تمام عظمتوں کے حامل ہیں۔ لوگ آپ کی اس فضیلت کا انکار نہیں کر سکتے۔ اور کوئی شخص بھی آپ کی عزت و بزرگی اور مفاخرت کی تردید نہیں کر سکتا۔ ہم آپ سے قرابت داری اور آپ لوگوں کے ساتھ وابستہ ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ میں نے خدیجہ کا نکاح حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس مہر کے عوض کر دیا ہے۔

ورقہ نے اپنا خطبہ ختم کیا تو حضرت ابو طالبؓ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ خدیجہ کے چچا بھی آپ کی گفتگو میں شریک ہوں۔ چنانچہ ان کے چچا عمرو بن اسد نے کہا:

اشہد و اعلی یا معشر قریش انی قد انکحت محمد بن عبداللہ خدیجہ بنت خویلد

یعنی اے گروہ قریش! آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں نے محمد بن عبداللہ کا نکاح خدیجہ بنت خویلد سے کر دیا ہے۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکاح کو قبول فرمایا اور قریش کے سرداروں پر اس پر گواہی دی۔

محققین اس پر ہیں کہ حضرت خدیجہ کا نکاح ان کے چچا عمرو بن اسد نے کیا تھا اور ان کا باپ خویلد حرب فجار سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔

دعوت ولیمہ

Presented by www.ziyaraat.net/

نکاح کے بعد حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جانے لگے تو حضرت خدیجہؓ نے عرض کی، آپؐ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ چل کر ایک یا دو اونٹ ذبح کرائیں اور لوگوں کو کھانا کھلائیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پہلا ولیمہ تھا۔

کنیزوں کا رقص، دعوت ولیمہ

روایت میں ہے کہ نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ نے کنیزوں کو حکم دیا کہ وہ رقص کریں اور دف بجائیں۔ اور ایک مرتبہ اپنے چچا سے کہا! اپنے اونٹوں سے ایک اونٹ ذبح کرکے لوگوں کو مع اہل و عیال کے کھانے پر بلائیں۔

حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ اور حضرت ابو طالب کو بے حد خوشی حاصل ہوئی اور انہوں نے فرمایا **الحمد للہ الذی اذھب عنا الکرب و دفع عن الھموم**

یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہیں جس نے ہمارے کرب اور مصیبت کو دور فرمایا۔

دو طرفہ بشارت

حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شادی سے پہلے میں ایک دن خدیجہؓ کے پاس گیا اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیا اور کہا! میرے ماں، باپ آپ پر قربان، میں کبھی شادی نہ کرتی مگر مجھے امید ہے کہ آپؐ نبی مبعوث ہوں گے۔

اگر آپ وہی ہیں تو میرے حق اور منزلت کو پہچانیں گے اور اسی کی طرف بلائیں گے جب آپؐ نبی مبعوث ہوئے تو میرے لئے کیا ہو گا۔

حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: تیرے لئے! خدا کی قسم اگر میں وہی ہوں تو تیری یہ نیکی کبھی ضائع نہ ہو گی۔ اگر میرے علاوہ کوئی دوسرا ہے تو جس کے لئے تو نے اتنا کچھ کیا ہے وہ تجھے کبھی ضائع نہ فرمائے گا۔

صاحب ہمزیہ نے پہلے بیان ہونے والے امور سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

ورأتہ خدیجتہ و التقی   و الزہد فیہ سجیتہ و الحیاء

و اتاہا ان الغمامتہ و السر   ح اظلتہ منہما افیاء

و احادیث ان وعد لرسول اللہ   بالبعث حان منہ الوفاء

فدعتہ الی الزواج و ما اح   سن ما یبلغ المنی الاذکیاء

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے تقویٰ و زہد اور شرم و حیا کو دیکھا اور آپ کے سر پر بادلوں اور دو فرشتوں کو سایہ فگن دیکھا۔

اور وہ باتیں سنیں جن کا اللہ تعالیٰ کے رسول کی بعثت کا وعدہ کیا گیا تھا تو اس نے آپؐ کو دعوت زوجیت دے دی۔ اور وہ کیا ہی اچھی بات تھی جو اسے اذکیاء سے پہنچی تھی۔

بعض نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بادلوں کا سایہ فگن رہنا تاسیس نبوت کے طور پر نبوت سے پہلے تھا۔ نبوت کے بعد نہیں۔

تزویج با حضرت خدیجتہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا

شبلی صاحب نے سیرۃ النبیؐ میں واقعہ تزویج کو بنائے کعبہ کے واقعہ کے بعد لکھا ہے ملاحظہ ہو ص ۱۳۷۔ آپ کی یہ ترکیب آپ کی ذاتی تجدید ہے اور ابن ہشام، طبری اور ابن سعد وغیرہم قدیم عربی ماخذوں کی ترتیب سے بالکل خلاف ہے میرے نزدیک ڈیڑھ ہزار برس بعد والے مولف کو ان امور میں مجدد بننے کے شوق سے مقلد رہنا ہی بہتر ہے۔ اس لئے ہم سیرۃ النبیؐ کی ترتیب کے خلاف اسوۃ الرسولؐ میں تزویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے واقعہ کو تعمیر کعبہ کے واقعہ سے پہلے بیان کرتے ہیں۔ حلف الفضول کے معاہدہ کے وقت آپ کا سن بیس برس کا ثابت ہو چکا ہے اور آپ کی تزویج کو تمام مورخین و محدثین آپ کی پچیس برس کی عمر میں بتلاتے ہیں۔ اس مختار متفقہ کی رو سے واقعہ تزویج معاہدہ حلف الفضول کے پانچ برس بعد واقع ہوا۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابی طالب کی ہمراہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قریش کے قافلہ کے ساتھ تجارتی سفر کیا تھا اس وقت سن مبارک بارہ یا تیرہ برس سے زائد کا تھا۔ اس بنا پر ثابت ہے کہ آپ نے بارہ برس کی عمر ہی سے مشغلہ تجارت کی طرف اپنی مقدس طبیعت کا میلان ظاہر فرمایا تھا طبیعت ہمایونی کی یہ قدرتی اور موروثی موزونیت تھی۔ قدرت کا منشاء تو بالکل کھلا ہوا ہے۔ وہ یوں کہ اتنی کمسنی میں اس مشغلہ کاروبار کی طرف طبع مقدسہ کا میلان اور رجحان نمایاں ہونے لگا۔ جس زمانہ میں عام فطرت والے بچے سوائے کھیلنے کودنے کے۔ ترتیب معاشرت اور تحصیل معیشت کی کسی فکر و تلاش کی طرف مائل نہیں ہوتے موروثی یوں کہ ولادت باسعادت سے ہزار سال پیشتر آپ کا خاندان اعلیٰ اور دودمان

Presented by www.ziyaraat.net/

والا۔ جو اولا" بنو اسمٰعیل اور آخر قریش کے مخصوص نام و لقب سے تمام اقطاع عالم میں مشہور تھا ہمیشہ اور برابر تجارت پیشہ رہا۔

اس مشہور عالم سلسلہ میں قصی کے وقت سے کاروبار تجارت کے فروغ کی عملی تدبیریں جاری کی گئیں اور یکے بعد دیگرے آپ کے جد بزرگوا ہاشم ابن عبد مناف کے زمانہ میں وہ تدبیریں کامیابی کے نقطہ کمال تک پہنچیں۔ یہاں تک کہ سلاطین غیر ممالک اور اقوام غیرنے بھی تجار قریش کے راہداری اور آسانی کاروبار کے لئے معاہدے لکھے اور پروانہ راہ داری دیئے اور اپنے قلمرو میں اطلاع عام کی مسلسل ضرورت سے اس کے اعلان جاری کئے۔ جیسا کہ ہاشم ابن عبدالمطلبؑ کے حالات میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اسی طرح مسلسل طور پر ہاشم کے بعد مطلب۔ مطلب کے بعد عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے بعد ابی طالب۔ اس سلسلہ کے تمام بزرگوار کاروبار تجارت فرماتے رہے اور معیشت کا وہ طریقہ اور عام ذریعہ جو مدتہائے دراز سے اس سلسلہ میں چلا آتا تھا۔ وہی اس وقت تک قائم اور مستقل رہا۔ اس بنا پر مولوی شبلی صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح اور فی الواقع ہے۔ کہ سن رشد کو پہنچنے کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب فکر معاش ہوئی تو تجارت سے بہتر کوئی پیشہ نظر نہیں آیا۔

آپ نے اپنے اس موروثی مشغلہ کی ابتداء اپنے خاص اور تنہاء سرمایہ سے نہیں کی بلکہ مشترکہ سرمایہ سے۔ اس کی خاص وجہ سرمایئہ کی کمی تھی اور یہ بالکل ظاہر تھی اس لئے کہ نہ حضرت عبداللہ کوئی ایسا سرمایہ چھوڑ گئے تھے اور نہ حضرت ابی طالبؑ اپنی کثیر العیالی اور خرچ عیالداری کی مجبوریوں سے کسی علیحدہ اور کافی رقم کا اس پر اضافہ کر سکتے تھے۔ ان دقتوں کی وجہ سے مشترکہ سرمایہ سے آغاز تجارت کا طریقہ اختیار فرمایا گیا۔ اور یہ نہایت آسانی سے قائم ہو گیا۔ اس لئے کہ اس وقت یہ دستور جاری تھا کہ سہولت کی غرض سے اکثر لوگ اپنا سرمایہ کسی امانتدار اور ہوشیار شخص کو تجویز کرکے سپرد کر دیتے تھے۔ منافع میں اس کو اپنا سہیم بنا لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کے مشغلہ کو اسی طریقہ سے شروع کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ معاملات کو بطیب خاطر قبول کر لیا۔ کیونکہ ہر شخص آپ کی دیانت و امانت اور صداقت کا تجربہ کر چکا تھا۔

شبلی صاحب نے آنحضرت صلعم کے حسن معاملت کی چند مثالیں سیرۃ النبیؐ میں نقل کی ہیں ہم بھی ان کو اپنے بیان کی تصدیق کے لئے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی الحمساء ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرت صلعم سے خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا۔ کچھ معاملہ ہو چکا تھا کچھ باقی تھا۔ میں نے کہا پھر آؤں گا اتفاق سے مجھ کو تین دن تو اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب وعدہ گاہ پہنچا تو آنحضرت صلعم کو اسی جگہ منتظر پایا لیکن اس خلاف وعدگی سے آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا صرف اس قدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی میں اس مقام پر

تین دن سے موجود ہوں۔

سائب نام ایک صاحب جب مسلمان ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو لوگوں نے ان کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ سائب نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ میرے شریک تجارت تھے لیکن ہمیشہ معاملہ صاف رکھا **لکنت لا تداری فلا تماری** نہ میرا آپ کے ذمہ نہ آپ کا میرے ذمہ کچھ باقی ہے۔

قیس ابن سائب مخزومی ایک اور صحابی تھے۔ آپ کے شریک تجارت تھے۔ وہ بھی انہی الفاظ کے ساتھ آپ کے حسن معاملہ کی شہادت دیتے ہیں۔ سیرۃ النبیؐ جلد ص ۱۳۶

سب کے ساتھ کاروبار میں آپ کی صفائی۔ معاملت تجارت اور شرائط مشارکت میں شرکاء کے ساتھ آپ کی سچائی۔ چاروں طرف مشہور ہو گئی تھی۔ امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ عموماً" تمام تجار اور اہل کاروبار آپ کی خوش معاملگی اور صفائی کے گرویدہ تھے۔ تجارت کی غرض سے آپ نے بصرے اور شام کا سفر کیا تھا اور پہلے انہیں دونوں مقاموں میں اسباب تجارت فروخت کرکے اپنے حسن تدبیر اور خوش نظمی سے کافی نفع اٹھایا تھا۔ پھر جوں جوں سرمایہ میں ترقی ہوتی گئی سلسلہ تجارت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ شام و بصرہ کے علاوہ اور مقامات پر بھی جو تجارت کے مرکزی مقام تھے تشریف لے گئے۔ جباشہ کا بازار عرب میں سالانہ ملکی کاروبار اور خرید و فروخت کے لئے بہت مشہور و معروف تھا۔ تجارت کی غرض خاص سے یہاں بھی آپ کا تشریف لانا تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے۔

یہ واقعات بتلا رہے ہیں کہ کاروبار تجارت میں آپ کی صفائی اور سچائی تمام تجارت پیشہ قوم و قبائل پر کامل طور سے اثر پذیر ہو چکی تھی۔ اور ہر شخص اپنے مقام پر آپ کو کاروبار تجارت سپرد کرنے کا متمنی تھا۔ انہیں لوگوں میں جناب خدیجہؓ بھی تھیں۔

یہ خوش قیمت اور عالی منزلت خاتون شرفائے قریش کے ایک ممتاز خاندان سے تھیں۔ پانچویں پشت میں اس خاتون محترمہ کا سلسلہ نسب جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ اور کاروبار کے اعتبار سے تجار مکہ میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں تھا۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ جب اہل مکہ کا قافلہ تجارت کو روانہ ہوتا تھا تو اکیلا حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت تمام قریش کے مال کے برابر ہوتا تھا۔ شبلی صاحب اس عبارت کو ابن سعد کی عبارت بتلاتے ہیں حالانکہ یہ عبارت طبقات ابن سعد کی نہیں ہے۔ بلکہ شرح زرقانی جلد اول صفحہ ۲۳۹ میں واقدی اور دیگر مورخین سے نقل کی گئی ہے۔

شبلی صاحب اسی صفحہ کے زیر حاشیہ لکھتے ہیں یکجا تمام حالات دیکھنے ہوں تو زرقانی جلد اول ص ۲۳۴ سے ۲۳۶ تک دیکھنا چاہیئے۔ حالانکہ حالات تزویج جناب خدیجہؓ شرح زرقانی میں صفحہ ۲۳۸ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۴۵ میں تمام ہوئے ہیں۔ شبلی صاحب کی یہ سہو ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی فروگذاشتوں کے لئے اہل تالیف

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

قطعی مجبور ہیں۔ اور بالکل معذور کیونکہ ان کی بنا بالکل ان لوگوں کی کثیر الشغلی اور سہو النظری پر مبنی ہے۔ جس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

ثروت و اقتدار کے اعتبار سے حضرت خدیجہؑ تمام تجار میں عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ مکہ اور قرب و جوار کے تمام تجارت پیشہ قوم و قبائل کے لوگ ان کے زیر اثر تھے۔ اور دست نگر عادات و اوصاف کے لحاظ سے حضرت خدیجہ کی پاک نفسی حسن اخلاق اور عام ہمدردی مشہور آفاقی تھی۔ انہیں محاسن ذاتی کے خصوصیات سے ایام جاہلیت ہی میں آپ کا لقب طاہرہ مشہور ہو گیا تھا۔ آپ کے ذاتی اوصاف کے متعلق ابن سعد یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

یہ خاتون اس وقت تمام قریش میں عالی نسب اور صاحب شرافت تھیں۔

ابن ہشام اور طبری کے یہ الفاظ ہیں۔

جناب خدیجۃ الکبریٰؑ تاجرہ تھیں۔ صاحب شرافت اور اہل دولت ان کی تجارت کا یہ حال تھا کہ جب قافلہ شام کو جاتا تھا تو اس میں اکیلا ان کا مال تمام لوگوں کے مال کے برابر ہوتا تھا۔ تجار آپ سے مال لے کر تجارت کے لئے لے جاتے تھے اور منافع لے کر اصل سرمایہ واپس دیتے تھے۔

شبلی صاحب نے بھی اس مضمون کو سیرۃ النبی صفحہ ۱۳۶ میں لکھا ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی حسن معاملات اور مکارم عادات حضرت خدیجہؑ کے میلان خاطر کے باعث ہوئے اور حقیقت میں منشائے قدرت کا یہ مقدمہ تھا۔ ابن ہشام اور طبری اس کی حقیقت ذیل کے الفاظ میں لکھتے ہیں۔

جناب خدیجہؑ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت بیانی اعلیٰ درجہ کی امانت داری اور اعظم ترین اخلاق کی خبریں پہنچی تو انہوں نے خود اپنی طرف سے اس تصریح کے ساتھ پیام بھیجا۔ اور درخواست کی کہ آپ میرا اسباب تجارت لے کر میرے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف جائیں تو میں آپ کو اس کے معاوضہ میں اس سے کہیں زیادہ دوں گی۔ جو دوسرے تاجر آپ کو دیتے ہیں۔ ابن ہشام ۷۶ (مصر) طبری ۱۱۲۷ (جرمن) طبقات اور مواہب لدنیہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؑ کے ساتھ تعلقات تجارت قائم کرنے کی مشورت ابی طالبؑ نے دی تھی۔ اور جب اس امر میں آنحضرت صلعم کی استقامت دیکھ لی تو حضرت خدیجہؑ سے اس کی خود تحریک فرمائی۔ طبقات ص ۸۲۔ زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص ۲۴۳۔ اگرچہ مندرجہ بالا عبارت سے آنحضرت صلعم کی ترتیب و درستی معیشت کی نسبت حضرت ابی طالبؑ کے خاص مربیانہ طرز عمل ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن جب اس کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالی جاتی ہے اور ابی طالب کی حیا و ہمت صبر و قناعت پر جو بنی ہاشم کا تمغائے شرافت تھی۔ خیال کیا جاتا ہے تو ابن ہشام اور طبری کے بیانات و مندرجات صحت و واقفیت سے قریب تر ثابت ہوتے ہیں۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے اس پیام اور مجوزہ انتظام کو سن کر منظور فرما لیا۔ اور ان کے غلام میسرہ نامی کے ہمراہ سامان تجارت لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں آپ کی حسن تدبیر اور سلیقہ شعاری سے حضرت خدیجہؑ کی تجارت میں امید سے زائد نفع ہوا۔ میسرہ ایک زمانہ سے اپنی مخدومہ کے کل کاروبار کا مختار تھا۔ وہ بھی آنحضرتؐ کے خوش نظمی اور لین دین، خرید و فروخت میں خوش سلیقگی دیکھ کر دنگ ہو گیا۔ معاملات تجارت میں میسرہ نے آپ کی ایسی خوبیاں مشاہدہ کیں جو اس نے دیکھیں کیا کبھی سنی بھی نہیں تھیں۔ کاروبار تجارت سے فراغت پا کر جب قافلہ مکہ میں لوٹ آیا تو میسرہ نے اپنے تمام مشاہدات جناب خدیجہؑ سے دہرا دیئے۔

تمام اہل تاریخ و سیرت نے اسی واقعہ کو حضرت خدیجہؑ کے میلان خاطر کا باعث بتلایا ہے اور ان کے ساتھ تعلقات تجارت کے سلسلہ میں صرف اسی ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ مگر شبلی صاحب نے صحت کے ساتھ محققانہ طور پر ثابت فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؑ کے کاروبار میں اپنی غایت درجہ کی خوش سلیقگی حسن معاملت اور دیانت و امانت ثابت فرمائی ہے۔ اس کی مفصلہ ذیل عبارت سے پورا انکشاف حال ہو جاتا ہے۔

حضرت خدیجہؑ نے جہاں جہاں آپ کو تجارت کی غرض سے بھیجا تھا۔ ان میں جرش بھی ہے جو یمن میں ہے حاکم نے المستدرک میں لکھا ہے اور ذہبی نے بھی تصدیق کی ہے کہ جرش میں آپ دو دفعہ تشریف لے گئے اور ہر دفعہ حضرت خدیجہ نے معاوضہ میں ایک اونٹ دیا۔ سیرۃ النبیؐ ص ۱۳۸

مولوی شبلی صاحب تزویج کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ واپس آنے کے تین مہینے بعد (سفر شام سے) حضرت خدیجہؑ نے آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ ان کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن آپ کے چچا عمر بن اسد زندہ تھے۔ عرب میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل ہوتی تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھیں اور اس میں بالغہ تو نابالغہ کی قید نہ تھی۔ حضرت خدیجہ نے چچا کے ہوتے ہوئے خود براہ راست تمام مراتب طے کئے۔ تاریخ معین پر ابو طالبؑ اور تمام رؤسا خاندان جن میں حضرت حمزہؑ بھی تھے۔ حضرت خدیجہ کے مکان پر آئے۔ ابو طالبؑ نے خطبہ نکاح پڑھا۔ پانچ سو درہم طلائی مہر مقرر پایا۔ سیرۃ النبی ص ۱۳۷

بالغہ کے لئے تو عرب پر موقوف نہیں۔ تمام ممالک اسلام اور غیر اسلام میں بھی یہی حکم و دستور قائم ہے لیکن نابالغہ کے لئے شبلی صاحب کی یہ لائے نہ شرعی طریقہ سے موزوں ہے اور نہ عقلی قرینہ سے موزوں۔ کیونکہ نابالغہ میں جب تک سن رشد نہیں پایا جائے گا اس کا کسی قسم کا اقرار یا اعتراف قابل اعتبار نہ ہو گا۔ اس لئے احکام شریعت اور قانون حکومت دونوں نے نابالغہ کے عقد نکاح میں ولایت کی ضرورت کو مشروط کر دیا ہے اور یہ ایسا عام دستور ہے کہ زیادہ تصریح کا محتاج نہیں۔ اس بنا پر بالغہ اور نابالغہ کا ایک حکم خیال کرنا۔ عام اس سے کہ قبل اسلام ہو۔ یا بعد میں اسلام شبلی صاحب کی عجلت رکھتی ہے۔

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

ابو طالب کا خطبہء نکاح

شبلی صاحب نے ابی طالبؑ کا خطبہ نکاح پڑھنا تو تحریر فرمایا ہے مگر اس خطبہ کی عبارت نہیں نقل فرمائی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ آپ کا رنہ قلمی اور اختصار کا خاص مقام ہے لیکن واقعات کو کامل تفصیل کے ساتھ خاص کر جب وہ بغیر تلاش موجود ہے۔ اور تمام کتابوں میں منقول' لکھنا اور بیان کرنا بھی مولف کا خاص کام ہے بہرحال امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں' علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں' امام الحرمین برزنجی' السنی المطلب اور امام دولابی نے اس خطبہ کو بیک لفظ تحریر فرمایا ہے۔ ہم زرقانی سے ذیل میں اس خطبہ کو نقل کرتے ہیں۔

الحمد لله الذی جعلنا من ذریۃ ابراہیم و زرع اسمعیل و ضئضئی معد و عنصر مضر و جعلنا حضنتہ بیتہ وسواس الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی ھذا محمد بن عبدالله لا یوزن برجل الا رجح بہ شرفا و نبلا و فضلا و عقلا فان کان فی المال قل فان المال ظل و زائل و امر حائل و محمد من قد عرفتم قرابتہ و قد خطب خدیجہ بنت خویلد و بذل لھا ما اجلہ و عاجلہ من مالی کذا و ھو والله بعد ھذا لہ نبأ عظیم و خطر جسیم

تمام تعریف اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے سزاوار ہے جس نے ہم ذریت ابراہیمؑ۔ اولاد اسمٰعیلؑ۔ نسل معد ابن عدنان اور صلب مضر سے پیدا کیا اور ہم اپنے بیت کا محافظ اور اپنے حرم محترم کا نگہبان مقرر فرمایا۔ ہمارے لئے ایک ایسا گھر قرار دیا جس کا خلق خدا حج کرتی ہے اور ایسی متبرک زمین عطا کی کہ جہاں خدا کی مخلوق امن پاتی ہے۔ ماسوا اس کے خدا نے ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا۔ اما بعد میرا یہ بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے۔ جس کا اگر کسی شخص سے موازنہ اور مقابلہ کیا جاوے تو ازروئے فضل و کمال و باعتبار شرافت و ذہانت یہی گرامی تر نکلے گا۔ یہ مالداری اور دولت مندی میں کم ہے مگر مال کیا ہے ایک ڈھلتی پھرتی چھائیوں۔ اور متغیر و مبدل ہو جانے والا حال ہے۔ محمدؐ وہی شخص ہے جس کی قرابت جو کچھ مجھ سے ہے آپ لوگ اس کو خوب جانتے ہیں۔ اس نے خدیجہؑ سے تزویج کا ارادہ کیا ہے اور اس طرح میں نے اپنے مال سے اس کے (خدیجہ کے) مہر موجل (رقم مقررہ) اور صداق معجل (رقم مہر جو بروقت ادا کی جائے) ادا کر دیا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمد وہ شخص ہے جس کے لئے کوئی خبر عظیم اور کوئی مہتم بالشان بہرہ یا حصہ نصیب ہونے والا ہے۔ زرقانی ٢٤٢۔ ٢٤٣۔

اس خطبہ کی پوری نقل و شرح کے بعد زرقانی لکھتے ہیں۔

عن الدولابی ان ابی طالب قال و قد خطب الیکم راغبا کریمتکم خدیجہ و قد بذل لھا من الصداق ما

حکم عاجلہ اثنا عشرۃ اوقیہ ذھبا

دولابی لکھتے ہیں کہ خطبہ نکاح میں حضرت ابی طالبؑ کے یہ الفاظ بھی داخل تھے۔ معاشر قریش میں آپ لوگوں کے سامنے خاتون کریمہ خدیجہؑ کا خطبہ نکاح بطیب خاطر پڑھتا ہوں اور ان کے صداق موجل اور معجل میں بارہ اوقیہ سونا دیتا ہوں۔

حافظ جمال الدین محدث شیرازی۔ روضتہ الاحباب میں ابی طالبؑ کے یہ الفاظ تحریر کرتے ہیں۔

قد خطب ابو طالب خدیجتہ بنت خویلد و قال لھا الصداق اٰجلتہ و عاجلتہ عشرون بکرۃ من مالی۔

خدیجہؑ بنت خویلد کا میں (محمد صلعم کی طرف سے) خطبہ نکاح پڑھتا ہوں اور ان کے مہر موجل اور معجل میں بیس مہار اونٹ جو میری ملکیت سے میں ادا کرتا ہوں۔ روضتہ الاحباب ١٠٦۔ روضتہ الصفا۔ خاوند شاہ سمر قندی۔ جلد سوم میں بھی یہی الفاظ مرقوم ہیں۔

ورقہ بن نوفل کا خدیجہؑ کی طرف سے خطبہ نکاح

علامہ زرقانی واقعہ تزویج کے سلسلہ میں کتاب منتقٰی کی سند سے لکھتے ہیں۔

فی المنتقیٰ فلما اتم ابو طالب الخطبتہ تکلم ورقہ بن نوفل فقال الحمد لله الذی جعلنا کما ذکرت و فضلنا کما علی عددت فنحن سادۃ العرب و قادتہا و انتم اہل ذالک کلہ لا ینکرہ العشیرۃ فضلکم و لا یرد احد من الناس فخر کم و شرفکم و قد رغبنا فی الاتصال بحبلکم و شرفکم فاشھد و اعلی معاشر قریش بانی قد زوجت خدیجتہ بنت خویلد من محمد بن عبدالله علی اربعمائتہ دینارا ثم سکت فقال ابو طالب قد اجببتُ ان یشرکک عمہا فقال عمہا یا معاشر قریش انی قد انکحت محمد بن عبدالله من خدیجتہ بنت خویلد و شھد علی ذلک صنا دید قریش

منتقی میں مرقوم ہے کہ جب ابی طالبؑ اپنا خطبہ نکاح ختم کر چکے تو ورقہ بن نوفل نے یوں تقریر کی۔ کہ وہ خدا قابل ستائش ہے جس نے ہم لوگوں کو ان اوصاف سے موصوف کیا جس کا آپ نے (ابو طالبؑ) ذکر کیا اور ہم لوگوں کو وہ فضائل عنایت کئے جس کا مشار و انحصار آپ نے فرمایا ہم لوگ سردار قوم عرب ہیں اور پیشوائے قوم اور آپ حضرت (بنی ہاشم) اور وہ بزرگوار ہیں جن کے فضائل سے کسی قبیلہ اور عشیرہ کا انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ اور آپ کے مفاخر و مشارف پر کسی فرد واحد کو حرف گیری کی جرات ہی نہیں ہو سکتی۔ ہم لوگوں نے بطیب خاطر آپ حضرات سے پیوند کرنا چاہا اور آپ کے مشارف میں شریک ہونا قبول کیا۔ اے معاشر قریش آپ حضرات اس کے گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ کے ساتھ چار سو دینا مہر پر بیاہ دیا۔ یہ کہہ کر ورقہ خاموش ہو گئے۔ تو حضرت ابی طالبؑ نے ان سے کہا کہ میری

Presented by www.ziyaraat.net/

خواہش ہے کہ آپ اس تصدیق و شہادت میں خدیجہ کے چچا کو بھی شریک کرلیں۔ یہ سن کر ان کے چچا اسد اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اے معاشر قریش آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہؑ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ سے کردیا۔ تمام صنادید قریش نے اس پر گواہی کردی۔ ص ۲۴۶
علامہ زرقانی اس کے بعد منتقی کے اسناد سے لکھتے ہیں۔

فرح ابی طالب فرحا شدیدا و قال الحمد للہ الذی اذھب عنا الکرب و رفع عنا الھموم

ابی طالبؑ کو اس تزویج سے بڑی مسرت ہوئی اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہماری مشکلات و مہمات کو دور فرمایا۔

جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و نگرانی اور آرام رسانی کے متعلق حضرت ابی طالب کے تعلقات اور جذبات کا اندازہ کرنا اور ان کو عام واقعات کی طرح پایہ ثبوت تک پہنچانا۔ اصول فطرت کے خلاف کوشش کرنا ہے۔ ہرباپ کو اپنے بچہ کی محبت ہونا لازمہ فطرت ہے۔ اس لئے مشاہدات کیا اور بدیہات پر بحث کیسی۔ حضرت ابی طالب نے اپنے خطبہ میں ان جذبات کو جن بلیغ اور پر معنی الفاظ میں بیان فرمایا ہے وہ انکشاف حقیقت کے لئے کافی ہیں۔ وہ یہ ہیں **محمدً من قد عرفتم قرابتہ** محمدؐ سے میری قرابت کو سب جانتے ہیں۔ اس لئے زائد نہ کسی انکشاف کی ضرورت تھی اور نہ کسی تفصیل و تشریح کی احتیاج ابی طالب کا وہ خطبہ نکاح جو اوپر نقل ہو چکا ہے ماسوا اس کے کہ زبان عرب کی فصاحت و بلاغت کا بے نظیر و بے مثال نمونہ ہے اور مفاخرو شارف بنی ہاشم اور ان کے خاندانی عظمت و وجاہت کے کمالات کا آئینہ دار حقیقتاً حضرت ابی طالبؑ کے یہ اظہار مفاخرت و خود نمائی اور خود تماشائی کی غرض سے بے موقع اور ناموزوں نہیں تھے بلکہ مناسبت وقت کے اعتبار کھے بالکل مطابق۔ کیونکہ تاریخی مشاہد بتلا رہے ہیں کہ جناب خدیجہؑ کی خواستگاری کے لئے تمام اکابر قریش اپنی مرفہ الحالی اور فارغ البالی کے لحاظ سے مدت سے ساعی تھے۔ ان کی تمنا کے خلاف ابی طالبؑ کے ایسے متوسط الحال شخص کے گھر میں حضرت خدیجہ کا بیاہا جانا۔ اور اس نسبت پر اس خاتون ذی اقتدار کا بلا عذر و تامل راضی ہو جانا عموماً" حیرت خیز اور تعجب انگیز تھا خصوصاً" عمائدین اور اکابرین قریش کے اسی طبقہ میں اس کے باعث اور وجہ کی تلاش دامنگیر تھی۔ جو حصول مدعا سے محروم و ناکام رہ گئے۔ اس بناء پر حضرت ابی طالبؑ کو یہ بتلا دینا نہایت ضروری تھا کہ مال و دولت کی کثرت حسبی عظمت اور نسبی شرافت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ باعتبار قومیت کے یہ تمام قریش یکساں ہیں۔ لیکن تاہم بنی ہاشم کا قبیلہ اپنے اخلاقی و روحانی اوصاف سے ان میں خاص طور پر ممتاز ہے اور صاحب اعزاز اور ان کے بھی مفاخر و مشارف خاص طور پر اس تزویج کے اصلی باعث ہوئے ہیں اور انہیں اوصاف مخصوصہ کو حضرت ابی طالبؑ نے نہایت وضاحت سے اپنے خطبہ تزویج میں ان الفاظ کے ساتھ یاد دلایا ہے۔ **جعلنا حضنتہ بیتہ وسواس حرمہ و جعل لنا بیتا محجوجا و حرما امنا و**

جعلنا الحکام علی الناس خدا نے ہم کو اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا نگہبان بنایا اور ہم کو وہ گھر دیا۔ جس کا لوگ حج کرتے ہیں اور اس کو تمام مخلوق کے لئے جائے امن بنایا۔ اور ہم لوگوں پر حاکم بنایا۔ یہ الفاظ بنی ہاشم کے فضائل و خصائص کو اس ہیت سے ثابت کر رہے ہیں کہ امراء اور قریش کے موجودہ مجمع میں کسی فرد واحد کو عذر و تامل کی مجال نہ ہوئی۔ بلکہ ورقہ بن نوفل نے اپنے خطبہ میں ان تمام مفاخر و خصائص کو معترفانہ طریقہ سے تسلیم کرکے بنی ہاشم کی ترجیح کو تمام قریش کے مقابلہ میں امر مسلمہ اور مسلمہ مصدقہ ثابت کر دیا ہے حضرت ابی طالبؑ نے مال و دولت کی ہستی نا استوار اور وجود بے اعتبار کو جن الفاظ میں بیان کیا۔ اس سے بہتر بیان کے لئے کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اپنے مالی ضعف کے اعتراف کے ساتھ اپنے خاص سرمایہ سے حضرت خدیجہؑ کا مہر موجل و معجل طلائی سکوں میں ادا کر دینا ان کی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے اظہار کے ساتھ صاف صاف بتلا رہی ہے کہ فیاض کا دست فیض کبھی نیچے نہیں رہ سکتا۔

ولیمہ نکاح

تزویج کے متعلق عرب میں قدیم سے ایک خاص اور امتیاز دستور ہے۔ سیرۃ جالیلتہ میں خصوصیت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ پہلا ولیمہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صرف خاص سے اس تقریب میں تمام قریش کو دیا ان کی عبارت یہ ہے **و ھو اول ولیمتہ اولمھا صلی اللہ علیہ والہ وسلم**
جناب خدیجہؑ کی طرف سے بھی ولیمہ کا سامان کیا گیا۔ **امرت خدیجہ عمھا ینحر ابکرا من بکراتک و اطعم الناس و ھلم مع اھلک فاطعم الناس** حضرت خدیجہؑ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ اپنے اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کریں اور معہ اپنے اہل و عیال کے شریک ہو کر تمام لوگوں کو کھانا کھلوائیں۔ چنانچہ تمام لوگوں کو دعوت ولیمہ دی گئی۔
حضرت خدیجہؑ کی دعوت ولیمہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا خوشنما منظر اور اس تقریب میں جانبین کی قلبی مسرت کا عالم۔ صاحب کتاب نے ان الفاظ میں دکھلایا ہے۔
و دخل صلی اللہ علیہ والہ وسلم و قال معھا اقرء اللّٰہ تعالیٰ عینہ و فرح ابو طالب فرحا شدیدا
جب اس دعوت میں آنحضرت صلعم داخل ہوئے تو تمام حاضرین کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ اور حضرت ابی طالبؑ کو بے حد مسرت ہوئی۔
واقعہ تزویج میں بعض غلط بیانات داخل ہو گئے ہیں۔ شبلی صاحب ان واقعات کی صفحہ ۱۳۰ میں ان الفاظ کے ساتھ تنقید فرماتے ہیں بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت خدیجہؑ کے والد زندہ تھے اور ان کی موجودگی میں

سید سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

نکاح ہوا۔ لیکن وہ شراب میں مخمور تھے۔ جب ہوش میں آئے تو نکاح کا حال سن کر برہم ہوئے کہ برابر کا جوڑ نہیں، لیکن یہ روایت صحیح نہیں۔ امام سہیلی نے بتصریح اور بدلیل ثابت کیا ہے کہ حضرت خدیجہؑ کے والد جنگ فجار کے قبل انتقال کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ طبقات ابن سعد میں اگرچہ اس روایت کو نقل کیا ہے مگر پھر ان الفاظ میں تردید بھی کر دی ہے۔

فهذا كله عندنا غلط و لبثت عندنا المحفوظ عن اهل العلم ان اباها خويلد بنت اسد مات قبل الفجار و ان عمّها عمر ابن اسد زوّجها رسول الله صلعم

یہ تمام واقعات میرے نزدیک بالکل غلط اور مخفی بے اصل ہیں اور صاحبان علم و اطلاع کے محفوظ طریقہ سے جو میرے نزدیک ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ان کے باپ خویلد بن اسد جنگ فجار کے قبل ہی مر چکے تھے اور ان کے چچا عمر ابن اسد نے حضرت خدیجہؑ کو آنحضرت صلعم کے ساتھ بیاہا تھا۔

اسی طرح بعض کتابوں میں ایک اور غلط واقعہ اس کے متعلق پایا جاتا ہے۔ جو شاید شبلی صاحب کی نظروں سے نہیں گذرا اور اگر گذرا بھی تو آپ نے اس سے خاص کر چشم پوشی اختیار فرمائی۔ وہ غلط واقعہ آنحضرت صلعم کی محفل عقد میں حضرت ابوبکر کی شرکت کا ہے۔ جس کی حقیقت ہم شرح زرقانی سے ذیل میں لکھتے ہیں۔ مواہب لدنیہ کے اس اصل فقرہ کی شرح میں کہ **حضرت ابو طالب و رئوسا مصر فخطب ابو طالب** زرقانی کے الفاظ شرح یہ ہیں **هذا هو الصواب المذكور في الروض و غيره و مافي نسخ ابوبكر رضي الله عنه لا اصل له** قول صحیح و درست یہی ہے جیسا کہ کتاب روض وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ابو طالب اور رئیسان مصر شریک تھے اور ابو طالب نے خطبہ پڑھا۔) اور کتابوں میں جو حضرت ابوبکر کی شرکت کے متعلق جو لکھا گیا ہے وہ بالکل بے اصل ہے۔ (اسوہ رسول)

وفات خدیجۃ الکبریٰ

محمد بن عمر الاسلمی کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے دسویں سال، ماہ شوال کا نصف تھا کہ ابو طالب نے انتقال کیا۔ اس وقت وہ کچھ اوپر اسی (۸۰) برس کے تھے، ان کی وفات کے ایک مہینے پانچ دن کے بعد خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر میں انتقال کر گئیں۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دوہری مصیبتیں جمع ہو گئیں۔ خدیجہ بنت خویلد کی موت (جو آپ کی بیوی تھیں) اور ابو طالبؑ کی موت جو آپ کے چچا تھے۔

مکے میں آنحضرتؐ کا شغل شبانی

راعی خلق بحیثیت راعی غنم

عبید بن عمیر کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من نبي الا و قد رعى الغنم (کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے بھیڑ بکریاں نہ چرائی ہوں)

لوگوں نے عرض کی:

و انت يا رسول الله (یا رسول اللہ اور آپ؟ یعنی آپ نے بھی چرائی ہیں۔)

فرمایا **و انا** اور میں نے بھی۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی کو پیغمبر مبعوث فرمایا جو بھیڑ بکریاں چرا چکا ہو۔

لوگوں نے عرض کی:

یا رسول اللہ، اور آپ؟

فرمایا: **و انا رعيتها لا هل مكة بالقراريط** (اور میں نے بھی اہل مکہ کے لئے جب تمر ہندی یعنی املی کے بدلے چرائی ہیں۔)

ابو سلمہؓ بن عبدالرحمن کہتے ہیں:

اراک (یعنی درخت مسواک، پیلو) کے پھل کے لئے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سے گذرے تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔

ان پھلوں میں جو سیاہ ہو گیا ہو اسے لو، بھیڑ بکریاں چراتا تھا تو میں بھی ان کو چنا کرتا تھا۔

لوگوں نے عرض کی:

یا رسول اللہؐ آپ نے بھی بھیڑ بکریاں چرائی ہیں؟

فرمایا:

ہاں، اور ایسا کوئی پیغمبر نہیں جس نے نہ چرائی ہوں۔

جابرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہم لوگ کباث (اراک کے پکے پکے پھل) چنا کرتے تھے

Presented by www.ziyaraat.net/

آنحضرت (صلواۃ اللہ علیہ) نے فرمایا۔

جو سیاہ ہو گیا ہو وہ لو' کہ سب میں اچھے وہی ہوتے ہیں' میں جب بھیڑ بکریاں چراتا تھا تو میں بھی اسے چھانٹا تھا۔

ہم نے عرض کی:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ بھی بھیڑ بکریاں چراتے تھے؟

فرمایا:

ہاں' اور ایسا کوئی پیغمبر نہیں جس نے نہ چرائی ہوں۔

ابو اسحاق کہتے ہیں:

بھیڑ بکریاں چرانے والوں اور اونٹ چرانے والوں میں تنازعہ اور جھگڑا تھا جس میں اونٹ والوں نے ان پر زیادتی کی اور بڑھ چلے ہم کو اطلاع ملی' اور حقیقت حال خدا کو معلوم ہے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

موسیٰ مبعوث ہوئے اور بھیڑ بکریوں کے چرواہے تھے' داؤد مبعوث ہوئے اور وہ بھیڑ بکریوں کے چرواہے تھے۔ میں مبعوث ہوا تو میں اجیاد میں اپنے لوگوں کی بھیڑ بکریاں چراتا تھا۔

حجر اسود نصب کرنا و تعمیر کعبہ

کلینی نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب قریش نے جاہلیت میں کعبہ کو منہدم کرکے چاہا کہ پھر سے بنائیں لیکن نہ بنا سکے۔ آخر ان کے دل میں گزرا کہ ان سے کہا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے پاکیزہ مال لائے ایسا مال نہ لائے جو قطع رحم یا دوسرے حرام طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو وہ مشکل دور ہو گئی اور کعبہ کو بنانا شروع کیا' آخر حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو آپس میں اختلاف پیدا ہوا کہ کون نصب کرے یہاں تک کہ ان میں باہم جنگ و جدال کی نوبت پہنچ گئی۔ آخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ جو سب سے پہلے مسجد الحرام میں آئے اس کو حکم قرار دینا چاہئے۔ تو سب سے پہلے آنحضرتؐ کعبہ میں داخل ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرتؐ سے حال بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے ایک چادر بچھائی اور خود حجر اسود کو اٹھا کر اس پر رکھا اور رؤسائے قبیلہ سے کہا ہر طرف سے چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ اس طرح لوگ حجر کو اس مقام تک لائے۔ پھر آنحضرتؐ نے خود اٹھا کر اس کے مقام پر نصب کر دیا۔ خداوند عالم نے ان کو اس شرف سے مخصوص فرمایا۔

بسند معتبر دیگر منقول ہے کہ آنحضرتؐ کی بعثت سے تیس سال پہلے مکہ میں سیلاب آیا اور کعبہ کی دیواریں

شکستہ اور چھوٹی ہو گئیں اور چور سونے کے ہرن چرا لے گئے جن کے پیر جواہرات کے تھے۔ تو قریش نے ارادہ کیا کہ دیواریں بالکل توڑ کر از سر نو تعمیر کریں۔ اور کعبہ کی چوڑائی اور زیادہ کریں لیکن یہ خوف ہوا کہ پھاوڑا اس پر مارتے ہیں کوئی بلا ان پر نازل نہ ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ میں کھودنے کی ابتدا کرتا ہوں اگر خدا ہمارے اس ارادے سے خوش ہے تو کوئی بلا نہ آئے گی اور اگر وہ ہمارے اس فعل سے راضی نہیں اور کسی بلا کی علامت ظاہر ہوئی تو ہم کعبہ کو موجودہ حالت میں چھوڑ دیں گے۔ غرض وہ کعبہ کی چھت پر گیا اور ایک پتھر کو حرکت دی تھی کہ ایک سانپ نکل کر حملہ آور ہوا اور سورج کو گہن لگ گیا۔ جب ان لوگوں نے یہ حال مشاہدہ کیا بارگاہ رب العزت میں تضرع و زاری شروع کی اور کہا پالنے والے ہماری نیت فساد کی نہیں ہے بلکہ ہم تو کعبہ کی اصلاح چاہتے ہیں۔ اس کے بعد سانپ غائب ہو گیا انہوں نے دیواریں گرائیں اور جناب ابراہیمؑ کی رکھی ہوئی بنیاد تک کھودتے ہوئے پہنچے۔ جب اس کو بھی کھود کر کعبہ کو وسیع کرنا چاہا تو ایک عظیم زلزلہ پیدا ہوا اور تاریکی چھا گئی۔ بنائے ابراہیم تیس گز لمبی اور چوبیس گز چوڑی تھی اس کی اونچائی نو گز تھی۔ قریش نے مشورہ کیا کہ طول و عرض کو اسی طور رہنے دو۔ اونچائی زیادہ کر دو۔ حجر اسود نصب کرنے میں آپس میں نزاع ہو گئی۔ ہر قبیلہ کہتا تھا کہ ہم نصب کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ آخر معاملہ حکم پر طے ہوا کہ جو شخص باب بنی شیبہ سے پہلے داخل ہو وہی فیصلہ کر دے۔ تو سب سے پہلے جو اس دروازہ سے آیا وہ سرور کائناتؐ تھے۔ لوگوں نے آپؐ کو دیکھ کر کہا امین آگیا جو یہ فیصلہ کرے گا ہم کو منظور ہے۔ غرض آنحضرتؐ نے اپنی ردائے مبارک اور بروایتے اپنی عبا بچھا دی اور حجر اسود اس پر رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کے چاروں سرے قریش کے ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی پکڑ لے۔ بنی عبدالشمس سے عتبہ بن ربیعہ نے اور بنی ہاشم سے اسود بن عبدالمطلب نے بنی اسد بن عبدالعزیٰ سے اور ابو حذیفہ بن المغیرہ نے بنی مخزوم سے اور قیس بن عدی نے بنی سہم سے چادر کے گوشوں کو پکڑ کر اٹھایا۔ پھر آنحضرتؐ نے حجر اسود کو خود اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ بادشاہ روم نے ایک کشتی میں چھت کے لئے لکڑیاں وغیرہ جو ضرورت تھی بھر بھیجی تھیں۔ اس لئے کہ حبشہ میں اس کے واسطے ایک عبادت خانہ تیار کیا جائے لیکن ہوا نے اس کشتی کو مکہ کے ساحل پر پہنچا دیا جو وہاں پہنچ کر کیچڑ میں پھنس گئی اور کسی طرح نہ نکلی۔ قریش کو یہ خبر معلوم ہوئی تو دریا کے کنارے آئے دیکھا کہ جو کچھ ان کو کعبہ کی چھت اور اس کی آرائش کے لئے ضرورت ہے سب کچھ اس کشتی میں موجود ہے۔ انہوں نے وہ سب خرید لیا اور مکہ میں اٹھا لائے۔ لکڑیوں کی پیائش کی تو وہ کعبہ کی چھت کی چوڑائی کے مطابق تھیں غرض کعبہ کی تعمیر مکمل کرکے اس پر یمنی کپڑے کے پردے ڈال دیئے۔

حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت سرورؐ عالم نے کعبہ کی تعمیر میں اپنے اور قریش کے درمیان قرعہ ڈالا تو کعبہ کے دروازہ سے رکن یمانی اور حجر کے درمیان تک حضرتؐ کے حصہ میں آئی۔ اور دوسری

Presented by www.ziyaraat.net/

روایت کے موافق حجر اسود سے رکن شامی تک بنی ہاشم سے مخصوص ہوئی۔

بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے قریش سے پوشیدہ بیس حج کئے۔ بعثت سے پہلے دس اور بروایتے سات حج ہوئے۔ اور چار برس کی عمر میں نماز پڑھی جبکہ جناب ابو طالبؑ شہر بصرہ تشریف لے گئے تھے۔

دلائل النبوۃ میں عباس سے روایت ہے کہ آپ نے ایک روز آنحضرت سے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ میرا آپؐ کے دین میں داخل ہونا اس سبب سے ہوا کہ میں نے آپؐ کو گہوارہ میں دیکھا کہ آپؐ چاند سے گفتگو کرتے اور اس کو اشارہ کرتے تھے اور وہ آپؐ کے اشارہ پر ہر طرف گھومتا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا میں چاند سے کلام کرتا اور وہ مجھے رونے سے روکے رکھتا تھا۔ اور میں اس کے سجدہ کی آواز سنتا تھا جبکہ وہ کرسی کے نیچے سجدہ کیا کرتا تھا۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۲۶ سطر آخر۔

معارج النبوت

مکان کے انہدام اور اس کی تعمیر کا سبب یہ تھا، بعض مورخین کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اندر ایک جگہ تھی جہاں گذشتہ زمانہ کے حکام سونے سے ہرن کی شکل کا زیور بنا کر قیمتی جواہرات سے مرصع کرکے وہاں دفن کرتے تھے۔ قریش کی ایک اوباش جماعت کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ مدفون خزانے کو انہوں نے نکال دیا اور کنواں کھودنے کی وجہ سے خانہ کعبہ کی دیواروں میں تزلزل پیدا ہو گیا جو انہدام پر منتج ہوا اور دوسری روایت ہے کہ چونکہ خانہ کعبہ کا دروازہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے پست تھا اور سیلاب کا پانی مکان کے اندر چلا جاتا تھا اور گذرنے سے مکان کو کمزور کر دیتا تھا چنانچہ تمام مکان میں خرابی پیدا ہو گئی، قریش نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ تعمیر کرکے دروازہ کو اونچا کر دیں تاکہ بارش کا پانی اندر نہ جا سکے، دونوں اقوال میں مطابقت ہو سکتی ہے، کنواں پہلے کھودا گیا ہو گا جب سیلاب اس کنویں میں داخل ہوا تو وہ مکان کی ویرانی کا سبب بن گیا۔ ہر حالت میں مذکورہ سال میں اشراف قریش نے خیال کیا کہ اس عمارت کو نئے سرے سے بنائیں۔ اس کی دیواروں کو بلند اور چھت کو مضبوط کریں، حالانکہ اس سے پہلے صرف چار دیواری تھی جس پر چھت نہیں تھی اور آدمی کے قد سے اونچی نہیں تھی اور وہ بھی ٹوٹی پھوٹی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ اور عمالیس اور حرم کے زمانہ میں دروازہ زمین کے ساتھ تھا قریش نے ایک اور اختراع کی اور مصلحت اس میں دیکھی کہ دروازہ کو اونچا کر دیں اس میں انہوں نے دو فائدوں کا لحاظ رکھا ایک یہ کہ سیلاب کے اندر داخل ہونے سے مکان محفوظ رہے گا، دوسری ہر شخص ان کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکے گا اور کشف الاسرار بزوری میں کہتا ہے کہ پچیس سال کی مدت اس تردد

میں گذر گئی، ایک قوم اس سے تعرض کرنے سے احتراز کرتی تھی اور ایک قوم اس کی تعمیر کو بہتر سمجھتی تھی، جب انہوں نے عمارت بنانے کا پختہ ارادہ کر لیا ضرور تھا کہ پہلے اس کی شکستہ دیواروں کو گرانا چاہیئے لیکن قریش اس پرانی عمارت کو گرانے کی جرات نہیں کرتے تھے اور اس کی عقوبت اور عذاب سے بچتے تھے۔ اسی وجہ سے ایک مدت سے معرض التواء میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اتفاق کر لیا، اس کے بعد قریش نے کعبہ کو آپس میں تقسیم کر لیا تاکہ تخریب اور تعمیر میں سب شریک ہوں، اگر اس کی تخریب سے کوئی عذاب آیا یا اس کی تعمیر سے کوئی سعادت پہنچے تو اس میں سب برابر ہوں، اس تقسیم پر قرعہ ڈالا، ہر رکن ایک قبیلہ کے حصہ آیا، رکن شامی سے رکن یمانی تک بنی تمیم، رکن یمانی سے رکن حجر الاسود تک بنی سہم اور بنی عدی کے حصہ میں آیا، رکن حجر الاسود سے رکن عراقی تک بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصہ آیا، رکن عراقی سے رکن شامی تک بنی اسد بن عبدالعزیٰ اور بنی عبدالدار کے حصہ میں آیا۔ اس کی تخریب اور تعمیران قبائل میں سے ہر قبیلہ پر اس طرح تقسیم ہوئی۔ یہ قبائل ہر روز علی الصباح جب تقدیر کے فراش نور کی چادر عالم کون و فساد میں بچھا دیتے تو تمام کعبہ کے گرد جمع ہو جاتے لیکن کسی شخص میں یہ جرات نہیں تھی کہ اس گھر کو گرا سکے۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے کام چھوڑ دینے کا سبب یہ تھا کہ ہر روز اس کنویں سے جو کعبہ میں خزانہ رکھنے کی جگہ تھی ایک اژدھا نکلتا اور جو شخص کعبہ کو گرانا چاہتا یہ اژدھا اس کا قصد کرتا اور یہ اژدھا بہت بڑا تھا، کہتے ہیں کہ اس کا سر سالم بکرے کے برابر تھا، اور جب بھی کوئی شخص کعبہ کے نزدیک آتا یا اس کی دیوار سے پتھر اکھاڑتا تو وہ سانپ اس کنویں سے نکل کر اس دیوار پر آجاتا اور اس کے نگل جانے کا ارادہ کرتا اس وجہ سے تنگ آکر قریش نے رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا، الٰہی! ہم تیرے گھر کو نئے سرے سے بنانا چاہتے ہیں اور یہ سانپ ہر دفعہ ہمیں ہلاک کرنے کا قصد کرتا ہے اس کا تدارک کر، اتفاقاً" اس روز گذشتہ دستور کے مطابق سانپ کنویں سے باہر نکل آیا تھا۔ اور کعبہ کی دیوار پر تھا کہ اچانک لوگوں نے ایک سفید پرندے کو دیکھا جو ہوا سے اترا اور امام واقدی کی روایت کے مطابق ایک پرندہ تھا جس کی پشت سیاہ، پیٹ سفید اور اس کے پاؤں زرد تھے، اس اژدھا کو اس نے اچک لیا اور کوہ اجناد پر لے جا کر پھینک دیا۔ قریش نے جب اپنی دعا کی قبولیت کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے، انہوں نے کہا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ خانہ کعبہ کی تعمیر پر خوش ہے۔ پھر انہوں نے بہت سا سونا آپس میں تقسیم کیا اور پھاوڑے ہاتھ میں لے کر پرانی عمارت کی تخریب کے لئے آئے۔ سب سے پہلا جو انہوں نے عمارت سے اکھاڑا وہ ان کے ہاتھ سے پھسل کر پھر اپنی جگہ پر چسپاں ہو گیا، قریش ڈر گئے اور کعبہ کو گرانے سے رک گئے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا اے قریش! یہ مال جو تم نے جمع کیا ہے یہ شبہ سے خالی نہیں، اگر تم خانہ کعبہ کی عمارت کو بنانا چاہتے ہو تو ایسا مال جمع کرو جس

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

میں کوئی شبہ نہ ہو' دوسری مرتبہ بہت سا سامان حلال طریقہ سے کمایا ہوا جمع کیا لیکن کعبہ کو گرانے سے خائف تھے۔ چند روز اسی تردد میں گزر گئے۔ آخر کار ولید بن مغیرہ نے کہا' اے قریش' میں ابتدا کرتا ہوں تم میری مدد کرو' قریش متفق ہو کر آئے' ولید بن مغیرہ نے پھاوڑا پکڑا اور دیوار کعبہ سے چند پتھر اکھاڑے قریش دور کھڑے دیکھ رہے تھے کہ ولید کی مہم کا کیا فیصلہ ہوتا ہے' جب ولید پر رات گزر گئی اور اس پر کوئی عذاب نہ اترا' تو قریش نے کہا ولید کی سلامتی' خدا تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل ہے۔ دوسرے روز علی الصبح جب عروس آفتاب نے **و اللیل اذا یغشی** کا نقاب' **و النہار اذا تجلی** کے جمال با کمال سے اٹھایا' تمام قریش یکدم کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دیواریں تو پتھروں کی بنی ہوئی تھیں ایک ایک پتھر کو اکھاڑا اور پرانی عمارت سے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا' جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد تک پہنچے جو کہ اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے انہوں نے بنائی تھی' زبرجد کی مانند سبز پتھر ظاہر ہوئے' انگلیوں کی مانند آپس میں الجھے ہوئے تھے' ولید بن مغیرہ نے ایک کدال اس پر ماری اس میں سے ایک پتھر کا ٹکڑا جدا ہوا' ابو وہب نے اس ٹکڑے کو اٹھایا اس پتھر کے نیچے سے ایسی روشنی ظاہر ہوئی کہ انتہا درجہ کی حیرۃ کن تھی قریب تھا کہ حاضرین کی بصارت اس سے زائل ہو جائے اسی وقت وہ پتھر ابولہب کے ہاتھ سے گزر گیا۔ اور پھر اپنی جگہ استوار ہو گیا۔ امام واقدی اور محمد بن اسحاق و رحمتہ اللہ کہتے ہیں کہ اس پتھر کے ٹوٹنے کے وقت تمام مکہ لرز اٹھا اور اس قدر اضطراب پیدا ہوا کہ قریب تھا کہ مکہ کی تمام عمارتیں گر پڑتیں' انہوں نے کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد ہے اس سے تعرض نہیں کرنا چاہیے۔ اسی اساس پر عمارت کی بنیاد رکھی اور ہر قبیلے ہر رکن کی عمارت میں جیسا کہ ان کے سپرد ہوئی تھی جس کا ذکر گزر چکا مشغول ہوا' اتفاقاً" اسی دوران ایک کشتی روم کی طرف سے دریا کے راستہ پہنچی اور تباہ ہو گئی اور اس کشتی میں سوار لوگوں میں باقوم نامی ایک شخص تھا جو فن تعمیر کا ماہر تھا اپنی قوم کے ساتھ جدہ کے ساحل پر ٹھہرا۔ قریش کو اطلاع پہنچی' ولید مغیرہ سرداران قریش کے ساتھ وہاں پہنچا' انہوں نے سفید لکڑیوں کو خریدا اور باقوم بھی ان کی درخواست پر ان کے ساتھ مکہ آیا تاکہ بیت اللہ کی تعمیر میں مشغول ہو اس سے انہوں نے طے کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے مطابق اسے تعمیر کرے' لیکن اجزائے دیوار وہی ہوں جو پہلے تھے اور ان کے بغیر کوئی دوسری چیز نہ ملائے' استاد نے کہا پرانے اجزاء سے عمارت کو نہیں بنایا جا سکتا۔ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرو یا تو مجھے اجازت دو کہ میں ان میں پتھر اور مٹی ملاؤں یا مکان کی مقدار میں کمی کر دوں' قریش نے دوسری شق کو پسند کیا اور خانہ کعبہ سے حجر کو حطیم کر دیا' لامحالہ وہ جگہ حجر بھی کہلائی اور حطیم بھی۔ چاروں قبائل اپنے اپنے ارکان کی تعمیر و تربیت کے لئے سرگرم عمل تھے اور مل کر پتھر اٹھا رہے تھے' ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔ روایت کی گئی ہے کہ قریش نے اپنی چادریں کھول کر کندھوں پر رکھی ہوئی تھیں اور پتھر اٹھاتے تھے۔ حضرت عباس نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ وہ بھی اپنے کندھے پر اپنے ازار کو رکھ لیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنا چاہا' اچانک گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے جب دوبارہ ہوش میں آئے فرمایا میرا ازار' میرا ازار' یعنی غیب سے پکارا گیا کہ خر عود تک' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خطاب کے سننے کے بعد بے ہوش ہو گئے کیونکہ یہ پہلی آواز تھی جو غیب سے آپ کے سمع بے عیب میں پہنچی۔ جب ہوش میں آئے حضرت عباس نے پوچھا **ما شانک** فرمایا **نهیت ان امشی عریانا**۔ اگرچہ یہ روایت سیرت کی اکثر کتابوں میں درج ہے لیکن ضعف سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔ جب دیواریں بلند ہو گئیں اور ان کی بلندی حجر اسود تک پہنچ گئی قریش میں اختلاف پیدا ہو گیا' ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ متبرک حجر اسود کو وہ اس کی جگہ پر رکھے اور ان چار قبیلوں میں اختلاف یہاں تک بڑھا قریب تھا کہ جنگ کی نوبت آ جائے' اور بنی عبدالدار مرنے مارنے پر تیار ہو گئے' اور عہد کر لیا کہ جب تک ہم تمام کو قتل نہ کر دیا جائے ہم اس سے دستبردار نہیں ہوں گے اور کسی کو اس کام میں سبقت نہیں لے جانے دیں گے' اور یہ عہد عقد آلام سے ملقب ہوا' جب گفتگو حد اعتدال سے بڑھ گئی' ولید بن مغیرہ جو قریش میں عمر رسیدہ بزرگ تھا اور نوجوانوں کو جنگ و قتال سے منع کرتا تھا' انہیں مخالفت کے انجام کی سنگینی سے آگاہ کیا' انہوں نے فیصلہ کیا کہ جو شخص کل باب بنی شیبہ سے داخل ہو وہ اس جھگڑے کا فیصل ہو گا' وہ جو بھی فیصلہ کرے منظور کیا جائے گا' علی الصبح جمشید خورشید کے زرافشاں جھنڈوں کو اس نوپردہ نیلگوں آسمان پر بلند کیا اور کمند نور' اسی خوشی و مسرت کے محل پر ڈالی' قریش انتظار گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اختیارات کی باگ توڑ دی تھی' منتظر تھے کہ دیکھیں دروازہ سے کون آتا ہے اور اس مشکل گرہ کو کون کھولتا ہے' سب سے پہلے جس شخص نے آستانہ حرم کے اندر قدم رکھا سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر خوش ہو گئے اور بندگی کی قید سے آزاد ہو گئے۔ یہ رہے محمد امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور کوئی شخص ان کی صوابدید سے پہلو تہی نہیں کرے گا' جب صورت واقعہ آپ کی عالم آراء رائے کے سامنے پیش کی گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو زمین پر بچھایا اور حجر اسود کو ید بیضا سے اٹھایا اور چادر کے درمیان رکھ دیا اور فرمایا ہر قبیلہ اپنے میں سے ایک سب سے زیادہ بزرگ آدمی منتخب کرے اور ہر شخص چادر کا ایک کونہ پکڑے تاکہ اس متبرک کام میں ہر شخص شریک ہو جائے۔ عتبہ بن ربیعہ' ابو زمعہ' ابو حذیفہ بن المغیرہ اور عدی بن قیس کہ ہر ایک اپنے قبیلہ کے سزا برآوردہ تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ پر چادر کے کونے کو پکڑ کر حجر اسود کو اپنی جگہ پر لائے پھر حجر اسود کو مقررہ جگہ پر رکھنے میں اختلاف پڑ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم تمام ایک شخص پر اتفاق کر لو۔ انہوں نے جب فتنہ کی آگ کو آپ نے فرو کیا ہے اس امر میں بھی آپ کو مقرر کرتے ہیں اور آپ کے سپرد کرتے ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے

Presented by www.ziyaraat.net/

حجر اسود کو اٹھایا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا' ایک دوسرے پتھر کی اسے مستحکم کرنے کے لئے ضروری تھی' بنی نجدان کا ایک شخص اس کام کو انجام دینے کے لئے اٹھا' حضرت عباس نے اجازت نہ دی اور خود پتھر اٹھا کر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا آپ نے حجر اسود کو اس سے مستحکم کر دیا اور فرمایا کوئی شخص ہمارے ساتھ اس عمارت میں شریک نہیں ہو سکتا۔ قریش اس معاملہ میں خوش ہو گئے۔ ان میں سے دشمنوں کی خواہش کے برعکس جھگڑا ختم ہو گیا' پھر خانہ کعبہ کی بلندی بیس گز رکھی گئی' لمبائی تیس گز اور چوڑائی بائیس گز تھی۔ چھ ستون اور گیارہ قوسی لکڑیاں ڈالی گئیں اور حجر اسود خانہ کعبہ سے باہر لگایا گیا۔

معارج النبوت ص ۱۸۹ جلد ۲ سطر ۱۔ تاریخ ابن خلدون جلد ۱ ص ۳۶ سطر ۲۰

ولادت حضرت علیؑ

جس عنوان کو اب شروع کیا جا رہا ہے یہ اس قدر وسیع ترین اور عظیم ترین ہے جس کے لا محدود حوالہ جات' بے شمار عبارات اور ان گنت استدلالات کو ہزار ہا صفحات پر پھیلانے کے بعد بھی یہ کہنا پڑے گا کہ

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

امام شافعی' امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عثمان۔ ۲۰۲ھ

ولدتہ فی حرم المحرم امہ - طابت و لدھا و المولود

یعنی حضرت علیؑ کی والدہ نے جب آپ کو کعبے میں تولد فرمایا تو وہ بھی پاک ہو گئیں اور ان کا بیٹا بھی پاک ہو گیا۔

روضۃ الشہداء ص ۱۳۴ سطر ۲' کوکب دری ص ۲۲۶ سطر ۳۔ مصباح المقربین ص ۱۴ سطر ۱۰

حضرت امام شافعی مذہب شافعیہ کے بانی ہیں۔ اور انہوں نے بہت سے مسائل میں دوسرے آئمہ سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے ماننے والے مشرق وسطیٰ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

انہوں نے خود اور ان کے مقلدین کی کثیر جماعت نے اپنی اپنی کتب میں محمد و آل محمد علیہم السلام کے بکثرت مناقب تحریر فرمائے ہیں۔ امام شافعی کے اشعار کا تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ تو بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محبت اہل بیت رسولؐ سے سرشار یہ امام عالی قدر ولادت علیؑ کا در کعبہ کا ذکر نہ کرتا۔

امام شافعی کا مذکورہ شعر مسلمانوں کی متعدد کتب میں موجود ہے جو کہ عظمت حضرت علیؑ علیہ السلام کا اعلان کر رہا ہے۔

اس شعر کے پہلے حصے میں بیت اللہ کی تعریف ہے اور اسے انہوں نے محرم و معظم گھر بتایا ہے۔ یقیناً یہ گھر

عظمت کا حامل ہے کیونکہ نسبت سے گھر کا اندازہ ہوتا ہے تو جو گھر رب اعلیٰ کی طرف منسوب ہو اس کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

اس شعر کے دوسرے حصے میں انہوں نے ماں کو بھی پاک کہا ہے اور بچے کو بھی اس قابل غور امر یہ ہے کہ ماں کیسے پاک ہو گئی۔ اگر آپ فرمائیں کہ بیت اللہ کی وجہ سے تو پھر بت کیوں نہ پاک ہوئے' اور خود حضرت فاطمہ پہلے کئی بار بیت اللہ میں تشریف لے گئیں وہ پہلے پاک کیوں نہ ہوئیں' لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ آنے والے بچے کا کمال ہے کہ جس نے ماں کو بھی پاک کر دیا اور خدا کے گھر کو بھی۔ (اگرچہ اس میں کچھ عرصہ لگا لیکن پاک آپ ہی نے کیا)

عموماً جب بچے کی پیدائش کا وقت نزدیک آتا ہے تو لوگ ماں کو محترم مقامات سے دور رکھتے ہیں تاکہ زچگی کے عمل سے جگہ نجس نہ ہو جائے لیکن یہ کیسا عظیم مولود ہے کہ ماں بیت اللہ کی طرف جا رہی ہے اور خود نہیں جا رہی بلکہ حضور اکرم اور حضرت ابو طالب بھیج رہے ہیں اور خدا دیوار کے دو ٹکڑے کر کے اس بی بی کو اندر آنے کی دعوت دے رہا ہے۔

یہ آنے والا مولود ظاہری لحاظ سے بھی پاک تھا اور باطنی لحاظ سے بھی۔ خود حضور نے کئی مقامات پر فرمایا کہ فلاں فلاں حالت میں لوگ نجس ہو جاتے ہیں لیکن میں اور میرے اہل بیتؑ نجس نہیں ہوتے۔ لہٰذا یہ ہستیاں ہر جہت کے لحاظ سے پاک بلکہ نہ صرف پاک بلکہ پاک کرنے والی بھی ہیں۔ یعنی طاہر بھی ہیں اور مطہر بھی۔ لہٰذا اگر ولادت علیؑ در کعبہ سے کعبہ کو نجس ہو جاتا تو یہ اجتماع ضدین ہوتا اس لئے خدا نے اس مولود کو طاہر و مطہر بنا کر بھیجا۔

الجاحظ المعتزلی م ۲۵۵ھ الرسالتہ الجاخط بحوالہ ینابیع المودت ص ۱۵۳ سطر ۸' بصیرتی قم ۱۳۵۸ھ

اگر ہم لوگ حضرت علیؑ کے فضائل شریف' مقامات بزرگ' بلند درجات اور روشن فضائل کو شمار کرنا شروع کر دیں تو اس بارے میں بہت بڑی لمبی چوڑی مجلدات اور دفاتر ختم ہو جائیں گے آپ آدمؑ کی صحیح جڑ ہیں۔ آپ کا نسب بے عیب ہے آپ کی ولادت گاہ ایک بلند مقام (خانہ کعبہ) ہے۔ (ینابیع لاہور ص ۲۳۹ سطر آخر)

ابو عثمان عمر بن بحرین الجاحظ جو کہ ۲۵۵ ہجری میں اللہ کو پیارے ہوئے تیسری صدی کے مشہور ترین اور مستند عالم تھے۔ ان کی کتاب البیان و التبیین اسلامی کتب میں اہم مقام رکھتی ہے۔

شیخ سلیمان قندوزی جو کہ اپنے مقام پر اپنا خود ایک مقام رکھتے ہیں۔ اپنی مشہور و معروف کتاب ینابیع المودت میں علامہ جاحظ کا ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کی عبارت آپ ابھی ابھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جس سے مندرجہ ذیل حقائق واضح ہوتے ہیں۔

یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل ان گنت ہیں۔ مناقب حضرت علیؑ جلد ۳۳ میں اس مفہوم کی کافی

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

احادیث جمع کر دی گئی ہیں کہ واقعی حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بے شمار ہیں۔

اس کے بعد آپ نے آپ کے نسب کو بے عیب کہا ہے۔ کیونکہ آپ کے سلسلے میں کہیں بھی شرک داخل نہیں ہوا جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اکثر صحابی قبل از اعلان اسلام خود بھی مشرک تھے اور ان کے بزرگ بھی۔

اس کے بعد آپ نے کعبے کی عظمت بیان فرمائی۔ اور وہ کیوں نہ کرتے کیونکہ جس گھر کی تعمیر کا حکم خدا نے فرمایا۔ خلیل خدا اور ذبیح باری تعالیٰ نے اسے بنایا ہو اور حضرت علیؑ نے تشریف لا کر جسے سجایا ہو وہ مکان واقعی قابل تعریف و مدح ہے۔

المسعودی، ابو الحسین علی بن حسین م ۳۴۶ھ مروج الذهب ص ۱۴۷ جلد ۵ مصر

قتل حضرت عثمان کے دن حضرت علیؑ کی بیعت کی گئی اور آپ کی ولادت خدا کے گھر میں ہوئی۔

ابو الحسن علی بن حسین مسعودی متوفی ۳۴۶ ہجری ایسا عالم تھا کہ ہر مذہب نے اسے فن تاریخ کا امام سمجھا ہے اور ابن خلکان سے لے کر مودودی تک ہر عالم نے اس کی تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے۔

ابن خلکان فرماتے ہیں کہ مسعودی فن تاریخ کا امام ہے۔ اسلام میں آج تک اس کے مقابلے کا کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا۔ وہ دنیا کی تمام اقوام کی تواریخ کا بہت بڑا ماہر تھا۔ اس کی اگر تمام تاریخی کتب مل جاتیں تو کسی اور تصنیف کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ (وفیات الاعیان۔ ذکر مسعودی)

ابن شاکر فرماتے ہیں کہ مسعودی شمس الدین سے مشہور تھا اور زبردست علامہ، مورخ اور بہت سے غریب و نادار علوم کا مالک تھا۔ (فوات الوفیات ص ۴۵ جلد ۲)

اتنا بڑا عالم بھی حضرت علیؑ کی ولادت کعبے میں تسلیم کرتا ہے اگر ابن خلکان کی یہ بات (کہ اگر اس کی تمام تاریخی کتب مل جاتیں تو کسی اور تصنیف کی ضرورت ہی نہ ہوتی) صحیح ہے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر مسعودی کے علاوہ کوئی اور عالم ولادت علیؑ در کعبہ کو تحریر نہ کرتا تو کافی تھا۔ لیکن یہاں تو صرف ایک نے اس اہم ترین واقعے کو تحریر کرکے اپنی کتاب کو مزین فرمایا ہے۔

حاکم نیشاپوری م ۴۰۵ھ۔ المستدرک جلد ۳ ص ۴۸۳ سطر ۱۱۔ حیدر آباد دکن۔

اس نے حکیم کو کعبہ میں جنم دیا وہ حالت حمل میں تھی۔ عسر ولادت کی وجہ سے وہ کعبہ میں آئی اور جوف کعبہ میں بیٹے کو جنم دیا۔ پھر اس کو ایک کپڑے میں لپیٹا۔ اپنے کپڑوں کو حوض زمزم پر صاف کیا۔ کعبہ میں اس سے قبل اور بعد کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔

سطر ۱۳۔

حاکم کہتا ہے کہ حرف آخر میں مصعب نے وہم کیا ہے حالانکہ متواتر اخبار سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے اپنے فرزند علیؑ بن ابی طالب کو کعبہ میں جنم دیا۔

امام حاکم ۳۲۱ھ میں پیدا اور ۴۰۵ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپ کے بارے میں ابن خلکان رقمطراز ہیں کہ امام حاکم نیشاپوری اپنے زمانے میں علماء حدیث کے امام تھے۔ علم حدیث میں آپ نے ایسی اعلیٰ اور بہ کتب لکھی ہیں کہ مثل ان کے پہلے نہ تھیں۔ امام حاکم معرفت رکھنے والے اور بہت وسیع علم رکھنے والے تھے۔

اس شان کے مالک امام نے ولادت حضرت علیؑ کے ذکر کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے اور پہلے پہل حکیم بن حزام کی ولادت کے متعلق مصعب کے قول کو نقل کیا ہے اور بعد میں اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ اس کی ذاتی رائے ہے اور میرے مطالعے کے مطابق کسی نے بھی مصعب کے اس دعوے کی تصدیق بھی نہیں کی ہے بلکہ آج تک کسی بھی فرقے کا ایسا عقیدہ سامنے نہیں آیا ہے۔

اس کے بعد امام حاکم فرماتے ہیں کہ حکیم کی ولادت کے بارے میں وہم ہے جبکہ ولادت علی کے بارے میں اخبار متواترہ ہیں کہ ان کو ان کی والدہ نے کعبے کے اندر جنا ہے۔ بہرحال امام حاکم کے نزدیک ولادت علیؑ در کعبہ کی اخبار موضوعہ نہیں بلکہ متواترہ ہیں۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ہر صدی کے علماء نے اس اہم ترین واقعے کو نقل فرمایا ہے۔

ابن المغازلی م ۴۸۳ھ۔ مناقب علیؑ ص ۶ سطر ۸۔ المکتبۃ الاسلامیۃ الطہران ۱۳۹۴ھ

ابن مغازلی بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں بلکہ پانچویں صدی کے مشہور ترین عالم ہیں اور اتنے معتبر اور ثقہ ہیں کہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں سمہودی نے جواہر العقدین میں ابن کثیر نے وسیلۃ المال میں اور سید محمد شیخانی نے صراط سوی میں ان کی روایات تحریر فرمائی ہیں۔ اور ان سے پہلے کی کئی مشہور ترین کتب میں ابن مغازلی کا ذکر خیر ملتا ہے۔ بندہ نے خلقت نورانیہ کے صفحہ ۲۷ پر بالتفصیل ذکر کر دیا ہے جسے اس سلسلہ میں مزید معلومات درکار ہوں وہ اس کا مطالعہ کرے۔

ابن مغازلی نے بھی دیگر علماء اسلام کی طرح ولادت علی علیہ السلام کا ذکر تحریر کیا ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام کی مشہور ترین روایت تحریر کی ہے۔

یہ واقعہ امام کو ایک باپردہ عورت نے بتایا۔ جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ واقعہ اتنا مشہور تھا کہ گھریلو امور میں مصروف خواتین تک جانتی تھیں۔

عموماً" ہوتا یہ ہے کہ اگر محلے میں کوئی عجیب کام ہو تو لوگ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مقام واقعہ کی طرف بھاگتے ہیں اور یہ واقعہ کوئی معمولی نہ تھا۔ کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک عورت کعبے میں روپوش ہو گئی اور دیوار پھٹنے کے بعد پھر جڑ گئی۔ یہ صورت حال واقعی ایسی تھی ہر چھوٹا بڑا زن و مرد کعبے کے پاس آنے پر مجبور ہو گیا۔

اور خدا نے بھی عمداً" حضرت فاطمہ بنت اسد کو تین دن تک اپنے گھر میں بند رکھا تاکہ لوگوں کے تجسس

Presented by www.ziyaraat.net/

میں اور اضافہ ہو اور یہ سننے اور دیکھنے کے لئے بے تاب ہوں کہ اندر کیا ہوا اور حضرت فاطمہ کے ساتھ کیا بیتی۔ اس لئے یہ واقعہ ہر چھوٹے بڑے اور زن و مرد کو یاد تھا۔ اور چونکہ راویہ بھی اس وقت سے کے میں تھی اور وہ بھی یہ شور سن کر وہاں پہنچی اور اپنی آنکھوں سے اس محیرا لعقول واقعے کو دیکھا اور اسے ہمیشہ بیان کیا۔

اس روایت سے حضرت ابو طالب کا موحد ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے کسی بت کو وسیلہ بنانے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ فرمایا کہ خدا کا نام لے کر یہاں بیٹھ جا۔

اس کے بعد راویہ نے بچے کی خوبصورتی کا ذکر فرمایا ہے اور اسے پاک و پاکیزہ اور بے مثل و حسین ترین قرار دیا ہے۔

راویہ نے حضرت علیؑ کے لئے لفظ منطقا" فرمایا ہے جس سے واضح ہو کہ یہ بچہ بولتا ہوا دنیا میں تشریف لایا۔ اور چونکہ آپ نے پیدا ہوتے ہی قرآن مجید کی تلاوت فرمائی لہٰذا آپ کو قرآن ناطق کہا جاتا ہے۔

الخوارزمی موفق بن احمد' م ۵۶۵ھ۔ مناقب بحوالہ مجمع البحرین ص ۲۲۷۔ عظیم آباد ۱۲۹۴ھ

جناب امیر المومنین مکہ مشرفہ میں بیت اللہ کے بالکل اندر جمعہ کے دن اس مہینے کی تیرہویں تاریخ کو پیدا ہوئے جس میں رحمت الہٰی کی بارش ہوتی ہے۔ اس وقت عام الفیل کا تیسواں سال تھا اور ہجرت سے تیئیس سال پہلے یہ ولادت ہوئی اور بعض نے کہا کہ حضرت علیؑ بعثت سے بارہ سال پہلے پیدا ہوئے اور بعض نے دس سال کہا ہے اور یہ بات طے ہے کہ آپ کے سوا خانہ کعبہ میں کوئی پیدا نہیں ہوا ہے۔ یہ وہ فضیلت ہے جس سے خدا نے آپ کو مختص کیا ہے' عظمت و رفعت اور مرتبے کی بلندی کے لئے۔

خطیب خوارزمی کے متعلق سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ خطیب خوارزمی علم عربی کے استاد کامل' فقیہ اعظم' فاضل اجل' ادیب اور شاعر تھے۔ .بغیتہ الوعاۃ ص ۴۰۱ مصر۔

السید مطرزی فرماتے ہیں کہ امام اجل علامہ' مولای الصدر' السعید' الشہید' صدر الصدور' صدر الائمہ' فخر خوارزم

خطیب خوارزمی نے اپنے مذکورہ عبارت میں چند ضروری چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

☆ یہ کہ جس دن حضرت علیؑ پیدا ہوئے وہ دن سید الایام ہے۔

☆ یہ کہ جس مہینے میں حضرت علیؑ پیدا ہوئے وہ نزول رحمت کا مہینہ تھا۔

☆ یہ کہ حضرت علیؑ سے پہلے کعبے میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔

☆ یہ کہ خدا نے خود اپنی جلالت قدر اور علو مرتبت کی وجہ سے انہیں اس فضیلت سے مختص فرمایا۔

خطیب خوارزمی نے باب الاسماء و القاب میں حضرت علیؑ کا لقب ابو القریٰ (سب دیہاتوں کا باپ) تحریر فرمایا ہے اور کعبہ کو ام القریٰ کہنا مشہور و معروف ہے اس لحاظ سے اللہ نے کیا جوڑ بنایا کہ ابو القریٰ فی ام

القریٰ۔

جغرافیے کے ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ساری زمین کا مرکز اور سینٹر مقام کعبہ ہے اور حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نقطہ باہوں اس لحاظ سے مرکز قرآن حضرت علی علیہ السلام قرار پاگے۔ تو مرکزیت مولود مولد میں آکر جمع ہو جاتی ہے۔ اگر کعبے کے ام القریٰ ہونے کا لحاظ کیا جائے تو حضرت علیؑ یہاں بھی پیچھے نہیں کیونکہ کعبہ ام القریٰ ہے تو حضرت علی علیہ السلام ابوتراب ہیں۔

اجمیری چشتی خواجہ معین الدین م ۶۳۲ھ (ریاض الفردوس ص ۱۷ نولشکور لکھنؤ ۱۸۰۶ء)

روز یکہ بکعبہ مرتضیٰ پیدا شد سبحان اللہ
در کون و مکان جلوہ نما پیدا شد صلوات اللہ
جبریل ز آسمان فرود آمد و گفت اے ختم رسل
فرزند بخانہ خدا پیدا شد و اللہ باللہ

(ظہیرا لبشیر ص ۱۸ سطر ۱۸)

خواجہ صاحب کا شمار برصغیر کے مشہور و معروف اولیاء کرام میں ہوتا ہے۔ اور ان کے عرس کے موقعہ پر بھارت اور پاکستان کی حکومتیں خصوصی انتظامات کرتی ہیں۔ لاکھوں زائرین پاکستان اور دوسرے ممالک سے انڈیا جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے بھی دوسرے اولیاء کی طرح مدح محمد و آل محمد کو اپنا فخر سمجھا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں تو ان کی مسدس پوری دنیا میں مشہور و معروف ہے۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہٰ است حسین

اسی طرح خواجہ غریب نواز نے شہنشاہ ولایت کے حضور میں بھی اس رباعی کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ یہ رباعی صفت مستزاد میں اتنی جامع ہے کہ توضیح الفاظ کے لئے دفتر درکار ہے۔ خواجہ صاحب نے انتہائی وجد میں آکر جذبات کے جس دریا کو کوزے میں بند کیا ہے وہ ان کی عقیدت مندی کی پوری نقشہ کشی کر رہا ہے۔

خواجہ صاحب نے پہلے مصرعہ میں سبحان اللہ فرمایا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ کعبے میں حضرت علی علیہ السلام کی ولادت کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ ایک محیرا لعقول معجزہ ہے جو تعجب انگیز لب و لہجے میں بیان کرنے کے لائق ہے۔

عموماً" جب کوئی عجیب بات کہی جائے تو لوگ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ خصوصاً" مقرر جب کوئی انوکھی بات کہے تو سامعین سبحان اللہ کہتے ہیں' خواجہ صاحب نے ولادت حضرت علی علیہ السلام کو ایک انوکھا واقعہ سمجھتے ہوئے سبحان اللہ فرمایا ہے۔

خواجہ صاحب نے دوسرے مصرعے میں مولود کی نورانیت کو تمام کون و مکان کا جگمگانے والا کہہ کر بتایا ہے کہ

Presented by www.ziyaraat.net/

ایسی نور بار ہستی کے لئے کعبے کی چار دیواری کو فانوس بننا ہی چاہئے تھا۔

تیسرے مصرعہ میں حضرت جبرئیلؑ کے بشارت لانے کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بھی ضروری تھا کیونکہ آج جبرئیلؑ کا استاد زمین پر معلم اہل ارض بن کر تشریف لا رہا ہے۔ اور حضرت جبرئیلؑ کے پیر بھائیوں میں اب ارضی مخلوق کا بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

چوتھے مصرعے میں ولادت علیؑ در کعبہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور خواجہ صاحب نے اس رباعی کو شرعی قسم پر ختم کیا ہے کہ ولی ہند قسم کھا کر یہ اعلان کر رہا ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کی ولادت در کعبہ میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

گنجی شافعی کفایت الطالب ص ۲۶۰

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میلاد حضرت علیؑ کے بارے میں دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تو نے مجھ سے اچھے مولود کے بارے میں دریافت کیا جو کہ ولادت میں حضرت عیسٰی کی شبیہ ہے۔ تحقیق خدا نے علیؑ کو میرے نور سے خلق فرمایا اور مجھے اپنے نور سے خلق فرمایا۔ ہم دونوں ایک نور سے ہیں۔ پھر خدا نے ہمیں صلب آدم سے پاک صلبوں اور طاہر رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔ خدا نے مجھے جس بھی صلب سے منتقل کیا علیؑ میرے ساتھ تھے۔ اور ہم دونوں ہمیشہ ایسے ہی رہے یہاں تک کہ خدا نے مجھے اچھے رحم یعنی حضرت آمنہ اور حضرت علیؑ کو اچھے رحم یعنی فاطمہ بنت اسد میں سپرد فرمایا۔ اور ہمارے زمانے میں ایک مرد عابد و زاہد تھا جس کا نام مبرم بن دعیب بن شقبال تھا وہ تقریباً ۲۷۰ سال سے خدا کی عبادت میں مصروف تھا اور وہ کبھی خدا سے کچھ نہ مانگتا تھا کہ ایک دن اس نے اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ اپنے حبیب کے کسی عزیز سے ملا۔ خدا نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اس کی طرف حضرت ابو طالب کو بھیجا۔ پس جب مبرم نے حضرت ابو طالبؑ کو دیکھا تو اٹھ کر استقبال کیا اور آپ کے سر کو چوما اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پھر آپ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ حضرت ابو طالب نے جواب دیا کہ میں خاندان تہامہ سے ہوں۔ اس نے پوچھا تہامہ کی کس لڑی سے ہو؟ حضرت ابو طالب نے جواب دیا بنی ہاشم سے۔ عابد خوشی کے مارے اچھلا اور دوبارہ آپ کے سر کو چوما اور کہا اے شخص تحقیق خدا نے مجھے الہام فرمایا ہے۔ حضرت ابو طالب نے کہا کیا؟ تو اس زاہد نے بتایا کہ ایک بچہ آپ کی پشت سے ہو گا اور وہ اللہ کا ولی ہو گا۔ جس رات وہ بچہ ہو گا تو زمین منور ہو جائے گی۔ جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے تو وہ یہ کہہ رہے تھے۔ اے لوگو! کہ اللہ کے گھر میں اللہ کا ولی پیدا ہوا ہے اور جب آپ کعبے میں داخل ہوئے تو یہ کہہ رہے تھے اے رب ہمارے لئے اپنے پوشیدہ راز کو اب ظاہر فرما دے۔ تیری کیا رائے ہے۔ اس بچے کے نام کے بارے میں۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے غیبی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ اے برگزیدہ نبی کے گھرانے والو ہم نے اس پاکیزہ بچے کو آپ کے گھرانے کی خصوصیت قرار دیا ہے اس کا نام ہماری سرکار سے علیؑ ہے اور یہ لفظ بلند مرتبہ معبود کے نام سے بنایا گیا ہے۔

تمیمی کچھ دیر کے لئے وہاں رک گیا اور پھر اس نے کے میں داخل ہونے کا ارادہ کیا' تو کسی سے پوچھا! مجھے حرب بن امیہ سے کون بچا سکتا ہے؟ اسے بتایا گیا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم' چنانچہ وہ تمیمی رات کے وقت حضرت زبیر بن عبدالمطلب کے گھر آیا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت زبیر نے اپنے بھائی غیداق کو فرمایا! بے شک کوئی شخص ہمارے پاس پناہ لینے یا ضرورت پوری کرنے یا قیام کے لئے آیا ہے۔ اور بے شک وہ جو بھی چاہتا ہے ہم اسے عطا کریں گے۔ پھر حضرت زبیر باہر تشریف لائے تو اس شخص نے یہ شعر پڑھے

لا قیت حربافی التنیتہ مقبلا — و الصبح ابلج فتوء للبلوی
فد عابصوت و اکننی لیر وعنی — و دعا بدعوتہ برید فخاری
فتزکہ کالکلب ینج وحدہ — و اتیت اہل معالم و فخار
یشا ہزبرا یستجار بقربہ — رحب المنازل مکرما للجار
و لقد حالت بمکتہ و بزمزم — و البیت ذالا حجار و الا ستار
ان الزبیر لما نعی من خوفہ — ما کبر العجاج فی الا مصار

میری ملاقات حرب کے ساتھ مقبلا کی گھاٹیوں میں ہوئی۔ اور اس وقت درخشندہ صبح طلوع ہو کر ضیا پاشیاں کر رہی تھی۔ اس نے مجھے پکار پکار کر کہا کہ میری طرف آ اور اس کی اس پکار اور دعوت پر مجھ پر فخر کرنا مقصود تھا۔

تو میں نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے اکیلا بھونکنے والے کتے کی طرح نظر انداز کر دیا۔ اور اس اہل علم و افتخار کے پاس آ گیا۔

اور ایسے شیر کے پاس آیا جو گرجنے والا ہے اور مہمانوں اور ہمسایوں کو عزت کے ساتھ پناہ دینے والا ہے۔

بے شک وہ مکہ معظمہ اور زمزم کعبہ شریف میں حجر اسود اور غلاف کعبہ کے پاس عجز کے ساتھ جانے والا ہے اور زبیر دوسرے شہروں سے آنے والے حجاج سے ہر خوف کو دور کرنے والے تھے۔

جناب زبیر نے تمیمی کو فرمایا' میرے آگے آگے چل' کیونکہ ہم جس کو پناہ دے دیں اس پر سبقت نہیں کرتے۔ پس تمیمی اس کے آگے آگے چلتا رہا اور مسجد حرام بیت اللہ شریف میں داخل ہو گئے۔ حرب نے تمیمی کو دیکھا تو کھڑا ہو گیا اور تمیمی کو تھپڑ مار دیا جناب زبیر تلوار کھینچ کر اس کی طرف لپکے تو حرب بھاگتا ہوا حضرت عبدالمطلب کے گھر میں داخل ہو گیا۔ اور ان سے کہا کہ مجھے زبیر سے پناہ دیں۔

جناب عبدالمطلب نے اسے لکڑی کے اس ٹب نما پیالے سے ڈھانپ دیا جس میں آپ کے والد گرامی جناب ہاشم لوگوں کے لئے کھانا تیار کرتے تھے۔

حرب کو ٹب کے نیچے چھپے ہوئے جب کچھ وقت گذر گیا تو حضرت عبدالمطلب نے اسے فرمایا! اب نکل جا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

حرب نے کہا: کیسے نکل جاؤں دروازے پر آپ کے ساتوں بیٹے تلواریں کھینچ کر جمع ہیں۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے اس کی چادر اس پر ڈال دی اور اس کو ساتھ لے کر اپنے بیٹوں کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے جان لیا کہ حضرت عبدالمطلب نے اسے پناہ دے دی ہے۔ چنانچہ وہ اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ۱ ص ۹۴ سطر ۳)

کیا یہ افتخار ہے

اس قصہ کی طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت اشارہ فرمایا تھا جب وہ امیر معاویہ کے دور امارت میں اس کے پاس تشریف لے گئے تو وہاں عرب کے چند وفود کے ساتھ وہ اپنی گفتگو میں اظہار تفاخر کر رہا تھا۔ اور اس گفتگو میں حرب بن امیہ کا بھی ذکر افتخار تھا۔

یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: تو وہ کون تھا جس نے اسے بچانے کے لئے چھپایا تھا۔ اور اس کی چادر کے ساتھ اسے پناہ دی تھی۔ امیر معاویہ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ (سیرت دحلانیہ جلد ۱ ص ۹۴ سطر ۱۲)

طائف میں کامیابی

ابو مسکین کہتے ہیں: طائف میں ایک کنواں (یا چشمہ) عبدالمطلب کی ملکیت میں تھا۔ جسے ذوالہرم کہتے تھے۔ یہ ایک زمانہ میں قبیلہ ثقیف کے قبضے میں تھا۔ عبدالمطلب نے مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا' جندب ابن الحارث بن حبیب بن الحارث بن مالک بن حطیط بن جشم بن ثقیف (ان دنوں) قبیلہ ثقیف کے سردار تھے جو منکر ہو گئے۔ اور عبدالمطلب سے لڑنے لگے۔ دونوں کو منافرے کی ضرورت پڑی جس کے لئے کاہن بنی عذرہ منتخب ہوا کہ اس کو عزیٰ سلمہ کہتے تھے اور وہ شام میں رہتا تھا۔ منافرہ چند اونٹوں پر قرار پایا جو نامزد کر لئے گئے (یعنی شرط ہوئی کہ جیتنے والے کو اتنے اونٹ دیئے جائیں گے۔)

عبدالمطلب چند قریشیوں کو لے کر نکلے ساتھ میں حارث بن عبدالمطلب تھے کہ انکے علاوہ عبدالمطلب کے ان دنوں کوئی دوسرا لڑکا نہ تھا۔

جندب چلے تو ان کے ہمراہ ثقیف کے کچھ لوگ تھے۔

عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کے پاس (راستہ میں) پانی ختم ہو گیا ثقفیوں سے پانی مانگا تو انہوں نے نہ دیا' اللہ تعالیٰ نے خود ہی عبدالمطلب کے اونٹ کے نیچے ان کے لیے ایک چشمہ جاری کر دیا۔ عبدالمطلب

نے خدائے عزوجل کی حمد کی اور جان لیا کہ یہ اسی کا احسان و منت ہے۔ سب نے سیر ہو کر پانی پیا اور بقدر ضرورت لے لیا۔ ثقفیوں کا بھی پانی ختم ہو گیا۔ عبدالمطلب سے التجاء کی تو انہوں نے سب کو پانی پلوایا۔ کاہن کے پاس آئے تو انہوں نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا۔ عبدالمطلب نے شرط کے اونٹ لے کر ذبح کر ڈالے' ذوم الہرم کو اپنے قبضے میں لے لیا اور واپس آئے خدا نے عبدالمطلب کو جندب پر اور عبدالمطلب کی قوم کو جندب کی قوم پر فضیلت بخشی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۴۴ سطر ۱)

عبدالمطلب کی منت
بیٹے کی قربانی

ابن عباسؓ اور محمد بن ربیعۃ الحارث وغیرہما سے روایت ہے کہ زمزم کھودنے میں عبدالمطلب نے جب اپنے مددگاروں کی قلت دیکھی تو تن تنہا کھودتے تھے اور صرف اپنے بیٹے حارث کو کہ وہی خلف اکبر تھے ان کے شریک حال بھی تو منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں پورے دس بیٹے دیئے حتیٰ کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو ایک کو قربانی چڑھائیں گے جب دس کی تعداد پوری ہو گئی تو باپ نے بیٹو کو جمع کر کے اس منت کی اطلاع دی۔ اور چاہا کہ اس نذر کو اللہ تعالیٰ کے لئے وفا کریں' ان بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) الحارث بن عبدالمطلب (۲) الزبیر بن عبدالمسلطب (۳) ابو طالب (۴) عبداللہ (۵) حمزہ (۶) ابو لہب (۷) الجیداق (۸) المقوم (۹) ضرار (۱۰) العباس

ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہ کیا سب نے وفائے نذر اور ان کے حسب خواہش عمل کرنے کی صلاح دی۔

عبدالمطلب نے کہا: اچھا تو تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے نام قدح میں لکھ لکھ کر ڈال دے۔

اس پر عمل ہو چکا تو عبدالمطلب نے خانہ کعبہ کے اندر آ کے سادن (پجاری) سے کہا' ان سب کو لے کے نام نکال۔ سادن نے نام نکالا تو سب سے پہلے عبداللہ ہی کا نکلا جن سے عبدالمطلب کو خاص محبت تھی (بایں ہمہ) ذبح کرنے کی چھری لئے ہوئے عبدالمطلب ان کا ہاتھ پکڑے قربان گاہ کو چلے لڑکیاں (یعنی عبداللہ کی بہنیں) کہ وہیں کھڑی تھیں رونے لگیں اور ایک نے کہا۔

اس قربانی کے بدل کی تدبیر کر اور یہ ہے کہ حرم میں جو تیری ساٹھ اونٹنیاں ہیں ان پر سے پانسے ڈال۔

عبدالمطلب نے سادن سے کہا: عبداللہ اور دس اونٹوں پر پانسے ڈال۔ سادن نے نام نکالا تو عبداللہ کا نکلا۔ عبدالمطلب دس دس اونٹ بڑھاتے رہے تا آنکہ سو کی تعداد پوری ہو گئی اور اب نام نکالا تو قربانی کے لئے اونٹ کا نام نکلا' عبدالمطلب نے اللہ اکبر کا نعرہ فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

عبدالمطلب کی لڑکیاں اپنے بھائی عبداللہ کو لے گئیں اور اونٹوں کو لے کر عبدالمطلب نے صفا و مروہ کے درمیان قربانی کی۔

ابن عباس کہتے ہیں: عبدالمطلب نے جب ان اونٹوں کی قربانی کی تو ہر ایک کے لئے ان کو چھوڑ دیا' (یعنی جو چاہے گوشت کھائے روک نہ رکھی۔ انسان یا درندہ یا طیور کوئی بھی ہو کسی کی ممانعت نہ کی' البتہ خود نہ کھایا نہ ان کی اولاد میں سے کسی نے فائدہ اٹھایا۔

عکرمہ' عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ ان دنوں دس اُونٹ کی دیت (خوں بہا) ہوتی تھی۔ (یعنی دستور تھا کہ ایک جان کے بدلے دس اونٹ دیئے جائیں) عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایک جان کے بدلہ سو اونٹ قرار دیا۔ جس کے بعد قریش اور عرب میں بھی یہ دستور ہوگیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کو بحال و برقرار رکھا۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۲۵ سطر ۵)

سیرت ابن ہشام

ابن اسحاق نے کہا' خدا جانے یہ کہاں تک صحیح ہے' لیکن لوگ کہتے ہیں کہ سردار عبدالمطلب بن ہاشم نے زمزم کھودنے کے وقت جب قریش کی جانب سے رکاوٹیں دیکھیں تو نذر مانی کہ اس کے دس بیٹے ہوں گے اور وہ سن بلوغ کو پہنچ کر قریش کے مقابلے میں اس کی حفاظت کریں گے تو ان میں سے ایک بیٹے کو کعبتہ اللہ کے پاس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ذبح کردے گا۔ جب پورے دس بیٹے ہوئے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ حفاظت کرسکتے ہیں تو ان سب کو جمع کیا اور اپنی نذر کی خبر دے کر اسے پورا کرنے کی دعوت دی۔ بیٹوں نے ان کی بات مانی اور دریافت کیا کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ عبدالمطلب نے کہا' تم میں کا ہر شخص ایک ایک تیر لے اور اس پر اپنا نام لکھ کر میرے پاس لائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور والد کے پاس آئے۔ والد انہیں لے کر کعبتہ اللہ کے اندر ہبل کے پاس آیا۔ (ہبل کعبتہ اللہ کے اندر ایک باؤلی پر تھا۔ یہ باؤلی وہ تھی جس پر کعبتہ اللہ کی نذر نیاز میں جو جو چیزیں آتیں' وہاں جمع رہتی تھیں) ہبل کے پاس سات تیر رکھے تھے اور ہر تیر پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ ایک تیر پر "خونبہا" مرقوم تھا۔ جب کسی خوں بہا کی ادائی میں اختلاف ہوتا۔ تو ان ساتوں تیروں کو ملا ملا کر حرکت دی جاتی۔ اگر "ہاں" لکھا ہوا تیر نکلتا تو اس کے مطابق عمل کرتے ایک پر "نہیں" لکھا تھا۔ جب کوئی کام کرنا چاہتے تو اسے بھی دوسرے تیروں کے ساتھ ملا کر جنبش دی جاتی۔ اگر یہی تیر نکلتا تو وہ کام نہ کرتے۔

عربوں میں تیروں کا دستور

ایک تیر پر "تم میں سے" ایک تیر پر "تم میں ملا ہوا" (ملحق) ایک تیر پر "تم میں سے نہیں" اور ایک تیر پر "پانی" لکھا تھا۔ جب وہ پانی کے لئے کوئی کنواں کھودنا چاہتے تو وہ ان تیروں کو اور پانی سے متعلقہ تیر کو بھی رکھ دیتے پھر جس طرح کا تیر نکلتا' اس کے مطابق عمل کرتے' جب وہ کسی لڑکے کا ختنہ یا نکاح کرنا چاہتے یا کسی میت کو دفن کرنا۔ یا کسی شخص کے نسب میں انہیں کچھ شک ہوتا تو اسے اور اس کے ساتھ سو درہم اور ذبح کرنے کے کچھ جانور بھی ہبل کے پاس لے جاتے۔ یہ سب کچھ اس شخص کے حوالے کردیتے۔ جو تیروں کو ہلا کر نکالا کرتا تھا۔ اس شخص کو بھی اس کے پاس لے جاتے جس کے متعلق کوئی کام کرنا چاہتے۔ پھر کہتے: اے ہمارے معبود! فلاں بن فلاں کے ساتھ ہم اس طرح کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو بات حق ہو' وہ ہمارے لئے ظاہر کر۔ پھر تیروں والے سے کہتے تیروں کو حرکت دے۔ اگر اس شخص کے لئے ان تیروں میں سے وہ تیر نکلتا جس پر "تمہیں میں سے" لکھا ہوتا تو وہ ان میں نہایت شریف سمجھا جاتا۔ اگر ان کے لئے وہ تیر نکلتا جس پر "تم میں ملا ہوا" لکھا ہوتا تو اس شخص کا جو درجہ ان میں سے پہلے تھا' وہ اسی مرتبے پر رہتا۔ لیکن وہ شخص نہ کسی کے نسب میں شامل ہوسکتا تھا نہ کسی کا حلیف شمار ہوتا۔ اگر قرعہ اندازی میں اس کے سوا کوئی اور معاملہ ہوتا جسے وہ کرنا چاہتے اور اس میں "ہاں" نکلتا تو ویسے ہی کرتے۔ اگر "نہیں" نکلتا تو معاملہ اس سال تک ملتوی کردیتے۔ یہاں تک کہ اسے دوبارہ لاتے اور اس وقت تک اپنے معاملات روکے رکھتے جب تک اس پر تیر نکلے۔ عبدالمطلب نے تیروں والے کے پاس آکر کہا' میرے ان بچوں کے یہ تیر ہلا کر نکالو اور جو نذر مانی تھی' اس کی کیفیت بھی اسے سنا دی۔ ان میں سے ہر لڑکے نے اپنا تیر اسے دے دیا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔

عبداللہ بن عبدالمطلب اپنے والد کے تمام بیٹوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ وہ زبیر' اور ابو طالب' فاطمہ بنت عمرو (بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر) کے بطن سے تھے۔

عبداللہ کا نام نکلنا

ابن اسحاق نے کہا: تم لوگوں کے خیال کے مطابق عبداللہ عبدالمطلب کے بہت چہیتے فرزند تھے اور عبدالمطلب دیکھ رہے تھے کہ اگر تیر ان پر سے نکل گیا تو وہ بچ جائیں گے۔ (اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہونے والے والد تھے) جب تیر والے نے تیر لئے کہ انہیں حرکت دی تو عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کرنے لگے۔ تیر نکالے تو عبداللہ کا نام نکلا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے جگر بند کا

Presented by www.ziyaraat.net/

ہاتھ پکڑ لیا اور چھری تھام کر ساتھ لیے اساف اور نائلہ کے پاس آئے تاکہ اسے ذبح کریں۔ قریش اپنی مجلسوں سے اٹھ کر ان کے پاس آئے اور کہا' عبدالمطلب! تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں اسے ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ قریش اور ان کے دوسرے بیٹوں نے کہا: خدا کی قسم! اسے ہرگز ذبح نہ کیجئے' جب تک آپ مجبور نہ ہو جائیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو ہر شخص اپنا بچہ لایا کرے گا کہ اسے ذبح کرے۔ اس طرح انسانی نسل باقی نہ رہے گی۔ مغیرہ بن عبداللہ (بن عمرو بن مخزوم یقظہ) نے کہا خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہ کیجئے' جب تک آپ مجبور نہ ہو جائیں' اگر اس کا فدیہ ہمارے مال سے ہو سکے تو ہم دے دیں گے۔ (اور عبداللہ کی ماں مغیرہ ہی کی ہم قوم تھی) قریش اور عبدالمطلب کے دوسرے بیٹوں نے بھی کہا' انہیں ذبح نہ کیجئے۔ بلکہ حجاز لے چلئے وہاں ایک عرافہ (غیبت کی باتیں بتانے والی) ہے جس کا کوئی (موکل یا شیطان یا کوئی روح) تابع ہے اس سے آپ دریافت کیجئے۔ اگر اس نے بھی انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا تو آپ کو پورا اختیار ہو گا اور اگر اس نے کوئی ایسا حکم دیا جس میں آپ کے اور اس لڑکے کے لئے اس مشکل سے نکلنے کی کوئی شکل ہو آپ اسے قبول کر لیں۔"اگر ایک غیر مسلمہ غیب کی عالمہ ہو سکتی ہے تو انبیاء و رسل عالم الغیب کیوں نہیں ہو سکتے"۔

عرافہ سے سوال

چنانچہ سب کے سب وہاں سے چلے اور مدینہ پہنچے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہاں سے انہیں معلوم ہوا کہ عرافہ خیبر میں ہے تو وہاں سے سوار ہو کر خیبر میں پہنچے اور اس عورت سے دریافت کیا۔ عبدالمطلب نے اپنے اور اپنے بیٹے کے حالات اسے سنائے اور ان کے متعلق نذر اور ارادے کا اظہار کیا۔ اس عورت نے کہا: آج تو میرے پاس سے تم لوگ واپس جاؤ۔ یہاں تک کہ میرا تابع میرے پاس آئے اور میں اس سے دریافت کر لوں۔ پس سب کے سب اس کے پاس سے لوٹ آئے۔ عبدالمطلب واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کھڑے رہے۔ دوسرے روز سویرے سب پھر عرافہ کے پاس گئے۔ اس عورت نے کہا: ہاں! تمہارے متعلق مجھے کچھ معلومات ہوئی ہیں۔ تم لوگوں میں دیت کی مقدار کیا ہے۔ سب نے کہا دس اونٹ اور واقعۃً" یہی مقدار تھی۔ اس عورت نے کہا: تم لوگ اپنی بستیوں کی جانب لوٹ جاؤ۔ اور اپنے اس بیٹے کو دس اونٹوں کے پاس پاس رکھو۔ پھر ان دونوں پر تیروں کے ذریعے سے قرعہ ڈال۔ اگر تیر تمہارے اس بیٹے پر نکلے تو اونٹوں کو اور بڑھاتے جاؤ۔ یہاں تک کہ تمہارا پروردگار راضی ہو جائے اور اونٹوں پر تیر نکل آئے۔ تو اس کے بجائے اونٹ ذبح کر دینا کہ تمہارا رب بھی راضی ہو جائے اور تمہارا یہ بیٹا بھی بچ جائے گا۔ یہ سن کر وہ نکلے اور مکہ پہنچے۔

عبداللہ کا فدیہ

جب سب اس رائے پر متفق ہو گئے تو عبدالمطلب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور عبداللہ اور دس اونٹوں کو وہاں لے آئے۔ اس حالت میں کہ عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا گیا تو عبداللہ پر نکلا۔ دس اونٹ زیادہ کئے یعنی اونٹوں کی تعداد بیس ہو گئی۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا گیا تو عبداللہ ہی نکلا۔ دس اونٹ زیادہ کئے' یعنی اونٹوں کی تعداد تیس ہو گئی۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا۔ دس اونٹ زیادہ کئے۔ یعنی اونٹوں کی تعداد چالیس ہو گئی۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی نکلا' یعنی اونٹوں کی تعداد پچاس ہو گئی۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا' دس اونٹ اور زیادہ کئے یعنی اونٹوں کی تعداد ساٹھ ہو گئی۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا' دس اونٹ اور زیادہ کئے یعنی اونٹوں کی تعداد ستر ہو گئی۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا۔ دس اونٹ زیادہ کئے یعنی اونٹوں کی تعداد اسی ہو گئی۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے درخواست کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا۔ دس اونٹ زیادہ کئے یعنی اونٹوں کی تعداد نوے ہو گئی۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے۔ پھر تیر نکلا تو عبداللہ ہی پر نکلا' دس اونٹ اور زیادہ کئے یعنی اونٹوں کی تعداد سو ہو گئی۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو اب کے بار اونٹوں پر نکلا۔

قریش اور جو لوگ اس وقت وہاں موجود تھے سبھی نے کہا: اے عبدالمطلب' اب تم اپنے رب کی رضامندی کو پہنچ گئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ عبدالمطلب نے کہا: اللہ کی قسم ایسا نہیں یہاں تک کہ تین مرتبہ اونٹوں پر ہی تیر نکلے۔ پھر عبداللہ اور اونٹوں کے لئے تیر نکالے۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے کہ تیر اونٹوں ہی پر نکلا۔ مکرر یہ عمل کیا اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے کہ تیر اونٹوں پر نکلا۔ پھر تیسری بار اس عمل کی تکرار کی۔ عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا تو اونٹوں ہی پر نکلا' چنانچہ اونٹ ذبح کئے گئے اور انہیں چھوڑ دیا۔ کسی شخص کو ان کے گوشت سے محروم نہ کیا اور نہ روکا۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۷۷ سطر ۱)

البدایہ والنہایہ

ابن اسحٰق سے بحوالہ متعدد و ثقہ روایات مروی ہے کہ جناب عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر وہ چاہ

Presented by www.ziyaraat.net/

زمزم کو از سر نو کھدوانے میں کامیاب ہو گئے تو وہ خانہ کعبہ کے سامنے بطور نذر کعبہ اپنے ایک بیٹے کی قربانی دیں گے۔

چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنے دس کے دس بیٹوں حارث' زبیر' جل' ضرار' المقوم' ابو لہب' عباس' حمزہ' ابو طالب اور عبداللہ کو خانہ کعبہ کے قریب جہاں چاہ زمزم سے دوبارہ کھدائی کے بعد پانی نکلا تھا جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ آیا وہ اپنے باپ کی منت پورا کرنے کے لئے آمادہ ہیں تو ان میں سے ہر ایک نے اس پر بخوشی آمادگی ظاہر کی لیکن قریش کے لوگ اس میں مزاحم ہوئے کہ وہ اول تو کعبہ کے قریب انہیں یہ قربانی نہیں کرنے دیں گے۔ دوسرے یہ کہ وہ بطور نذر کس بیٹے کو ذبح کریں اس کا فیصلہ کون کرے گا؟

کسی ایسے متنازعے معاملے میں قریش کا دستور یہ تھا کہ وہ اس معاملے میں اوامر و نواہی کے فیصلے کے لئے کعبے میں جاتے اور اپنے مشہور بت ہبل کے سامنے جس کے قریب سات پیالے رکھے رہتے تھے اس طرح قرعہ اندازی کرتے کہ ان پیالوں میں یکے بعد دیگرے پرچیاں ڈالے اگر ان سب پیالوں میں سے ایک ہی حکم نکلتا یا ممانعت نکلتی تو وہ اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

مذکورہ معاملے میں انہوں نے یہ کیا کہ کعبے میں ہبل کے سامنے عبدالمطلب کو لے گئے اور ان پیالوں میں یکے بعد دیگرے ان کے دسوں بیٹوں کے نام کی پرچیاں ڈال دیں لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان ساتوں پیالوں میں قربانی کی پرچی کے ساتھ عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ ہی کے نام کی پرچی نکلی جو عبدالمطلب کے اپنے سب بیٹوں میں سب سے زیادہ عزیز تھا۔

یہ دیکھ کر انہوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ وہ عبداللہ کی جگہ کوئی دیت دیں۔ لیکن اب یہ فیصلہ کون کرے کہ وہ دیت کیا ہو۔ اس کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے ہر قبیلے کا ایک ایک شخص ایک اور کاہنہ کے پاس جو خیبر کے کسی گاؤں میں رہتی تھی جائیں اور جو دیت وہ کاہنہ بتائے وہی دیت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کی جگہ دے دیں۔ لیکن انہوں نے شرط یہ رکھی کہ اس دیت کے ساتھ بھی عبداللہ کا نام بھی ان ساتوں پیالوں میں ڈالا جائے گا۔ اگر پھر بھی دیت کی جگہ عبداللہ کا نام ہی نکلا تو وہ عبداللہ کو اس دیت کی جگہ قربان کرنے کی اجازت دے دیں گے۔

چنانچہ وہ سب مل کر اس کاہنہ کے پاس پہنچے تو اس نے پہلی بار دس اونٹوں کی دیت دینے کی ہدایت کی اور یہ بھی کہا کہ ان سات پیالوں میں سے قرعہ اندازی کے بعد اگر عبداللہ ہی کا نام نکلتا جائے تو وہ ہر بار دس اونٹ بڑھاتے جائیں اور سات پیالوں کے بعد بھی قرعہ اندازی جاری رکھیں اور ہر بار دس اونٹ بڑھاتے

جائیں یہاں تک کہ ان کی تعداد سو تک پہنچ جائے۔

بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس طرح اونٹوں کی تعداد سو گئی تو عبداللہ کی جگہ اونٹوں کا ہی نام نکل آیا۔ اور یہ دیت عبدالمطلبؑ نے ان سو اونٹوں کو ذبح کرکے اور ان کا گوشت خیرات کرکے ادا کر دی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کاہنہ کے مطابق ان اونٹوں کی تعداد جو عبداللہ کی جگہ جناب عبدالمطلب کو قربان کرنے تھے تین سو تھی اور انہوں نے وہ تین سو اونٹ اپنے عزیز ترین بیٹے عبداللہ کے خون کی دیت کے طور پر بخوشی ذبح کرکے قربان کر دیئے تھے۔ واللہ اعلم۔ (البدایہ و النھایہ جلد ۲ ص ۵۵۲ سطر ۱)

عدی بن نوفل کا طعنہ

اسی اثناء میں عدی بن نوفل بن عبد مناف نے حضرت عبدالمطلب کو تکلیف پہنچائی اور کہا کہ اے عبدالمطلب! کیا تو ہم پر پے در پے نکل سکتا ہے۔ جبکہ تو اکیلا ہے اور تیرا کوئی بیٹا نہیں؟

جناب عبدالمطلب نے فرمایا! اے ابا لقتہ! یعنی لکنت والے مجھے طعنہ دیتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ مجھے دس بیٹے عطا فرمائیں تو میں ان میں سے ایک بیٹا کعبے کے نزدیک قربان کروں گا۔

حضرت عبدالمطلبؑ کی نذر

اور کہا کہ قریش کے بعض لوگ آپ کی اور آپ کے بیٹے کی ہنسی اڑاتے تھے اور دونوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرتے تھے۔ اور یہ آپ کے لئے شدید مصیبت تھی۔ اور ان کے ساتھ صرف ان کے بیٹے حارث تھے۔ اور ان کے علاوہ آپ کا کوئی دوسرا بیٹا نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے دس بیٹے عطا فرمائے اور وہ سب کے سب ان کے مددگار ہوں تو ان میں ایک بیٹے کو اللہ کی راہ پر کعبے کے نزدیک ذبح کریں گے۔

جس سال حضرت عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی کی اس وقت آپ اور آپ کا بیٹا حارث دونوں ہی تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آپ نے چیونٹیوں کا گھر اور اس کے نزدیک چونچ مارتا ہوا کوا اساف اور نائلہ کے درمیان اس جگہ پایا تھا جہاں قریش اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ پس آپ کدال لے کر آئے اور حکم کے مطابق کھودنے کے لئے تیار ہو گئے۔ تو قریش نے کہا! خدا کی قسم! ہم تمہیں اپنے بتوں کے درمیان کی جگہ کھودنے نہیں دیں گے۔ کیونکہ وہ لوگ ان دونوں کے نزدیک قربانی کیا کرتے ہیں۔

جناب عبدالمطلبؑ نے اپنے بیٹے کو فرمایا! انہیں میری طرف سے جواب دیتے ہو۔ یہاں تک کہ میں کھدائی

Presented by www.ziyaraat.net/

کا کام ختم کر لوں۔ خدا کی قسم! جس کام کے لئے مجھے حکم دیا گیا ہے میں اسے پورا کروں گا۔
چنانچہ جب لوگوں نے جان لیا کہ آپ اس کام کو نہیں چھوڑیں گے تو وہ آپ کے اور گڑھے کے درمیان سے نکل کر واپس چلے گئے۔ آپ نے اس جگہ کی بڑی مشکل سے کھدائی کی یہاں تک کہ زمزم مل گیا۔ اور آپ نے اسے پہچانتے ہوئے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

قریش سے دوسرا نزع

جب آپ گڑھے کے پانی تک پہنچے تو وہاں سے تلواریں' زرہیں اور سونے کے دو ہرن ملے۔ جنہیں جرہم نے دفن کیا ہوا تھا۔
قریش نے یہ سامان دیکھا تو کہا: ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں شریک ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں رک جاؤ اور اس امر کی طرف آؤ جو میرے اور تمہارے درمیان انصاف کرے۔ اس پر تیر چلاؤ۔
انہوں نے کہا: یہ کیسے ہو گا؟ آپ نے فرمایا! کہ دو تیر کعبے کے لئے دو تیر میرے لئے اور دو تیرے تمہارے لئے مقرر ہوں گے۔ جس چیز پر اس کا تیر جائے اور وہ اس کی ہو گی اور جس کا تیر پیچھے رہ جائے اس کی کوئی چیز نہ ہو گی۔

کعبے کا زیور

چنانچہ کعبے کے لئے زرد رنگ کے' جناب عبدالمطلب کے لئے سیاہ رنگ کے اور قریش کے لئے سرخ رنگ کے دو دو تیر چلائے گئے۔
پس زرد تیر کعبے کے لئے ہرنوں پر اور سیاہ رنگ کے تیر تلواروں اور زرہوں پر' حضرت عبدالمطلبؑ کے لئے پڑے اور قریش کے تیرے پیچھے رہ گئے۔ بس تلواریں اور سونے کے ہرن کعبے کے دروازے پر لٹکا دیئے گئے اور یہ کعبے کے لئے سونے کا پہلا زیور تھا۔ پھر زمزم کی کھدائی پوری ہوئی تو حضرت عبدالمطلبؓ نے حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری سنبھالی اور یہ قریش پر اور تمام عرب پر حضرت عبدالمطلبؓ کا خصوصی افتخار و اعزاز تھا۔

زم زم کا حوض

زہریؒ نے کہا کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے لوگوں کے پینے کے پانی کا حوض بنایا جسے قریش میں سے بعض لوگ

حسد کی وجہ سے رات کو خراب اور دن کو درست کر دیتے۔ ایک دن صبح کے وقت ایک شخص نے اس حوض میں نہانا شروع کر دیا تو حضرت عبدالمطلب اس پر شدید غضبناک ہوئے۔ پھر آپ کو خواب میں کہا گیا کہ لوگوں کو بتا دیں کہ اس حوض کا پانی پینے کے لئے حل و بل یعنی حلال و مباح ہے۔ اس میں نہانا جائز نہیں۔ جبکہ بل کے معنی شفا بھی ہیں۔
ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سے پہلے زم زم کے کناروں پر شگاف پڑ جاتا اور پانی بہہ نکلتا تو مسجد حرام "کعبہ شریف" سے ہی اسے اس کے مقام پر واپس لوٹا دیتے۔ کیونکہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کنواں تھا۔ اور بنی عبد مناف اس کی وجہ سے تمام قریش اور سارے عرب پر فخر کرتے تھے۔ اور اس سے حاجیوں کو پانی پلاتے تھے۔

مشروب زم زم

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بہت سے اونٹ تھے۔ آپ حج کے دنوں میں انہیں جمع کرتے اور ان کا دودھ اور شہد ملا کر زم زم کے قریب حوض میں جمع کرتے اور خشک انگور خرید کر زم زم کے پانی میں ملا کر حاجیوں کو پلاتے۔ چنانچہ حاجی اس مشروب میں پانی ملا کر اس کا گاڑھا پن دور کرتے۔
حضرت عبدالمطلبؓ کے انتقال کے بعد زم زم کی سقایت کا عہدہ پہلے حضرت ابو طالب اور پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رہا۔ طائف میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگور کی بیلیں تھیں۔ جہاں سے وہ خشک انگور منگوا کر زم زم میں ڈالتے اور حج کے دنوں میں حاجیوں کو پلاتے۔
جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے وقت مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو آپ نے پہلے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سقایت کا عہدہ لے لیا اور پھر انہیں واپس کر دیا۔

نذر پوری کرو

زم زم کی کھدائی کے تیس برس بعد جب حضرت عبدالمطلبؓ کے دس بیٹے حارث' زبیر' جحل' ضرار' مقوم' ابولہب' حمزہ' ابوطالب اور عبداللہ پورے ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں تو حضرت عبدالمطلب نے جبکہ وہ کعبے کے پاس سو رہے تھے خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔
اے عبدالمطلبؓ رب کعبہ کے لئے اپنی نذر پوری کر۔

Presented by www.ziyaraat.net/

حضرت عبدالمطلبؑ یہ خواب دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور گھبرا کر اٹھ بیٹھے' پھر آپ نے ایک مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کا گوشت پکوا کر محتاجوں اور مسکینوں کو کھلایا۔ بعد ازاں آپ پھر سو گئے تو خواب میں انہیں کہا گیا کہ اس سے بڑی قربانی دیں۔ آپ نے بیدار ہو کر بیل ذبح کیا اور سو گئے تو خواب میں پھر انتباہ کیا گیا کہ اس سے بڑی قربانی دیں۔ آپ نے بیدار ہو کر اونٹ ذبح کیا اور مساکین میں تقسیم کر کے پھر سو گئے تو خواب میں آواز آئی اس سے بھی بڑی قربانی دیں۔

آپ نے پوچھا: اس سے بڑی قربانی کیا ہے؟

منادی نے کہا: اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ذبح کریں جس کی آپ نے نذر مانی تھی۔

یہ سن کر آپ شدید غمزدہ اور ملول خاطر ہو گئے۔ اور پھر آپ نے اپنے بیٹوں کو جمع کر کے اپنی نذر کا واقعہ بیان کیا اور انہیں ایفائے عہد کی دعوت دی۔

آپ کے بیٹوں نے یہ سن کر عرض کی: ہم سب آپ کے فرمانبردار ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ ہم میں سے آپ کس کو ذبح کرنا چاہتے ہیں؟

قرعہ اندازی

جناب عبدالمطلبؑ نے فرمایا: تم سب لوگ ایک ایک تیر لو اور ان پر اپنا اپنا نام لکھ لاؤ انہوں نے آپ کے حکم کے مطابق تیروں پر اپنے نام لکھے اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپ ان تیروں کو لے کر جوف کعبہ میں رکھے ہوئے سب سے بڑے بت ہبل کے قریب آئے۔ جن کی لوگ تعظیم کرتے تھے' اور اس کے قریب قرعہ اندازی کرتے تھے۔ وہاں پر ایک شخص خدمتگار کے طور پر متعین تھا جو قرعہ اندازی کرتا اور لوگ اس کی قرعہ اندازی پر متفق ہو جاتے۔

جناب عبدالمطلبؑ نے وہ تیر جو آپ لے کر آئے تھے اسے پکڑا دیئے اور کھڑے ہو کر بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔

اللھم انی نذرت نحر احد ھم و انی اقرع بینھم فاصب بذالک من شئت

الٰہی! میں نے اپنے ان بیٹوں میں سے تیرے لئے ایک کو ذبح کرنے کی منت مانی ہے میں ان کے درمیان قرعہ ڈالتا ہوں تو جسے چاہتا ہے اس کا قرعہ نکال دینا۔

جب قرعہ اندازی ہوئی تو جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا قرعہ نکلا جبکہ حضرت عبدالمطلبؑ کو اپنے سب بیٹوں سے زیادہ محبت ان کے ساتھ تھی تاہم جناب عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور چھری لے کر اس جگہ آ گئے جہاں جانور ذبح کرتے تھے اور قربانیاں کرتے تھے۔ یہ مقام اساف اور نائلہ

بتوں کے درمیان تھا۔

اساف اور نائلہ کی کہانی

اصل میں ان بتوں میں ایک مرد تھا اور ایک اس کی بیوی۔ یہ مرد بنو جرہم قبیلے کا ایک شخص اساف بن یعلی تھا۔ جبکہ اس کی بیوی کا نام نائلہ بنت زید تھا۔ اور وہ بھی اسی قبیلہ جرہم میں سے تھی۔ اساف کا یمن میں اس کے ساتھ معاشقہ تھا۔ یہ دونوں رات کے وقت کعبے میں داخل ہوئے اور لوگوں کو خواب غفلت میں سوتے ہوئے پایا تو بیت اللہ شریف کے اندر جا کر خلوت گزین ہو کر آلودہ گناہ ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے انہیں مسخ شدہ پایا۔ اور پھر وہیں پر رہنے دیا تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ جب ان دونوں کو وہاں ایک زمانہ گزر گیا تو لوگ دوسرے بتوں کے ساتھ ان کی بھی عبادت کرنے لگے۔

حضرت عبداللہؓ کو ذبح نہیں ہونے دیں گے

بہرکیف! جناب عبدالمطلبؑ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے وہاں پر پہنچے تو قریش کے سرداروں نے کھڑے ہو کر پوچھا۔ آپ کس ارادے سے آئے ہیں؟

حضرت عبدالمطلبؑ نے فرمایا! میں اپنی نذر پوری کروں گا۔

قریش کے سرداروں نے کہا! ہم آپ کو ایسا نہ کرنے پر مجبور کریں گے۔ اور یہ کہ آپ اپنے رب سے معذرت کر لیں۔ اور اگر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو ذبح کر دیا تو آپ کا یہ کام ہمیشہ کے لئے سنت جاریہ کی صورت اختیار کر جائے گا۔ اور ہر شخص اپنے بیٹے کو یہاں لا کر ذبح کر دیا کرے گا۔

مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے کہا! عبداللہ ہماری بہن کا بیٹا ہے۔ خدا کی قسم! آپ اسے کبھی ذبح نہیں کر سکتے۔ یہاں تک کہ آپ اپنی نذر کے سلسلہ میں عذر خواہی کر لیں اور اگر آپ اس کا فدیہ دینا چاہیں تو ہمارے اموال سے اس کا فدیہ ادا کر لیں۔

سو اونٹوں پر قرعہ نکلا

بعد ازاں قریش کے سرداروں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ فلاں کاہنہ کے پاس تشریف لے جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو اس امر میں کوئی ایسا امر بتا دے جو آپ کے غم کو دور کرنے کا باعث ہو۔

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

چنانچہ قریش کے لوگ خود ہی اس کاہنہ کے پاس گئے جو کہ خیبر میں رہتی تھی اور اسے حضرت عبدالمطلب کی نذر کا قصہ سنایا۔ کاہنہ نے کہا! تم لوگ واپس جاؤ یہاں تک کہ وہ میرے پاس خود آئیں اور میں ان سے سوال کروں۔ چنانچہ وہ لوگ واپس آ گئے۔ اور پھر لوگ اس کے پاس دوبارہ جانے کے لئے نکلے تو حضرت عبدالمطلب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور سرداران قریش کے ہمراہ کاہنہ کے پاس آ گئے۔

کاہنہ نے کہا! مجھے بتائیں کہ تم میں ایک شخص کی دیت کتنی ہے۔

لوگوں نے کہا: دس اونٹ۔

اس نے کہا: آپ لوگ اپنے شہر کو جائیں اور اپنے صاحب یعنی حضرت عبداللہ کو اپنے پاس بلا کر اس پر قرعہ اندازی کریں۔ پھر دس اونٹ مزید لا کر ان پر قرعہ ڈالیں اگر قرعہ تمہارے ساتھی یعنی حضرت عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ مزید بڑھا دیں یہاں تک کہ تمہارا رب راضی ہو جائے۔

کاہنہ کا فیصلہ سننے کے بعد یہ لوگ مکہ معظمہ کی طرف واپس آ گئے اور جناب عبداللہ کو بلایا اور دس اونٹ بھی لے آئے۔ حضرت عبدالمطلب دعا کے لئے کھڑے ہو گئے اور جب قرعہ ڈالا گیا تو وہ جناب عبداللہ کا نام نکلا۔ جناب عبدالمطلب ہر بار دس دس اونٹ بڑھاتے رہے یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ گئی۔ قرعہ اونٹوں پر نکل آیا۔

سو اونٹوں پر قرعہ نکل آیا تو قریش نے کہا: یا عبدالمطلب جو ہو چکا ہے آپ کے رب کی رضا کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ ان کا گمان تھا کہ بات ختم ہو گئی ہے۔ مگر آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم! تین بار قرعہ ڈالا جائے گا۔ چنانچہ تین بار قرعہ ڈالا گیا اور تینوں بار بجائے حضرت عبداللہؑ کے اونٹوں پر ہی نکلتا رہا۔

بعد ازاں جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹوں کو ذبح کیا اور وہیں پر چھوڑ دیا اور کسی انسان، پرندے اور درندے کو ان کا گوشت لینے یا کھانے سے منع نہ کیا گیا۔

ہم دو ذبیحوں کے بیٹے ہیں

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ابن الذبیحین ہوں یعنی دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

اور حاکم نے مستدرک میں معاویہ بن ابو سفیان سے روایت بیان کی۔

قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاتاہ اعرابی فقال یا رسول اللہ خلفت البلاد یا بسۃ و الماء یا بسا و خلفت المال عابسا فھلک المال و ضاع العیال فعد علی مما افاء اللہ علیک یا ابن الذبیحین قال معاویہ فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ولم ینکر علیہ

کہا! کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنے پیچھے شہروں کو خشک سالی کی زد میں چھوڑ آیا ہوں۔ اور پانی سوکھ چکا ہے۔ اور میں اپنے پیچھے مال عابس چھوڑ کر آیا ہوں۔ تو وہ مال یعنی بکریاں ہلاک ہو گئی ہیں۔ اور اہل و عیال ضائع ہو گئے ہیں۔ تو اے دو ذبیحوں کے بیٹے! جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال غنیمت دیا ہے اس سے مجھے عطا فرمائیں۔ امیر معاویہ نے کہا حضور رسالتؐ مسکرائے اور اس سے یعنی ابن الذبیحین ہونے سے انکار نہ کیا۔

ذبیح کون ہیں

ذبیحین سے مراد حضرت عبداللہ اور حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں تھے۔ اور اس روایت میں یہودیوں کی مشہور کردہ روایت اس بات کے خلاف ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں۔ نیز حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ذبح مکہ معظمہ میں ہوا تھا۔ اسی وجہ سے ایام حج میں قربانی کے دن قربانیاں مکہ معظمہ میں مقرر فرمائی گئیں۔ جیسا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اور شیطان کو کنکریاں مارنا مکہ معظمہ میں مقرر کیا گیا ہے۔ جن میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ جناب ہاجرہ سلام اللہ علیہا کی یاد منائی جاتی ہے۔

اور یہ جانا پہچانا امر ہے کہ مکہ معظمہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ رہائش پذیر تھے۔ نہ کہ حضرت اسحاق اور ان کی والدہ۔ اور اگر اہل کتاب یہودیوں اور ان کی روایت کو قبول کرنے والوں کے گمان کے مطابق ذبح شام میں ہوتا تو قربانیاں اور نحر بھی شام میں ہوتے نہ کہ مکہ معظمہ میں۔

برہان قرآن

علاوہ ازیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ذبیح کو حلیم کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيۡمٍ تو ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

چنانچہ جو شخص اطاعت خداوندی میں اپنا ذبح ہونا قبول کر لے اس سے بڑھ کر حلیم اور بردبار کون ہو سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ان ارشادات میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام علیم رکھا ہے۔

قَالُوۡا لَا تَوۡجَلۡ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيۡمٍ

Presented by www.ziyaraat.net/

انہوں نے کہا ڈریں نہیں ہم آپ کو علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔

وَ بَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيم

اور اُسے ایک عَلم والے لڑکے کی بشارت دی۔

اور اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذبح کا قصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے۔

وَ بَشَّرنٰهُ بِاِسحٰقَ نَبِيًّا مِنَ الصّٰلِحِين

اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحاق نبیؑ کی جو صالحین میں سے ہیں۔

خدا کی محبت بڑی تھی

اُس امر پر یہ دلیل بھی ہے کہ ذبح کا واقعہ اس سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا تھا۔ علاوہ ازیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کے لئے یہ عادت جاریہ مقرر فرما رکھی ہے کہ والدین اپنے پہلے بیٹے کے ساتھ بعد میں پیدا ہونے والی اولاد سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے بیٹے کے لئے سوال کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں بیٹا عطا فرما دیا۔ تو جب ان کے شعبہ دل نے اس بیٹے کی محبت سے تعلق پیدا کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی محبوب ہستی کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ اندریں صورت حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا مقدم ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے نزدیک بیٹے کی محبت سے بڑی اور ایسی خالص محبت تھی جس میں شراکت کا شائبہ تک نہ ہو۔ چنانچہ بیٹے کو ذبح کرنے میں کوئی مصلحت باقی نہ رہی۔ اس لئے کہ اپنے عزم اور اپنے نفس کو مطمئن کر لینے میں مصلحت تھی۔ چنانچہ ان کا مقصد حاصل ہو گیا اور حکم ذبح منسوخ کیا گیا اور ذبیح علیہ السلام کا فدیہ دے دیا گیا اور حضرت خلیل علیہ اللہ نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔

اور بعض نے کہا

ان الذبیح لذبت اسماعیل — **نطق الکتاب بذاک و التنزیل**

مشرف به خص الالہ نبینا — **و ابانہ التفسیر و التاویل**

بے شک حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ و السلام ذبیح ہیں اور یہ امر اتاری گئی کتاب کے نطق سے ظاہر ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفسیر و تاویل کے ساتھ اس شرف کو انہی کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔

ے کس درجہ متاثر ہوئے ہوں گے اور پیغمبرؐ نے علم و حکمت' تہذیب و اخلاق سے علیؑ کو آراستہ کرنے میں کونسی کی باتی چھوڑی ہو گی۔

مثل مشہور ہے کہ بچے کے پاؤں پالنے ہی میں پہچانے جاتے ہیں۔ پیغمبرؐ نے علی کی تربیت' پرورش و پرداخت میں اتنا انہماک ایسا غیر معمولی اہتمام صرف اس لئے نہیں فرمایا کہ علیؑ کو پیغمبرؐ سے رشتہ داری تھی۔ علیؑ پیغمبرؐ کے چچا کے بیٹے تھے۔ پیغمبرؐ کے دس حقیقی چچا تھے اور سبھی کے اولادیں تھیں۔ خود جناب ابو طالب کے چار فرزند تھے اور تقریباً" سبھی پیغمبرؐ سے چھوٹے تھے۔ کوئی پیغمبرؐ سے دس برس چھوٹا تھا تو کوئی بیس برس۔ پیغمبرؐ نے علیؑ کو اپنی آغوش میں لینے کے دن ہی چہرہ مہرہ میں' خد و خال میں اپنی تصویر دیکھی اپنا نمونہ پایا۔ جوں جوں علی بڑھتے جاتے تھے پیغمبرؐ کے اوصاف و کمالات' اخلاق و عادات کا آئینہ بنتے جاتے تھے۔

کسی نے فارسی میں کیا خوب کہا ہے:

چار چیز است کہ در سنگ اگر جمع شود — لعل و یاقوت شود سنگ با ایں خارائی

پاکی طینت و اصل گہر و استعداد — تربیت کردن مہر از فلک مینائی

چار چیزیں اگر پتھر میں جمع ہو جائیں تو اسے پتھر سے لعل و یاقوت بنا دیں۔ ایک پاکی طینت۔ دوسرے اصالت گہر۔ تیسرے ذات کی استعداد و صلاحیت۔ چوتھے آفتاب کی تربیت۔ یہ چار چیزیں ایسی ہیں جو پتھر کو بھی لعل و یاقوت بنا دیتی ہیں لہٰذا جائے غور ہے کہ اگر پہلی چار چیزیں کسی انسان میں جمع ہو جائیں تو وہ بہترین انسان بن جائے گا۔ قدرت نے یہ چار چیزیں بدرجہ اتم علیؑ کے لئے مہیا کیں۔ پاکی طینت اور اصالت گہر جو پیغمبرؐ کی تھی وہی علی کی۔ عبدالمطلب تک علیؑ پیغمبرؐ کے صلب میں بھی شریک تھے اور رحم میں بھی اس لئے پیغمبرؐ فرمایا کرتے تھے ہم اور علی ایک نور سے ہیں۔ ہم اور علی ایک درخت سے ہیں۔ دوسرے لوگ درختوں سے اتحاد و عینیت علی و پیغمبر غالباً" کسی کے لئے محل تامل نہ ہو گی۔

اور علی کے استعداد کا یہ عالم کہ یہ پیغمبرؐ کا ارشاد ہے **یا علی انت منی بمنزلتہ ہارون من موسیٰ** اے علیؑ تمہیں مجھ سے وہی منزلت ہے جو موسیٰ سے ہارون کو تھی **الا انہ لا نبوۃ بعدی**۔ سوا اس کے کہ میرے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔ پیغمبرؐ اسلام خاتم النبیین تھے۔ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا۔ اس لئے علی نبی تو نہ ہو سکے لیکن علی کی قوت استعداد و صلاحیت نبوت میں کے کلام ہو سکتا ہے ورنہ پیغمبرؐ کے اس جملہ کے کوئی معنی نہیں رہتے کہ تمہیں مجھ سے وہی منزلت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

رہ گئی تربیت تو دنیا جانتی ہے کہ علیؑ نے کسی آغوش میں تربیت پائی کس کی گود میں پلے بڑھے آفتاب رسالت نے آپ کی تربیت فرمائی اور اس طرح کہ دہن کے اندر زبان دے دی اپنی کہ جذب کر لو جتنے کمالات کو جذب کر سکو۔ اب کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان اسباب کی موجودگی میں علیؑ اخلاق و کمالات فضائل و مکارم کی کسی بلندی پر فائز ہوئے۔ علم و حلم فصاحت و بلاغت' عدل و انصاف' سخاوت و شجاعت' رحم و کرم' زہد و تقویٰ' کونسی

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

صفت ایسی تھی جس میں آپ پیغمبر کی مکمل ترین تصویر نظر نہ آتے ہوں۔
تربیت حضرت علی علیہ السلام کی بات ہو رہی تھی اور بات بہت دور چلی گئی۔ علوم قدیم و جدید کے ماہرین کے نزدیک بچے کی تربیت کا خیال پیدائش سے پہلے رکھنا چاہئے۔ ماں کو دوران حمل اچھی خاصی احتیاط برتنی چاہئے۔ اس کی تفصیل حکمت اور ڈاکٹری کی متعدد کتب میں ہے اور ریڈیو وٹی وی کے ذریعے بھی آئے دن ماؤں کو ٹیکے لگوانے اور ہیلتھ سینٹروں میں وضع حمل سے پہلے کئی بار چیک کروانے کی درخواست کی جاتی رہتی ہے یہ تو بچے کی صحت کی خاطر ہوتا ہے لیکن بچے کے طور و اطوار صحیح کرنے کے لئے بھی ماں کے دوران حمل کے افعال موثر ہو سکتے ہیں لیکن جو بچہ ماں کے شکم میں کلام کر رہا ہو اور صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سلام کر رہا ہو ایسا بچہ نہ ماں کے پیٹ میں عرب کے ماحول سے متاثر ہوا اور نہ ظاہری ولادت کے بعد۔ لوگ بتوں کو ہاتھ جوڑ رہے تھے اور یہ اپنے ہاتھ سے بت توڑ رہا تھا۔

ماہرین نفسیات یہ بھی کہتے ہیں کہ بچپن سے کان میں پڑے ہوئے کلمات سے قوئے ادراک و شعور کی اس طرح پرورش ہوتی ہے جس طرح دودھ سے بچے کی جسمانی پرروش اور جس طرح دودھ خون کی شکل اختیار کر کے رگوں میں دوڑتا ہے یوں ہی بچپن کی باتیں برقی رو کے ساتھ انسان کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں اترتی ہیں اور نفس کے تحت الشعوری طبقوں میں راسخ ہو جاتی ہیں۔ اس لئے بچے کی تربیت کے وقت ماحول کو صاف ستھرا رکھنا چاہئے۔ تو جس گھر میں اس وقت عبادت خدا ہو رہی تھی کہ جب خدا کا نام تک کوئی نہ جانتا تھا اور جس گھر کا وہ نبی سربراہ ہو جو کہ غاروں میں چھپ چھپ کر عبادت خدا کرتا تھا۔ ایسے ماحول میں تربیت پانے والا بچہ نہ جانے کس شان کا مالک ہو گا۔

علیؑ اور اسلام میں وہی وابستگی پیدا ہوئی جو کہ آغوش میں رہنے والے دو بچوں کے درمیان ہونی چاہئے جو آغوش بعد میں اسلام کا گہوارہ بنی وہ پہلے حضرت علی علیہ السلام کی پرورش کا مرکز بنی۔
ایک طرف فطرت کے عطیئے تو دوسری طرف نورانی ماحول اور پھر عظیم خلق کی تربیت سونے پر سہاگہ پھر کیونکر ممکن تھا کہ جو اس رسول کی گود میں پرورش پا رہا ہو جو کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے آیا ہو وہ اخلاقی اقدار سے عاری ہو۔ لیکن سیرت حیدری گواہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اس قدر صاحب اخلاق تھے کہ قاتل تک کو شربت پلا دیا۔

حسن اخلاق۔ آداب نشست و برخاست۔ افعال و اعمال۔ آئین ہردل عزیزی۔ دستور مہر و مروت۔ تمیز حق و باطل۔ ادراک غلط و صحیح۔ تفہیم و تقویم معاشرہ۔ نکتہ سنجی و معاملہ فہمی وہ اجزاء ہیں جن کے بغیر تعلیم و تربیت نامکمل رہتی ہے۔ ان چیزوں سے ہی انسان کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور کردار کی تشکیل ہوتی ہے۔ رسول اللہؐ کی تربیت نے یہ تمام محاسن علیؑ میں کوٹ کوٹ کر بھر دیئے۔
بدر کے دن حضرت علی علیہ السلام کا پشتوں کے پشتے لگا دینا۔ نہ جانے یہ حضرت علی علیہ السلام کی فطرت کی

کرشمہ کاری تھی یا حضور اکرمؐ کی تربیت کی جلا تھی۔
حضرت علی علیہ السلام اس جماعت کے اعلیٰ ترین فرد تھے جن کو مہد میں علم و حکمت خداوند تعالیٰ کی طرف سے تفویض کیا گیا تھا۔

اسوہ رسولؐ میں ہے کہ اس واقعے نے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان قلبی تعلقات اور دلی جذبات کو پورے طور سے ثابت کر دیا۔ جو آپ اپنے خاندان کے ساتھ عموماً" اور حضرت ابی طالب کے ساتھ خصوصاً" ہمیشہ دل سے لگے رہتے تھے۔ یہ رعایت صلہ رحم کے تعلیمی مقدمات تھے۔ ابو طالبؑ کے ساتھ خصوصیت تو صرف اسی سے ظاہر ہے کہ بجائے اس کہ پہلے عباسؓ کو اپنے بھائی کی غربت اور عسرت اور خرچ عیالداری کی کثرت کا فطرتاً" خیال ہونا چاہئے تھا مگر اس کے خلاف جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا۔ اور اپنے عم محترم کے رفع تکلیف کا انتظام فرمایا۔
اس کا سبب بالکل صاف ہے اور باعث بالکل ظاہر۔ اور وہ یہ ہے کہ اخلاق الٰہی کا وہ پیکر مجسم اور حقیقی رحمت عالم۔ پانچ برس کے سن تک حضرت ابی طالب کے اشفاق و احسان کے مختلف طریقوں اور ذریعوں کو مشاہدہ فرما چکا تھا اور **و بالوالدین احسانا** کے بتلائے ہوئے اصول اخلاق کے بموجب ان محاسن سلوک سے سبکدوش و سبک بار ہونے کے مناسب اور مستحسن طریقہ پر اور موقع ہمیشہ زیر نظر رکھا کرتا تھا۔ صرف مناسب وقت اور مصلحت کا انتظار تھا چونکہ موجودہ زمانہ مناسب اور مصلحت دونوں کے اعتبار سے موزوں تھا۔ اس لئے ان رعایات کی اداکاری کا یہ مستحسن طریقہ اختیار فرمایا گیا۔ اور غالباً" اس صلہ رحم نبویہ کی اداکاری کا یہ پہلا موقع ہے۔ انتخاب و الحاق جناب علی مرتضیٰ کی تو یہ ظاہری صورت قائم ہوتی ہے لیکن حقیقت پر کامل نظر رکھنے والے تو صاف صاف بتلا دیں گے کہ خدا نے جس طرح تمام قریش اور تمام بنی ہاشم میں جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو منتخب فرما لیا تھا۔ اسی طرح اس کے رسول نے حکم خدا سے تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب میں سے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو چن لیا اور وہ اپنے اس دعوے کو انفسنا کی نص صریح اور **انا و علی من نور واحد** سے مستنبط اور مستخرج بتلائیں گے۔
گزشتہ عبارات میں سے ایک کتاب کی عبارت یہ بھی ہے کہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ حضرت علیؑ رسول اللہ کے چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ فرزند بھی تھے اور اس فرزند کا شرف اس وقت اور بڑھ گیا جب آپ دامادی رسالت سے شرفیاب ہوئے۔
حضور کی شفقت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی پردیسی بھی آپ کے پاس آتا تو اس کا جانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ تو جو علیؑ آپ کے نور کا حصہ اور خونی رشتہ دار ہو بھلا وہ حضور کی گود میں آنے کے بعد کسی اور کو کیسے یاد کرتے۔
یوں تو حضرت زید کی پرورش بھی حضورؐ کے دستر خوان پر ہوئی لیکن جو اعزاز و خصوصیات حضرت علیؑ کو ملیں وہ بھلا انہیں کب ملیں۔

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

قبل بعثت آنحضرتؐ کی سیرت مبارکہ کا ذکر

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپؐ کے زمانہ شباب میں بھی اللہ تعالیٰ نے اکل و شرب' لہو و لعب اور زمانہ جاہلیت کی ان دوسری تمام ناپسندیدہ اقدار سے جنہیں جملہ مشرکین عرب پسندیدہ خیال کرتے اور ان میں ملوث رہتے تھے محفوظ رکھا اور آپؐ کی بعثت سے قبل بھی سب مشرکین مکہ بلا استثناء آپؐ کو حیا" اپنی قوم کا مروت و اخلاق' جود و کرم اور حسن و سیرت و کردار میں افضل ترین شخص سمجھتے تھے' وہ آپ کو بہترین ہمسایہ' صادق القول' دیانت دار اور امین کہتے اور اپنا صالح ترین انسان گردانتے تھے۔

ایام طفولیت میں بھی آپؐ کا یہ عالم تھا کہ جب مکے کے دوسرے لڑکے کسی کام کرکے لئے بڑے بڑے پتھر اپنی اپنی کمر پر لاد کر لایا کرتے تو چلتے وقت ان کی ازاریں اکثر نیچے کھسک جاتی تھیں ان لڑکوں کے کام میں آپؐ ان کی مدد تو ضرور فرماتے لیکن اپنی پشت مبارک پر پتھر اٹھاتے ہوئے ایک ہاتھ سے اپنی ازار (پاجامہ) ضرور مضبوطی سے سنبھالے رہتے تھے۔ اس واقعے کے بارے میں آپؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ "مجھے عریانی سے (بچپن میں بھی) ہمیشہ حجاب آتا رہا ہے۔"

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ انہیں ابن جریج اور عمر بن دینار نے جابر بن عبداللہ کی زبانی بتایا کہ جابر بن عبداللہ کے بقول جب قریش بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کر رہے تھے تو چھوٹے بڑے سب لڑکے مل کر اس کی دیواروں کے لئے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ "ان لڑکوں میں میرے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل تھے میں نے آپؐ سے کہا پتھر کمر پر اٹھاتے وقت اسے اپنے آزار بند سے کاندھوں پر باندھ لیا کریں لیکن جب آپؐ نے میرے اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے ایک پتھر اپنی پشت پر اٹھا کر اسے اپنے ازار بند سے کاندھوں پر باندھا تو اتفاق سے آپ گر پڑے' پھر اٹھ کر بولے: ہائے میرا ازار بند۔ اور پھر اپنی ازار کا نیفہ سختی سے ہاتھوں میں پکڑ لیا۔"

یہ روایت صحیح بخاری میں عبدالرزاق کی زبانی بیان کی گئی ہے نیز اسے روح بن عبادہ کی زبانی زکریا بن اسحق' عمرو بن دینار اور جابر (بن عبداللہ) کے حوالے سے بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

بیہقیؒ دوسرے متعدد مستند حوالوں کے علاوہ ابن عباس اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کے والد کے مطابق جب قریش بیت اللہ کو دوبارہ تعمیر کر رہے تھے تو انہوں نے پتھر لانے کے لئے دو دو مرد ایک ساتھ اور پلستر کی گچ یا چونا لانے کے لئے عورتیں لگا رکھی تھیں۔

ابن عباس کے والد کہتے ہیں کہ ان کے جوڑی دار ان کے بھائی کے بیٹے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور پتھروں کو کمر پر ٹھہرائے رکھنے میں دقت محسوس فرما رہے تھے جبکہ دوسرے گر بھی پڑتے تھے۔

اور آپؐ عباس سے آگے چل رہے تھے۔ تو انہوں نے آپؐ سے کہا کہ پتھر کو ازار پر لگائے رکھئے تو وہ پھسل کر نیچے نہیں آئے گا۔ آپؐ نے ایسا ہی کیا تو اتفاقاً" آپؐ گر پڑے اور پتھر کے ساتھ آپؐ کی ازار بھی کمر سے کھسک کر نیچے آ گئی۔ عباس نے جیسا کہ وہ بتاتے ہیں' آپؐ کو اٹھایا تو آپ نے اٹھتے ہی سب سے پہلے اپنی ازار دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اوپر کی اور بولے۔ "میں اس طرح عریاں ہو کر نہیں چل سکتا۔" اس کے بعد فرمایا: "میں ڈرتا ہوں کہ لوگ کہیں دیوانہ نہ کہنے لگیں۔"

بیہقی ہی سے یونس بن بکیر کی زبانی مروی ہے کہ انہوں نے انہیں بحوالہ محمد بن اسحق' محمد بن علی بن ابی طالب بتایا کہ بقول علی ابن ابی طالب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "مجھے جوانی میں کبھی اس عیش پرستی اور بدکاریوں کی ہمت نہیں پڑی بلکہ یوں کہیے کہ میرے پروردگار نے مجھے ان سے ہمیشہ محفوظ رکھا جن کی عادت اس جاہلیت کے زمانے میں مکے کے ہر جوان تھیں' وہ کسی نہ کسی عورت کو رشتہ ازدواج کے بغیر ایک رات یا زیادہ دو راتیں اپنے ساتھ ضرور رکھتے تھے جبکہ میں اور میرے جیسے کچھ دوسرے غریب نوجوان ان کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔"

زید بن حارثہ کہتے ہیں کہ ایک روز حجر اسود کا طواف کرتے ہوئے میں نے سوچا کہ لاؤ میں بھی اس بت کو چھوڑ کر دیکھوں کہ اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "خبردار اس کے نزدیک بھی مت جانا۔"

بیہقیؒ یہ حدیث روایت کرتے ہوئے محمد بن کی زبانی اور کئی دوسری اسناد پیش کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ زید بن حارثہ نے یہ بھی کہا تھا کہ "آنحضرتؐ ہی وہ ہستی تھے جن پر خدا نے اپنے فضل و کرم کی بارش کی اور آپؐ پر اپنی وہ کتاب نازل فرمائی جس میں بتوں کو چھونے تک کی ممانعت کی گئی ہے۔"

بیہقی یہ احادیث روایت کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے اس ارشاد کا کہ آپ اپنی قوم قریش کے اس دین پر کبھی نہیں چلے جو آپ کی قوم نے دین ابراہیمی ترک کرکے اپنا لیا تھا یہ مطلب ہے کہ آپؐ قبل بعثت بھی کبھی اپنی قوم کے ارتکاب شرک میں ملوث نہیں ہوئے۔ (البدایہ و النہایہ جلد ۲ ص ۵۸۶ سطر ۳)

علامات نبوت قبل بعثت

جناب ابن جوزی الوفا میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک افضل الصلوات نے مکہ مکرمہ میں پندرہ سال اس حال میں گذارے کہ پہلے سات سال صرف نور و ضیاء کا مشاہدہ فرماتے تھے اور آواز سنائی دیتی تھی اور آٹھ سال وحی نازل ہوتی رہی۔

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آغاز وحی سچے خوابوں کے ساتھ ہوا۔ جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدۂ سحر کے مانند واضح طور پر پورا ہو جاتا اور خواب حقیقت واقعہ کے عین مطابق ہوتا۔ پھر آپ کے دل اقدس میں خلوت گزینی اور تنہائی کی محبت پیدا کر دی گئی۔ آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت فرماتے حتیٰ کہ وہیں اعلان نبوت کا حکم ہوا اور حضرت جبرئیلؑ امین وحی کے ساتھ نازل ہوئے۔ (الوفا ص ۱۹۵ سطر ۱۲۔ تاریخ ابن خلدون جلد ا ص ۷ ۳ سطر ۵)

حضرت ابو میسرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب کھلی فضا میں نکلتے تو پکارنے والے کی پکار اور نداء کو سنتے۔ یا محمد یا محمد کی آواز آتی۔ جب آپ آواز سنتے تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ ایک دفعہ حسب سابق آواز سنی تو گھر تشریف لے آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے عقل و فہم میں اختلاط و التباس کا عارضہ تو پیدا نہیں ہوگیا۔

انہوں نے عرض کیا اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے بہت بعید ہے کہ آپ جیسے پاکیزہ خصال اور بلند اخلاق ہستی کے عقل و فہم میں کسی قسم کا فتور و نقص پیدا ہونے دے۔

پھر انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معاملہ بیان کیا اور وہ بچپن سے ہی رسول خدا علیہ التحیتہ والثناء کے ندیم و مصاحب تھے انہوں نے آپ کے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ جب آپ وہاں سے چلنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کیوں؟ عرض کیا اس امر کی تحقیق کے لئے جس کا تذکرہ آپ نے حضرت خدیجہ سے فرمایا۔ جب ورقہ کے پاس تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے دریافت کیا کوئی چیز بھی نظر آتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ لیکن جب اکیلا کھلے میدانی علاقہ میں نکلتا ہوں تو آواز سنتا ہوں۔ پکارنے والا دکھائی نہیں دیتا اور میں جلدی سے اس جگہ کو چھوڑ دیتا ہوں مگر جب میں دوڑنے لگتا ہوں تو پکارنے والا بھی میرے ساتھ ساتھ پکارتا چلا آتا ہے۔ ورقہ بن نوفل نے عرض کیا۔ آپ اب اگر آواز سنیں تو بھاگیں نہیں بلکہ اپنی جگہ ثابت قدمی سے کھڑے رہیں تاکہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے اسے سماعت فرما سکیں۔

اس کے بعد آپ باہر تشریف لے گئے تو یا محمد کی نداء سنی جواب میں لبیک فرمایا تو آواز دینے والے نے کہا کہیے **اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله** پھر کہا پڑھیئے الحمد للہ رب العالمین حتیٰ کہ ساری سورۂ فاتحہ پڑھی۔

پھر آپ ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لائے اور یہ واقعہ ان سے ذکر کیا تو انہوں نے عرض کیا۔ تمہارے لیے بشارت ہو اور مبارک ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم محمد ہو یعنی ہر ایک کے نزدیک قابل ستائش خلق کے نزدیک بھی اور خالق کے نزدیک بھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم احمد ہو یعنی سب سے زیادہ اللہ کی حمد

بجا لانے والے۔ اور میں اس امر کی گواہی بھی دیتا ہوں کہ تم رسول رب العالمین ہو۔ وہ وقت قریب ہے کہ تمہیں اپنے مخالفین کفار و مشرکین کے ساتھ حرب و قتال کا حکم دیا جائے۔ اگر اس وقت میں زندہ ہوا تو میں تمہاری معیت میں تمہارے اعداء سے ضرور قتال کروں گا اور اپنی جان تم پر نثار کر دوں گا۔ لیکن وہ اذن قتال سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اس عالم و فاضل کو جنت میں دیکھا وہ سبز جنتی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ (الوفاء ص ۱۹۵ سطر آخر)

نوٹ

چونکہ یہ عبارت کتاب اہل سنت کی ہے لہٰذا اس کے تمام مندرجات کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس میں بعض جملے حضور اکرمؐ کی توہین کرتے ہیں جن سے ہم اختلاف کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک نہ حضورؐ کا نعوذ باللہ دماغ خراب ہوا اور نہ وہ اپنی تصدیق نبوت کے لئے ورقہ کے پاس گئے۔ جو **کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین** کا مدعی ہو وہ یہودیوں سے تصدیق کرنے کا محتاج نہیں ہے۔

طبقات ابن سعد

خالد بن معدان کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گذارش کی گئی کہ آپ اپنی نسبت ہمیں مطلع فرمایئے ارشاد ہوا:

ہاں میں دعائے ابراہیم ہوں، میری بشارت عیسیٰ بن مریمؑ نے دی، میری ماں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک ایسا نور نکلا کہ شام کے قصر و ایوان (تک) اس سے روشن ہو گئے، میری رضاعت قبیلہ بنی سعد بن بکر سے ہوئی۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۱۰ سطر ۱)

موسیٰ بن عبیدہؒ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پیدا ہوئے اور زمین پر آئے تو دونوں ہاتھوں کے بل تھے۔ سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا اور ہاتھ میں ایک مشت خاک تھی، خاندان لہب کے ایک شخص کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا:

"اسے بچا، فال اگر سچ نکلی تو واقعتاً" یہ بچہ اہل زمین پر غالب آئے گا۔" (جلد ا ص ۲۱۰ سطر ۱۶)

زید بن اسلم کہتے ہیں:

Presented by www.ziyaraat.net/

حلیمہ جب (مکہ میں) آئیں تو ساتھ ان کے شوہر بھی تھے' اور ایک چھوٹا بچہ تھا۔ جسے دودھ پلاتی تھیں' اس بچے کا نام عبداللہ تھا۔ سفید رنگ کی ایک گدھی اور ایک بوڑھی سن دراز اونٹنی بھی تھی۔ جس کا بچہ بھوک کے مارے مرچکا تھا۔ اور اس کی ماں (یعنی اونٹنی) کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ ان لوگوں نے آپس میں گفتگو کی' کوئی بچہ مل گیا تو اسے دودھ پلائیں گے۔

حلیمہ کے ساتھ قبیلہ سعد کی (دوسری) عورتیں بھی تھیں۔ سب نے آ آ کے چند روز قیام کیا بچے لئے۔ مگر حلیمہ نے کوئی نہ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر پیش کئے جاتے تھے مگر وہ کہتی تھیں **یتیم لا اب لہ** (یہ بچہ یتیم ہے اس کا تو باپ مرچکا ہے' یعنی اجرت رضاعت کی یہاں کیا امید ہے) حتیٰ کہ آخر میں جب چل چلاؤ کا وقت آیا تو حلیمہ نے آنحضرت' کو لے لیا۔ ساتھ والیاں ایک دن پہلے ہی جا چکی تھیں۔

آمنہ نے چلتے وقت کہا:

اے حلیمہ' تو نے ایک ایسے بچے کو لیا ہے جس کی ایک خاص شان ہے' خدا کی قسم میں حاملہ تھی مگر حمل سے جو اذیت عورتیں پاتی ہیں۔ مجھے کچھ نہ ہوئی۔ یہ واقعہ ہے کہ میں سامنے لائی گئی اور مجھ سے کہا گیا تو ایک بچے جنے گی' اس کا نام احمد رکھنا' وہ تمام جہان کا سردار ہو گا۔ یہ بچہ جب پیدا ہوا تو اپنے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگائے زمین پر آیا اور آسمان کی جانب سر اٹھائے ہوئے تھا۔"

حلیمہ نے خاص اپنے شوہر کو خبر دی' وہ خوش ہو گئے۔ آخر گدھی پر سوار ہو کے واپس چلے جو تیز رفتار ہو گئی تھی اور اونٹنی کا تھن دودھ سے بھر گیا تھا' شام و سحر دونوں وقت اسے دوہتے تھے جاتے جاتے حلیمہ اپنے ساتھ والیوں سے جا ملیں' انہوں نے دیکھا تو پوچھا:

من اخذت (کس کو لیا ہے)

جواب میں واقعے کی اطلاع دی گئی تو کہنے لگیں **و اللہ انا لنرجوان یکون مبارکا** (خدا کی قسم ہم امید کرتے ہیں کہ یہ بچہ مبارک ہو گا)

حلیمہ نے کہا:

ہم نے اس کی برکت دیکھ لی۔ میری چھاتیوں میں اتنا دودھ بھی نہ تھا کہ اپنے بیٹے عبداللہ کو سیر کر سکتی' بھوک کے مارے وہ ہمیں سونے نہیں دیتا تھا۔ اب کیفیت یہ ہے کہ وہ اور اس کا بھائی آنحضرت علیہ السلام دونوں جتنا چاہتے ہیں پیتے ہیں۔ پی کے آسودہ ہو جاتے ہیں اور سو رہتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ تیسرا بچہ ہو تو وہ بھی سیر ہو جائے' اس کی ماں نے مجھے حکم دیا کہ (کسی کاہن سے) اس کے متعلق دریافت کروں۔

(طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۱۱ سطر ۳)

عراف ہذیل

اپنے دیار میں پہنچ کر حلیمہ رہنے سہنے لگیں۔ تاآنکہ عکاظ کا بازار لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لئے ہوئے قبیلہ ہذیل کے ایک عراف (قسمت شناس کاہن) کے پاس چلیں جسے لوگ اپنے بچے دکھاتے تھے۔ عراف نے آنحضرت علیہ الصلواۃ والسلام کو دیکھا تو چلایا

یا معشر ھذیل' یا معشر العرب (ہذیل کے لوگو گھر دوڑو' عرب کے لوگو دوڑو۔)

میلے والے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ تو اس نے کہا: **اقتلوا ھذا الصبی** اس بچے کو مار ڈالو' اتنے میں آنحضرت' کو لے کر حلیمہ چل دیں۔

لوگ پوچھنے لگے۔ کون سا بچہ۔ وہ کہتا۔ یہی۔

لیکن کوئی بھی کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا' اس لئے کہ آنحضرت' کو تو وہ لے جا چکی تھیں۔ عراف سے کہتے: وہ کیا بات ہے؟ آخر اس نے کہا۔

رایت غلاما والھتہ لیقتلن اھل دینکم ولیکسرن الھتکم و لیظھرن امرہ علیکم (میں نے ایک لڑکا دیکھا' اس کے معبودوں کی قسم ہے وہ تمہارے دین والوں کو قتل کر ڈالے گا۔ تمہارے دیوتاؤں کو توڑ پھوڑ ڈالے گا۔ اور اس کا حکم تم سب پر غالب آئے گا۔)

سوق عکاظ میں جستجو ہونے لگی' مگر نہ ملے' کیونکہ حلیمہ آپ کو لے کے اپنے گھر واپس جا چکی تھیں۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت' کو نہ کبھی کسی عراف کے روبرو پیش کرتیں نہ کسی کو دکھاتی تھیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۲ سطر ۴)

آسمانی تعلق

عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک کہتے ہیں:

قبیلہ ہذیل کا یہ بوڑھا عراف چلایا کہ **یا لھذیل و الھتہ** (ہذیل اور اس کے دیوتاؤں کی جئے) **ان ھذا لینظر امر امن السماء** (یہ بچہ آسمان سے کسی حکم کا انتظار کر رہا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت لوگوں کو بھڑکاتا رہا اس حالت میں کچھ ہی روز گزرے تھے کہ دیوانہ ہو گیا۔ عقل جاتی رہی۔ حتیٰ کہ کافر ہی مرا۔

ابن عباس کہتے ہیں:

حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلیں یہ وہ وقت تھا وہ دوپہر کی دھوپ سے چارپائے ستانے لگے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ہمشیرہ (یعنی دودھ شریک بہن دختر حلیمہ) کے

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

ساتھ پایا تو کہنے لگیں فی ھذا الحرا (ہائیں اس گرمی میں)

آنحضرتؐ کی ہمشیرہ بولیں

یا امہ اے میری ماں میرے بھائی کو گرمی لگی ہی نہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک ابر ان پر سایہ کئے ہوئے ہے جب ٹھہرتے ہیں تو وہ بھی ٹھہر جاتا ہے اور جب چلتے ہیں تو وہ بھی ساتھ چلتا ہے تا آنکہ آپ اس جگہ پہنچے۔

ابو معشر نجیح کہتے ہیں:

کعبے کے ساتھ سائے میں عبدالمطلب کے لئے ایک بچھونا بچھا دیا جاتا تھا' جس کے ارد گرد ان کے بیٹے بیٹھ کر عبدالمطلب کا انتظار کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بالکل ہی کمسن تھے' دودھ چھوٹ چکا تھا اور کچھ کھانے لگے تھے اور جسم میں گوشت بھر چلا تھا' آتے اور آ کے بچھونے پر چڑھ جاتے اور بیٹھ رہتے' چچا کہتے

مھلا یا محمدُ عن فراش ابیک (اے محمدؐ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اپنے باپ کے بچھونے سے ہٹ کر بیٹھو۔)

عبدالمطلب جب یہ دیکھتے تو کہتے۔ "میرے بیٹے سے بوئے حکومت و مملکت آتی ہے" یا یہ کہتے "وہ اپنے جی میں حکومت کی باتیں کر رہا ہے۔"

مقامی ذی المجاز میں تھا اور میرے ساتھ میرا بھتیجا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے' مجھے پیاس لگی تو آپ نے شکایت کی اور کہا' اے میرے بھتیجے مجھے پیاس لگی ہے' میں نے یہ اس وقت کہا جب کہ میں دیکھ رہا تھا کہ خود ان پر کچھ تشنگی غالب ہے' البتہ انہیں بے قراری و اضطراب نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے یہ سن کر پاؤں موڑ لیے اور اتر کر فرمایا

اے میرے چچا کیا پیاس لگی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے زمین پر ایڑی دبائی یکایک دیکھتے ہیں تو پانی موجود ہے۔ فرمایا اے میرے چچا پیو۔ ابو طالب کہتے ہیں کہ میں نے پانی پیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۱۳ سطر ۱)

آثار پیغمبری

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں:

ابو طالب نے شام کا سفر کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے میرے چچا تو مجھے یہاں کس کے پاس چھوڑے جاتا ہے میری تو کوئی ماں بھی نہیں جو کفالت کرے اور نہ کوئی دوسرا ہے جو پناہ دے سکے۔ ابو طالب کو رقت آئی' آنحضرتؐ علیہ السلام کو پیچھے بٹھا لیا اور لے کے

چلے اثناء سفر میں ایک دیر کے راہب کے ہاں فروکش ہوئے جس نے پوچھا:

یہ لڑکا تیرا کون ہے؟

ابو طالب نے کہا: میرا بیٹا ہے۔

راہب نے کہا: وہ تیرا بیٹا نہیں ہے اور نہ اس کا باپ زندہ ہے۔

ابو طالب نے پوچھا: کیوں؟

اس نے جواب دیا: اس لئے اس کا منہ پیغمبر کا منہ ہے اور اس کی آنکھ پیغمبر کی آنکھ ہے۔

ابو طالب نے دریافت کیا: پیغمبر کیا چیز ہے؟

راہب نے کہا: پیغمبر وہ ہے کہ آسمان سے اس کے پاس وحی آتی ہے اور وہ زمین والوں کو اس کی خبر دیتا ہے۔

ابو طالب نے کہا: تو جو کہتا ہے اللہ اس سے کہیں برتر ہے۔

راہب نے کہا: یہودیوں سے اس کو بچائے رکھنا۔

وہاں سے چلے تو پھر ایک دوسرے دیر کے راہب کے ہاں فروکش ہوئے' اس نے بھی پوچھا' یہ لڑکا تیرا کون ہے؟

ابو طالب نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔

راہب نے کہا یہ تیرا بیٹا نہیں ہے۔ اس کا باپ زندہ ہو ہی نہیں سکتا۔

ابو طالب نے کہا یہ کس لئے؟

راہب نے کہا: اس لئے کہ اس کا منہ پیغمبر کا منہ ہے' اس کی آنکھ پیغمبر کی آنکھ ہے

ابو طالب نے کہا: سبحان اللہ' تو جو کہہ رہا ہے اللہ اس سے کہیں برتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابو طالب کہنے لگے۔

اے میرے بھتیجے تو کیا نہیں سنتا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے میرے چچا! اللہ کی کسی قدرت کا انکار نہ کرو۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۱۴ سطر ۱۳)

نبوت کی نشانیاں عہد طفلی میں

محمد بن صالح بن دینار' عبداللہ جعفر الازہری اور داؤد بن الحصین کہتے ہیں:

ابو طالب جب ملک شام کو چلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ تھے۔ یہ پہلی مرتبہ کا واقعہ ہے'

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

آنحضرت سلام اللہ علیہ اس وقت بارہ برس کے تھے۔ شام کے شہر بصرہ میں جب اتری تو وہاں ایک راہب تھا جسے بحیرا کہتے تھے وہ اپنے ایک صومعہ (عبادت خانہ) میں رہتا تھا۔ جس میں علمائے نصاریٰ رہا کرتے اور موروثی طور پر رہتے آئے تھے۔ یہاں ایک کتاب کا درس بھی دیتے تھے۔

قافلے والے بحیرا کے پاس اترے، بحیرا کی یہ حالت تھی کہ اکثر قافلے گزرا کرتے تھے مگر وہ ان سے ہم کلام بھی نہ ہوتا تھا۔ اس سال نوبت آئی۔ تو حسب معمول اس کے صومعے کے قریب ہی اترے کہ پہلے جب بھی ادھر سے گزرتے تھے یہیں اترا کرتے تھے۔ بحیرا نے (اب کی مرتبہ) ان کے لئے کھانا پکوایا اور سب کو دعوت دی، دعوت دینے کا سبب یہ ہوا کہ قافلہ پہنچا تو بحیرا نے دیکھا کہ ایک بادل ہے جو تمام لوگوں کو چھوڑ کر اکیلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کئے ہے۔ لوگ درخت کے نیچے اترے تو بحیرا نے دیکھا کہ وہی بادل درخت پر سایہ کئے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سائے میں آئے تو شاخیں سرسبز ہو گئیں۔

بحیرا نے یہ کیفیت دیکھی تو کھانا منگوایا اور پیغام بھیجا

اے جماعت قریش میں نے تم لوگوں کے لئے کھانا تیار کرایا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم سب اس میں شریک ہو، چھوٹے بڑے، آزاد، غلام، کوئی بھی نہ رہے۔ اس سے میری عزت ہو گی۔

ایک شخص نے کہا: بحیرا! تیری یہ خاص بات ہے تو ہمارے لئے ایسا نہیں کیا کرتا تھا۔ آج کیا ہے؟

بحیرا نے کہا: میں تمہاری بزرگداشت کرنا چاہتا ہوں اور تم اس کے مستحق ہو۔

سب لوگ آئے مگر کم سنی کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہ گئے، کیونکہ سب میں آپؐ ہی چھوٹے تھے۔

قافلے کا سامان درخت کے نیچے تھا، آپ بھی وہیں بیٹھے رہے۔

بحیرا نے ان لوگوں کو دیکھا تو جس کیفیت کو وہ جانتا پہچانتا تھا کسی میں نہ پائی اور کہیں نظر نہ آئی۔ وہ بادل سر پر دکھائی نہ دیا بلکہ دیکھا تو وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر رہ گیا ہے۔ بحیرا نے دیکھ کے کہا:

تم میں سے کوئی ایسا نہ ہو کہ میرے ہاں کھانا کھانے سے رہ جائے۔

لوگوں نے کہا: بجز ایک لڑکے کے سب میں کم سن وہی ہے۔ اور اسباب کے پاس دوسرا کوئی باقی نہیں رہا۔

بحیرا نے کہا: اسے بھی بلاؤ کہ میرے کھانے میں شریک ہو۔ یہ کتنی بری بات ہے کہ تم سب تو آؤ اور ایک شخص رہ جائے۔ باوصف اس کے کہ میں دیکھتا ہوں وہ بھی تمہیں لوگوں میں سے ہے۔

لوگوں نے کہا خدا کی قسم وہ ہم سب میں شریف النسب ہے وہ اس شخص یعنی ابو طالب کا بھتیجا ہے اور عبدالمطلب کی اولاد میں ہے۔

حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف نے کہا: خدا کی قسم ہمارے لئے یہ قابل ملامت امر تھا کہ عبدالمطلب کا لڑکا ہم میں نہ ہو اور پیچھے رہ جائے۔

حارث یہ کہہ کے اٹھے، آنحضرت علیہ السلام کو آغوش میں لیا۔ اور لا کے کھانے پر بٹھا دیا۔ ابر اس وقت بھی آپ کے سر پر ہیات افروز حسن و جمال تھا۔ بحیرا سخت نظر تامل سے آپ کو دیکھنے لگا۔ جسم کی چیزیں دیکھنی شروع کیں، جن کی علامتیں آنحضرتؐ کے اوصاف کی نسبت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود تھیں۔ (طبقات ابن سعد جلد۱ ص۲۱۵ سطر آخر)

بتوں کا واسطہ اور خدا کا سہارا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کے اس راہب نے کہا:

اے لڑکے! تجھے لات و عزیٰ کا واسطہ دلاتا ہوں کہ جو کچھ تجھ سے پوچھوں اس کا جواب دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لات و عزیٰ کا واسطہ دلا کر مجھ سے نہ پوچھو، کہ خدا کی قسم، میں جتنا ان دونوں سے بغض رکھتا ہوں اس قدر کسی چیز سے متنفر نہیں۔

راہب نے کہا: میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جو کچھ میں تجھ سے پوچھوں اس کا جواب دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تیرے جی میں آیا ہے پوچھ لے۔

آنحضرتؐ کے حالات کی نسبت راہب نے سوالات شروع کئے حتیٰ کہ آپؐ کے سونے کی کیفیت بھی دریافت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دیتے جاتے جو خود اس کی معلومات کے مطابق اتر رہے تھے، راہب نے پھر آنحضرتؐ کی آنکھوں کے درمیان نظر کی پھر آپ کی پیٹھ کھول کے مہر نبوت دیکھی اور دونوں مونڈھوں کے درمیان اس طرح نمایاں جس طرح صفت و کیفیت راہب کے پاس (مرقوم) تھی۔ یہ سب دیکھ کے مہر نبوت جہاں تھی اس کو چوم لیا۔

قریش نے جماعت میں چرچے ہوئے کہ اس راہب کے نزدیک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خاص قدر و عزت ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد۱ ص۲۱۷ سطر۸)

یہودیوں سے احتیاط

راہب کا یہ برتاؤ دیکھ دیکھ کے ابو طالب اپنے بھتیجے (آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام☆) کی نسبت خوف کھا رہے تھے۔ ابو طالب سے اسؐ نے پوچھا:

Presented by www.ziyaraat.net/

یہ لڑکا تیرا کون ہے؟

ابو طالب نے کہا میرا بیٹا ہے۔

راہب نے کہا وہ تیرا بیٹا نہیں ہے' اور نہ یہ امر اس لڑکے کے شایان شان ہے کہ اس کا باپ زندہ ہو۔

ابو طالب نے کہا: تو میرا بھتیجا ہے۔

راہب نے کہا اس کا باپ کیا ہوا۔

ابو طالب نے جواب دیا: وہ اپنی ماں کے شکم میں تھا کہ باپ مرگیا۔

راہب نے پوچھا: اس کی ماں کیا ہوئی؟

ابو طالب بولے: تھوڑا ہی زمانہ گزرا کہ انتقال کر گئیں۔

راہب نے کہا: تو نے سچ کہا' اپنے بھتیجے کو لے کے اس شہر و دیار میں واپس پہنچا دے یہودیوں سے بچائے رکھنا کہ خدا کی قسم اگر اسے دیکھ لیا اور جو کچھ میں اس کی نسبت جانتا ہوں وہ بھی جان گئے۔ تو اسے اذیت پہنچانا چاہیں گے۔ تیرے اس بھتیجے کی بڑی شان ہونے والی ہے جو ہماری کتابوں میں (لکھی ہوئی ہے۔) موجود ہے اور ہم اپنے آباؤ اجداد سے اس کی روایت کرتے چلے آئے ہیں' یہ بھی جان لے کہ میں نے تیری خیر خواہی کی ہے اور نصیحت کا فرض ادا کیا ہے۔

اہل قافلہ جب تجارت سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر ابو طالب فوراً چل دیئے۔

کچھ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا۔ اور آپ کے اوصاف بھی جان لئے تھے۔ ان لوگوں نے دھوکا دے کے یکایک ہلاک کرنا چاہا' بحیرا کے پاس جا کے اس امر میں مذاکرہ کیا تو اس نے سخت ممانعت کی۔

اور پوچھا:

اتجدون صفتہ (تم لوگ نبی موعود کی صفت اس لڑکے میں پاتے ہو؟)

یہودیوں نے کہا: ہاں۔

بحیرا نے کہا: **فمالکم الیہ سبیل** (جب یہ بات ہے تو اس کی اذیت رسانی کی سبیل ہی ممکن نہیں۔)

یہودیوں نے یہ بات مان لی اور باز آئے۔

ابو طالب نے آنحضرتؐ کی معیت میں مراجعت کی تو ازراہ شفقت پھر کبھی آپ کو لے کر سفر کو نہ نکلے۔

سعید بن عبدالرحمٰن ابن بزی سے روایت ہے کہ ابو طالب سے اس راہب نے کہا:

یہاں کے علاقے میں اپنے بھتیجے کو لے کے نہ نکلنا' اس لئے کہ یہودی عداوت پیشہ ہیں اور یہ اس امت کا پیغمبر ہے' وہ عرب ہے۔ یہودی حسد کریں گے' وہ چاہتے ہیں کہ نبی موعود بنی اسرائیل کی قوم کا ہو۔ لہٰذا

اپنے بھتیجے کو بچائے رکھنا۔ (جلد ۱ ص ۲۱۸ سطر ۱)

آنحضرتؐ کی برکت

نفیسہ بنت منیہ کہ یعلیٰ ابن منیہ کی بہن تھیں' کہتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پچیس برس کے ہوئے۔ کے میں اس وقت تک آپ "امین" کے نام سے موسوم تھے۔ اور یہ نام اس لئے مشہور تھا کہ نیک خصلتیں آپ کی ذات میں حد کمال کو پہنچی ہوئی تھیں' آپ اسی عمر میں تھے کہ ابو طالب نے گذارش کی'

اے میرے بھتیجے' میں ایک ایسا شخص ہوں کہ میرے پاس مال و زر نہیں' زمانہ ہم پر شدت و سخت گیر ہو رہا ہے' پے در پے کئی مہنگے سے گزرتے چلے آئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ نہ ہمارے پاس سرمایہ و بضاعت ہے' نہ سامان تجارت ہے یہ تیری قوم کا قافلہ ہے کہ ملک شام میں اس کے سفر کا وقت آگیا ہے اور خدیجہ بنت خویلد تیری قوم کے لوگوں کو اپنے اسباب کے ساتھ بھیجتی ہے اگر تو بھی اپنے آپ کو پیش کرے تو بہتر ہے۔

خدیجہؓ کو یہ خبر ملی تو آنحضرتؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغام بھیجا اور جو اجرت دوسروں کو دیتی تھیں۔ آپ کے لئے اس کا دونا معاوضہ قرار دیا۔ آنحضرتؐ اس قرار داد کے مطابق خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ چلے تا آنکہ شام میں شہر بصرہ میں پہنچے اور یہاں کے بازار میں ایک درخت کے نیچے فروکش ہوئے۔ ایک راہب جس کا نام نسطور تھا' یہ مقام اس کی عبادت گاہ کے قریب ہی واقع تھا۔ میسرہ کو یہ راہب پہلے سے جانتا تھا۔ اس کے پاس آ کے پوچھا۔

اے میسرہ! اس درخت کے نیچے کون اترا ہے؟

میسرہ نے کہا: ایک قریشی جو حرم کعبہ والوں میں سے ہے۔

راہب نے کہا: اس درخت کے نیچے بجز پیغمبر کے اور کوئی دوسرا ہرگز نہیں اترا' تو یہ کہہ کے میسرہ سے دریافت کیا۔

کیا اس کی دو آنکھوں میں سرخی ہے؟

میسرہ نے جواب دیا:

ہاں۔ اور یہ سرخی کبھی ان سے جدا نہیں ہوتی۔

راہب نے کہا:

وہی وہی' آخری پیغمبر ہے اے کاش میں وہ زمانہ پاتا جب اس کے اخراج کا وقت آتا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مال لے کر چلے تھے۔ بصریٰ کے بازار میں اس کو بیچ ڈالا اور دوسرا سامان مول لیا' ایک شخص کے ساتھ کسی چیز میں اختلاف کیا۔ اس نے کہا:

لات و عزیٰ کی حلف اٹھاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی۔ میں تو پاس سے گذرتا ہوں تو ان کی جانب سے منہ پھیر لیتا ہوں۔

اس شخص نے تصدیق کی کہ بات وہی ہے جو تو نے کہی' میسرہ سے راہب نے تنہائی میں کہا۔

خدا کی قسم یہ پیغمبر ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' اسی کی قسم کہ یہ وہی ہے جس کی صفت ہمارے علماء اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

میسرہ نے ذہن نشین کرلی اور آخر کار تمام قافلے والے واپس چلے۔

میسرہ کی نگاہ (اثناء سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھی۔ جب دوپہر ہوتی اور گرمی پڑتی تو دیکھتا کہ آنحضرتؐ تو اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے دھوپ سے آپ پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔

راویوں کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میسرہ کے دل میں آنحضرتؐ کی ایسی محبت ڈال دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ گویا غلام بن گیا۔ واپسی میں جب مقام مرا الظہران پہنچے تو آنحضرتؐ سے عرض کیا۔

یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ خدیجہؓ کے پاس جایئے اور مجھ سے پہلے پہنچ جایئے آپ کے باعث مال میں اللہ تعالیٰ نے خدیجہؓ کو جو نفع پہنچایا ہے اس سے مطلع فرمایئے آپ کے لئے وہ اس کا خیال رکھیں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے تاآنکہ ظہر کے وقت مکے پہنچے۔ خدیجہؓ اپنے ایک بالا خانے میں چند عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ جن میں ایک نفیسہ بنت منیہ بھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آتے دیکھا کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے سایہ کر رہے ہیں۔ ان عورتوں کو یہ کیفیت دکھائی تو سب متعجب ہوئیں خدیجہؓ کے پاس آنحضرتؐ تشریف لائے۔ اور مال میں جو نفع ہوا تھا اس کا حال بیان کیا۔ خدیجہ اس سے خوش ہوئیں میسرہ کے آنے پر اپنا مشاہدہ اس سے بیان کیا تو میسرہ نے کہا:

جب سے ملک شام سے ہم واپس چلے ہیں یہ اسی وقت سے دیکھتا آیا ہوں۔

میسرہ نے نسطور راہب کی بات بھی خدیجہ کو سنا دی اور اس شخص کی گفتگو بھی بتا دی جس نے بیع کے معاملے میں آنحضرتؐ سے مخالفت کی تھی۔

پہلے جتنا فائدہ ہوتا۔ اس مرتبہ خدیجہؓ نے اس سے دونا فائدہ اٹھایا۔ آنحضرتؐ کے لئے جو معاوضہ نامزد کیا تھا خدیجہؓ نے اس کی مقدار بھی دونی کر دی۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۱۹ سطر ۸)

بعض آثار نبوت

ابن عباسؓ کہتے ہیں:

من جملہ آثار نبوت پہلے پہل جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر ہوئی وہ یہ تھی کہ آپ ہنوز لڑکے ہی تھے کہ حکم ہوا۔ **استتر** (ستر عورت کر) جن اعضاء کو چھپا کے رکھنا چاہئے انہیں کھلا نہ رہنے دیں۔ اسی دن سے پھر آپ کے اعضائے مخفی نظر نہ آئے۔

عائشہؓ کہتی ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے جسم) میں اسے نہ دیکھا۔

برہ بنت ابی تجراب کہتی ہیں:

اللہ تعالیٰ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اکرام اور نبوت کی ابتدا منظور ہوئی تو یہ کیفیت پیش آنے لگی کہ آنحضرتؐ سلام اللہ علیہ جب قضائے حاجت کے لئے نکلتے تو اتنی دور نکل جاتے کہ کوئی گھر نظر نہ آتا' غاروں اور دروں اور دیواروں میں چلے جاتے مگر وہاں جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے وہ کہتا: **السلام علیک یا رسول اللہ** (اے خدا کے پیغمبر آپ سلامت رہیں) دہنے بائیں اور پیچھے دیکھتے تو کوئی نظر نہ آتا۔

ربیع یعنی ابن خثیم کہتے ہیں:

عہد جاہلیت میں اسلام سے پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم بنایا جاتا تھا۔ مقدمات پیش ہوتے تھے اور آپ سے فیصلہ کرایا جاتا تھا۔ اسلام میں پھر آپ کی یہ خصوصیت ہو ہی گئی۔

ربیع نے ایک بات کہی ہے' اور وہ کون سی بات ہے؟ وہ بات یہ ہے کہ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی' آپ کو امین بنا دیا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امین آنحضرتؐ کو ٹھہرایا تھا۔

مجاہد سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی غفار کے لوگوں نے ایک گوسالے کی قربانی کرنی چاہی کہ اسے ذبح کر کے بعض دیوتاؤں پر چڑھائیں' گوسالے کو قربانی کے لئے جب باندھا تو وہ چلایا **یال ذریح امر نجیح' صائح یصیح' بلسان فصیح' بمکتہ یشهد ان لا الہ الا اللہ** (جماعت کی دہائی ایک معاملہ کامیاب ہو چکا ہے' ایک چلانے والا بزبان فصیح مکے میں اس بات کی شہادت دیتے ہوئے چلا رہا ہے کہ بجز اللہ کے اور کوئی معبود نہیں) لوگوں نے دیکھا اور کچھ روز کے بعد اس تاریخ کا حساب لگایا تو معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۲۱ سطر ۷)

سہیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

بادشاہ تبعؑ مدینہ میں

ابی بن کعب کہتے ہیں تبع (بادشاہ یمن) جب مدینے میں آیا اور ایک نالی کے کنارے فروکش ہوا تو علمائے یہود کو بلا کے کہا

اس شہر کو ویران کیا چاہتا ہوں' تاکہ یہودیوں کا مذہب یہاں استقامت نہ پا سکے عربوں کا مذہب مرجع قرار پائے۔

سامول یہودی نے کہ سب سے بڑا عالم تھا اس کا جواب دیا۔

آنحضرتؐ کی نسبت ایک یہودی پیشوا کی پیشگوئی

اے بادشاہ یہ وہ شہر ہے کہ اولاد اسماعیل (علیہ السلام) کے ایک پیغمبر کا یہ مقام ہجرت ہو گا' اس کی ولادت گاہ مکہ' نام احمد' اور یہ (شہر مدینہ) اس کا دار الہجرت ہو گا۔ اسی جگہ جہاں تو اس وقت کھڑا ہے' بہتیرے مقتول و مجروح ہوں گے اس کے اصحاب بھی اور اس کے دشمن بھی۔

تبع نے پوچھا:

تمہارے گمان کے مطابق وہ تو پیغمبر ہو گا' پھر ان دنوں اس سے لڑے گا کون؟

سامول نے کہا:

اسی کی قوم اس پر چڑھائی کرے گی اور یہی آپس میں لڑیں گے۔

تبع نے کہا:

اس کی قبر کہاں ہو گی؟

سامول نے کہا: اسی شہر میں۔

تبع نے دریافت کیا:

جب اس کے ساتھ لڑیں گے تو شکست کس کو ہو گی؟

سامول نے کہا:

کبھی اسے اور کبھی انہیں' جس جگہ اس وقت تو ہے یہیں اس کی ہزیمت ہو گی اور یہاں اس کے اتنے اصحاب کام آئیں گے کہ جتنے کسی دوسری جگہ قتل نہ ہوئے ہوں گے۔ مگر انجام کار اسی کو فتح ہو گی۔ وہی غالب آئے گا اور ایسا غالب آئے گا کہ اس امر (نبوت) میں کوئی اس کا منازع (یعنی طرف مقابل) نہ رہ جائے گا۔

تبع نے پوچھا:

اس کا حلیہ کیا ہو گا؟

سامول نے کہا:

وہ نہ پست قامت ہو گا۔ نہ دراز قد' دونوں آنکھوں میں سرخی ہو گی' اونٹ پر سوار ہوا کرے گا۔ شملہ پہنے گا۔ گردن پر تلوار رہے گی' جو اس کے مقابل آئے گا خواہ بھائی ہو' یا بھتیجا یا چچا کسی کی پرواہ نہ کرے گا' تا آنکہ غالب آئے۔

تبع نے کہا:

اس شہر پر قبضہ کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ میرے ہاتھ پر ویران ہو۔ ناچار تبع یمن چلا گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد۱ ص ۲۲۳ سطر آخر)

کتمان ذکر جناب نبویؐ

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ زبیر بن باطا جو یہودیوں میں سب سے بڑا عالم تھا۔ کہتا تھا کہ میں نے ایک کتاب پائی ہے جس کا ختم میرا باپ مجھے سنایا کرتا تھا۔ اس کتاب میں احمد کا تذکرہ ہے کہ وہ ایک پیغمبر ہوں گے۔ اور سرزمین قرظ میں ظہور فرمائیں گے۔ ان کا حلیہ ایسا اور ایسا ہو گا۔ اپنے باپ کے مرنے پر زبیر نے لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اس نے سنا رسولؐ اللہ نے مکے میں ظہور فرمایا ہے وہ کتاب لی اور تشریح مٹا دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان جو اس کتاب میں مذکور تھی۔ چھپا ڈالی اور کہہ دیا اس میں نہیں ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے قبل ہی قریظ و نضیر و خیبر و فدک کے یہودیوں کے ہاں آنحضرت علیہ الصلواۃ والسلام کے صفات و شمائل اور حلیہ موجود تھا۔ یہ بھی جانتے تھے کہ آپ کا دارالہجرت مدینہ ہو گا۔ آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے تو علمائے یہود نے کہا آج شب کو احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیدا ہو گئے یہ ستارہ نکل آیا جب آپ نبی ہوئے تو انہی لوگوں نے کہا: احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہو گئے۔ وہی ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ جو کسی نبی کی نبوت کے وقت طلوع ہوا کرتا ہے۔ وہ لوگ اس کو پہچانتے تھے۔ آپ کا ذکر پڑھا کرتے تھے اور آپ کی صفت بیان کیا کرتے تھے۔ مگر حسد و سرکشی کی وجہ سے انکار کر بیٹھے۔

نحلہ بن ابی نملہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا یہود بنی قریظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Presented by www.ziyaraat.net/

وآلہ وسلم کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو آپ کی صفت اور نام اور ہمارے پاس ہجرت کر کے آنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہو گئے تو ان لوگوں نے حسد کیا اور بغاوت کی اور کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔

ابو سفیان مولائے ابن ابی احمد سے مروی ہے کہ ثعلبہ بن سعید واسید بن سعیہ و اسد بن عبید کا (جو ان لوگوں کے چچا کے بیٹے تھے) اسلام محض ابو عمیرہ بن الہیبان کی حدیث کی وجہ سے ہوا۔

ابن الہیبان یہودی جو یہود شام میں سے تھا۔ اسلام سے چند سال پہلے آیا۔

لوگوں نے کہا کہ ہم نے کسی شخص کو جو پانچ وقت کی نماز نہ پڑھتا ہو (یعنی مسلمان نہ ہو) اس سے بہتر نہیں دیکھا۔ اور جب ہم سے بارش روک لی جاتی تھی تو ہم اس کے محتاج ہوتے تھے اس سے کہتے کہ اے ابن الہیبان نکلو اور ہمارے لئے بارش کی دعا کرو' وہ کہتا تھا۔

نہیں۔ تاوقتیکہ تم لوگ اپنے (نماز استسقا کے لئے) نکلنے سے پہلے صدقہ نہ دو۔ (میں دعا نہ کروں گا) ہم کہتے تھے کیا چیز پہلے کریں۔

وہ جواب دیتا کہ ایک صاع کھجور یا دو مد جو ہر شخص کے بدلے صدقہ دو۔

ہم یہی صدقہ کرتے تھے پھر وہ ہمیں وادی کے وسط میں لے جاتا تھا۔ واللہ لوگ ہم (مقام دعا سے) نہ ہٹتے تھے تاوقتیکہ ابر نہ گزرتا تھا اور ہم پر بارش نہ کر دیتا تھا۔

اس نے بہت مرتبہ ہمارے ساتھ یہی کیا اور ہر مرتبہ ہمیں بارش دی گئی۔ وہ ہمارے درمیان ہی تھا کہ اس کی وفات کا وقت آ گیا۔

اس نے کہا اے گروہ یہود تمہارے خیال میں مجھے کس چیز نے شراب و خمیر (کی روٹی) کے ملک سے تکلیف اور بھوک کے ملک کی طرف نکالا۔

لوگوں نے کہا اے ابو عمر تمہیں زیادہ جانتے ہو۔

اس نے جواب دیا۔ میں اس زمین پر محض اس لئے آیا کہ ایک نبی کے خروج کا انتظار کروں۔ جن کا زمانہ تم پر آ گیا ہے۔ یہی شہر ان کی ہجرت گاہ ہے اور مجھے امید ہے کہ میں ان کو پاؤں گا۔ میں ان کی پیروی کروں گا۔ تم لوگ اگر ان کو سننا تو ہرگز کوئی شخص تم پر ان کے پاس سبقت نہ کرنے پائے۔ کیونکہ وہ خونریزی بھی کریں گے اور بچوں اور عورتوں کو قید بھی کریں گے۔ یہ چیز ہرگز ہرگز تمہیں ان سے روکنے نہ پائے۔

وہ مر گیا جب وہ رات آئی کہ اس کی صبح کو بنی قریظہ پر فتح حاصل ہوئی تو ثعلبہ اور اسید فرزندان سعید و اسید بن عبید نے جو نوجوان تھے ان لوگوں سے کہا کہ اے گروہ یہود واللہ یہ تو وہی شخص ہے جن کا وصف ہم سے ابو عمیر ابن الہیبان نے بیان کیا تھا۔ لہذا اللہ سے ڈرو اور ان کی پیروی کرو۔

انہوں نے کہا یہ وہ نہیں ہیں۔

ان جوانوں نے کہا واللہ بالضرور یہ وہی ہیں۔

یہ لوگ اتر آئے اور اسلام لائے ان کی قوم نے اسلام لانے سے انکار کیا۔

محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے روایت کی کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ایک ماہ قبل ہم لوگ صنم بوانہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اونٹوں کی قربانی کی تھی۔ اتفاق سے ایک بت کے پیٹ سے ایک شور کرنے والا شور کر رہا تھا کہ ایک عجیب بات سنو' وحی کا چرانا بند ہو گیا اور ہمیں شہاب (انگارے) مارے جاتے ہیں۔ ایک نبی کی وجہ سے جو مکے میں ہوں گے اور ان کا نام احمد ہو گا اور ان کی ہجرت گاہ یثرب ہو گی۔

ہم لوگ رک گئے اور متعجب ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہو گئے۔

النضر بن سفیان الہذلی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم لوگ اپنے ایک قافلے کے ہمراہ ملک شام روانہ ہوئے' جب زرقا و معان کے درمیان پہنچے تو ستانے کے لئے رات کو مقیم ہو گئے۔ اتفاق سے ایک سوار کہہ رہا تھا اے سونے والو بیدار ہو جاؤ کیونکہ یہ وقت سونے کا نہیں ہے۔ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ظاہر ہو گئے ہیں۔ اور جن پورے طور پر کھدیڑ دیئے گئے ہیں۔

ہم لوگ پریشان ہو گئے۔ حالانکہ ہمارے رفیق بہت تھے۔ جنہوں نے اس کو سنا ہم اپنے اعزہ کے پاس آئے تو انہیں مکے میں اس اختلاف کا ذکر کرتے سنا جو قریش میں ایک نبی کے متعلق تھا۔ جو بنی عبد المطلب میں سے ظاہر ہوئے تھے۔ اور نام احمد تھا۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کہتے سنا کہ ہم اولاد اسماعیلؑ کی شاخ بنی عبد المطلب میں سے ایک نبی کے منتظر ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ انہیں پاؤں گا میں ان پر ایمان لاتا ہوں۔ اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ (اے مخاطب) اگر تمہاری مدت دراز ہو اور تم انہیں دیکھو تو ان سے میرا سلام کہہ دینا اور میں تمہیں بتاؤں گا کہ ان کی صفت کیا ہے یہاں تک کہ وہ تم پر مخفی نہ رہیں گے۔

میں نے کہا بیان کرو:

انہوں نے کہا: وہ ایسے شخص ہوں گے جو نہ بلند قامت ہوں گے نہ پست قد اور نہ بہت بال والے ہوں گے۔ نہ کم بال والے۔ ان کی آنکھوں سے سرخی کبھی جدا نہ ہو گی' دونوں شانوں کے درمیان (پشت پر) مہر نبوت ہو گی۔ نام احمد ہو گا۔

یہ شہر (مکہ) ان کا مقام ولادت و بعثت ہو گا' پھر اس (مکے) سے قوم انہیں نکال دے گی اور جو کچھ تعلیمات الہی وہ لائیں گے ناپسند کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ یثرب کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کے امر کو غلبہ ہو

Presented by www.ziyaraat.net/

جائے گا۔

بس خبردار رہنا کہ ان سے بہکا نہ دیا جائے۔ میں تمام شہروں میں دین ابراہیمؑ کی طلب و تلاش میں گھوما ہوں، جس یہودی، نصرانی یا مجوسی سے دریافت کرتا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ دین تمہارے بعد آئے گا اور آنحضرتؐ کی صفات اسی طرح بیان کرتے تھے جس طرح میں نے تم سے بیان کی ہیں، اور کہتے تھے کہ ان کے سوا اب کوئی نبی باقی نہیں۔

عامر بن ربیعہ نے کہا: جب میں اسلام لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زید بن عمرو کے قول کی خبر دی اور ان کی طرف سے آپ کو سلام کہہ دیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا، ان کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا کہ میں نے انہیں جنت میں ناز سے ٹہلتے دیکھا ہے۔

عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے مروی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل نے کہا:

میں نے نصرانیت و یہودیت کی خوشبو لی مگر ان دونوں کو ناپسند کیا۔ شام اور اس کے مضافات میں پھرا۔ پھر یہاں تک کہ صومعہ میں ایک راہب کے پاس گیا۔ اس سے اپنی قوم سے جدائی و بت پرستی و یہودیت و نصرانیت سے کراہت بیان کی تو اس نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ تم دین ابراہیم چاہتے ہو۔ اے اہل مکہ کے برادر تم وہ دین تلاش کرتے ہو جس پر آج عمل نہیں کیا جاتا۔ وہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے جو حنیف (موحد) تھے۔ نہ یہودی تھے نہ نصرانی وہ اسی بیت اللہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ اور سجدہ کرتے تھے۔ جو تمہارے شہر (مکہ) میں ہے۔ لہٰذا تم اپنے شہر میں جاؤ۔ کیونکہ تمہاری قوم میں سے تمہارے ہی شہر میں ایک نبی مبعوث ہوں گے جو دین حنیف ابراہیم کو لائیں گے اور وہ خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ بزرگ ہوں گے۔

عائشہؓ سے مروی ہے:

کہ مکے میں ایک یہودی رہتا تھا جو وہیں تجارت کرتا تھا۔ جب وہ شب ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو اس نے قریش کی ایک مجلس میں کہا۔

کیا آج کی شب تم لوگوں میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔

اس نے کہا:

میں نے غلطی کی، واللہ جہاں میں ناپسند کرتا تھا (وہیں ولادت ہوئی) اے گروہ قریش دیکھو جو میں تم سے کہتا ہوں اس کی جانچ کرو۔ آج کی شب کو اس امت کے نبی احمدؐ جو سب سے آخر میں پیدا ہوئے ہیں اگر میں غلطی کرتا ہوں تو وہ فلسطین میں (پیدا ہوئے) ہیں ان کے دونوں شانوں کے درمیان ایک سیاہ و زرد مسا ہے جس میں برابر برابر بال ہیں۔

ساری قوم اپنی نشست گاہ سے منتشر ہو گئی اور وہ لوگ اس کی بات سے تعجب کر رہے تھے۔

جب یہ لوگ اپنے اپنے مکان گئے تو انہوں نے اپنے اپنے متعلقین سے ذکر کیا ان میں سے بعض سے کہا گیا کہ آج شب کو عبداللہ بن عبدالمطلب کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اس کا نام انہوں نے محمد صلعم رکھا ہے۔

اس روز کے بعد یہ سب لوگ ملے اور اس یہودی کے پاس گئے اس سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے، اس نے کہا کہ میرے خبر دینے کے بعد ہوا ہے یا اس سے پہلے، لوگوں نے کہا اس سے پہلے اور اس کا نام احمدؐ ہے۔ اس نے کہا، ہمیں اس کے پاس لے چلو۔

یہ لوگ اس کے ہمراہ نکلے، یہاں تک کہ بچے کی والدہ کے پاس گئے انہوں نے اس بچے کو ان لوگوں کے پاس باہر بھیج دیا۔ اس یہودی نے وہ مسا بچے کی پیٹھ پر دیکھا تو غش آ گیا۔ افاقہ ہوا تو لوگوں نے کہا تیری بربادی ہو تجھے کیا ہوا۔ جواب دیا

بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی اور ان کے ہاتھوں سے کتاب الٰہی نکل گئی۔ یہ لکھا ہوا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو قتل کرے گا اور ان کے احبار پر غالب آ جائے گا۔ عرب نبوت پر فائز ہوئے اے گروہ قریش کیا تم خوش ہوئے۔ خبردار واللہ وہ تم کو ایسا غلبہ دے گا جس کی خبر مشرق سے مغرب تک جائے گی۔

یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ الاخنس سے مروی ہے کہ ستارہ گرنے سے عرب میں سب سے پہلے قبیلہ ثقیف پریشان ہوا۔ یہ لوگ عمرو بن امیہ کے پاس آئے کہ تم دیکھتے نہیں کہ کیا بات پیدا ہوئی۔

اس نے کہا ہاں میں دیکھتا ہوں تم لوگ غور کرو۔ اگر یہ راہ بتانے والے ستارے وہی ہیں جن سے راستے کا اندازہ کیا جاتا ہے اور جاڑے، گرمی اور بارش کے اوقات معلوم ہوتے ہیں اگر وہی ستارے بکھر گئے ہیں تو دنیا کا فیصلہ ہے اور اس مخلوق کی روانگی، ہے جو اس دنیا میں ہے۔ اور اگر یہ کوئی دوسرے ستارے ہیں تو کوئی اور امر ہے جس کا اس مخلوق کے ساتھ اللہ نے ارادہ کیا ہے۔ اور کوئی نبی عرب میں مبعوث ہو گا۔

اس بات کا چرچا ہو گیا۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ اللہ نے یعقوب کو وحی بھیجی کہ میں تمہاری ذریت میں سے بادشاہ اور انبیاء مبعوث کروں گا۔ یہاں تک کہ میں نبی حرم کو مبعوث کروں گا جس کی امت ہیکل بیت المقدس تعمیر کرے گی۔ وہ خاتم الانبیاء ہو گا اور اس کا نام احمدؐ ہو گا۔

شعبی سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دفتر میں ہے کہ تمہاری اولاد میں چند شاخیں اور چند شاخیں ہوں گی (یعنی اولاد اسماعیل و اولاد اسحاق) یہاں تک کہ وہ نبی امی آئیں گے جو خاتم الانبیا ہوں گے

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب ابراہیمؑ کو ہاجرہ (والدہ) اسماعیل کو نکالنے کا حکم ہوا۔ تو انہیں براق پر سوار کیا گیا۔ وہ جس شیریں اور نرم (قابل زراعت) زمین پر گذرتے تھے تو کہتے تھے کہ جبرئیلؑ یہیں پر اتار دو۔ جواب ملتا نہیں۔ یہاں تک کہ مکے آئے۔ جبرئیلؑ نے کہا۔ اے ابراہیمؑ اترو۔ انہوں نے کہا۔ یہاں نہ دودھ کے جانور نہ زراعت۔ جبرئیلؑ نے کہا ہاں یہیں تمہارے بیٹے کی اولاد سے وہ نبی نکلیں گے جن

Presented by www.ziyaraat.net/

سے کلمہ علیا تکمیل کو پہنچے گا۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ جب ہاجرہ اپنے فرزند اسماعیل کو لے کے نکلیں تو وہ انہیں ایک ملنے والا ملا اور کہا اے ہاجر تمہارا بیٹا متعدد قبائل کا باپ ہو گا اور اسی قبیلے سے نبی امی پیدا ہوں گے جو ساکن حرم ہوں گے۔

عاصم بن عمرو وغیرہ سے مروی ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی قریظہ کے قلعہ سے اترے تو کعب بن اسد نے بنی قریظہ سے کہا۔ اے گروہ یہود اس شخص کی پیروی کرو کیونکہ واللہ وہ نبی ہے تمہیں بھی خوب واضح ہو گیا ہے کہ وہ نبی مرسل ہے۔ یہ وہی ہیں جن کو تم اپنی کتاب میں (لکھا ہوا) پاتے ہو۔ یہ وہی ہیں جن کے متعلق عیسیٰؑ نے بشارت دی ہے۔ تم لوگ خوب ان کی صفت پہچانتے ہو۔

ان لوگوں نے جواب دیا۔ بے شک یہ وہی ہیں۔ مگر ہم لوگ توریت کے حکم سے جدا نہ ہوں گے۔ (توریت کو ترک کر کے قرآن پر عمل نہ کریں گے)

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ مدرسہ توریت میں آئے اور فرمایا تم میں سے جو سب سے بڑا ہو اسے میرے پاس بھیج دو۔

انہوں نے کہا وہ عبداللہ بن صوریا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے تنہائی میں ملے اس سے آپ نے اس کے دین کی اور اس انعام کی جو اللہ نے ان لوگوں پر کیا تھا اور اس من و سلویٰ کی جو انہیں عطا کیا تھا۔ اور اس ابر کی جس کے ذریعے سے ان پر سایہ ڈالا تھا قسم دی کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

اس نے کہا بار الہا۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ اسے ساری قوم جانتی ہے۔ بے شک آپ کی حالت و صفت توریت میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ ان لوگوں نے آپ سے حسد کیا۔

آپؐ نے فرمایا: اچھا خود تمہیں کون سا امر مانع ہے۔

عرض کی: میں اپنی قوم کی مخالفت پسند نہیں کرتا۔ عنقریب یہ لوگ آپ کی پیروی کریں گے اور اسلام لائیں گے۔ تو میں بھی اسلام لاؤں گا۔

محمد بن عمارہ بن عزیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وفد نجران آیا ان میں ابو الحارث بن علقمہ بن ربیعہ بھی تھا جو ان لوگوں کے دین کا عالم بھی تھا۔ اور رئیس بھی تھا۔ وہ ان کا اسقف (پادری) اور امام اور توریت کا معلم بھی تھا۔ ان لوگوں میں اس کی قدر بھی تھی۔ اس کے خچر نے ٹھوکر کھا کر اسے گرا دیا۔ بھائی نے کہا دور ماندہ ہلاک ہو گیا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اردہ کرتا ہے۔

ابو الحارث نے کہا تم خود ہلاک و برباد ہوئے۔ کیا تم اس شخص کو برا کہتے ہو۔ جو مرسلین میں سے ہے۔ بے

شک یہ وہی ہیں جن کی عیسیٰؑ نے بشارت دی ہے اور بے شک توریت میں انہیں کا تذکرہ ہے۔ انہوں نے کہا پھر تجھے ان کا دین قبول کرنے سے کون سا امر مانع ہے۔

اس نے کہا اس قوم نے ہمیں شریف بنایا ہے۔ ہمارا اکرام کیا، ہمیں مال دیا، ان لوگوں کو آپ کی مخالفت کے سوا اور کوئی بات منظور نہیں۔

بھائی نے قسم کھائی کہ وہ اس کی وجہ سے کسی طرف مائل نہ ہوں گے تاوقتیکہ مدینہ آکر آنحضرتؐ پر ایمان نہ لائیں۔ اس نے کہا اے برادر جانے دو کیونکہ میں تو محض مزاح کر رہا تھا۔

جواب دیا۔ اگرچہ مزاح ہو۔ وہ اپنی سواری مارنے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

الیک یعدو قلقا وضینها — **معترضا فی بطنها جنینها**

مخالفا دین النصاری دینها

ابو الحارث کے بھائی آئے اور اسلام لائے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قریش نے النضر بن الحارث بن علقمہ اور عقبہ ابن ابی معیط وغیرہ کو یہود یثرب کے پاس بھیجا۔ اور ان لوگوں سے کہا کہ تم ان سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دریافت کرو۔

یہ لوگ مدینہ آئے اور کہا ہم لوگ تمہارے پاس ایک ایسے امر کے لئے آئے ہیں جو ہم میں پیدا ہو گیا ہے۔ ہمارا ایک یتیم حقیر لڑکا بہت بڑی بات کہتا ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ رحمن کا رسول ہے ہم سوائے رحمنٰ یمامہ کے اور کسی کو رحمان نہیں پہچانتے۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے اس کی صفت بیان کرو۔

صفت بیان کی تو پوچھا:

تم میں سے کس نے اس کی پیروی کی۔

انہوں نے کہا کہ ہمارے ادنیٰ ترین لوگوں نے۔ ان میں سے ایک عالم ہنسا اور کہا یہی وہ نبی ہیں جن کی نعت و صفت ہم (اپنی کتاب میں) پاتے ہیں اور ان کی قوم کو ان کا سخت دشمن پاتے ہیں۔

حرام بن عثمان الانصاری سے مروی ہے کہ اسعد بن زرارہ اپنی قوم کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ ملک شام سے تجارت کے لئے آئے۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی آنے والا ان کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابو امامہ ایک نبی مکہ میں ظاہر ہوں گے۔ تم ان کی پیروی کرنا۔ اس کی یہی علامت ہے کہ تم لوگ ایک منزل میں اترو گے تمہارے ساتھیوں پر ایک مصیبت آئے گی، تم بچ جاؤ گے۔ اور فلاں شخص کی آنکھ میں طاعون ہو جائے گا۔

لوگ ایک منزل میں اترے اور رات کے وقت ان سب کو طاعون نے آ دبایا۔ سوائے ابو امامہ کے اور ان کے ایک ساتھی کے جس کی آنکھ میں طاعون ہوا سب پر مصیبت آ گئی۔

Presented by www.ziyaraat.net/

صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ خالد بن سعید نے کہا:
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے خواب میں ایک تاریکی دیکھی جس نے مکے کو چھپا لیا۔ یہاں تک کہ میں نہ پہاڑ کو دیکھتا تھا اور نہ زمین کو پھر میں نے ایک نور دیکھا جو زمزم سے نکلا مثل چراغ کی روشنی کے۔ وہ جب بلند ہوتا بڑا ہو جاتا۔ اور پھیل جاتا۔ وہ بلند ہوا اور سب سے پہلے میرے لئے۔ بیت اللہ روشن ہو گیا۔ روشنی بڑی ہو گئی کوئی پہاڑ اور زمین ایسی نہ رہی جس کو میں نہ دیکھتا۔ وہ بلند ہو کر پھیل گیا۔ پھر وہ اترا یہاں تک کہ میرے لئے۔ یثرب کے کھجور کے باغ جن میں گدرائی کھجوریں تھیں روشن ہو گئے۔ میں نے اسی روشنی میں کسی کہنے والے کو سنا کہ وہ کہتا ہے' سبحانہ' سبحانہ' ابن مارد ازدرح اور الاکمہ کے درمیان ھضبتہ الحصی میں ہلاک ہو گیا۔ یہ امت سعادت مند ہوئی امیین کا نبی آ گیا۔ مکتوب الٰہی اپنی مدت کو پہنچ گیا۔ اس بستی (مکے) نے جھٹلایا اس پر دو مرتبہ عذاب ہو گا۔ تیسری بار وہ توبہ کرے گی۔ تین میں دو مشرق میں باقی رہیں اور ایک مغرب میں۔

خالد بن سعید نے یہ خواب اپنے بھائی عمرو بن سعید سے بیان کیا۔ تو انہوں نے کہا تم نے عجب واقعہ دیکھا۔ میرا گمان ہے کہ یہ امر عبدالمطلب کے خاندان میں ہو گا۔ کیونکہ تم نے نور کو زمزم سے نکلتے دیکھا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ نے بعض انبیاء بنی اسرائیل کو وحی بھیجی کہ تم پر میرا بہت سخت غضب ہے اس لئے کہ تم نے میرا حکم ضائع کر دیا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے پاس روح القدس نہیں آئیں گے۔ تاوقتیکہ میں ملک عرب سے اس نبی امی کو مبعوث نہ کر دوں جس کے پاس روح القدس آئیں گے۔

ابو حازم سے مروی ہے کہ ایک کاہن مکے میں ایسے وقت آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ برس کے تھے اور آپ کی دایہ آپ کو عبدالمطلب کے پاس لائی تھیں اور وہ ہر سال آپ کو ان کے پاس لایا کرتی تھیں۔ اس کاہن نے جو آپ کو عبدالمطلب کے ساتھ دیکھا تو کہا:
اے گروہ قریش اس بچے کو قتل کر دو کیونکہ یہ تم کو قتل کر دے گا اور تمہیں جدا کر دے گا۔
عبدالمطلب آپ کو لے کے بھاگے اور قریش کو جیسا کہ کاہن نے ڈرایا تھا وہ لوگ آپ کے حال سے برابر ڈرتے رہے۔

علی بن حسین سے مروی ہے کہ بنی النجار میں ایک عورت تھی جس کا نام فاطمہ بنت النعمان تھا۔ ایک جن اس کے تابع تھا۔ وہ اس کے پاس آیا کرتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تو وہ اس کے پاس آیا اور دیوار پر اتر گیا۔ فاطمہ نے کہا تجھے کیا ہوا۔ کہ جس طرح آیا کرتا تھا نہیں آتا۔ اس نے کہا کہ وہ نبی آ گئے ہیں جو شراب و زنا کو حرام بتاتے ہیں۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔ تو جن کھدیڑ دیئے گئے۔ اور

انہیں ستارے مارے گئے حالانکہ آپ کی بعثت کے قبل وہ لوگ (آسمان کی خبریں) سنا کرتے تھے (آسمان پر) جنوں کے ہر قبیلہ کا ایک ٹھکانا تھا۔ جہاں بیٹھ کے وہ لوگ خبریں سنا کرتے تھے۔ اس واقعہ سے سب سے پہلے جو لوگ خوفزدہ ہوئے وہ اہل طائف تھے جن کے پاس اونٹ یا بکری تھی۔ وہ روزانہ اپنی معبودوں کے لئے ذبح کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کا مال ختم کرکے قریب پہنچ گیا پھر وہ باز آ گئے۔
ان میں بعض نے بعض سے کہا کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ آسمان کے راہ بتانے والے ستارے اس طرح ہیں کہ گویا ان سے کچھ نہیں گیا۔ ابلس نے کہا کہ زمین پر کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ تم لوگ میرے پاس ہر زمین کی مٹی لاؤ۔ مٹی اس کے پاس لائی جاتی تھی۔ اور وہ اس کو سونگھ کر ڈال دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس تہامہ کی مٹی لائی گئی۔ اسے اس نے سونگھا اور کہا کہ وہ نئی بات یہی ہے۔

زہری سے مروی ہے کہ:
(بعثت سے پہلے) وحی سنی جاتی تھی' بنی اسد کی ایک عورت کے کوئی جن تابع تھا۔ ایک روز وہ اس کے پاس آیا اور چلانے لگا کہ وہ امر آ گیا جس کی طاقت نہیں۔ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زنا حرام کر دیا۔ پھر جب اللہ اسلام کو لے آیا جو (جنوں کو وحی) سننے سے روک دیا۔

سعید بن عمرو الھذلی نے اپنے والد سے روایت کی کہ:
میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ اپنے بت سواع کے پاس حاضر ہوا۔ ہم لوگ اس کے پاس قربانیاں لے گئے تھے۔ میں سب سے پہلا شخص تھا۔ جس نے اس پر ایک فربہ گائے چڑھائی۔ اسے اس بت پر ذبح کیا۔ پھر ہم نے اس کے پیٹ سے یہ آواز سنی کہ تعجب' تعجب' بالکل تعجب' متفرق قسم کے لوگوں میں ایسے نبی کے ظہور کا وقت ہے جو زنا کو حرام بتائیں گے' بتوں کے لئے ذبح کرنے کو حرام کہیں گے۔ آسمانوں پر پہرہ کر دیا گیا اور ہم (جنوں) کو شہاب (ٹوٹنے والے ستارے) مارے گئے۔
(یہ آواز سن کر) ہم لوگ منتشر ہو گئے۔ مکے آئے اور دریافت کیا' مگر ہمیں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خروج کی خبر دیتا۔ یہاں تک کہ ہم ابوبکرؓ سے ملے۔ ہم نے ان سے کہا اے ابوبکرؓ کوئی ایسے شخص مکے میں ظاہر ہوئے ہیں جو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا کیوں کیا بات ہے میں نے انہیں یہ واقعہ (بت کے پیٹ کی آواز کا) بتایا۔ انہوں نے کہا یہ رسول اللہؐ ہیں۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی' ہم نے کہا تاوقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ قوم کیا کرتی ہے (ہم اسلام نہیں لائیں گے) کاش ہم لوگ اسی روز اسلام لے آتے پھر اس کے بعد ہم لوگ اسلام لائے۔

عبداللہ سعدۃ الھذلی نے اپنے والد سے روایت کی کہ:
ہم لوگ اپنے بت سواع کے پاس تھے۔ میں اپنی دو سو بھیڑوں کے ایک گلہ جن کو خارش کی شکایت تھی۔

Presented by www.ziyaraat.net/

اس (بت) کے پاس لے گیا تھا۔ میں انہیں اس کے قریب کرکے برکت کا طالب ہوا۔ پھر میں نے بت کے شکم سے ایک منادی کی آواز سنی جو یہ ندا دیتا ہے کہ جنوں کا مکر گیا۔ ہمیں ایک نبی کی وجہ سے جن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے شہاب مارے گئے میں نے کہا مجھے واللہ عبرت دلائی گئی ہے۔

میں اپنی بکریاں واپس لے کے اپنے متعلقین کے پاس چلا گیا۔ پھر ایک شخص سے ملا جس نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی خبر دی۔

محمد بن عمر الشامی نے اپنے مشائخ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو طالب کی پرورش میں تھے اور ابو طالب زیادہ مالدار نہ تھے ان کا اونٹوں کا ایک گلہ تھا ان کے پاس اس کا دودھ لایا جاتا تھا۔ جب ابوطالب کے اہل و عیال سب مل کر یا تنہا کھاتے تو شکم سیر نہ ہوتے تھے اور جب ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نوش فرماتے تھے تو سب شکم سیر ہو جاتے تھے۔ ابوطالب جب ان لوگوں کو کھانا کھلانا چاہتے تھے تو کہتے کہ میرے بیٹے کے آنے تک ٹھہر جاؤ۔ آپؐ آتے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔ تو ان سب کے کھانے سے بچ جاتا تھا۔ ہوتا یہ تھا کہ سب سے پہلے آپؐ نوش فرماتے پھر انہیں دیتے۔ وہ سب پیتے۔ اور وہ سب سیر ہو جاتے تھے۔ ابو طالب کہتے تھے کہ بے شک آپ مبارک ہیں اور بچے صبح کو پراگندہ بال اور آنکھوں میں چیپڑ بھرے ہوئے اٹھتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیل اور سرمہ لگائے اٹھتے تھے۔

ام ایمن نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن اور بڑے پن میں کبھی بھوک پیاس کی شکایت کرتے نہیں دیکھا۔ آپؐ صبح کو جاتے تھے اور زمزم نوش فرماتے تھے پھر ناشتہ پیش کیا جاتا تھا۔ تو فرماتے تھے کہ میں اسے نہیں چاہتا میں شکم سیر ہوں۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۲۵ سطر ا)

امید نبوت محمدیؐ

عہد جاہلیت میں جن کے نام محمدؐ رکھے گئے

سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ عرب کاہنوں اور اہل کتاب سے سنا کرتے تھے کہ ایک نبی مبعوث ہو گا جس کا نام محمدؐ ہو گا۔ جس عرب کو یہ معلوم ہوا۔ اس نے نبوت کی طمع میں اپنے لڑکے کا نام محمد رکھا۔

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ بنی سلیم بنی ذکوان کے محمد بن خزاعی بن حزابہ کا نام (محمد) نبوت کی طمع میں رکھا گیا' وہ یمن میں ابرہہ کے پاس چلا گیا اور مرنے تک اس کے ساتھ اس کے دین پر رہا۔ جب وہ صاحب وجاہت ہو گیا تو اس کے بھائی قیس بن خزاعی نے حسب ذیل شعر کہا۔

فللکم فو التاج منا محمد

و رایته فی حرمته الموت تخفق

ہمارا صاحب تاج محمد یہ ہے جس کا جھنڈا ہجوم موت میں لہراتا ہے۔

قتادہ بن السکن العرنی سے مروی ہے کہ بنی تمیم محمد بن سفیان ابن مجاشع اسقف (یعنی پوپ یا بہت بڑا پادری) تھا۔ اس کے باپ سے کہا گیا کہ عرب کے لئے ایک نبی ہو گا۔ جس کا نام محمد ہو گا۔ تو اس نے اس کا نام محمد رکھا اور بنی سواءہ میں محمد الجشمی کا اور محمد الاسیدی کا۔ اور محمد الفقیمی کا نام (محمد) بھی طمع نبوت میں لوگوں نے رکھا۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۳۶ سطر ۴)

علامات نبوت بعد نزول وحی

ابو زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجون میں تھے اور آپ رنجیدہ و غمگین تھے' آپ نے فرمایا

اے اللہ مجھے آج کوئی ایسی نشانی دکھا دے جس کے بعد میں اپنی قوم کے تکذیب کرنے والوں کی پرواہ نہ کروں۔

یکایک مدینے کے پہاڑی راستے کی طرف کچھ نظر آیا۔ آپ نے اسے پکارا۔ وہ زمین کو چاک کرتا ہوا آیا یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اسے واپسی کا حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب مجھے اپنی قوم کے تکذیب کرنے والوں کی پرواہ نہیں۔

عطا سے مروی ہے مجھے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسافر تھے۔ آپ استنجا یا قضائے حاجت کے ارادے سے تشریف لے گئے۔ مگر کوئی چیز نہ ملی جس سے آپ لوگوں سے آڑ کریں دو درختوں کو دیکھا جو دور دور تھے آپ نے ابن مسعود سے فرمایا جاؤ اور ان دونوں کے بیچ میں کھڑے ہو کے کہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم دونوں اکٹھا ہو جاؤ تاکہ میں تمہاری آڑ میں قضائے حاجت کر لوں۔

ابن مسعود گئے اور ان دونوں سے کہا تو ایک ان میں دوسرے کے پاس آگیا اور آپ نے ان کی آڑ میں قضائے حاجت کر لی۔

یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا لوگ ایک منزل پر اترے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ان دونوں درختوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں اکٹھا ہو جانے کا حکم دیتے ہیں۔ ان دونوں کے پاس گیا اور ان سے یہی کہا۔ ایک نے دوسرے کی طرف جنبش کی اور دونوں جمع ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے۔ آپ آڑ میں آ

Presented by www.ziyaraat.net/

جس نے ایک مکان بنایا اس میں ایک کوٹھڑی بنائی اور دستر خوان بچھایا۔ پھر ایک قاصد کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے۔ بعض نے قاصد کی دعوت قبول کر لی اور بعض نے اسے چھوڑ دیا۔ بادشاہ تو اللہ ہے اور مکان اسلام ہے اور کوٹھڑی جنت ہے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ قاصد ہیں۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس نے آپ کی دعوت قبول کر لی وہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اور جو اسلام میں داخل ہو گیا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جو جنت میں داخل ہو گیا وہ وہ نعمتیں کھائے گا جو اس میں ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۳۷ سطر آخر)

زینب یہودیہ کا قتل

ابو سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے تھے اور ہدیہ نوش فرماتے تھے ایک یہودیہ نے آپ کو ایک بھونی ہوئی بکری بھیجی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے اس میں سے نوش فرمایا۔ اس بکری نے کہا میں زہر آلودہ ہوں آپؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ ہاتھ اٹھا لو۔ اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ زہر آلودہ ہے۔ سب نے ہاتھ اٹھا لیا۔ مگر بشیر بن البراء شہید ہو گئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودیہ کو بلا بھیجا اور فرمایا۔ کہ تجھے اس حرکت پر کس نے آمادہ کیا؟

اس نے جواب دیا:
مجھے معلوم تھا کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو آپ کو نقصان نہ کرے گا۔ اور اگر آپ بادشاہ ہوں گے تو میں لوگوں کو آپ سے فرصت دلا دوں گی۔ آپؐ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کر دی گئی۔
یہ واقعہ غزوۂ خیبر کا ہے جہاں زینب بنت الحارث یہودیہ نے آپ کو زہر آلود بھنا ہوا گوشت ہدیتہ" بھیجا اور آپ کو بطور اعجاز اس کا زہر آلود ہونا معلوم ہو گیا۔ مگر اس سے حضرت بشیر شہید ہو گئے اس لئے قصاصاً" اس یہودیہ کی بھی گردن مار دی گئی۔ اگر وہ اپنے مزعومہ امتحان نبوت میں آپ کی کامیابی کے بعد بھی ایمان لے آتی تو اس سزا سے بچ جاتی نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم کے گھر کا پکا ہوا کھانا بالکل حلال ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس یہودیہ کے گھر کا پکا ہوا گوشت ہرگز نوش نہ فرماتے قرآن مجید میں بھی ہے۔
طَعَامُ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۳۰ سطر ۱)

گئے اور قضائے حاجت کی۔ اس کے بعد ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف جنبش کی۔
عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ بیت الخلاء تشریف لے جاتے ہیں مگر آپ کا کسی قسم کا فضلہ نظر نہیں آتا۔ فرمایا:
اے عائشہؓ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انبیاء کے بدن سے جو خارج ہوتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے اس لئے اس سے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۳۶ سطر آخر)

نور اعظم کی زیارت

انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
ایک روز جس وقت میں بیٹھا ہوا تھا جبرئیل آئے' انہوں نے میری پیٹھ پر ہاتھ مارا تو میں اٹھ کر ایک درخت کے پاس گیا جس میں پرندے کے آشیانے کی طرح دو چیزیں تھیں ایک میں وہ بیٹھ گئے اور دوسری میں میں بیٹھ گیا۔ وہ اونچی ہوئی اتنا بلند ہو گئی کہ مشرق و مغرب کو روک لیا۔ اگر میں آسمان کو چھونا چاہتا تو ضرور چھو لیتا۔ میں اپنی نگاہ پھیر رہا تھا اور جبرئیل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ ایسے معلوم ہوتے تھے۔ گویا ایک فرش ہیں جو ملا ہوا ہے میں نے اللہ کے متعلق ان کی فضیلت علمی کو پہچانا۔ انہوں نے میرے لئے آسمان کا دروازہ کھولا میں نے اس نور اعظم کو دیکھا اس طرف پردہ پڑا تھا اور جھالر موتی اور یاقوت کی تھی پھر اللہ نے مجھے جو وحی کرنا چاہی کی۔
عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں پہرہ دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (لوگوں سے اللہ آپ کی حفاظت کرے گا) آپ نے خیمے سے اپنا سر باہر نکالا اور فرمایا اے لوگو واپس جاؤ کیونکہ لوگوں سے اللہ نے میری حفاظت کی ہے۔
عطا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
ہم گروہ انبیاء ہیں' ہماری آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے۔
حسنؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔
جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس برآمد ہوئے۔ اور فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ جبرئیل میرے سرہانے اور میکائیل میرے پائنتی ہیں' ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہتا ہے: آنحضرتؐ کی کوئی مثال پیش کرو۔ انہوں نے (آنحضرتؐ سے) کہا کہ سنئے۔ (آپ کے کان سنتے رہیں) اور سمجھئے (آپ کا قلب سمجھتا رہے) آپ کی اور آپ کی امت کی مثال اس بادشاہ کی ہے

Presented by www.ziyaraat.net/

معجزۂ رسولؐ

سالم بن ابی لجعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دو شخصوں کو کسی کام سے بھیجا' ان دونوں نے عرض کی : یا رسول اللہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کو ہم توشہ بنائیں۔ فرمایا: مجھے ایک مشک لا دو' وہ دونوں آپؐ کے پاس ایک مشک لائے تو آپ نے ہمیں اس کے بھرنے کا حکم دیا ہم نے اسے پانی سے بھر دیا۔ آپؐ نے اس میں ڈاٹ لگا دی اور فرمایا تم دونوں جاؤ یہاں تک کہ فلاں فلاں مقام تک پہنچو۔ اللہ تم دونوں کو رزق دے گا۔

وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ اس مقام پر آئے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا۔ ان کی مشک کھل گئی۔ بکری کا دودھ اور مکھن نکل آیا۔ دونوں نے کھایا اور پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۳۹ سطر آخر)

اسلمی گڈریا اور بھیڑیا

ابو سعید الخدری سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص اپنی بکریوں کے ساتھ تھا جن کو وہ ذوا لحلیفہ کے میدان میں چرا رہا تھا۔ اس پر ایک بھیڑیا ٹوٹ پڑا اور ایک بکری چھین لی وہ شخص چلایا اور پتھر مار کے اپنی بکری چھڑا لی۔

بھیڑیا سامنے آیا اور دم کو رانوں کے نیچے دبا کر سرین کے بل اس کے شخص کے روبرو بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کہ مجھ سے وہ بکری چھینتے ہو جو خدا نے مجھے بطور رزق دی ہے۔
اس شخص نے کہا بخدا میں نے کبھی ایسی بات نہیں سنی۔ بھیڑیے نے کہا تم کس بات سے تعجب کرتے ہو۔
اس نے کہا میں بھیڑیے کو اپنے ساتھ باتیں کرنے سے تعجب کرتا ہوں۔
بھیڑیے نے کہا:
تم نے اس سے زیادہ عجیب بات کو چھوڑ دیا ہے دیکھو' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کھجوروں کے باغ میں لوگوں سے گزری ہوئی باتیں بیان کرتے ہیں اور جو آنے والے باتیں ہی وہ بھی ان سے بیان کرتے ہیں اور تم یہاں اپنی بکری کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔
جب اس شخص نے بھیڑیے کا کلام سنا تو اپنی بکریوں کو جمع کیا اور انصار کے گاؤں قباء میں لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دریافت کیا تو ابو ایوبؓ کے مکان میں پایا' اس نے بھیڑیے کا واقعہ سنایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:
سچ کہا۔ عشاء کے وقت آنا اور جب دیکھنا کہ لوگ جمع ہو گئے تو انہیں اس واقعے کی خبر دینا۔

اس نے یہی کیا۔ جب نماز پڑھ لی اور لوگ جمع ہوئے تو اس اسلمی نے انہیں بھیڑیے کے واقعے کی خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔ سچ کہا' سچ کہا' سچ کہا۔ ایسے عجائبات قیامت سے پہلے ہوں گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ قریب ہے۔ قریب ہے کہ تم میں سے ایک شخص شام یا صبح کو اپنے متعلقین سے غائب ہو گا۔ پھر اس کو کوڑا یا اس کی چھڑی اس کا جوتا اس واقعہ کی خبر دے گا جو اس کے متعلقین نے اس کے بعد کیا ہو گا۔ (طبقات ابن سعد جلد ا ص ۲۴۰ سطر۴)

اعلان نبوتؐ

واضح ہو کہ علمائے شیعہ کا اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستائیس ماہ رجب کو مبعوث برسالت ہوئے اور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی حدیثیں اس کا ثبوت ہیں۔ لیکن عامہ کے درمیان اختلاف ہے۔ بعضوں نے سترہویں ماہ رمضان المبارک کو بیان کیا ہے' بعضوں نے اٹھارویں اور بعض نے چوبیسویں ماہ مذکور بیان کی ہے۔ اور بعض نے بارہویں ماہ ربیع الاول کو بیان کیا ہے۔ اور بھی مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح وہی روایت ہے جو پہلے بیان کی گئی ہے۔ اس وقت روایات معتبرہ کے مطابق آپ کی عمر شریف چالیس سال کی تھی۔ اور حدیث معتبرہ میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ نور روز کے بعد جبرئیلؑ آنحضرتؐ پر نازل ہوئے۔ لیکن احادیث معتبرہ سے ثابت ہے کہ حضرتؐ ہمیشہ سے پیغمبر تھے جیسا کہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس وقت پیغمبر تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ اور فقیر مولف کا گمان ہے کہ آنحضرتؐ بعثت سے قبل اپنی ہی شریعت پر عمل کرتے تھے اور خدا کی جانب سے الہام اور وحی ان کو ہوتی تھی اور روح القدس سے حضرتؐ کی تائید ہوتی تھی۔ چالیس سال کی عمر میں خلائق پر مبعوث ہوئے اور رسالت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

حدیث صحیح میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل اس کے کہ جبرئیلؑ آپ پر نازل ہوں اسباب نبوت ملاحظہ فرماتے تھے اور فرشتوں کی آوازیں سنتے تھے۔ یہاں تک کہ جبرئیل رسالت کے ساتھ ان پر نازل ہوئے اور حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھتے تھے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دوسری حدیث معتبر میں منقول ہے کہ ایک روح خلق جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے بزرگ تر ہے جو ہمیشہ سرور کائنات کے ساتھ رہتی تھی اور حضرتؐ کو رشد و ہدایت اور راہ حق پر قائم رکھتی تھی' اور وہی روح آئمہ معصومین کے ساتھ بھی رہی ہے۔ جو ان کو علوم سے فیضیاب رکھتی ہے اور ان کے زمانہ طفلی میں ان کی مربی اور موید رہتی ہے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۱۹ سطر۴)

Presented by www.ziyaraat.net/

احادیث معتبرہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت جبرئیلؑ آنحضرتؐ کے پاس آتے تو غلاموں کی طرح خدمت اقدس میں بیٹھتے تھے۔ اور جب آتے تو گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوتے اس مقام پر اب مقام جبرئیلؑ کہتے ہیں۔ اور جب تک اجازت نہ ملتی گھر کے اندر داخل نہ ہوتے۔ دوسری معتبر حدیثوں میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوتے کہ غشی طاری ہو جاتی اور پسینہ جاری ہو جاتا۔ یہ نزول وحی کی علامت تھی۔ اس حالت کے بارے میں حضرت صادقؑ سے لوگوں نے پوچھا فرمایا یہ صورت اس وقت ہوا کرتی تھی جبکہ خدا عالم براہ راست حضرتؐ پر وحی نازل فرماتا تھا۔ کسی ملک کا درمیان میں واسطہ نہ ہوتا۔ حضرتؐ پر کلام الٰہی کی دہشت اور اس کے بے انتہاء عظمت و جلالت کے سبب یہ حالت طاری ہوتی تھی۔ جبرئیلؑ کے نازل ہونے کے وقت یہ حالت نہ ہوتی بلکہ جبرئیلؑ بغیر اجازت حضرتؐ کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ جب حضرتؐ کی خدمت میں آتے تو غلاموں کے مانند بیٹھتے تھے۔ حدیث معتبر میں جناب امیر سے منقول ہے کہ پیغمبروں پر خدا کی وحی کے نزول کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایک خدا کی جانب سے پیغام لے کر فرشتوں کا نازل ہونا، ایک براہ راست خدا کا پیغمبروں سے گفتگو فرمانا، اور ایک یہ کہ درمیان کسی فرشتہ کا ہونا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ وحی تم کو کہاں سے حاصل ہوتی ہے؟ انہوں نے عرض کی اسرافیلؑ سے۔ پوچھا اسرافیلؑ کو کیونکر ملتی ہے؟ عرض کی ان کے دل پر نازل ہوتی ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جبرئیلؑ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اسرافیلؑ حاجب پروردگار عالم ہیں اور محل صدور وحی سے تمام خلق سے نزدیک تر ہیں۔ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان سرخ یاقوت کی ایک لوح ہے جب خدا کا حکم صادر ہوتا ہے وہ لوح اسرافیل کی پیشانی سے ٹکراتی ہے تو وہ لوح پر نظر کرتے ہیں اور جو کچھ اس میں ہوتا ہے ہم کو سپرد کرتے ہیں اور ہم اطراف زمین و آسمان میں اس کو پہنچا دیتے ہیں۔ حضرت سے دوسری روایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد جب اہل آسمان نے چونکہ وحی نہیں سنی تھی اور انہی آنحضرتؐ کے مبعوث ہونے کے وقت قرآن کی وحی کی ایک صدائے عظیم جیسے لوہا پتھر سے ٹکراتا ہے سماعت کی تو بے ہوش ہو گئے۔ جب وہ آواز بر طرف ہوئی جناب جبرئیلؑ زمین کی طرف روانہ ہوئے۔ جیسے جیسے نچلے آسمانوں پر پہنچتے جاتے تھے وہاں کے ساکنوں کی دہشت دور ہوتی جاتی تھی۔ اور عیاشی نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت پر سورۂ مائدہ نازل ہوا حضرتؐ استر شہبا پر سوار تھے۔ وحی کے سبب حضرتؐ اس قدر گراں ہو گئے کہ خچر چلنے سے رک گیا اور اس کی پشت خم ہو گئی۔ پیٹ قریب تھا کہ زمین سے لگ جائے۔ آنحضرتؐ بے ہوش ہو گئے اور آپ کا ہاتھ منبہ بن وہب کے سر پر تھا۔ جب وہ حالت زائل ہو گئی تو آپ نے سورۂ مائدہ پڑھ کر سنائی۔ ابن طاؤس نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ عثمان بن مظعون نے بیان کیا کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے دروازہ سے مکہ میں گزر رہا تھا کہ میں نے آنحضرتؐ کو دروازہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا میں بھی بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ دفعتہً میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں آسمان کی جانب اٹھ گئیں اور کچھ دیر تک حضرتؐ اپنی آنکھوں کو داہنی جانب پھراتے رہے، اور سر اقدس کو حرکت دیتے رہے۔ جیسے کوئی شخص کسی سے گفتگو کرتا ہے اور کسی کی باتیں سنتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد بہت دیر تک آسمان کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر بائیں جانب دیکھا بعد میں میری جانب نظر کی اور چہرۂ اقدس سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں نے کبھی آپ کی یہ حالت نہیں دیکھی تھی فرمایا اب تو دیکھی ہے میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ حضرتؐ نے فرمایا جبرئیلؑ مجھ پر نازل ہوئے تھے اور یہ آیت لائے تھے۔ **اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَاۗئِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ** (پ ۹ سورۃ النحل پ ۱۴) عثمان کہتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت سے اٹھ کر حضرت ابو طالب کے پاس آیا اور یہ آیت ان کو سنائی۔ انہوں نے فرمایا اے غالب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ اور رستگار ہو۔ خدا کی قسم وہ تم کو مکارم اخلاق کی دعوت دیتے ہیں۔

اور شیخ طوسیؒ نے بسند معتبر حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہر صبح حضرت امیر المومنینؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حضورؐ بھی سب سے زیادہ انہی کا آنا پسند کرتے تھے۔ ایک روز وہ آئے تو دیکھا کہ آنحضرتؐ صحن خانہ میں سوئے ہوئے ہیں اور آپ کا سر اقدس وحیہ کلبی کی آغوش میں ہے۔ امیر المومنینؑ نے کہا **السلام علیک** سرورؐ عالم کا کیسا مزاج ہے؟ وحیہ نے کہا اے برادر رسولؐ وہ بخیر ہیں جناب امیرؑ نے کہا خدا تم کو جزائے خیر دے۔ وحیہ نے کہا میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ میرے پاس ایک ہدیہ جو میں آپ کے لئے لایا ہوں۔ آپ مومنوں کے امیر اور اپنے شیعوں کو جنت میں لے جانے والے ہیں۔ اور بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولاد آدم میں سب سے بہتر ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں روز قیامت لوائے حمد ہوگا۔ آپ آنحضرتؐ کے ساتھ اور آپ کے شیعہ سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ وہ شخص نجات یافتہ ہے جو آپ کو دوست رکھتا ہے اور وہ نجات سے محروم ہے جو آپ کی ولایت کا منکر ہے۔ جس شخص نے آپ کو دوست رکھا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھا اور جو شخص آپ کو دشمن رکھتا ہے درحقیقت وہ محمدؐ کی دشمنی کے سبب دشمن رکھتا ہے اور حضرتؐ کی شفاعت سے محروم ہے۔ میرے نزدیک آیئے کیونکہ آپ اس کے زیادہ سزاوار ہیں۔ اور آنحضرتؐ کا سر مبارک ان کی گود میں دے دیا اور چلے گئے۔ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو فرمایا یہ کس کی آواز تھی یا علیؑ تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔ عرض کی وحیہ کلبی تھے۔ فرمایا نہیں۔ وہ جبرئیلؑ تھے اور تم کو اس نام سے یاد کیا جو نام تمہارا خدا نے رکھا ہے۔ اس نے تمہاری محبت مومنوں کے دلوں میں ڈال دی ہے اور تمہارا رعب کافروں کے سینہ میں جاگزیں کر دیا ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

حمیری نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ چند روز کے لئے وحی کا نزول ہونا بند ہو گیا۔ تو لوگوں نے پوچھا یا حضرت نزول وحی کیوں بند ہے؟ فرمایا کیونکر نازل ہو حالانکہ تم لوگ ناخن نہیں کٹواتے اور بدبو سے آلودہ رہتے ہو۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ابلیس ملعون نے چار مرتبہ فریاد کی۔ اول جس روز کہ راندۂ درگاہ ایزدی ہوا دوسرے جبکہ اس کو زمین پر بھیجا گیا۔ تیسرے جس وقت آنحضرت مبعوث برسالت ہوئے، چوتھے جس روز سورۃ حمد نازل ہوئی۔

علی بن ابی ابراہیم نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب خداوند عالم نے آنحضرتؐ کو مبعوث برسالت فرمایا۔ جبرئیل کو حکم دیا تو انہوں نے اپنے پروں سے زمین کھودی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چھوڑ دی تو ایسا ہوا کہ آنحضرتؐ ہر سرزمین کو اسی طرح دیکھتے تھے جیسے کوئی اپنے ہاتھوں کو دیکھتا ہے اور مشرق و مغرب کے ہر شہر کو ملاحظہ فرماتے اور وہاں کے رہنے والوں سے ان کی زبان میں باتیں کرتے تھے اور اپنے دین کی دعوت دیتے تھے۔ اور خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسا انتظام فرمایا کہ ہر شہر کے لوگ آپ کو دیکھتے اور آپؐ کی آواز سنتے اور آپ کی رسالت کو سمجھتے تھے۔

علی بن ابی ابراہیمؒ ابن شہر آشوب اور شیخ طبرسیؒ بلکہ تمام محدثین و مفسرین نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ قبل بعثت اپنی قوم سے کنارہ کش ہو کر کوہ حرا پر تنہا عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ خداوند عالم آپؐ کو روح القدس کی تائید، سچے خوابوں، فرشتوں کی آوازوں اور سچے الہامات کے ساتھ ہدایت فرماتا رہتا تھا۔ اور قرب و محبت و معرفت کے مدارج عالیہ پر ترقی دیتا رہا۔ اور آپؐ کو زیور علم و فضل اور اخلاق حمیدہ اور آداب پسندیدہ سے آراستہ فرماتا رہا۔ ان حالات میں سوائے جناب امیر اور جناب خدیجہؓ کے کوئی آپؐ کا مونس و محترم نہ تھا یہاں تک کہ جب آپؐ کی عمر سینتیس سال کی ہوئی آپؐ نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ آپ کو ندا دے رہا ہے کہ یا رسول اللہ۔ اس کے بعد ایک روز حضرت ابو طالبؑ کی بھیڑیں چراتے ہوئے مکہ کی پہاڑیوں پر حضرتؐ کا گذر ہوا وہاں آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے آپؐ کو یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کیا۔ آپؐ نے پوچھا تم کون ہو وہ بولے میں جبرئیلؑ ہوں خدا نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میں آپؐ کو رسالت کی خوشخبری دوں۔ جبرئیلؑ نے اپنا پیر زمین پر مارا تو ایک چشمہ جاری ہوا۔ جبرئیلؑ نے وضو کیا اور آنحضرتؐ کو وضو کرنا سکھایا۔ تو حضرتؐ نے وضو کیا پھر نماز کی تعلیم دی اور آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو تعلیم دی اور ان کے ساتھ نماز ظہر ادا کی۔ بیت الشرف واپس گئے تو نماز عصر جناب خدیجہؓ کے ساتھ پڑھی۔ پھر چند روز کے بعد حضرت ابو طالبؑ حضرت جعفرؑ کو لئے ہوئے آئے دیکھا کہ آنحضرتؐ حضرت علیؑ اور جناب خدیجہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ابو طالبؑ نے حضرت جعفرؑ سے کہا کہ اپنے چچاد زاد بھائی کے ساتھ تم بھی نماز پڑھو تو وہ بھی نماز میں شریک ہو گئے۔ اور حدیث معتبر میں حضرت

جعفر صادق صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابطح میں میں اپنا ہاتھ سر کے نیچے رکھے ہوئے سو رہا تھا۔ علیؑ میری داہنی جانب اور جعفر طیارؑ بائیں جانب اور جناب حمزہ میرے پائنتی سوئے ہوئے تھے۔ ناگاہ میں نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ کے پروں کی آواز سنی اور مجھے دہشت طاری ہوئی۔ تو میں نے سنا کہ جبرئیلؑ سے اسرافیلؑ پوچھ رہے تھے کہ ان چاروں میں ہم کس کے پاس بھیجے گئے ہیں؟ تو جبرئیلؑ نے میری طرف اشارہ کیا اور کہا ان کے پاس۔ انہی کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہی بہترین پیغمبران ہیں، اور وہ جو ان کی داہنی جانب سوئے ہیں ان کے بھائی وصی اور بہترین اوصیاء ہیں۔ اور جو بائیں جانب ہیں جعفر بن ابی طالب ہیں وہ دو رنگین پروں کے ساتھ بہشت میں پرواز کریں گے اور وہ دوسرے حمزہؓ ہیں جو قیامت کے روز سید الشہداء ہوں گے۔ اور دوسری روایت کے مطابق جبرئیلؑ حضرتؐ کے سر کے پاس اور میکائیلؑ پائنتی بیٹھے تھے اور حضرت کو ادب کے سبب بیدار نہ کیا۔ وہ جب خود بیدار ہوئے تو جبرئیلؑ نے خدا کا پیغام پہنچایا۔ وہ جب اٹھے اور جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے دامن سے لپٹ گئے اور پوچھا تم کون ہو؟ عرض کی میں جبرئیلؑ ہوں۔

امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ چالیس سال کے ہو گئے اور خدا نے ان کے قلب کو نہایت خاشع اور خاضع اور سب سے زیادہ اپنا فرمانبردار پایا تو حضرتؐ کی آنکھوں میں ایک نور پیدا کیا اور حکم دیا تو آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ فرشتے جوق در جوق زمین پر آتے تھے اور حضرت کو دیکھتے تھے اور خدا نے اپنی رحمت ساق عرش سے آنحضرتؐ تک متصل کر دی۔ اس وقت جبرئیلؑ نازل ہوئے اس طرح کہ آسمان و زمین کو گھیر لیا۔ اور آنحضرتؐ کا بازو پکڑ کر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھو۔ فرمایا کیا پڑھوں؟ کہا **اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ☆ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ** (پ۳۰ آیت۱،۲ سورۃ علق) پھر خدا کی وحی ان کو پہنچائی۔ دوسری روایت کے مطابق دوسری مرتبہ جنابؑ جبرئیلؑ و میکائیلؑ ستر ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے اور کسی عزت و کرامت حضرتؐ کے لئے لائے اور تاج نبوت حضرتؐ کے سر اقدس پر رکھا اور لوائے حمد حضرتؐ کے ہاتھ میں دیا اور کہا اس کرسی پر تشریف رکھیئے اور خدا کی حمد کیجئے۔ دوسری روایت کے مطابق وہ کرسی یاقوت سرخ کی تھی۔ اس کے پائے زبرجد اور مروارید کے تھے۔ جب فرشتے واپس گئے تو آپ کوہ حرا سے نیچے تشریف لائے آپؐ کو انوار جلال گھیرے ہوئے تھے کسی کو تاب نہ تھی کہ حضرتؐ کو دیکھ سکے۔ حضرت جس درخت، پتی اور پتھر کی طرف سے گزرتے تھے سب حضرت کو سجدہ کرتے اور بزبان فصیح کہتے **السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا رسول اللہ** جب حضرت خانہ خدیجہؓ میں داخل ہوئے تو آپ کے خورشید جمال کی شعاعوں سے سارا مکان منور ہو گیا۔ خدیجہؓ نے عرض کی اے محمدؐ یہ تو کیسا ہے جو میں آپ کو دیکھ رہی ہوں؟ فرمایا یہ نور رسالت ہے کہو لا الہ الا اللہ

Presented by www.ziyaraat.net/

محمد رسول اللہ انہوں نے کہا کہ میں برسوں سے آپؐ کی پیغمبری کا حال جانتی ہوں۔ پھر کلمہ شہادتین پڑھ کر ایمان لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے کوئی چادر اوڑھا دو۔ حضرت لیٹے۔ خدا کی جانب سے ندا پہنچی کہ یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ☆ قُمْ فَاَنْذِرْ☆ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (پ۲۹ آیت ا تا ۳' سورۃ المدثر) اے چادر اوڑھنے والے اٹھو اور لوگوں کو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈراؤ اور اس کی بزرگی بیان کرو۔ حضرت یہ سن کر اٹھے اور اپنے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر ندا کی اللہ اکبر حضرت کی آواز موجدات میں سے جس جس تک پہنچی اس نے حضرتؐ کی موافقت کی۔ نہج البلاغہ۔ میں امیر المومنین صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے منقول ہے کہ اس وقت سوائے خانۂ رسولؐ کے ایک گھر میں بھی اسلام داخل نہ ہوا تھا۔ میں اور خدیجہؓ نور وحی و رسالت کو دیکھتے اور خوشبوئے پیغمبری سونگھتے تھے اور ہم نے شیطان کے فریاد و فغاں کی آواز سنی جبکہ آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ نالہ و فریاد کیسی ہے۔ فرمایا کہ یہ شیطان کی آواز ہے۔ وہ اب ناامید ہو گیا کہ لوگ اس کی عبادت کریں گے۔ اے علیؑ جو کچھ تم سنتے ہو میں بھی سنتا ہوں اور جو تم دیکھتے ہو میں بھی دیکھتا ہوں۔ لیکن تم پیغمبر نہیں ہوں۔ بلکہ میرے وزیر ہو۔ (حیات القلوب جلد۲ ص۳۹۰ سطر آخر)

مناقب ابن شہر آشوب

آنحضرتؐ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ اس کی چند صورتیں تھیں:

(۱) رویائے صادقہ (۲) جبرئیلؑ کی آواز بغیر ان کا وجود دیکھے۔ تیس سال تک یہی صورت رہی۔ جبرئیلؑ ایک خبر لینے کے بعد دوسری مرتبہ آپ کو دیتے رہے۔ اس زمانہ میں قرآن کا نزول نہیں ہوا تھا۔ اس زمانہ میں آپ مبشر تھے مگر امت پر مبعوث نہ ہوئے تھے۔ (۳) ذکر نبوت بغیر انداز اما بنعمتہ فحدث یعنی جو امر نبوت تم سے متعلق ہوا ہے اسے بیان کرو۔ (۴) امر و نہی کے ساتھ نزول قرآن ہوا لیکن اعلان کا حکم نہ تھا۔ جب یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ کا نزول ہوا تو علی۔ خدیجہ۔ زید اور جعفر ایمان لائے۔ (۵) جب آیہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو انذار کا حکم ملا۔ یہ واقعہ بعثت کے تیسرے سال کا ہے۔ جب آیہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو آپ نے انذار کا کام شروع کیا۔ (۶) جب تک آپ مکہ میں رہے سوائے طہارت و صلوۃ کے اور کوئی شرع نازل نہ ہوا۔ معراج کے بعد پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی یہ نبوت کے نویں سال کا واقعہ ہے۔ ہجرت کے بعد روزے فرض ہوئے ماہ شعبان ۲ھ میں پھر تحویل قبلہ کا حکم ہوا پھر زکوۃ فطرہ۔ نماز عید اور ظہر کے بدلے نماز جمعہ کا۔ پھر زکوۃ اموال اور حج و عمرہ کا۔ پھر حلال و حرام' مباح و مستحب و مکروہ بتائے گئے۔ پھر جہاد فرض ہوا' پھر ولایت امیر المومنینؑ اور نزول آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

کیفیت نزول وحی

اس کی کئی صورتیں تھیں' اول جرس کی سی آواز سنائی دیتی تھی اور جو کہا جاتا تھا حضرت اس کو یاد رکھتے تھے اور کبھی فرشتہ بصورت انسان نظر آتا تھا' اور حضرت سے کلام کرتا تھا۔ جب وحی آتی تھی تو حضرت کو ایسی آواز آتی تھی جیسے چھتہ سے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی۔ اگر سردی کے زمانہ میں وحی آتی تھی تو حضرت پر اتنا زور پڑتا تھا کہ آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ چہرہ متغیر ہو جاتا تھا سر جھک جاتا تھا اور اصحاب کے سر بھی جھک جاتے تھے۔ جب نزول قرآن ہوتا تو آپ اپنی زبان سے اور ہونٹوں سے پڑھتے۔ جس سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اور سر درد کرنے لگتا تھا۔ تو یہ حکم ہوا لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ یہی مراد ہے سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا سے۔ مشہور ہے کہ جبرئیلؑ حضرتؐ پر ساٹھ ہزار بار نازل ہوئے۔

علی بن ابراہیم قمی نے لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ ۳۷ سال کے ہوئے تو کسی کہنے والے نے کہا جبکہ آپ خواب میں تھے۔ یا رسول اللہ ایک دن آپ وادی میں ابو طالب کی بکریاں چرا رہے تھے تو ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا یا رسول اللہ۔ پوچھا تو کون ہے کہا میں جبرئیلؑ ہوں خدا نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ خبر دوں کہ اس نے تم کو اپنا رسول بنایا ہے۔

ایک روز جبرئیل آئے اور پہاڑ کے ایک پتھر کے اوپر نظر کی اس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ جبرئیلؑ نے اس سے وضو کیا اور رسولؐ نے بھی کیا پھر نماز ظہر ادا کی یہ پہلی نماز ظہر تھی جو رسولؐ نے ادا کی۔ امیر المومنینؑ نے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب گھر میں آئے تو جناب خدیجہؓ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ا ص۱۶ سطر۲)

روایات بعثت کی حقیقت

غار حرا میں وحی کا پہلا نزول جس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ وہ نہ صرف حیرت خیز ہے بلکہ تعجب انگیز بھی ہے مورخ یا تذکرہ نگار واقعہ کو ایک ہی طرف لکھتا ہے۔ تین یا آٹھ ربیع الاول ۴۱ھ عام الفیل بروز دو شنبہ ملک نمودار ہو کر اپنا تعارف کرتا ہے۔ میں جبرئیلؑ ہوں۔ خدا نے آپ کو رسالت کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ جن و انس کو دعوت توحید دیجئے۔ پھر جبرئیلؑ سورۃ اقراء پڑھنے کو کہتے ہیں۔ آپ جواب دیتے ہیں کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ جبرائیلؑ آپ کو سینے سے لگا کر بھینچ لیتے ہیں اور تین مرتبہ اس عمل کو دہراتے ہیں آپ پسینے پسینے ہو جاتے ہیں اور تب جا کر سورۂ اقراء کی تلاوت کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔

Presented by www.ziyaraat.net/

بات بالکل واضح ہے کہ آپؐ جبرئیلؑ کو پہچانتے نہ تھے اور نہ کبھی ان سے واسطہ پڑا تھا۔ جبرئیلؑ نے رسولؐ بنائے جانے کا جو مژدہ سنایا اس کا بھی حضورؐ کو کوئی علم نہ تھا اور پڑھنے کا جہاں تک تعلق ہے' جبرئیلؑ کسی رسم الخط میں شاید کوئی نوشتہ لائے تھے ورنہ بات اگر زبانی ہوتی تو اس موقع پر امیت کا اظہار کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ پھر جب جبرئیلؑ نے اپنے بازوؤں میں لے کر زور سے بھینچا اور پسینے میں شرابور کر دیا تو آپ میں صلاحیت پیدا ہو گئی۔ کتنی بو العجبی ہے۔

اور اس کے بعد جو واقعات لکھے جاتے ہیں انہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے آپ ہانپتے کانپتے ہوئے گھر پہنچتے ہیں۔ خدیجۃ الکبریٰ آپ کو ڈرا سہا پا کر تسکین دیتی ہیں پھر ورقہ بن نوفل کے ذریعہ دلجوئی کراتی ہیں۔ آنحضرتؐ کے سلسلے میں ہماری تحقیق اور ہمارا عقیدہ جامہ بشری اختیار کرنے تک تو ملتا جلتا ہے مگر ولادت کے بعد سے بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک ہر نبی اور امام تلمیذ الرحمٰن ہوتا ہے اور دنیا کی ہر مروج زبان سے واقف۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے گہوارے میں اعلان کیا تھا کہ میں عبداللہ ہوں خدا نے مجھے کتاب دی ہے۔ حضورؐ چونکہ ختم المرسلین تھے اس لئے دنیا میں آنے سے قبل بھی نبی تھے اور جانے کے بعد بھی قیامت تک نبی رہیں گے۔ اس لئے ہم آج بھی یا رسول اللہ کہہ کر سلام کرتے ہیں۔ آپ جب دنیا میں تشریف لائے تو نبی تھے یہ اور بات ہے کہ جب تک اہل مکہ کے ذہنوں کو اپنا پیغام سننے کے قابل نہیں بنا لیا اور صادق و امین ہونے کا لقب حاصل نہیں کر لیا' اس وقت تک اپنے مشن کا آغاز نہیں کیا۔

قرآن حضورؐ کے خمیر میں رچا بسا تھا اور فرشتگان رحمت تابع فرمان پھر بھی پیکر انسانی میں جبرئیلؑ سے آپ کی ملاقات پہلی بار ہوئی تھی لہٰذا ایک لحظے کے لئے اجنبیت کا اظہار ناممکن نہیں ہے اور قرآن کے بارے میں تو یہ مسلم ہے کہ پہاڑ پر نازل ہوتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتا' اس لئے حضورؐ کے مادی جسم پر بھی کچھ اثر پڑ سکتا تھا۔ نہ کہ وہ کیفیت جو بیان کی جاتی ہے تاہم جناب خدیجہؓ کے سامنے صورت حال کا اظہار بر بنائے مصلحت بھی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ پہلی خاتون تھیں جنہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونا تھا۔

مقصود اس رائے زنی کا صرف اتنا ہے نزول وحی سے جو سراسیمگی اور بدحواسی عموماً" بیان کی جاتی ہے وہ کسی نئے آدمی سے تو پیدا ہو سکتی ہے لیکن اس رسولؐ میں ہرگز نہیں جو قبل تخلیق آدم بھی نبی تھا اور عرش و فرش سب جس کی آنکھوں کے سامنے پیدا ہوئے تھے البتہ جسم انسانی کسی حد تک متاثر ہو سکتا تھا تو وہ ہوا۔ گھر پہنچتے ہی آپ نے جناب خدیجہؓ سے چادر طلب کی اور قدرے خستگی کے عالم میں چادر اوڑھ کر لیٹ رہے۔ ایک غیر مسلم مصنف کے محسوسات ملاحظہ ہوں۔

"ذات باری تعالیٰ کی نسبت حضرت محمدؐ کے وسیع تر تصور کو اس
زمانے کی ذہنی فضا سے جو تعلق قدرتی طور پر تھا صرف اس سے

اس امر کی کچھ توجیہ ہوتی ہے کہ آپ کو جو مہتم بالشان الہامات ہوئے' ان کے باوجود آپ نے اپنی سلامتی طبعی اور ضبط نفس کو قائم رکھا۔" (اسپرٹ آف اسلام ص ۹۴)

اس کے بعد جناب خدیجہ کا ورقہ بن نوفل کے پاس آنحضرتؐ کو لے جانا دل میں چھپی ہوئی دہشت کو دور کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ ایک طرح اعلان رسالت تھا جو آنحضرت ورقہ بن نوفل کی زبان سے کرانا چاہتے تھے تاکہ کچھ لوگ اس پیغام سے آشنا ہو جائیں جو آگے چل کر آپ کو دعوت ذی العشیرہ میں دینا تھا۔

ورقہ بن نوفل ایک کہن سال بزرگ تھے' انجیل و زبور اور ادیان ماسبق کے عالم' جن کی ساری زندگی حق کی جستجو میں' غور و فکر کرتے گذر گئی تھی۔ انہوں نے آپؐ سے سارے واقعات سنتے ہی کہہ دیا۔

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں' جس کے قبضے میں ورقہ کی جان ہے' کہ خدا نے تمہیں اس قوم کا نبی منتخب کیا ہے۔ تم پر ناموس اکبر نازل ہوا ہے۔ لوگ تمہیں جھوٹا کہیں گے' تمہیں ایذا پہنچائیں گے' تمہیں جلا وطن کریں گے اور تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ کاش میں اس دن تک زندہ رہتا تو یقیناً تمہارے لئے جنگ کرتا۔" (اسپرٹ آف اسلام ص ۹۵)

اس ضمن میں ایک اور حدیث یوں بیان کی گئی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو قبل از بعثت مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ ان احادیث صحیحہ کے علاوہ شق الصدر کا واقعہ جو صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں مذکور ہے ان احادیث اور روایات کے ہوتے ہوئے پھر یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غار میں فرشتہ دیکھ کر گھبرا گئے اور ڈر گئے۔ حالانکہ انبیاء سابقین سے کسی نبی کے متعلق قرآن حکیم یا کتب احادیث اور تواریخ میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ کسی پیغمبر نے بھی ابتدائے وحی' الہام یا القا میں شک کیا ہو یا انہوں نے اپنے آپ کو نبوت و رسالت جیسے امر عظیم کے بار گراں کا متحمل نہ پا کر گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار کیا ہو جیسا کہ آپ کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درخت سے یہ سن کر "میں تمہارا خدا ہوں" کوئی شک نہ ہوا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو **خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ** ☆ **وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا** ☆ بچپن ہی میں یہ امر عظیم سونپا گیا لیکن حضرت یحییٰ اس بار گراں کو لیتے ہوئے نہ گھبرائے اور نہ پریشان ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بحالت مہد بغیر کسی گھبراہٹ اور پریشانی کے اعلان کیا۔ **اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ** -----

سبط سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

جَعَلَنِی نَبِیًّا☆ میں خدا کا بندہ ہوں تمہاری طرف کتاب لے کر آیا ہوں اور نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پھر امام الانبیاء سید المرسلین کا بار نبوت و رسالت کی گراں باری سے گھبرا جانا۔ چہ معنی دارد۔ درحقیقت انبیاء و مرسلین قبل از بعثت بھی خداوند عالم کے واحد و لا شریک اور اس کے ازلی و ابدی ہونے کا اسی طرح یقین کامل رکھتے ہیں۔ جس طرح کہ بعد از بعثت۔ بعثت سے پہلے ان کا غور و تفحص اور فکر و تجسس مطلوب حقیقی کی تلاش نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا ثبوت کائنات کے مشاہدہ سے حاصل کرنے کی ریاضت ہوتا ہے ان کی یہ تلاش و جستجو معاذ اللہ دل کے شکوک و شبہات دور کرنے کے لئے بلکہ تسکین قلب کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریا کے ایک کنارے مردہ دیکھا جس کا آدھا حصہ پانی میں تھا اور آدھا خشکی پر۔ دریا والے حصہ کو دریائی جانور اپنی غذا بنا رہے تھے اور خشکی والے حصہ کو خشکی کے جانور کھا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر خیال آیا۔ جب ایک جسم کے اجزاء بہت سے اجسام میں چلے گئے تو پھر یہ زندہ کیسے ہو گا۔ لہٰذا یہ خیال آتے ہی بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔ رَبِّ اَرِنِی کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ارشاد قدرت ہوا۔ اَوَ لَمۡ تُؤۡمِنۡ کیا تم (حیات بعد الموت پر ایمان نہیں لائے) قَالَ بَلٰی کہا (کیوں نہیں) ایمان ضرور رکھتا ہوں۔ وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِی لیکن یہ استفسار قلب کی تسکین اور دل کے اطمینان کی غرض خاص ہے۔ قرآن حکیم کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و مرسلین کے بعثت سے پہلے یا بعد کے متفسرات اس کی قدرت کے اثبات اور وجود قدرت کی جلوہ آرائی کے لئے تھے۔ اس کے مشاہدے اور معائنے درکار تھے تاکہ وہ ----- تبلیغ کی ضروریات میں جو دلائل و براہین قوم کے سامنے پیش کریں۔ تو ان کے بدیہات کی صورت میں بطور مثال پیش کرنے میں آسانی اور سہولت حاصل ہو۔

دراصل بعض علماء نے اس واقعہ کو بیان کرنے میں جن روایات اور احادیث کا سہارا لیا ہے وہ بروئے اسناد مرفوع اور مقطوع ہیں۔ یہ واقعہ جو سرے سے ہی غلط اور بے بنیاد ہے اس کو یوں شد و مد سے بیان کیا گیا کہ جس سے امت محمدیہ میں اختلاف کی ایک ایسی خلیج پیدا ہو گئی ہے جس کا پاٹنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو چکا ہے۔

بہرحال روایات معتبرہ جن پر تمام کتب سیر و تواریخ بلکہ تفاسیر و احادیث کی کتابوں کا اتفاق ہے ان سے اثبات ہوتا ہے کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذات واجب الوجود کے ادراک اس کے ظہور کے اثبات اور اشیائے مخلوق میں انوار خالق کے مشاہدہ کا شوق تھا جو آپ کی فطرت صالحہ کے عین مطابق تھا مگر تخلیق انسانی کے اصول نمود و ارتقاء کے پیش نظر جوں جوں عمر بڑھتی گئی۔ یہ شوق یہ جذبہ بھی ترقی کرتا گیا تاوقتیکہ بعثت کا زمانہ قریب آ پہنچا۔ یہی وہ دور تھا

جبکہ آپ حرم مبارک سے تقریباً ڈھائی تین میل کے فاصلہ پر مکہ مکرمہ سے شمال مشرق میں جبل نور کے ایک صاف ستھرے غار جس کو غار حرا کہتے ہیں میں تشریف لے جاتے۔ کئی کئی شب و روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اکثر اوقات کھانے پینے کا جو سامان اپنے ساتھ لے کر آتے۔ وہ مستحقین میں تقسیم کر دیتے اور خود روزہ رکھ لیتے۔ آپ کی اس عبادت و ریاضت کو دیکھ کر احبار اور راہبان کو یہ احساس ہونے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی طرح فطرتاً نوری اور خلقی طور پر معرفت الٰہیہ کے معلم ہیں اور وہ روز اول سے ہی علم و حکمت اور طہارت و پاکیزگی کی فوق الفطرت قوتیں لے کر آئے ہیں۔

یہی وہ وقت تھا جب کہ دنیا کفر و شرک، فسق و فجور اور جور و استبداد کی گھٹاؤں سے تیرہ و تارہ ہو چکی تھی آنحضرت صلعم اپنی پاک و پاکیزہ زندگی کے چالیس مرحلے طے کر چکے تھے۔ ۲۷ رجب المرجب ۶۱۹ھ ۴۰ عام الفیل کا دن تھا۔ آپ غار حرا میں عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ ایکبارگی آسمان کے دروازے کھلے۔ امین وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام اعلان نبوت کی اطلاع لے کر حاضر ہوئے۔

یہی وہ دن تھا جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب مجیب سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چلتے پھرتے معجزوں، شجر و حجر کے سلام اور فرشتوں کی آوازوں کے ساتھ ایک زندہ و جاوید معجزہ نہ مٹنے والا نور عطا فرمایا۔ جبرئیلؑ نے بارگاہ نبوت میں عرض کی۔ اے نبی اکرم صلعم! اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ☆ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ☆ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ☆ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ☆ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ☆ اس خدا کا نام لے کر پڑھیں جس نے انسان کو لوتھڑے کی شکل و صورت بخشی۔ کہیں کہ آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے علم کے ذریعہ سکھایا۔ اسی نے انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔ اس اولین وحی الٰہی کا مطلب یہ تھا کہ اے میرے آخری نبی، اب چپ رہنے کا زمانہ گذر گیا۔ اٹھو اب اپنے منصب کا اعلان کرو۔

سلسلہ وحی ختم ہوا۔ آپ غار سے نکلے اور بیت الشرف کی طرف روانہ ہوئے۔ جلال الٰہی سے روئے انور منور ہو رہا تھا۔ کسی میں یہ تاب و تواں نہ تھی کہ آپ کے چہرہ اقدس پر نظر کر سکے۔ راہ چلتے ہوئے جس پتھر یا درخت کے قریب سے گذر ہوا۔ وہی آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ کو یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہہ کر ادب سے سلام کیا۔ گھر کے اندر قدم رکھا تو پورا گھر نور نبوت سے منور ہو گیا۔ جناب خدیجہؑ تعظیم کے لئے اٹھیں اور کہا۔ میرے سرتاج! یہ کیسا نور ہے جو میں آپ کے رخ انور پر دیکھ رہی ہوں۔ فرمایا خدیجہؑ! کیا تو نہیں جانتی یہ نور نبوت ہے۔ تم بھی کہو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ جناب خدیجہؑ نے عرض کی۔ آج نہیں میں تو مدتوں پہلے آپ کی نبوت کا اقرار کر چکی ہوں۔

Presented by www.ziyaraat.net/

فرمایا۔ خدیجہؓ مجھے سردی محسوس ہو رہی ہے کوئی کپڑا لا کر مجھے اوڑھا دو۔ چادر اوڑھ کر لیٹے ہی تھے کہ آنکھ لگ گئی۔ سوتے ہی آواز آئی یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ اے چادر اوڑھنے والے اٹھو! لوگوں کو عذاب سے ڈراؤ۔ اپنے پروردگار کو بزرگی سے یاد کرو اور تکبیر کہو۔
خدائے قدرت کے ساتھ ہی اٹھے۔ کانوں میں انگلیاں رکھ کر دو مرتبہ بلند "اللہ اکبر" کہا۔ تمام موجودات عالم نے آپ کی آواز کو سنا اور آپ سے موافقت کی۔ اگر مشرکین مکہ گوش حق نیوش کے مالک ہوتے۔ تو اس دعوت الی الحق پر لبیک کہتے اور سراپا بندگی بن جاتے۔ اگر قریش صاحب بصیرت ہوتے تو اس صبح نور کی پہلی کرن کو دیکھتے اور مجسم عبادت ہو جاتے۔ لیکن جن آنکھوں کو شراب نے مسحور کر رکھا ہو وہ ساحل دریا کے روح پرور مناظر کو کیا دیکھے۔
لا الہ الا اللہ ------ دعوت الی الحق کا عنوان تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ چاند اور سورج ستارے و بت جن کو تمہارے کمزور ہاتھوں نے تراشا' معبود نہیں۔ اشرف المخلوقات ہو کر اپنے اس گھٹیا مخلوق' جمادات کے سامنے گردنیں نہ جھکاؤ۔ معبود صرف اللہ ہے اور بس۔

آپ اول الانبیاء ہیں

جناب جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں
ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ابو نعیم نے الدلائل میں بہ طرق معتد وہ حضرت قتادہ سے انہوں نے حضرت حسنؒ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کریمہ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ کی تفسیر کے تحت روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں آفرینش میں "اول النبیین" اور بعثت میں ان کے بعد ہوں۔ مگر میرے منصب نبوت کو ان سے پہلے ظاہر فرمایا گیا۔
ابو سہل قطان نے اپنی کتاب "امالی" میں حضرت سہیل بن صالح ہمدانی سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علیؑ سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے کس طرح مقدم ہیں حالانکہ آپؐ سب کے بعد مبعوث ہوئے؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے جب بنی آدم کو ان کی پشتوں سے نکال کر ان سے عہد لیا اور ایک کو دوسرے پر گواہ بنا کے فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے جواب میں کہا بلٰی ایک وجہ انبیاء علیہم السلام پر تقدیم کی یہ بھی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ آپؐ ان سب کے بعد مبعوث ہوئے۔

امام احمدؒ اور امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اور حاکم و بیہقی اور ابو نعیم نے "میسرۃ الفجر" سے روایت کی کہ انہوں نے کہا میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! آپ کی نبوت کا انعقاد کیا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدمؑ ہنوز روح و جسم کے درمیان تھے۔
امام احمدؒ و حاکم اور بیہقی نے حضرت عرباضؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے سنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور ام الکتاب (لوح محفوظ) میں یقیناً اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدم ابھی اپنے خمیر میں تھے۔
حاکم و بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپؐ کے لئے نبوت کب لازم کی گئی؟ آپ نے فرمایا اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق کی اور ان کے پتلے میں روح پھونکی
بزاز اور طبرانی نے "اوسط" میں اور نبو نعیم نے بہ طرق شعبی حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ کسی نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ آپ نے فرمایا "جب آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھے"
ابو نعیم نے منا بحی سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب عطا فرمائی گئی؟ آپ نے جواب دیا ابھی آدمؑ اپنے خمیر ہی میں تھے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔
ابن سعد نے ابن ابی الجدعاء سے روایت کی' انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ آپ نے جواب میں فرما' اس وقت جب ابو البشر روح اور مٹی کے درمیان تھے۔
ابن سعد نے عامر سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا' ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپؐ کو وقت نبوی دی گئی؟ فرمایا جب کہ آدم روح و جسد کے درمیان تھے' جس وقت کہ مجھ سے میثاق لیا گیا۔
طبرانی و ابو نعیم نے ابی مریم غسانی سے روایت کی کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ کی نبوت کی سب سے پہلی بات کونسی تھی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میثاق لیا جس طرح کہ تمام نبیوں سے ان کا میثاق لیا۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ اور میری ولادت سے قبل میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نمایاں ہوا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

عموم رسالت

شیخ تقی الدین سبکی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب التعظیم و المنہ فی لتومنن بہ و لتنصرنہ میں اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و توقیر اور آپ کے مرتبہ اعلیٰ کے بیان میں اس قدر واضح ہے کہ اس میں قطعاً تعقید و ابہام نہیں، بایں ہمہ اس تقدیر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیوں کے زمانے میں تشریف لے آئیں تو آپؐ ان سب کی طرف سے رسول ہوں گے تو گویا آپؐ کی نبوت اور آپؐ کی رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے قیامت تک تمام مخلوق کے لئے عام ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی ساری امتیں آپ کی امت ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً" یعنی میں تمام نوع انسانی کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ یہ ارشاد آپ کے عہد رسالت سے زمانہ قیامت تک کے لوگوں کے لئے خاص نہیں، بلکہ آپؐ سے قبل کے لوگوں کے لئے بھی محیط ہے اور یہی بات حضورؐ کے اس ارشاد سے عیاں ہے۔

کنت نبیا و آدم بین الروح و الجسد

میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدمؑ روح و جسم خاکی کے درمیان تھے۔

اور اگر کوئی اس کی یہ تفسیر کرے کہ "اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ مستقبل میں نبی ہوں گے" تو یہ تفسیر مناسب نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اس حقیقت ثابتہ تک رسائی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ علم خداوندی تمام اشیاء کو محیط ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کی جو حقیقت بیان فرمائی اس کا مفہوم یہ متعین ہوتا ہے کہ آپؐ کی نبوت اس وقت میں بھی تھی یہی وجہ تو ہے کہ حضرت آدمؑ نے آنکھ کھولتے ہیں حضورؐ کا اسم مبارک عرش علیٰ پر "محمد رسول اللہ" لکھا دیکھا۔ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ آپؐ کی نبوت تکمیل و تخلیق آدمؑ سے پہلے تھی۔

اور اگر صرف علم الٰہی میں آپؐ کا نبی ہونا مانا جائے یعنی یہ کہ آپ آئندہ ایک وقت مقررہ پر نبی ہوں گے تو یہ صرف معنی مراد لینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی حالانکہ حضور نے فرمایا ہے "میں نب تھا جبکہ حضرت آدمؑ ہنوز روح و جسد کے درمیان تھے۔" اس لئے کہ ----- علم الٰہی میں تو تمام انبیاء کی نبوتیں اس وقت بھی تھیں اور اس سے پہلے بھی تھیں، اس میں حضورؐ ہی کیا تخصیص ہے۔ حالانکہ حضورؐ نے اس کا تذکرہ اس لئے فرمایا کہ آپؐ کی امت کو پتہ چل جائے کہ اللہ رب العزت نے آپؐ کو کس قدر مرتبہ اعلیٰ سے نوازا ہے اور آپ کی نبوت تمام نبیوں کی آفرینش سے بھی پہلے موجود اور متعین تھی۔

حضرت شیخ تقی الدین سبکیؒ فرماتے ہیں کہ اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ میں اس خصوص قدر و منزلت کو سمجھنا چاہتا ہوں، تو اس کی تفہیم یہ ہے کہ نبوت ایک وصف ہے اور وصف کے لئے یہ ضروری ہے وہ اپنے موصوف کے ساتھ موجود ہو۔ حالانکہ وصف نبوت کا بیان ولادت کے چالیس سال بعد ہوا ہے تو پھر اس سے ماقبل یا بعثت سے پہلے کے زمانہ کو اس کے ساتھ کیسے متصف کر سکتے ہیں۔ اور اگر یہ بات آپ کے لئے صحیح و درست ہے تو دیگر انبیاء کرامؑ کے لئے بھی یہ بات صحیح و درست ہو گی؟ اس اعتراض کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا پس قرین صواب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کنت نبیا (میں نبی تھا) اپنی روح یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ ہو۔ اور حقائق کے ادراک سے ہماری عقلیں عاجز و قاصر ہیں۔ بلاشبہ کلی حقائق کو اللہ ہی جانتا ہے یا پھر مشیت خداوندی کے تحت جزوی طور پر کچھ ان کو بھی بتا دیا جاتا ہے جن کی نور الٰہی سے مدد کی جاتی ہے۔

پھر ان حقائق کے انکشاف و اظہار میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ جس حقیقت کو جس وقت اور جس قدر مناسب ہوتا ہے ظاہر فرما دیتا ہے۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے سے ہی یہ وصف اس طرح عطا فرما دیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تخلیق ہی اس کے ساتھ فرمائی ہو اور آپ نبی ہو گئے ہوں اور آپؐ کا اسم مبارک عرش پر لکھا ہو اور رسالت و بعثت آپ کو دے دی گئی ہو تاکہ تمام فرشتے اور مخلوق جان لے کہ خدا کے نزدیک آپؐ کی کیسی عزت ہے لہٰذا آپ کی حقیقت اس وصف کے ساتھ اس وقت موجود تھی اگرچہ آپ کا وہ جسم اقدس جو اس صفت سے متصف ہے متاخر ہے۔

اس میں شک و شبہ نہیں کہ آپ کی بعثت آپ کے خصائص نبوت اور آپ کا منصب رسالت اس عالم آب و گل میں جسے عالم الانفس سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام انبیاء سے متاخر ہے لیکن عالم غیب و عالم ارواح میں آپ سب سے مقدم ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ جو لوگ اہل کرامت سے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں کرامت کا فیضان اس عالم مادی میں اُن کے وجود میں آنے کے بعد کیا ہو۔ بہرحال اس میں شبہ نہیں کہ ہر ظہور پذیر شے کا کلی اور تفصیلی علم رب العٰلمین کو ازل سے ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے اس علم کے بارے میں بہت ہی کم ذرہ اور کائنات کی نسبت کے مطابق جانتے ہیں اور اسی کے لحاظ سے انسان کو مکلف بنایا گیا تاکہ ہم بساط بھر معرفت حاصل کر کے خالق و مخلوق سے اپنے تعلق کو سمجھ کر عدل و اعتدال کے ساتھ دونوں کے حقوق ادا کرتے رہیں۔

اکتساب علم کے دو ذریعے ہیں ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ ہم کو دلائل و براہین کے ذریعہ کچھ معلوم ہو یعنی معلوم سے علت کو جانیں اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت

Presented by www.ziyaraat.net/

پیش نہ آئے بلکہ وہ ظاہر و عیاں ہو لیکن ان دونوں ذریعوں کے مابین اللہ تعالیٰ کے عمل تکوینی یا تخلیقی کے کچھ واسطے ہیں۔ ان میں سے کچھ واسطے افعال الٰہیہ کے ظہور کے بعد مخلوق پر ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ ایسے وسائط ہیں جو اس محل فعل کو کمال تک پہنچاتے ہیں اور یہ ضرورت نہیں کہ یہ افعال کسی مخلوق پر ظاہر ہوں۔ لیکن ہر فعل الٰہی محل انفعال کو ان کمالات تک پہنچاتا ہے جو اس محل میں اس کی خلقت کے اعتبار سے اس میں ودیعت کر دیئے گئے ہیں اور آخر کار محل فعل (مفعول) کو وہ کمال حاصل ہوتا ہے جو اس کی تخلیق میں ودیعت کر دیا گیا ہے لیکن یہ وسائط علمی انبیاء کرام (علیہم السلام) کے لئے مخصوص ہیں۔ عوام ان کے حصول سے محروم ہیں۔ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا علم قوموں کو جبھی ہوا جبکہ آپ پر قرآن کریم نازل ہوا اور پہلی مرتبہ جبریل علیہ السلام قرآن (پہلی وحی) لے کر آئے' یہ بات اللہ تعالیٰ کے افعال سے ایک فعل ہے جو اس کی معلومات کا ایک جز ہے اور اس کی قدرت کے آثار اس کے ارادے اور اس کے اختیار جو کسی خاص فعل کے ساتھ وابستہ ہوں اس کا ایک حصہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان یہ ہے کہ آپؐ "خیر الخلق" ہیں لہٰذا کسی مخلوق کا کمال آپؐ کے کمال سے برتر نہیں اور کسی کا مقام آپؐ کے مقام سے اعلیٰ تر۔ یہ بات ہم نے صحیح حدیث کے ذریعہ جانی کہ یہ کمال آپ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے حاصل تھا۔ جسے حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد و پیمان لئے تاکہ وہ سب جان لیں کہ آپؐ ان پر مقدم ہیں اور آپ ان کے بھی نبی اور رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو عہد اور میثاق لیا ہے اس میں آپ ہی کا خلیفہ بنانا بیان کیا گیا اور اس کا مقصد آپ ہی کی ذات ہے۔ اسی بنا پر آیہ کریمہ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ میں لام قسم کے لئے آیا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام سے جو عہد و پیمان لیا گیا گویا وہ اس بیعت کی مانند ہے جو خلفاء کے نائبوں سے بوقت استقرار خلافت لی جاتی ہے اور عین ممکن ہے کہ نائبین سے جو حلف لیا جاتا ہے وہ اسی کی اصل بھی ہو۔

اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان اور رفعت مقام پر غور کیجئے جو بارگاہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہے۔ غور و تدبر کے بعد آپ کی سمجھ میں آجائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "سردار انبیاء" اور "امام الرسل" ہیں۔ اور اس کا ظہور آخرت میں ہو گا۔ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے علم کے نیچے ہوں گے جس طرح شب معراج میں حضور نے ان کی امامت فرمائی تھی۔

مسئلہ کی وضاحت اور زیر بحث گفتگو مزید ذہن نشین کرنے کے لئے فرض کیجئے' کہ اگر آپؐ حضرت آدمؑ یا حضرت نوحؑ یا حضرت ابراہیمؑ یا حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے زمانوں میں کسی کے زمانے میں اس دنیا میں تشریف لے آتے' تو ان پر اور ان کی امتوں پر واجب ہو جاتا کہ وہ آپؐ پر ایمان لائیں اور اتباع کریں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارواح انبیاء علیہم السلام عہد و پیمان لیا کہ آپؐ کی نبوت سب پر محیط اور آپؐ کی بالا دستی سب پر ہے۔ یہ حیثیت آپ کو معنوی طور پر حاصل ہے بلاشبہ یہ بات آپؐ کے ساتھ ان کے اجتماع پر موقوف ہے اور اس بات میں تاخیر ان کے وجود کی طرف راجع ہے نہ کہ ان کے عدم انصاف کی جانب جیسا کہ اس کا اقتضاء ہے کیونکہ یہ باتیں الگ الگ ہیں ایک یہ کہ فعل کا اس بات پر موقوف ہونا کہ فعل کے محل میں قبول فعل کی صلاحیت ہے یا نہیں ان دونوں باتوں کا مابین ایک عظیم فرق ہے۔ لہٰذا اس جگہ نہ تو فاعل کی جہت سے توقف ہے اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات شریفہ کی جہت سے توقف ہے بلکہ وجود زمانہ کی جہت سے کہ وہ فعل اس پر مشتمل ہے موقوف ہے۔ اب اگر یہ بات ان کے زمانے میں پائی جائے تو بلاشبہ آپ کا اتباع ان پر لازم آتا ہے اسی بنا پر آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی شریعت پر آئیں گے۔ اگرچہ آپ اپنے حال پر نبی و رسول ہوں گے ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے ایک امتی بن کر آئیں گے۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضورؐ کی امت کے فرد ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ حضورؐ کا اتباع کریں گے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر قرآن و سنت کے تحت حکم فرمائیں گے اور اوامر و نواہی سے ہر اس چیز کا حکم فرمائیں گے۔ جو حضور کی امت سے متعلق ہے جس طرح کہ تمام امتوں سے متعلق ہوتا ہے بایں ہمہ وہ علیٰ حالہ با عظمت نبی ہیں اور ان کی نبوت اور شرف نبوت سے کچھ بھی کم نہ ہو گا۔

اسی طرح اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یا حضرت موسیٰ کے یا حضرت ابراہیمؑ یا حضرت نوحؑ اور آدم علیہم السلام کے زمانوں میں مبعوث ہوتے تو وہ تمام انبیاء کرام اپنی اپنی نبوت و رسالت پر جو ان کی امتوں کی طرف ہے برقرار رہتے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کے اوپر نبی ہوتے۔ اور آپؐ کی رسالت انبیاء کرام اور ان کی امتوں سب پر ہوتی۔ لہٰذا حضورؐ کی نبوت و رسالت عام تر' شامل تر اور عظیم تر ہے۔ انبیاء کرام کی شریعتوں کے ساتھ اصول میں حضورؐ کی شریعت متفق ہے۔ اسی لئے شرائع کے اصول میں اختلاف نہیں ہوتا ہے۔

اب رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ کا تقدم' ان مسائل میں جو فرد علت

Presented by www.ziyaraat.net/

سے تعلق رکھتے ہیں اور جن میں اختلاف کا وقوع ہے خواہ یہ اختلاف بر سبیل ہو یا بر سبیل نسخ، تو یہ نسخ ہے نہ تخصیص، بلکہ ان اوقات میں ان امتوں کی نسبت سے جن میں ان کے انبیاء احکام لائے، درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی شریعت تھی اور اس زمانے میں ان امتوں کی طرف منسوب ہونے سے ان کی شریعت کہلائے گئی۔ لہٰذا اختلاف اشخاص و زمانہ کے اعتبار سے فروعی احکام میں اختلاف ہے۔ اس تقریر سے ہمیں ان دونوں حدیثوں کا مطلب واضح طور پر معلوم ہوگیا اس سے پہلے ہم پر اس کا مفہوم مخفی تھا۔

ایک یہ حدیث کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا اس کا مطلب ہم نے بے شک یہ لیا تھا کہ اس سے مراد وہ امت ہے جو آپ کے زمانے سے قیامت تک ہوگی۔" مگر اب یہ علم ہوا کہ تمام نوع انسانی آپ کے حلقہ رسالت میں شامل ہے قطع نظر اس سے کہ عہد ماقبل میں گزر چکی ہے یا زمانہ مابعد میں آئے۔

دوسری یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "میں اس وقت بھی نبی تھا جس کہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز روح و جسم کے درمیانی مرحلے میں تھے۔" اس کا مطلب ہم یہ سمجھتے ہوئے تھے کہ علم وارادہ الٰہی میں آپؐ نبی تھے مگر آج یہ ظاہر ہوا کہ آپؐ کا یہ ارشاد مزید فضل و کمال اور عالم گیر رسالت اور ہمہ وقتی نبوت اور مطلق و بے قید ازمنہ کے لئے پیغمبر کا حامل ہونا ہے۔

اور بلاشک یہی فرق اس حال کے مابین ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم اجسام میں جلوہ فرما ہونے اور خاکدان عالم کی ظلمتوں کو جمال جہاں آراء کی تابشوں سے منور فرماتے اور شیر خواری و طفلی کے مراحل سے گزر کر جوان ہونے تک اور اس کے بعد عمر شریف کے چالیس سال پورے ہونے پر آپ کی بعثت اور اس کے ابلاغ کے درمیان نسبت ہے۔ تو یہ نسبت نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے نہ لوگوں کی طرف۔ اگر لوگ اس سے پہلے سننے کے قابل ہوتے۔ بلکہ شرائط پر احکام کو معلق کرنا کبھی محل قبولیت کے اعتبار سے ہوتا اور کبھی فاعل مجری کے سبب سے تو اس جگہ محل قبولیت کے لحاظ سے تعلیق ہے اور وہ آپؐ کی نوع انسانی کی طرف بعثت اور ان پر ابلاغ کرنا ہے اور حضور کے جسمانی وجود کا ان کی نظروں کے سامنے ہونا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک بات کسی شخص کو اپنی لڑکی کے نکاح کے لئے اس شرط کے ساتھ وکیل بنائے کہ جب کوئی کفو ملے تو نکاح کر دینا اور وکیل کفو ملنے پر اس لڑکی کا نکاح کر دے تو یہ وکالت صحیح ہے اور وہ شخص ایسی وکالت کا اہل ہے۔ اور کبھی فاعل مجری کا وقوف کفو کے وجود پر

ہوتا ہے اور کفو ایک عرصہ کے بعد میسر آتا ہے تو ایسی صورت میں جو کچھ توقف و تاخیر ہوئی اس سے وکالت کی صحت اور وکیل کی اہلیت میں حرج نہیں آتا۔ (علامہ تقی الدین سبکی رحمتہ اللہ علیہ)

(خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۱۱ سطر ۲)

ملاء اعلیٰ پر حضورؐ کا اسم مبارک

حاکم بیہقی و طبرانی نے "صغیر" میں اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام سے جب خطا سرزد ہو گئی تو انہوں نے التجاء کی: "اے رب! بہ حق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بخش دے۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم نے محمدؐ کو کس طرح جانا؟"

عرض کیا: "جب تو نے میرے پتلے کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور جان آفرینی کی، میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عرش اعلیٰ کے ستونوں پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہے تو میں نے جان لیا کہ جس ذات اقدس کا نام نامی تیرے اسم گرامی کے ساتھ مکتوب ہے یقیناً وہ تیری بارگاہ میں دیگر ساری مخلوق سے اعلیٰ و محترم ہوگا۔

رب عظیم نے فرمایا: اے آدم! تم نے ٹھیک سمجھا اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا کرتا نہ کائنات کو۔ حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لولاک لما خلقت الافلاک** اس حدیث قدسی کے یہی معنی ہیں یعنی یہ تمام کائنات اور عالم اجساد صدقہ ہے وجود باجود جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

ابن عساکر نے کعب احبارؓ سے روایت کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو انبیاء و مرسلین کی گنتی کے برابر لاٹھیاں دیں۔ (یہ تعین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ لاٹھیاں کتنی اور کیسی تھیں۔ واللہ اعلم بالصواب)

بعد ازاں حضرت آدمؑ اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے میرے فرزند! میرے بعد جب تم میرے قائم مقام ہو تو اس منصب و خلافت کو عمارۃ التقویٰ اور عرۃ الوثقیٰ کے ساتھ لو اور جب تم حق تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی نام نامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لیا کرو، کیونکہ میں نے عرش الٰہی کے ستونوں پر آپؐ کا نام نامی اس وقت لکھا دیکھا جب کہ میں روح و مٹی کے درمیانی مرحلہ میں تھا۔ اس کے بعد مجھے آسمانوں میں پھرایا گیا تو میں نے آسمان میں ہر جگہ اور ہر مقام پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پھر میرے رب نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو میں نے جنت میں ہر محل اور ہر دریچہ پر اسم محمد (صلی اللہ

Presented by www.ziyaraat.net/

علیہ و آلہ و سلم) تحریر دیکھا۔ نیز میں نے نام محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کو حور العین کی پیشانیوں پر اور جنت کے برگ درختان سبز پر اور درخت طوبےٰ کے ہر پتہ پر اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر ورق پر اور پردوں کے ہر گوشے پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا دیکھا ہے، تو تم اس اسم گرامی کا کثرت سے ذکر کرو کیونکہ فرشتے ہر آن اس کا ورد کرتے ہیں۔

بزار نے ابن عمرؓ سے روایت کی 'انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا' جب مجھے معراج کی شب آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے ہر آسمان پر اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ دار قطنی' ابن عساکر' حاکم اور ابو نعیم وغیرہ جیسے اجلہ اکابر محدثین نے بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ اپنی اپنی تصانیف میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے معراج شریف کی سیر میں اپنا اسم گرامی عالم بالا میں ہر مقام پر تحریر پایا۔ چنانچہ:

ابن عساکر نے حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ' جنت کے دروازوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔

ابو نعیم نے "حلیہ" میں حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں جس کے پتوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ لکھا ہوا ہو۔

حاکم نے روایت کی اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے مروی اس روایت کو صحیح کہا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر ایمان لاؤ اور تمہاری امت میں سے جو کوئی ان کو پائے اسے حکم دو کہ ان پر ایمان لائے کیونکہ اگر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی جلوہ گری نہ ہوتی تو نہ آدم ہوتے اور نہ جنت و دوزخ ہوتے۔ اور میں نے عرش کو پانی پر مقیم کیا تو وہ متحرک تھا۔ پھر میں نے اس پر لکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو وہ ٹھہر گیا۔

ابن عساکر نے بہ روایت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ حضرت آدمؑ کے دونوں شانوں کے درمیان "محمد رسول اللہ خاتم النبیین" لکھا ہوا تھا۔ (خصائص کبریٰ)

مظاہر علم میں آیات قدرت

بزار نے ابوذرؓ سے مرفوعاً" روایت کی کہ وہ خزانہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے وہ سونے کی تختی ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں اس شخص سے تعجب کرتا ہوں کہ جو قدرت پر یقین رکھتا ہے' پھر وہ غمگین بھی ہوتا ہے۔ نیز میں اس شخص پر حیرت کرتا ہوں جو جہنم کی ہولناکیوں کو یاد رکھتا ہے پھر وہ ہنستا ہے اور مجھے اس شخص پر بھی حیرت اور تعجب ہوتا ہے جو موت کو یاد رکھنے کے باوجود پھر اس سے غافل رہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔"

تقریباً" اسی مضمون کی حدیث حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ سے بھی مروی ہے جس کو بیہقی نے روایت کیا اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے جس کو خرائطی نے کتاب "قمع الحرص" میں روایت کیا۔

طبرانی نے حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے روایت کی' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا' حضرت سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) کی انگشتری کے نگین کا رنگ آسمانی تھا۔ یہ نگین ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا انہوں نے یہ نگین اپنی انگشتری کے حلقہ نگین میں جڑوا لیا تھا' اس نگین پر "**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**" کندہ تھا۔

عقیلی نے "الضعفاء" میں اور ابن عدی نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا۔ حضرت سلیمان بن داؤدؑ کی انگوٹھی کے نگینہ میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نقش کیا ہوا تھا۔ (جلد ا ص ۲۰ سطر ۱۸)

انبیاء سے حضورؐ پر ایمان لانے کا عہد و پیمان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ

اور یاد کرو' جبکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت دوں' پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد بھی کرنا۔ فرمایا کیوں' تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ سب نے عرض کیا' ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ رہنا اور میں بھی اس پر تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (پارہ ۳ سورۂ آل عمران: رکوع ۹ آیت ۷۹)

ابن ابی حاتم' سدی سے ریت مذکورہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ عہد و پیمان نہ لیا ہو کہ محمد (صلی

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

اللہ علیہ و آلہ وسلم) پر ضرور ایمان لانا اور آپؐ کی مدد کرنا' بشرطیکہ وہ تمہارے زمانہ حیات میں ظہور پذیر ہو جائیں' ورنہ اپنی امت سے عہد و میثاق کرلینا کہ وہ سب انؐ پر ایمان لائیں اور مدد کریں بشرطیکہ ان کے زمانہ حیات میں وہ مبعوث ہو جائیں۔

ابن عساکر نے بہ سند کریب ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ جل شانہ آنحضرتؐ کا مذکور حضرت آدمؑ اور ان کے بعد میں مبعوث ہونے والے انبیاء کرامؑ سے فرماتا رہا۔ تمام سابقہ امتیں اپنے اپنے انبیاء سے بشارت ظہور سنتی رہیں اور آپ کے وسیلہ سے دعائے فتح و ظفر مانگتی رہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو بہترین امت' بہترین عہد' بہترین اصحابؓ اور بہترین شہر میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے اس شہر میں جب تک اللہ نے چاہا قیام فرمایا' یہ شہر حضرت ابراہیمؑ کا حرم تھا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے آپ کو ہجرت مدینہ کے لئے حکم فرما دیا' اس لئے وہ شہر آنحضرتؐ کا حرم ہے تو گویا مقام بعثت اور مقام ہجرت دونوں حرمین ہیں۔
(خصائص کبریٰ جلد ا ص ۲۲ سطر آخر)

آپ دعائے خلیلؑ اور نوید عیسیٰؑ ہیں

ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابو العالیہ سے روایت کی کہ حضرت ابراہیمؑ نے جب دعا کی **رَبَّنَا وَ ابعَث فِیهِم رَسُولاً مِّنهُم** الایہ۔ تو ان سے فرمایا گیا کہ ہم نے تمہاری درخواست قبول کرلی اور وہ ختم الانبیاء سب کے بعد جلوہ افروز ہوں گے۔

امام احمد' حاکم اور بیہقی نے عرباض بن ساریہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' میں اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔

ابن عساکر نے عبادہ بنصامت سے روایت کی کہ' کسی نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتایئے۔ ارشاد فرمایا ضرور۔ "میں اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہوں اور جن لوگوں نے میرے ظہور کی بشارت دی تھی' ان میں آخری بشارت دینے والے حضرت عیسیٰؑ ہیں' میں ان کی بشارت ہوں۔

ابن سعد نے بہ طریق جویر از ضحاک روایت کی ہے کہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہوں' انہوں نے اس وقت دعا مانگی جب وہ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے کہ **رَبَّنَا وَابعَث فِیهِم رَسُولاً مِّنهُم** الایہ۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مجھے ظاہر فرمایا۔ (جلد ا ص ۴۴ سطر ۲)

حضرت ابراہیمؑ اور اولاد ابراہیمؑ کو بشارت

ابن سعد سے حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیوی ہاجرہ کے رخصت کرنے کے لئے حکم فرمایا۔ تو حضرت ابراہیمؑ براق پر سوار ہوئے' جب آپ کا گزر نرم و شاداب علاقہ سے ہوتا تو فرماتے "اے جبرائیلؑ! یہاں اتروں۔" مگر جبرائیلؑ منع کرتے رہے حتیٰ کہ مکہ آگئے۔ اب جبرائیلؑ نے کہا: سیدنا ابراہیمؑ! یہاں اتر جایئے۔ آپ نے کہا اس مقام پر نہ دودھ دینے والے جانور اور نہ کھیتی ہے۔ انہوں نے کہا' ہاں یہیں اتر جایئے۔ اسی جگہ اللہ تعالیٰ آپ کے فرزند کی نسل سے اس نبی امی کو مبعوث فرمائے گا جس کے ذریعہ کلمہ دین حق کی تشریح و تکمیل فرمائے گا۔

محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے کہ جب ہاجرہ اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ نکلیں تو کسی شخص نے ان سے کہا: اے ہاجرہ! تمہارا یہ فرزند کثیر خاندانوں کا باپ ہے اور انہیں کی نسل سے نبی امی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں گے جو حرم کے بسانے والے ہوں گے۔

محمد بن کعب قرظی ہی سے مروی ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ

Presented by www.ziyaraat.net/

میں تمہاری نسل سے بادشاہ اور انبیاء پیدا کروں گا اور اس نبی تہامی کو مبعوث فرماؤں گا جس کی امت بیت المقدس کے ہیکل کو مسجد بنائے گی وہ نبی خاتم الانبیاء ہو گا اور اس کا نام نام احمد ہو گا (جلد ۱ ص ۲ سطر ۱۴)۔

حضرت موسیٰؑ کو آنحضرتؐ کے ظہور کی بشارت

طبرانی نے ابو امامہ باہلی سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب معد بن عدنان کی اولاد چالیس مردوں پر پہنچی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور ان میں لوٹ مار مچا دی۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ نے بد دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا: اے موسیٰؑ! ان کے لئے بددعا نہ کرو اس لئے کہ ان لوگوں کی نسل سے نبی امی، بشیر و نذیر پیدا ہوں گے۔ نیز ان میں امت محمدیہ پیدا ہو گی۔ یہ لوگ خدا کے تھوڑے

بشارات انبیاء

جناب سید آل احمد رضوی ہادی کونین کے ص ۷۷ سطر ۱ پر متعدد انبیاء علیہم السلام کی بشارات تحریر فرماتے ہیں۔

بشارت حضرت آدمؑ

حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان بھی ہیں اور پہلے رسول بھی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق بہت واضح بشارتیں دی ہیں۔ کتب تاریخ و سیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو البشر آدم علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے آدمؑ! جو شخص میرے اس گھر خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو گا اسے میری زیارت نصیب ہو گی اور وہ میرے ہی خوان احسان پر مہمان ہو گا اور میرے ہی کرم و احسان سے محظوظ ہو گا اور اسے میں اپنے وصال سے مشرف فرماؤں گا۔ ایک وقت آئے کہ تیری اولاد میں سے ایک سلیم القلب اور کریم النفس انسان آئے گا جس کا نام ابراہیم علیہ السلام ہو گا وہ میرے گھر کی تعمیر کرے گا اسے ظاہری عمارت کی شکل دے گا آب زمزم کا چشمہ اسی حرم کی حدود میں ظاہر ہو گا۔ میں ابراہیم علیہ السلام کو حرم کے تمام مناسب اور شعائر سکھا دوں گا۔ پھر دنیا کے ہر گوشے سے رؤسا اور مخصوص لوگوں کو اس سرزمین پر آباد کروں گا یہ

لوگ میرے گھر کا احترام کریں گے اور اس کی عزت و توقیر میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ فرزندان ارجمند تک جو تیری اولاد میں افضل ترین ہو گا، پہنچے گا۔ اس کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو گا وہ حسن و جمال میں بدر کامل ہو گا اور اوصاف و کمال میں انسانوں کا امام اور پیشوا ہو گا۔ اس شہر کی امامت اور پیشوائی اسی پیغمبر اور عالی ہمت ہستی کو بخشی جائے گی وہ اس کے گھر کے احترام کو زندہ کرے گا اور روز محشر تک اسے میری عبادت گاہ اور زیارت گاہ بنا دے گا۔ وہ برگزیدہ پیغمبر خاتم الانبیاء ہو گا رسول آخر الزمان ہو گا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔"

حضرت عبدالرحمٰن بن زید انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ گفتگو سنی تو کہا:

صلوا علیہ ماطلع الشمس و القمر ۔۔۔ صلوا علیہ ما ظہر البدر و الہلال
مقصود آفرینش و مخدوم کائنات! ۔۔۔ سر دفتر مودت و دیباچۂ کمال
آں بادشاہ تخت لعمرک کہ ملک او ۔۔۔ باہیچ بادشاہ پذیر فتہ انتقال
گیسوئے اوست آیت و اللیل را سواد! ۔۔۔ رخسار اوست سورۃ والشمس رامقال
از عین احمد ست کہ اعیاں پدید شد
دال است ہم بدین الف وحا و میم و دال

ابو البشر حضرت آدم صفی اللہ کی یہ بشارت تو بالکل واضح ہے۔ یہ بھی حضرت عبدالرحمٰن بن زید انصاریؓ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"قیامت کے دن میں نسل انسانی کا بہترین فرد ہوں گا۔ مگر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فضیلت میں مجھ سے بڑھ کر ہوں گے۔ فضیلت کی وجوہات میں سے ایک تو یہ ہے کہ آپؐ کی رفیقہ حیات شیطان کے مقابلہ میں آپؐ کی مددگار رہیں گی جبکہ میری اہلیہ شیطان کی مددگار بنی اور میری لغزش کا سبب بنی۔ (انبیاء لغزش سے محفوظ ہوتے ہیں۔ کاشفی صاحب غلطی کا شکار ہیں۔)

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے شیطان (نفس) کو بھی مسلمان بنا دیا جبکہ میرا شیطان (نفس) اسی طرح کفر و عصیاں پر قائم رہا۔

کتب تاریخ و سیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد میں مبعوث ہونے والے انبیاء سے فرماتا رہا اور ان سے یہ عہد و پیمان لیتا رہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ضرور ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اگر وہ تمہارے زمانہ حیات میں ظہور پذیر ہو جائیں ورنہ اپنی امت سے عہد و میثاق کر لینا کہ وہ ان پر ایمان لائیں اور مدد کریں اگر ان کے زمانہ حیات میں وہ مبعوث ہو جائیں۔

بشارت حضرت شیثؑ

Presented by www.ziyaraat.net/

حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی نبوت سے سرفراز کیا۔ مورخین کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے انہیں حکم دیا کہ اپنے بیٹے شیث (علیہ السلام) سے عہد لو اور وصایا و مواثیق پر کاربند کرو کہ وہ نور کامل سرور الانبیاء اور گوہر ازہر سند الاصفیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی بھی صورت ناراض نہ کریں اور یہ وصایا نسلاً "بعد نسلاً" جاری رہیں۔

چنانچہ حضرت شیث علیہ السلام جب تک زندہ رہے ان کی زبان پر درود مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جاری رہا۔ ۳۔

ایک دفعہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے فرزند! میرے بعد جب تم میرے قائم مقام ہو تو اس منصب و خلافت کو عمارۃ التقویٰ اور عروۃ الوثقیٰ کے ساتھ لو اور جب تم حق تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی نام نامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لیا کرو کیونکہ میں نے عرش الٰہی کے ستونوں پر آپؐ کا نام نامی اس وقت لکھا دیکھا جب کہ میں روح و مٹی کے درمیانی مرحلہ میں تھا اس کے بعد مجھے آسمانوں پر پھرایا گیا تو میں نے آسمان میں ہر جگہ اور ہر مقام پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا دیکھا۔ پھر میرے رب نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو میں نے جنت میں ہر محل اور ہر دریچہ پر اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تحریر دیکھا۔ نیز میں نے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حور العین کی پیشانیوں پر اور جنت کے برگ درختان سبز پر اور درخت طوبیٰ کے ہر پتہ پر اور سدرۃ المنتھیٰ کے ہر ورق پر اور پردوں کے ہر گوشے پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا دیکھا ہے تم بھی اس اسم گرامی کا کثرت سے ذکر کرو کیونکہ فرشتے ہر آن اس کا ورد کرتے ہیں۔"

حضرت آدم صفی اللہ کے صحیفہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی جو یہ ہے:

"میں مکہ کا خداوند ہوں اس کے رہنے والے میرے ہمسایہ ہیں اور خانہ کعبہ کی زیارت کرنے والے اور وہاں تک پہنچنے والے میرے مہمان ہیں اور میری عنایت و حمایت کی پناہ اور سایہ میں ہیں اور میری حفاظت و رعایت میں ہیں اور میں زمین و آسمان والوں سے اسے معمور کروں گا اور لوگ جوق در جوق بکھرے ہوئے اور گرد آلود بالوں سے لبیک پکارتے تکبیر بلند آواز سے کرتے، آنکھوں سے آنسو بہاتے آئیں گے اور جو بھی اس خانہ کعبہ کی زیارت کو آئے گا اس کا مقصد بیت اللہ کی زیارت اور میری خوشنودی و رضا کے سوا کچھ نہ ہو گا کیونکہ میں ہی صاحب خانہ ہوں گویا کہ ایسا ہو گا کہ اس نے میری ہی زیارت کی وہ میرا مہمان ہو گا اور میرے کرم کے لائق و مستحق ہونے کا یہ مطلب ہے کہ میں اس کی تکریم کروں گا۔ اور محروم نہ

چھوڑوں گا اور اس خانہ کعبہ کا انتظام تیرے فرزندوں میں سے اس نبی کے سپرد کروں گا جسے ابراہیم کہیں گے۔ اس کے ذریعہ خانہ کعبہ کی بنیادیں اونچی کراؤں گا اور اس کے ہاتھ سے تعمیر کراؤں گا اور اس کے لئے زمزم کا چشمہ نکالوں گا اور اس کی حرمت و حل اس کی میراث میں دوں گا اور اس کے مشاعر کو اس کے ہاتھ سے آشکارا کروں گا (مشاعر سے مراد مشعرالحرام اور نشانات ہیں) پھر ابراہیمؑ کے بعد ہر زمانہ میں لوگ اسے آباد رکھیں گے اور اس کی طرف قصد و ارادہ رکھیں گے یہاں تک کہ نوبت بہ نوبت تیرے فرزندوں میں سے اس نبی تک پہنچے گی جسے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہیں گے وہ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہوں گے اور اسی نبیؐ کو میں اس کے گھر کے رہنے والوں، منتظموں، متولیوں اور حاجیوں میں بزرگ تر بناؤں گا جو بھی میرا متلاشی اور چاہنے والا ہو اسے لازم ہے کہ وہ اس جماعت کے ساتھ ہو جن کے بال بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں۔ جو خدا کے حضور اپنی منتوں اور نذرانوں کو پورا کرتے ہیں۔"

اس پیشین گوئی میں شہر مکہ تعمیر کعبہ اور حج کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ اللہ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت مبارکہ کے بعد یہی شہر اسلامی دنیا کا مرکز قرار پائے گا۔ مکہ مکرمہ انسانی ترقی کے تمام مدارج اور مراتب کی ایک مربوط تاریخ ہے عہد ابراہیمی میں ایک خاص خاندان کا تبلیغی مرکز بنا اور آہستہ آہستہ اس نے عرب کے ایک مذہبی شہر کی جگہ حاصل کرلی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد یہ شہر دنیائے اسلام کا دینی مرکز قرار پایا۔ اسی مقدس شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ خانہ کعبہ کی تعمیر کی یہی وہ مقدس مسجد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنا پہلا گھر قرار دیا۔ قرآن میں مذکور ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (آل عمران ۹۶)

یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ مکہ میں ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور دنیا بھر کے لوگوں کا رہنما ہے۔

جب اللہ کے گھر کی تعمیر مکمل ہو گئی تو اللہ کے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

"اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے اور مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچائے رکھئے۔" (ابراہیم ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ یہ اعلان فرمائیں:

"کہ وہ دور و نزدیک سے چل کر یہاں آئیں اور اس خدائے بزرگ و برتر کے حضور اپنی جبینیں خم کریں جو ایک ہے جس کا کوئی ساتھی اور شریک نہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی

Presented by www.ziyaraat.net/

بیلغ صوتی
میری آواز نہیں پہنچے گی۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

علیک الاذان و علینا البلاغ

تیرا کام پکارنا ہے اور پہنچا دینا ہمارا کام ہے۔
چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر اعلان کیا:

یا ایھا الناس ان ربکم قد بنی لکم بیتا و کتب علیکم الحج فاجیبو اربکم

اے لوگو! تحقیق تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے گھر بنایا اور تم پر حج فرض کیا۔ پس خدا کے حکم کی تعمیل کرو۔

چنانچہ اس دن سے دنیا کے کونے کونے سے لوگ خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف کو پہنچنے لگے۔ وہ سنت ابراہیمیؑ پر عمل کرتے ہوئے دنیاوی راحت و آسائش ظاہری زیبائش و آرام اور پر تکلف مصنوعی زندگی سے بالکل ہٹ کر:

لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک (ط) ان الحمد و النعمتہ لک والملک لا شریک لک

"میں حاضر ہوں یا اللہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور ملک بھی تیرا کوئی شریک نہیں۔"

یہ صدا بلند کرتے ہوئے وہ خدا سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں۔ میدان عرفات میں پہنچ کر عمر رفتہ کی کوتاہیوں، لغزشوں، بربادیوں اور سیاہکاریوں کا اقرار کرتے ہیں اور احساس ندامت کے ساتھ آئندہ زندگی کے لئے اللہ کی عبودیت اور فرماں برداری کا عہد کرتے ہیں اور ساتھ ہی مغفرت و بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے وجود منور کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مصباح نور سے ضیاء بخشی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نور نبوت حضرت آدم علیہ السلام کی جبین پر نور سے درخشاں ہونے لگا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس نور کی بصیرت سے چیونٹی کے قدموں کی آواز سن سکتے تھے آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی:
یا اللہ! یہ زمزمہ کیا ہے؟
فرمایا! یہ نور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تسبیح کا زمزمہ ہے جو تمہارے خمیر میں ملایا گیا ہے وہ تمہارا فرزند ہو گا اور تم اس کے باپ

اے خوشا حال آں چناں فرزند
کہ پدر رابا وست افتخار

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ نور محمدی کو اپنے مقام سے اٹھا کر مغفرت و غفران کے دریا کی طرح رواں کیا گیا پھر یہ نور پوری تابانیوں کے ساتھ پانچ سو سال کی مسافت طے کر کے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ خواب سے بیدار ہوئے تو اس نور کی شعاعوں کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیا گئیں اور آنکھوں کا نور بے نور ہونے لگا۔ پوچھا! یا اللہ! یہ کیسا نور ہے جو ہر روشنی کو خیرہ کرتا جاتا ہے۔ حکم ہوا

"یہ نور محمدؐ ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں اس کے رتبہ کو اعلیٰ علیین سے بلند تر کر دوں گا۔ اس کی امت سے اپنی جنت کو بھر دوں گا اس کا کلام ساری دنیا سے افصح ہو گا اس پر قرآن نازل کروں گا جو کبھی متروک نہ ہو گا۔

اس کے بعد ہر پیغمبر کے لئے ایک ایک کرسی بچھادی گئی ان کرسیوں سے سب سے اونچی کرسی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے لائی گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے نور کی ضیاء نکلتی اور ہر نبی کے لئے مخصوص کرسی پر براجمان ہوتی جاتی۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کرسی پر نور کی بارشیں ہونے لگیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ستر ہزار شعاعیں اس کرسی پر نور سے ابھر رہی ہیں ملائکہ ملکوت ان کی برکات سے نوازے جا رہے ہیں۔ آپؐ کا اسم گرامی عرش اعظم کے پردوں پر منقش ہے ہر طرف سے مشک و عنبر کی خوش کن خوشبو کے جھونکے آ رہے ہیں۔ آسمان و زمین کی حرکتیں مسرت و شادمانی کا گہوارہ بن گئیں ہیں۔ ہر مخلوق سے یہ آواز آ رہی ہے کہ یہ نور سرور پیغمبراں ہے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم:

"آدم! تمہیں صدہا مبارک ہو کہ نور مجسم تمہارے بیٹے ہوں گے۔" دربار خداوندی سے صدا آئی۔

"یہ بندہ میرا پسندیدہ اور حبیبؐ ہے۔ یہ دین حقیقت پر مبعوث ہو گا۔ شفاعت کبریٰ کے اختیارات کا مالک ہو گا اور میرے خاص بندوں میں سے ہو گا۔ وہ دنیا والوں کے لئے نور ہو گا جو اس نور کی اتباع کرے گا بہشت میں جگہ پائے گا۔ آسمانوں پر اسے "احمد" کے نام سے پکارا جاتا ہے زمین پر "محمد" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سمندروں میں "ماحی" کے نام سے مشہور ہے۔"
حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: یا اللہ سمندروں میں آپ کا نام "ماحی" کیوں ہے؟
فرمایا! آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وجود سے کفر و شرک کی سیاہیاں محو ہو جائیں گی۔ آپ کا زمانہ قیامت کے قریب تر ہو گا۔ وہ ذکر میں اول پیغمبراں ہو گا اور بعثت میں آخرین انبیاء ہو گا۔ کوئی پیغمبر آپ سے بلند رتبہ نہ ہو گا اور کوئی امت، امت محمدیہ سے اعلیٰ نہ ہو گی۔ میرے حبیبؐ کی امت ہمیشہ پاک ہو گی اس کا نور آسمان و زمین کے درمیان ستاروں کے نور کی طرح درخشاں ہو گا۔ (معارج النبوت جلد دوم

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

(ص۲۸

اسی طرح دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام پر نور محمدی کو جلوہ گر کیا گیا وہ ایسا دکھائی دیا کہ اسے نورانی خلعت اور شرف و مجد کے لباس سے مزین فرما دیا گیا ہے۔ وہ پیغام رسالت پہنچانے لگے اور اپنے ساتھیوں کو علم و حلم رحمت و شفقت کا خوگر بناتے گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے مہاجر و انصار' ابرار و اخیار پر اللہ کے انعامات کی بارشیں ہوتی دیکھیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو دائیں ہاتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بائیں جانب اور باقی انبیاءؑ کو خدمت میں کھڑے پایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم میں دست بستہ دیکھا تو انتہائے مسرت سے اتنے مسکرائے کہ مشرق و مغرب آپ کی مسکراہٹ کی نورانیت سے روشن ہو گئے نہایت خوشی سے عرض کی۔

"یا اللہ میرے لئے بس اتنا فخر ہی کافی ہے کہ آپ میری اولاد میں سے ہیں۔"

حضرت آدم علیہ السلام نے یہ کہتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح و نصرت کے لئے دعا کی اور آپؐ کے وجود پاک پر دست شفقت پھیرتے ہوئے اظہار افتخار کیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے پہلی بار جب حضرت آدم علیہ السلام نے عرش اعلیٰ پر نگاہ ڈالی تو لکھا پایا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جو گناہ کا مرتکب ہو گا اس کا گناہ اس وقت تک معاف نہ کیا جائے گا جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھ لے۔

آدم علیہ السلام نے پوچھا: یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون ہیں؟

فرمایا: یہ تمہاری اولاد میں سے ایک نامور فرزند ہیں ان کے نام کا پہلا حرف "میم" میری صفت ملک سے اخذ ہے دوسرا حرف میرے حلم سے لیا گیا ہے دوسری میم میرے مجد و کرم سے لی گئی ہے اور دال میرے دین کی علامت ہے۔ میں اپنے ملک' حلم و مجد اور دین اسلام کی قسم کھاتا ہوں جو آپ کے اتباع سے میرے نبیؐ پر درود پڑھے گا میں اسے جنت میں داخل کروں گا۔ جب تک سید برگزیدہ اور نور دو دیدہ کی اتباع نہ کی جائے گی اور اس پر درود نہ پڑھے گا بہشت میں داخل نہ ہونے دوں گا۔

مظہر اسم قل ہو الحق !! نام تو زنام اوست مشتق
تو سایہ نور کرد گاری ! کز روز ازل بزرگواری
چوں مظہر ملک و حلم مجدی ! بر تخت وصال اہل وجدی
ہر کس کہ قدم نہد براہت ! در پردہ در آید از پناہت
بکشائے کف امیدواری
تاحاجت عاطلے براری

بشارت حضرت ادریسؑ

حضرت ادریس علیہ السلام جن کا شمار حضرت آدم صفی اللہ کی ساتویں پشت میں ہوتا ہے اور جو قرآن پاک کے مطابق ایک سچے نبی تھے اور ان کا مرتبہ خدائے بزرگ و برتر نے بلند فرمایا ہے۔ قرآن مقدس میں ہے :

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم ۵۶)

اور اس کتاب میں ادریسؑ کا بھی ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بڑے راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند رتبہ تک پہنچایا۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے بھی سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ میں یہ پیشین گوئی فرمائی۔

"دیکھو ہمارے آقا اپنے دس ہزار نیک ہمراہیوں کے ساتھ آ رہا ہے تاکہ سب لوگوں کا انصاف کرے اور ان میں سے جو گمراہیوں کی وجہ سے خدا سے منحرف ہو چکے ہیں انہیں یقین دلایا جائے کہ وہ کام جو ان سے سرزد ہوئے وہ ناجائز ہیں اور ان تمام سخت کلامیوں کے متعلق جو وہ منکر گنہگار ان کے متعلق کہتے رہے ہیں انہیں تلقین کریں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی یہ واضح پیشین گوئی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق آتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فتح مکہ کے روز شہر مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ہمراہ دس ہزار صحابہؓ کی جماعت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باب کعبہ پر کھڑے ہو کر جو خطبہ دیا اس میں یہ الفاظ فرمائے۔

"ایک اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اس نے بندے کی مدد کی اور دشمن کی جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی۔

اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ کے متعلق فیصلے بھی فرمائے اور انہیں بتایا کہ ان کے تمام عقائد و افعال محض سیاہ کارنامے تھے۔ تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ ان الفاظ کے گونجتے ہی ظلم و تشدد اور خونخواری کی وہ ساری گندی تاریخ کفار مکہ کی نگاہوں کے سامنے آ گئی۔ وہ بے بس تھے لیکن رحمت عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اعلان فرمایا:

لا تثریب علیکم الیوم۔ اذھبوا فانتم الطلقاء

Presented by www.ziyaraat.net/

تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بشارت حضرت نوحؑ

حضرت نوح علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں ابو البشر آدمؑ سے لے کر نوحؑ تک تعمیر عالم اور زمین آباد ہوتی رہی اور ضرورت اور تقاضائے وقت کے لحاظ سے انبیاء مثلاً شیثؑ ادریسؑ اور ملوکؑ ہوتے رہے جب لوگوں میں بت پرستی، شرک، کفر اور الحاد حد سے بڑھ گیا تو نوح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (نوح ۲۶)

اے رب! زمین پر کسی کافر کے گھر کو نہ چھوڑ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی ایک عالمگیر طوفان آیا اور سوائے اہل کشتی کے کوئی متنفس اس جانکاہ عذاب سے جانبر نہ ہوا۔ کیونکہ اولاد آدم کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام سے آگے بڑھا۔ اس لئے انہیں ابو البشر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ وہ تمام بڑے مذاہب کے نزدیک محترم ہیں حتیٰ کہ ان کا تذکرہ اہل ہنود کی مقدس کتابوں، ویدوں اور شاستروں میں پارسیوں کی "ژندواستا اور دساتیر" میں بھی ملتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی وجہ شہرت طوفان اور کشتی ہے۔ طوفان! جو نافرمانوں کے لئے آیا اور کشتی! جس نے فرمانبرداروں کو طوفان سے بچایا۔ اسی نسبت سے جو پیشین گوئی حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی حضور علیہ السلام کے بارے میں کی گئی اور جس کا حوالہ "عہد نامہ عتیق" میں بھی ملتا ہے اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

"اب میں اپنی کمان کو بادلوں میں رکھ دیتا ہوں میری نشانی اس عہد و پیمان کی ہو گی جو میرے اور زمین پر بسنے والوں کے درمیان قرار پایا ہے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب میں زمین کے اوپر ایک بادل کو لاؤں گا۔"

یہ عبارت یوں تو مبہم ہے لیکن اگر اس کے اشارات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب تمام دنیا اندھیرے اور گمراہی میں غرق ہو جائے گی۔ لیکن خدا بنی نوع انسان سے ہمدردی سے پیش آئے گا۔ کیونکہ اس زمانے کے دوران اس سحاب رحمت کا ظہور ہو گا جو "رحمت اللعالمین" کے نام سے موسوم ہو گا۔ اس کا مفہوم یہی نکلتا ہے۔

بشارت حضرت ابراہیمؑ

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد متعدد انبیاء اور مرسل دنیا میں تشریف لائے جو اپنے اپنے وقت اور اپنے

اپنے مقام پر رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے رہے۔ ان برگزیدہ شخصیتوں میں سب سے زیادہ ممتاز ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ جو دنیائے قدیم اور جدید کے درمیان ایک اہم کڑی ہیں۔ بائبل میں ایک جگہ ان کی اہلیہ حضرت بی بی ہاجرہ کو مخاطب کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا۔ فرشتے نے ان کو اللہ کی طرف سے یہ نوید سنائی۔

"میں تمہارے بیج (اولاد) کو بہت پھیلاؤں گا۔ اس قدر کہ اس کا گروہ گنتی میں لانا مشکل ہو جائے گا۔"

فرشتے نے مزید کہا:

"دیکھو تم حاملہ ہو اور تم سے ایک لڑکا پیدا ہو گا اس کا نام اسماعیل ہو گا۔ کیونکہ خدا نے تمہاری تکلیفوں کو سن لیا ہے۔ اس کی اولاد سے ایک نبی ہو گا جو "امی" ہو گا۔"

محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ جب بی بی ہاجرہ اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے ہمراہ نکلیں تو کسی شخص (فرشتے) نے ان سے کہا:

"اے ہاجرہ! تمہارا یہ فرزند کثیر خاندانوں کا باپ ہے اور انہی کی نسل سے نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں گے جو حرم کے بسانے والے ہوں گے۔"

یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا **الرسول النبی الامی** اور کسی کا لقب نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی لقب انبیاء کرام اور سابقہ امام کو بتلایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا

اللہ وہ ہے جس نے امیوں کے اندر شاندار رسول کو مبعوث کیا۔

قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے خالق کائنات فرماتا ہے:

وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔ دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں علم بخشا گیا۔

اس آیت مبارکہ میں استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناخواندہ تھے۔ آپ کے اہل وطن اور رشتہ و برادری کے لوگ جن کے درمیان آپؐ کی ساری زندگی بسر ہوئی تھی اس بات سے خوب واقف تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بھر نہ کبھی کوئی کتاب پڑھی اور نہ کبھی قلم ہاتھ میں لیا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

اس واقعہ کو پیش کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ کتب آسمانی کی تعلیمات، انبیاء سابقین کے حالات، مذاہب و ادیان کے عقائد، قدیم قوموں کی تاریخ اور تمدن اور اخلاق و معیشت کے اہم مسائل پر جس وسیع اور گہرے علم کا اظہار اس امی کی زبان سے ہو رہا ہے یہ اس کی وحی کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر اس کو نوشت و خواند کا علم ہوتا اور لوگوں نے اسے کتابیں پڑھتے اور مطالعہ و تحقیق کرتے دیکھا ہوتا تو باطل پرستوں کے لئے یہ شک کرنے کی کچھ بنیاد ہو بھی سکتی تھی کہ یہ علم وحی سے نہیں بلکہ اخذ و اکتساب سے حاصل کیا گیا ہے لیکن اس کی امیت نے تو ایسے کسی شک کے لئے برائے نام بھی کوئی بنیاد باقی نہیں چھوڑی ہے۔

ایک امی کا قرآن جیسی کتاب پیش کرنا اور یکایک ان غیر معمولی کمالات کا مظاہرہ کرنا جن کے لئے کسی سابقہ تیاری کے آثار کبھی کسی کے مشاہدے میں نہیں آئے۔ یہی دانش و بینش رکھنے والے کی نگاہ میں اس کی پیغمبری پر دلالت کرنے والی روشن ترین نشانیاں ہیں۔ دنیا کی تاریخی ہستیوں میں سے جس کے حالات کا بھی جائزہ لیا جائے آدمی اس کے اپنے ماحول میں ان اسباب کا پتہ چلا سکتا ہے جو اس کی شخصیت بنانے اور اس سے ظاہر ہونے والے کمالات کے لئے اس کو تیار کرنے میں کار فرما تھے۔ اس کے ماحول اور اس کی شخصیت کے اجزائے ترکیبی میں ایک کھلی مناسبت پائی جاتی ہے۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت جن حیرت انگیز کمالات کی مظہر تھی ان کا کوئی ماخذ آپؐ کے ماحول میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں نہ اس وقت کے عرب معاشرے میں اور نہ گرد و پیش کے جن ممالک سے عرب کے تعلقات تھے ان کے معاشرے میں کہیں، دور دراز سے بھی وہ عناصر ڈھونڈ کر نہیں نکالے جا سکتے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کے اجزائے ترکیبی سے کوئی مناسبت رکھتے ہوں۔ یہی حقیقت ہے جس کی بنا پر فرمایا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ایک نشانی نہیں بلکہ بہت سی روشن نشانیوں کا مجموعہ ہے۔

حضرت بی بی ہاجرہ کو فرشتے نے جو بشارت دی اس میں جس شخصیت کی طرف اشارہ ہے وہ ذات گرامی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے کیونکہ آپؐ ہی نبی الامی ہیں اور آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور آپؐ کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ اور بی بی ہاجرہؑ کی آل اس قدر پھیلی کہ جس کا کوئی شمار نہیں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے صحیفہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔

"اے ابراہیمؑ! میں نے تمہاری دعا تمہارے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے حق میں قبول فرمائی ہے۔ میں نے ان پر اور ان کی اولاد پر برکتیں جاری فرمائیں اور ان میں سے ایک ایسا فرزند عالم وجود میں لاؤں گا جو معظم و مکرم ہو گا۔ جس کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گا۔ وہ میرے برگزیدہ اور معبوث شدہ ہوں گے اور ان کی امت بہترین امت ہو گی۔" (مدارج النبوت جلد اول ص۱۹۸)

ابن سعد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیوی ہاجرہؑ کے رخصت کرنے کے لئے حکم فرمایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہوئے۔ جب آپؑ کا گزر نرم و شاداب علاقہ پر ہوتا تو فرماتے:

"اے جبرئیلؑ! یہاں اتروں؟"

مگر جبرئیل منع کرتے رہے حتیٰ کہ مکہ آ گئے۔ جبرئیلؑ نے کہا۔

"سیدنا ابراہیمؑ! یہاں پر اتر جائیں۔"

آپ نے جبرئیلؑ سے کہا! اس مقام پر نہ دودھ دینے والے جانور ہیں اور نہ کھیتی ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں یہیں اتر جایئے۔ اسی جگہ اللہ تعالیٰ آپ کے فرزند کی نسل سے اس "نبی امی" کو مبعوث فرمائے گا جس کے ذریعہ کلمہ دین حق کی تشریح و تکمیل فرمائے گا۔ (خصائص کبریٰ جلد۱ ص۲۴)

مورخین کے مطابق جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ بی بی ہاجرہ اور فرزند اسماعیلؑ کو سرزمین مکہ پر چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بی بی ہاجرہ نے گھبرا کر ابراہیمؑ سے کہا۔

"کس نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم ہم کو ایسی زمین میں چھوڑ جاؤ جہاں نہ کوئی درخت ہے نہ پانی ہے۔"

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔

"ربی امرنی" میرے خدا نے یہ حکم دیا ہے۔

بی بی ہاجرہ نے جواب سنا تو فرمایا۔

"فاذا لن یضیعنا" وہ بے شک ہم کو ضائع نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واپسی کے وقت بشریت کے تقاضے یا الفت پدری سے مضطرب ہو کر یہ دعا کی۔ (تاریخ ابن خلدون جلد اول ص۸۳)

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ☆

"اے پروردگار! میں نے اپنی ایک اولاد بسائی ہے ایسے میدان میں جہاں کہ کھیتی نہیں ہے۔ تیرے محترم گھر کے پاس۔ اے رب ہمارے تاکہ وہ نماز کا اہتمام رکھیں پس لوگوں کے قلوب کو ان کی طرف مائل رکھ اور ان کو روزی دے میووں سے تاکہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں۔" (ابراہیم ۳۷) (تاریخ ابن خلدون جلد۱ ص ۸۲ کے مطابق)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی براق پر سوار ہو کر شام سے مکہ مکرمہ آتے اسی روز واپس چلے جاتے ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ دونوں باپ بیٹوں یعنی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ

Presented by www.ziyaraat.net/

نے خانہ کعبہ اس طرح بنانا شروع کیا کہ ابراہیم علیہ السلام تو جڑائی کا کام کرتے تھے اور اسماعیل علیہ السلام گارہ اور پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے۔ یہ دونوں تعمیر کعبہ کے وقت یہ دعا کرتے جاتے تھے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ' اِنَّکَ اَنتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم

"اے ہمارے پروردگار (یہ خدمت) ہماری قبول فرما بے شک تو خوب سننے والا' جاننے والا ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں یہ دعا بھی کی۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَ مِن ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم☆ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ یُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْم (البقرہ۔۱۲۸)

اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنا مسلمان (فرمانبردار) بنالے اور ہماری اولاد میں سے ایک امت مسلمہ کا قیام ہو۔ اور (نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی بتلا دیجئے اور ہمارے حال پر توجہ رکھئے فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے۔

پروردگار عالم! اور اس جماعت کے اندر ان ہی میں سے ایک ایسا پیغمبر مقرر فرما جو ان لوگوں کو تیری آیات پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک کرے۔ بلاشبہ تو بڑا ہی غالب حکمت والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ دعا بھی بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی۔ نسل اسماعیلؑ سے ملت اسلامیہ کی نمود ہوئی اور پھر ان ہی میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ (جمعہ ۲)

وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو یہ بھی فرما دیا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ (آل عمران ۱۶۴)

درحقیقت ایمان لانے والوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کیا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم

دیتا ہے۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

امام احمد' حاکم اور بیہقی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۲۴)

بشارت حضرت حبقوقؑ

حضرت حبقوقؑ ایک نبی تھے۔ جو حضرت دانیالؑ نبی کے ہم عصر تھے۔ ان کا صحیفہ بائبل کے عہد عتیق میں شامل ہے۔ انہوں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی پیشین گوئی یوں فرمائی۔

"خدا تیمان سے آیا اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے ظاہر ہوا اس کے جلال نے آسمانوں کو ڈھانپ لیا اور اس کی حمد سے زمین معمور ہو گئی۔ اس کی تجلی نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں اور وہاں اس کی قدرت مشہور تھی۔ دبا اس کے آگے چلے اور اس کے قدموں پر دہکتا ہوا انگارہ روانہ ہوا۔ وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو لرزا دیا۔ اس نے نگاہ کی اور قوتوں کو پراگندہ کر دیا۔ قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے اور پرانی پہاڑیاں اس کے آگے دھنس گئیں۔"

مدارج النبوت میں حضرت حبقوق علیہ السلام کی پیشین گوئی یوں درج ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے برکت و پاکی کے ساتھ فاران کے پہاڑوں پر جلوہ فرمایا اور زمین کو احمد کی مدحت و ثنا اور اس کی تقدیس سے بھر دیا جو کہ زمین اور امتوں کی گردنوں کا مالک ہے۔ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیوں سے آسمان مجلیٰ ہوا اور زمین اس کی مدحت سے لبریز ہو گئی۔

ان کے نور سے زمین روشن ہو گئی اور اس کے گھوڑے سمندر میں دوڑیں گے۔ اسی کتاب میں مزید لکھا ہے۔

"بہت جلد آپؐ کے کمان میں سخت تیر کھینچے جائیں گے اور خوب سیراب ہوں گے۔ تیر آپ کے حکم سے۔ (مدارج النبوت جلد ۱ ص ۱۹۸)

یہ عبارت حکم میں مبالغہ اور کام کے انجام کی انتہاء تک پہنچنے کی طرف کنایہ ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ آپؐ کے عہد مبارک میں دین و ملت کے کام کمال و اتمام تک پہنچیں گے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

"میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں۔"

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

حضرت حبقوق علیہ السلام کی ان پیشین گوئیوں کی تصدیق تورات نے یوں کی ہے۔

"پروردگار فاران کی پہاڑیوں سے قوت بیان کے ساتھ آیا تو نام احمدؐ کی تسبیح سے آسمان معمور ہو گئے اور
اس کی امت کا سمندروں پر تصرف ایسا ہی ہو گا جیسا خشکی پر' وہ ایک ایسی کتاب لے کر آئے گا جس کا
تعارف بیت المقدس کی تقریب کے بعد ہو گا۔" (شواہد النبوت ص۳۰)

یہ بالکل واضح پیشین گوئی ہے۔ کوہ فاران کی چوٹیوں سے ایک نور ہدایت چمکا جس نے دنیا کی حالت کو یکسر
بدل دیا۔ گوشہ گوشہ کو نور ہدایت سے جگمگا دیا اور ذرہ ذرہ کو فروغ تابش حسن سے غیرت خورشید بنا دیا۔
حق نے غلبہ پایا۔ اور باطل مغلوب ہوا۔

بشارت حضرت اشعیاؑ

حضرت اشعیاء علیہ السلام آل اسرائیل میں مبعوث ہوئے۔ ان کے صحیفے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا ذکر مبارک بھی ملتا ہے۔ ایک جگہ مذکور ہے۔

"دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا ہوں میرا برگزیدہ' جس سے میرا جی راضی ہے میں نے اپنی روح اس پر رکھی
وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا' وہ نہ چلائے گا نہ اپنی صدا بلند کرے گا' اور نہ بازاروں میں
اس کی آواز سنی جاتی ہے۔ وہ بندہ اندھی آنکھوں کو بینائی بخشتا' بہرے کانوں کو کھولتا اور مردہ دلوں کو زندہ
کرتا ہے۔ میں اس کو وہ دوں گا جو میں نے کسی کو نہیں دیا' وہ بندہ احمد ہے کہ وہ اپنے رب کی تازہ حمد بجا
لاتا ہے۔ کوئی اسے کمزور نہ کر سکے گا اور نہ اسے مغلوب بنا سکے گا۔ وہ اپنی خواہش کی پیروی نہیں کرتا اور
وہ نیکو کار لوگوں کا ساتھی ہے اس کے ذریعے میری حجت ثابت و برقرار ہوتی ہے۔
یہودا (یعنی خدا) میں ہوں' یہ میرا نام ہے اور اپنی شوکت دوسروں کو نہ دوں گا اور وہ ستائش جو میرے لئے
ہوتی' کھودی ہوئی مورتیوں (بتوں) کے لئے ہونے نہ دوں گا۔
دیکھو سابق پیشین گوئیاں بر آئیں اور میں نئی باتیں بتاتا ہوں اس سے پیشتر کہ واقع ہو بیان کرتا ہوں۔
"خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ اے تم جو سمندر پر گزرتے ہو اور تم جو اس میں بسے ہو اے بحری ممالک اور
اس کے باشندو! تم زمین پر سر تا سر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان عرب اور اس کی بستیاں' قیدار کے دیہات
اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔
وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے اور بحری ممالک میں اس کی ثنا خوانی کریں گے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند
نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی عزت کو اسکائے گا وہ چلائے گا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا وہ اپنے
دشمنوں پر غالب ہو گا۔" (کتاب اشعیاء باب۴۲)

اس پیشین گوئی میں سلع کا ذکر ہے جو مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ ہے۔ جنگ خندق یہیں ہوئی تھی۔
پیشین گوئی میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پیشین گوئی میں قیدار کا بھی ذکر ہے۔ یہ حضرت اسماعیلؑ کے بیٹے کا
نام ہے۔ قریش اسی کی اولاد ہیں۔ لہٰذا یہاں قیدار سے مراد اہل قریش ہیں۔ اس میں جنگی مرد کے دشمنوں
پر غالب آنے کا ذکر ہے اس لئے اس پیشین گوئی کے الفاظ حرف بہ حرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
صادق ہیں۔ آپ ہی کی بدولت دنیا کے ایک بڑے حصہ سے بت پرستی کا خاتمہ ہوا اور توحید کا اقرار بھی
آپؐ ہی کی بدولت ہوا۔ اللہ کا نام بھی آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے بلند کیا۔ بحر و بر میں خدا کا نام لیا جانے
لگا۔

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اشعیاہ علیہ السلام پر وحی
فرمائی کہ:

"میں ایک نبی امیؐ کو مبعوث کروں گا۔ جس کے ذریعے میں بہرے کانوں' بند دلوں اور اندھی آنکھوں کو
کھولوں گا۔ وہ نبی مکہ میں پیدا ہوں گے۔ مدینہ کی جانب ہجرت کریں گے اور ان کی مملکت شام تک ہو گی۔
میرے اس بندے کا نام متوکل' مصطفیٰ' مرفوع' حبیب' محبوب اور مختار ہوں گے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے
نہ دیں گے بلکہ عفو و درگزر اور بخشش سے کام لیں گے۔ مومنوں پر بڑے رحم کرنے والے ہوں گے
جانوروں پر بوجھ لدا دیکھ کر اور یتیم کو بیوہ کی گود میں دیکھ کر آبدیدہ و دل گرفتہ ہو جائیں گے۔ وہ نہ ترش رو
ہوں گے نہ سخت مزاج' نہ بازاروں میں گھومتے پھریں گے وہ نازیبا اور ناشائستہ گفتگو نہ فرمائیں گے۔ وہ اس
قدر باوقار ہوں گے کہ اگر چراغ کے پہلو سے نکل جائیں تو اس کی لو نہ پھڑکے گی اور اگر لکڑی پر چلیں
گے تو بھی قدموں کی آواز نہ آئے گی۔ آپؐ بشیر و نذیر ہیں۔ ہر خوبی کے لئے آمادہ۔ ہر پسندیدہ اخلاق سے
آراستہ وقار آپؐ کا لباس' نیکی آپؐ کا شعار' تقویٰ آپؐ کا ضمیر' دانائی آپ کی عقلمندی' صدق و وفا آپ کی
طبعیت' عفو و بھلائی آپؐ کا اخلاق انصاف آپ کی سیرت' حق آپ کی شریعت' ہدایت آپؐ کی راہنما'
اسلام آپؐ کی ملت اور "احمدؐ" آپؐ کا نام ہے۔ میں آپؐ کے ذریعے گمراہوں کو ہدایت اور ناواقفوں کو علم
عطا کروں گا۔ اور آپ کے ذریعے سے پست لوگوں کو اٹھاؤں گا۔ غیر معروف لوگوں کو عزت دوں گا۔ کم مایہ
لوگوں کو مال کثیر دوں گا۔ ناداروں کو تونگر بناؤں گا۔ جدائی کے بعد ملاؤں گا اور مختلف خیال رکھنے والے
افراد اور مختلف قوموں کو باہم ملاؤں گا اور آپؐ کی امت کو بہترین امت بناؤں گا جو لوگوں کو نیکیوں کا حکم
دیں گے۔ برائیوں سے روکیں گے۔ مجھ پر اور میری توحید پر پکا اور سچا ایمان رکھیں گے میرے تمام
رسولوں کی کتابوں پر ایمان لائیں گے اور یہ لوگ اوقات (نمازوں) کا خیال رکھیں گے۔ ایسے دلوں ایسے
چہروں اور ایسی روحوں کو خوشخبری ہو جو میرے ساتھ مخلص ہوں گے۔ میں ان کو مسجدوں میں' مجلسوں میں'
اپنی خواب گاہوں میں' اور اپنے ٹھکانوں میں تسبیح' تحمید' تکبیر اور توحید کرنے کی توفیق دوں گا۔ وہ لوگ

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

نمازوں میں ایسی صفیں بنائیں گے جیسے فرشتے عرش کے گرد صف بناتے ہیں۔ وہ لوگ میرے دوست اور انصار ہیں۔ میں ان کی خاطر اپنے دشمنوں (بت پرستوں) سے انتقام لوں گا۔ وہ لوگ قیام، قعود، رکوع اور سجود کی حالت میں نماز ادا کریں گے۔ وہ میری رضا و خوشنودی کی خاطر اپنے گھر اور شہر کو چھوڑیں گے۔ ہزاروں کی تعداد میں میری خاطر اپنی جان و مال لٹانے نکلیں گے اور میری راہ میں صفیں بنا کر لڑیں گے۔ ان کا دین آخری، ان کی کتاب آخری اور ان کی شریعت آخری ہو گی پس جو شخص اس امت کے زمانے میں ایسا آیا جو ان کی کتاب پر اور ان کی شریعت پر اور ان کے دین پر ایمان نہ لایا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور میں اس سے بری ہوں۔ میں ان لوگوں کو تمام قوموں میں بہترین اور امت وسط بناؤں گا اور یہ لوگوں پر روز قیامت گواہ ہوں گے۔ ان لوگوں کی شان یہ ہو گی کہ جب غصے میں ہوں گے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہیں گے۔ کسی بات پر ناگواری محسوس کریں گے تو میری تسبیح کریں گے وہ اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو وضو کے ساتھ پاک و صاف کرتے ہیں۔ ہر نشیب و فراز پر تہلیل و تکبیر کرتے ہیں، کتاب اللہ ان کے سینوں میں محفوظ ہے۔ وہ رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ ان کا منادی یعنی موذن اپنی آواز سے فضائے آسمانی میں گونج پیدا کر دیتا ہے جس طرح شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے خوشخبری ہو اسے جو ان کے ساتھ ہے اور ان کے دین اور ان کے طریقہ اور ان کی شریعت پر ہے۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں اور میں ہی صاحب فضل عظیم ہوں۔" (خصائص کبریٰ جلد ا ص ۳۵)

یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری طرح صادق آتی ہے اس لئے کہ آپؐ کا وجود گرامی مندرجہ بالا تمام خصائص و کمالات کا آئینہ دار تھا۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے۔

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم (القلم)

اور بے شک اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اخلاق کے عظیم ترین مرتبے پر فائز ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الاَخلَاق

"میں تو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔"

ہادی عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کے خیر خواہ تھے۔ خیر طلب تھے، رؤف الرحیم بھی ہیں اور بشیر و نذیر بھی، قرآن کی ہر تعلیم آپ کی حیات طیبہ میں پیوست ہو گئی تھی۔ قرآن کا ہر حکم آپ کی زندگی کا عنوان بن گیا تھا۔ چنانچہ حسن اخلاق اور حسن علم کی وہ تمام تعلیمات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش فرمائیں ان سب کا اعلیٰ ترین نمونہ بن کر خود آپؐ پیش ہوئے۔ غرض آپ مجسم قرآن تھے۔ اور پیکر وحی و الہام تھے۔ اسی لئے خدائے بزرگ و برتر نے اعلان فرما دیا۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب ۲۱)

اے مسلمانو! تمہارے لئے رسولؐ خدا کی ذات گرامی ایک بہترین نمونہ ہے۔ ساتھ ہی خالق کائنات نے یہ بھی فرما دیا۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (الحشر)

(پس اے ایمان والو) یہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ تمہیں دیں لے لو جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خدا کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ اب آپ کے بعد کسی نئے نبی نے نہیں آنا۔ روز محشر تک آپ ہی کی نبوت و رسالت رہے گی۔ اس لئے آپ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اب آپ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا آپ ہی کی امت کی ذمہ داری قرار پائی ہے تاکہ یہ آپؐ کے لائے ہوئے دین حق کو ابد تک لوگوں کے سامنے پیش کرنے اور دنیا میں اسے قائم و نافذ کرنے کا فریضہ ادا کرتی رہے۔

قرآن میں مذکور ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ

اب دنیا میں وہ بہترین جماعت تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

حضرت اشعیاہ علیہ السلام کی پیشین گوئی میں جس امت وسط یعنی اعتدال پسند امت کا ذکر آیا ہے وہ امت مسلمہ ہی ہے۔ (آل عمران ۱۱۰)

قرآن پاک میں ہے:

وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا

"اور اس طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو امت وسط (اعتدال پسند امت بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہوں۔ (البقرہ ۱۴۳)

حضرت اشعیاء علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی پیشین گوئی یوں فرمائی۔

"عرب کے صحراؤں میں رات کاٹو گے اے ددانیو کے قافلو۔ پانی لے کر پیاسوں کے استقبال کو آؤ۔ اے تیما کے باشندو، روٹی لے کر بھاگنے والوں سے ملنے آؤ کیونکہ وہ ننگی تلواروں سے کھنچی ہوئی کمانوں سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ (کتاب اشعیاء باب ۲۱)

اس پیشین گوئی میں ددانیو اور تیما کا ذکر ہے ددان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پوتے کا نام ہے جبکہ تیما حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ انصار مدینہ انہی کی اولاد میں سے تھے۔ ددانی مدینہ منورہ کے

Presented by www.ziyaraat.net/

باشندے کہلاتے تھے جبکہ تیما نواح مدینہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس پیشین گوئی میں انصار مدینہ کی طرف سے مہاجرین مکہ کی نصرت و حمایت کا تذکرہ ہے جو کفار مکہ کے ظلم و ستم سے مجبور ہو کر مدینہ منورہ ہجرت کرکے آئے۔ لہٰذا حضرت اشعیاؑ کی یہ پیشین گوئی "ہجرت" کی نشان دہی کرتی ہے۔

بخاری شریف کے مطابق حضرت احبار جو ایک ممتاز یہودی عالم کے فرزند تھے۔ دولت ایمانی سے سرفراز ہوئے اور جب ان سے کتب سابقہ میں حضورؐ سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے حضرت اشعیاہ کی پیشین گوئیاں بیان فرمائیں۔

ابو نعیمؒ نے بہ طریق شہر بن حوشب' حضرت کعبؓ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرا باپ تمام لوگوں میں تورات کے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے مجھ سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی۔ جب ان کا وقت رحلت آیا تو مجھے بلا کر کہا۔

میں نے اپنے علم میں کوئی بات تم سے پوشیدہ نہیں رکھی۔ ہاں دو صفحات میں نے چھپا لئے تھے جن میں آنے والے نبیؐ کا تذکرہ تھا۔ ان کی آمد کا وقت قریب آ چکا ہے۔ میں نے تمہیں یہ دو صفحات اس لئے نہیں بتلائے کہ کبھی تم کسی جھوٹے نبی کے پیچھے نہ لگ جاؤ میں نے یہ صفحات طاقچے میں رکھ کر اوپر لپائی کردی ہے۔ تم انہیں ابھی نہ نکالنا۔

کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری بھلائی مقصود ہوئی اور آخری نبیؐ کا ظہور ہو گیا تو تم ان کے پیرو بن جاؤ گے۔ پھر میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ ان کو دفنانے کے بعد مجھے ان دو صفحات کو دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ چنانچہ میں نے انہیں نکال لیا۔ ان میں یہ تحریر درج تھی۔

"محمدؐ رسول اللہ' خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ کی جائے پیدائش مکہ اور جائے ہجرت مدینہ ہے آپ نہ بدمزاج ہیں اور نہ بدخلق' نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں۔ وہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔ ان کی امت بہت زیادہ حملہ کرنے والی ہو گی۔ وہ لوگ ایسے ہوں گے کہ ہر حالت میں اللہ کی حمد کریں گے۔ ان کی زبانیں حمد و سپاس میں سرگرم' وہ دشمنان دین کے مقابلے میں اپنے نبیؐ کی مدد کریں گے۔ اپنی شرمگاہوں کو دھوئیں گے اور اپنی کمر کے درمیان تہبند باندھیں گے۔ خدا کی کتاب ان کے سینوں میں ہو گی اور وہ آپس میں ایک دوسرے پر اس طرح رحم کریں گے جیسے ایک ماں کی اولاد میں محبت ہوتی ہے۔ وہ لوگ قیامت کے دن تمام لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔"

کعب احبار کا کہنا ہے کہ ان صفحات کے مطالعے کے کچھ عرصے بعد مجھے خبر ملی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو گئے۔ میں نے تاخیر کی تاکہ اچھی طرح ثبوت مل جائے پھر آپؐ کا وصال ہوا اور آپؐ کے خلیفہ متعین ہوئے اور ان کا لشکر ہم تک پہنچا۔ میں نے دل میں عہد کیا کہ میں اس دین میں اس وقت تک داخل نہ ہوں گا جب تک ان لوگوں کی سیرت نہ دیکھ لوں۔ اسی طرح میں تاخیر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ

حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ عامل ہماری طرف آئے اور میں نے ان کے اندر وفائے عہد اور جملہ علامات دیکھیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی امت اور وہی لوگ ہیں جن کا میں انتظار کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے ایک رات میں نے اپنے مکان کی چھت پر کسی کو یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے سنا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْھًا☆ (النساء ۴۷)

اے کتاب والو! مان لو اس کتاب (قرآن) کو جو ہم نے اب نازل کی ہے اور جو کتاب کی تائید و تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھی۔ اس پر ایمان لے آؤ قبل اس کے کہ ہم چہرے بگاڑ کر پیچھے پھیر دیں۔

میں ان آیات کو سن کر اس قدر ڈرا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ صبح ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ میرا چہرہ گدی کے بل پھیر دے گا چنانچہ صبح ہوتے ہی اسلام لانے کے لئے مسلمانوں کی جانب لپکا۔ (خصائص کبریٰ جلد۱ ص۴۷)

اسی روایت کو ابن عساکر نے بہ طریق مسیب بن رافع اور دوسرے بہت سے اصحابؓ سے نقل کیا ہے۔

حضرت اشعیاء علیہ السلام کی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے۔

"آل قیدار کی محلات سے جنگلوں اور شہروں کو بھر دیں گے۔ وہ تسبیح کریں گے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اذانیں دیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی بیان کریں گے اور بحر و بر اور ہر خشکی و تری میں خدا کی پاکی اور اس کی تسبیح پھیلا دیں گے اور زمین کے آخری کنارہ سے غلغلہ تکبیر بلند کرتے تیزی کے ساتھ آئیں گے اور اپنے پاؤں کو ماریں گے جس طرح گل کاری کرنے والا مٹی کو پاؤں سے گوندھتا اور کوٹتا ہے۔ (مدارج النبوت جلد۱ ص۲۰۰)

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ محبت کے ساتھ آئیں گے اور ان کا تیزی کے ساتھ آنا' حج کے لئے بسرعت کے ساتھ آنا' آواز بلند کرنا' تلبیہ یعنی لبیک کہتے ہوئے آنا اور طواف میں رمل یعنی اکڑ کر چلنا مراد ہے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ آل قیدار سے مراد اہل عرب ہیں اس لئے کہ باجماع حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پوتے کا نام قیدار ہے۔ (مدارج النبوت جلد۱ ص۲۰۰)

ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اشعیاہ کی کتاب میں مکہ مکرمہ' خانہ کعبہ اور حجر اسود کا بھی ذکر ہے کہ وہ حجر اسود کا استیلام یعنی بوسہ دیں گے۔ حضرت اشعیاہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"آگاہ رہو میں صیہون یعنی مکہ مکرمہ میں اپنا گھر (بیت اللہ) بنانے والا ہوں جس کے گوشہ میں حجر اسود ہے اور اسے عظمت و کرامت دی گئی ہے اسے بوسہ دیا جائے گا۔" اور اللہ نے مکہ مکرمہ سے ارشاد فرمایا۔

"اے عاقر (یعنی بانجھ) تو خوش ہو اور تسبیح کے ساتھ گویائی کر کہ تیرے اہل (یعنی ماننے والے) میرے اہل سے زیادہ ہوں گے۔ اپنے اہل سے مراد' اہل بیت مقدس بنی اسرائیل لیا ہو گا اور مکہ کے حج و عمرہ کرنے

Presented by www.ziyaraat.net/

والے ان سے زیادہ ہوں گے اور یہ کہ حق تعالیٰ نے مکہ کو "عاقر" یعنی بانجھ سے تشبیہ دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اسماعیلؑ سے پہلے یہاں کوئی آبادی نہ تھی اور نہ وہاں کوئی کتاب ہی نازل ہوئی بخلاف بیت المقدس کے وہاں بکثرت انبیاء علیہم السلام ہوئے اور وہ مہبط وحی رہا۔ نیز کتاب اشعیاہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے فرمایا:

"قسم ہے مجھے اپنی ذات کی کہ جیسا کہ مجھے قسم تھی حضرت نوحؑ کے زمانہ میں کہ میں نے اہل زمین کو طوفان سے غرق کیا۔ اسی طرح اب تیرے لئے مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ میں تجھ سے کبھی ناراض نہ ہوں گا اور نہ کبھی تجھے چھوڑوں گا۔ جب تک کہ تمام پہاڑ اپنی جگہ سے نہ جائیں اور اس کے قلعے پست نہ ہو جائیں اس وقت تک اپنی نعمتیں تجھ سے زائل نہ کروں گا۔ خدا کی عظمت و توقیر تجھ پر ہے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے ظہور کی بشارت ہے۔ (مدارج النبوت جلد ا ص ۲۰۱)

بشارت حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند تھے جن کی اولاد آگے چل کر بنی اسرائیل کہلائی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ضرب المثل تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے اگرچہ اور بھی کئی بیٹے تھے لیکن انہیں سب سے زیادہ محبت حضرت یوسفؑ سے تھی۔ وہ انہیں کسی وقت بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔ بھائیوں نے جب دیکھا کہ باپ کا پیار یوسفؑ سے بہت بڑھ رہا ہے تو وہ حضرت یوسفؑ کو سیر کے بہانے لے گئے اور پہلے سے طے شدہ سازش پر عمل کرتے ہوئے انہیں ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا۔ رات کو روتے ہوئے گھر واپس آ گئے۔ اور باپ سے کہا کہ ہم آپس میں دوڑ لگا رہے تھے۔ یوسفؑ سامان کی حفاظت کر رہے تھے کہ ایک بھیڑیا آیا اور انہیں اٹھا کر لے گیا۔ تلاش کے بعد یوسفؑ کا خون آلود کرتا ہمیں ملا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے سوائے صبر کے چارہ ہی کیا تھا۔ بیٹے کے فراق میں روتے اور اللہ سے ان کی عافیت کی دعائیں مانگنے لگے۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام نے "چاہ کنعان" میں ذکر خداوندی شروع کیا۔ مدارج النبوت میں لکھا ہے:

"حضرت یوسف علیہ السلام نے "چاہ کنعان" میں بعض غیبی احوال کا مشاہدہ کیا جنت، دوزخ، حور، عرش اور ملائکہ کو دیکھا۔ عرش کے اردگرد ماحول کا جائزہ لیا۔ ملائکہ کو مشغول استغفار پایا۔ عرش پر ہر طرف نام محمدؐ لکھا پایا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا۔ بتایا گیا کہ آپؐ ہی نبی رحمت اور شفیع امت ہیں۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے نجات کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر نبیؐ کی برکت سے کنویں میں ایسا درخت پیدا کیا جس کی شاخیں کناروں کو چھو رہی تھیں ان میں پکے ہوئے میوے تھے جنہیں یوسف علیہ السلام نے کھایا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس کنویں سے نکالنے کا انتظام بھی فرمایا۔ مصر کی حکمرانی بھی دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن سے ان کے باپ کی بینائی بھی ٹھیک ہو گئی۔ یعقوب علیہ السلام کو اپنا گم گشتہ یوسفؑ بھی مل گیا۔

بشارت حضرت الیسعؑ

انبیاء آل اسرائیل میں حضرت الیسع علیہ السلام جنہیں "سعیاہ" کہا جاتا ہے ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ الۡیَسَعَ وَ یُوۡنُسَ وَ لُوۡطًا ؕ وَ کُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (الانعام ۸۶)

یعنی اور اسماعیل کو اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر۔

دیگر انبیاء کی طرح حضرت الیسع علیہ السلام نے پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی۔

"سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس آئے گی۔ اونٹنیاں کثرت سے تجھے آ کر چھپا لیں گی۔ مدیان اور عیفہ کے اونٹ وہ سب جو سبا کے ہیں آویں گے وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خدا کی بشارت سنائیں گے (خدا کی حمد کا اعلان کریں گے)

ہے اور میں جسے چاہوں اور جو چاہوں عطا کر دوں۔ میں ہی فضل عظیم والا ہوں۔ (شواہد النبوت ص ۶۰)

حضرت الیسع علیہ السلام کی یہ پیشین گوئیاں بالکل واضح ہیں۔ حضرت اشعیاہ علیہ السلام نے بھی ایسی ایک پیشین گوئی کی تھی جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ سرزمین شام پر مسلمانوں نے فتح و حکمرانی کے جھنڈے گاڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ آپؐ رحیم و کریم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک سے شفقت و ہمدردی سے پیش آتے۔ یتیموں، بیواؤں اور مساکین کی تکالیف پر غمگین ہو جاتے۔ بقول باسورتھ اسمتھ۔

"پیغمبر کی توجہ خصوصی کے مرکز غلاموں کی طرح یتیم بھی رہے۔ وہ خود بھی یتیم رہ چکے تھے اس لئے دل سے چاہتے تھے جو حسن سلوک ان کے ساتھ خدا نے کیا ہے وہی دوسروں کے ساتھ رکھیں۔" (محمد اینڈ محمڈنزم ص ۲۵۱)

Presented by www.ziyaraat.net/

ایک اور مستشرق ڈاکٹر رابرٹس لکھتے ہیں۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یتیموں کے باب میں اپنی خاص توجہ مبذول رکھی۔ یتیموں کے حقوق کا بکثرت ذکر ان سے بدسلوکی کرنے والوں اور ان کے حقوق غصب کرنے والوں کے خلاف سخت سے سخت وعیدیں سیرت محمدی کے اس پہلو کو ظاہر کرتی ہیں جس پر مسلمان مصنفین کو بجا طور پر ناز ہے۔" (سوشل لاز آف دی قرآن ص۴۰)

ایک فرانسیسی دانشور پروفیسر سیڈیو اعتراف کرتے ہیں۔

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکر خدا کرنے والے، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔ میں قریب و بعید آپؐ کے نزدیک برابر تھا۔ مساکین سے محبت فرمایا کرتے۔ غرباء میں رہ کر خوش ہوتے۔ کسی غریب کو اس کی تنگدستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے۔ کسی شخص سے خود علیٰحدہ نہ ہوتے جب تک کہ وہی نہ چلا جائے صحابہؓ سے کمال محبت فرمایا کرتے۔ اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے۔ اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے۔ دشمن اور دوست سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے۔

حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی پہلی پیشین گوئی کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

"میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی بخشوں گا۔" اس کو بزرگی بخشنے کا یہی مطلب ہے کہ تمام دنیا میں اس گھر کا بول بالا رہے گا۔ اس کی بزرگی کا یہ عالم ہے کہ آج تک فاتح اقوام نے اس کو فتح نہیں کیا۔ اس کی عظمت و بزرگی کا یہ عالم ہے کہ تمام دنیا کے عبادت خانہ پر اتنا اجتماع نہیں ہوتا جتنا کہ بیت اللہ میں حج کے ایام میں ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں اس کی بزرگی، عظمت اور شان و شوکت کا برملا اظہار کرتی ہیں۔ یروشلم یا بیت المقدس پر ہرگز ہرگز یہ الفاظ صادق نہیں آتے کیونکہ یسعیاہؑ (الیسعؑ) سے لے کر آج تک اسے جلال نہیں بخشا گیا بلکہ یروشلم بارہا مرتبہ برباد ہوا۔ اسے آگ لگائی گئی۔ پس حقیقت یہی ہے کہ شوکت کا گھر خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ ہی ہے۔

اور یوں اس پیشین گوئی کا ایک ایک حرف پیغمبر آخرت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق آتا ہے۔

بشارت حضرت ملاکیؑ

حضرت ملاکی علیہ السلام جو آل اسرائیل میں مبعوث ہوئے انہوں نے بھی ہادیٔ اعظم آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت ان الفاظ میں سنائی۔

"وہ خداوند جس کی تم تلاش میں ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل (خانہ کعبہ) میں ناگہاں آئے گا۔

دیکھو وہ یقیناً آئے گا۔

رب الافواج فرماتا ہے لیکن اس کے آنے کے دن میں کون ٹھہر سکے گا اور وہ جب نمودار ہو گا کون کھڑا رہے گا۔

ملاکی نبیؑ کی اس پیشین گوئی میں فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ اچانک مکہ مکرمہ کے قریب جا پہنچے۔ آپؐ نے مکہ میں داخل ہونے سے قبل لشکر اسلام کے سالاروں کو ہدایت کر دی کہ بجز ایسے اشخاص کے جو مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے آئیں کسی پر ہتھیار نہ چلایا جائے۔ کسی کو پریشان نہ کیا جائے اور نہ کسی کو لوٹا جائے۔

نہایت تیزی اور مستعدی سے لشکر اسلام دشوار گزار پہاڑی راستوں سے ہوتا ہوا مکہ مکرمہ تک پہنچا تھا۔ دوسرے روز لشکر اسلام موج در موج مکہ کی طرف بڑھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ابو سفیان کو ایک ٹیلے پر کھڑا کر دیا جائے تاکہ وہ خدا کی فوجوں کا نظارہ کریں۔ لشکر میں شامل مختلف قبائل اپنے جھنڈے لہراتے اور اپنے رجز پڑھتے اپنی اپنی باری پر یکے بعد دیگرے گزرتے رہے اور اس طرح خدا کے سپاہیوں کا یہ سیل بے پناہ ابو سفیان اور ان کے ساتھ مشرکین قریش کے احساس برتری اور فخر و نسب کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا۔ لشکر اسلام کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا اور یوں مکہ فتح ہو گیا۔ اہلیان مکہ جوق در جوق پرچم اسلام تلے جمع ہونے لگے۔ خانہ کعبہ کو تین سو ساٹھ بتوں سے پاک کرکے اس کی بزرگی، طہارت اور مرکزیت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحال کیا۔ اور کعبہ شریف آخری اور حتمی طور پر خدائے واحد کی عبادت و اطاعت کے لئے وقف کر دیا گیا۔

بشارت حضرت شعیبؑ

حضرت شعیب علیہ السلام بڑے برگزیدہ نبی تھے۔ آل اسرائیل میں آپ بلند مقام رکھتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت شعیب علیہ السلام جس قوم میں مبعوث ہوئے وہ ساری کی ساری گناہوں اور بداعمالیوں میں گھری ہوئی تھی۔ خدائے واحد کی بجائے بتوں کی عبادت کرتے، خرید و فروخت میں پورا لینا اور کم تولنا ان کا عام پیشہ تھا۔ وہ چوریاں کرتے اور ڈاکہ ڈالتے۔ ان کی صرف ایک ہی خواہش تھی وہ یہ کہ کسی نہ کسی طریقے سے دولت جمع کی جائے۔

حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے آپ نے ہر طریق سے قوم کو سمجھانے کی کوشش کی اپنی

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ خدائے واحد کی پرستش کرو اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں خرید و فروخت میں ناپ تول کو پورا رکھو ملاوٹ سے باز آ جاؤ۔ اگر تم اپنی کامیابی چاہتے ہو تو تمام برے کاموں سے باز آ جاؤ۔ مگر ان لوگوں پر شعیب علیہ السلام کے واعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ انہوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی جب قوم کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔ زلزلہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آگ کی بارش برسائی اور یوں نافرمان لوگوں سے زمین پاک ہو گئی۔ حضرت شعیب اور ان کے چند پیروکار اس عذاب سے بچے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو پیغمبر آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت سنائی۔ آپ کے کلام میں ہے۔

"میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہو گئی۔ ان میں سے ایک خچر سوار تھا اور دوسرا شتر سوار۔ خچر سوار ماہتاب و آفتاب کے حسن کا مالک تھا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جبکہ شتر سوار آفتاب و ماہتاب کے حسن کو شرما رہا تھا یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔" (معارج النبوت ص۳۷)

حضرت شعیب علیہ السلام کے کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں لکھا ہے:

"اے قوم میں نے ایک صورت انوار اونٹ پر سوار دیکھی ہے جو اپنی ضوفشانی میں چاند سے مشابہ تھی۔" (شواہد النبوت ۳۱)

بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمال مطلق کے محبوبؐ ہیں۔

نازاں ہے جس پر حسن وہ حسن رسولؐ ہے
یہ کہکشاں تو آپؐ کے قدموں کی دھول ہے

بشارت حضرت موسیٰؑ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی۔ انہوں نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا۔

"خداوند' تیرا خدا تیرے لئے' تیرے ہی درمیان سے' یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کو سننا یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہو گا جو تو نے مجمع کے دن خداوند اپنے خدا سے حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ہی ایسی بڑی آگ کا نظارہ ہو تاکہ میں مرجاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور پھر اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا

اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو اس کا حساب اس سے لوں گا۔ (خروج باب۲۰ آیت۱۸)

یہ تورات کی صریح پیشین گوئی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور پر صادق نہیں آتی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ جیساکہ بشارات میں مذکور ہے اور یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے ایک نبی کی آمد کے منتظر چلے آتے تھے۔ اس بشارت میں موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا رہے ہیں کہ "میں تیرے لئے تیرے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔" ظاہر ہے کہ ایک قوم کے بھائیوں سے مراد خود اسی قوم کا کوئی قبیلہ یاخاندان نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی دوسری ایسی قوم ہی ہو سکتی ہے جس کے ساتھ اس کا قریبی نسلی رشتہ ہو اگر مراد خود بنی اسرائیل میں سے کسی نبی کی آمد ہوتی تو الفاظ یہ ہوتے کہ میں تمہارے لئے خود تم ہی میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔ لہٰذا بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد لامحالہ بنی اسماعیل ہی ہو سکتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی بنا پر ان کے نسبی رشتہ دار ہیں۔ مزید براں اس پیشین گوئی کا مصداق بنی اسرائیل کا کوئی نبی اس وجہ سے بھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی ایک نبی نہیں بہت سارے نبی آئے جن کے ذکر سے بائبل بھری پڑی ہے۔

دوسری بات اس بشارت میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جو نبی برپا کیا جائے گا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مانند ہو گا' اس سے مراد ظاہر ہے کہ شکل صورت یا حالات زندگی میں مشابہ ہونا تو نہیں ہے کیونکہ اس لحاظ سے کوئی بھی فرد کسی دوسرے فرد کی مانند نہیں ہوا کرتا۔ اس سے مراد محض وصف نبوت میں مماثلت بھی نہیں ہے کیونکہ یہ وصف ان تمام انبیاء میں مشترک ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے اس لئے کسی ایک نبی کی یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی کہ وہ اس وصف میں ان کی مانند ہو پس ان دونوں پہلوؤں سے مشابہت کے خارج از بحث ہو جانے کے بعد کوئی اور وجہ مماثلت' جس کی بنا پر آنے والے ایک نبی کی تخصیص قابل فہم ہو' اس کے سوا نہیں ہو سکتی کہ وہ نبی ایک مستقل شریعت لانے کے اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہو اور یہ خصوصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی کیونکہ آپ سے پہلے بنی اسرائیل میں جو نبی بھی آئے وہ شریعت موسوی کے پیرو تھے ان میں سے کوئی بھی ایک مستقل شریعت لے کر نہ آیا۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دو صحیفے زبور اور انجیل نازل ہوئے لیکن شریعت موسوی قائم رہی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اسے قائم رکھا اور اعلان کیا۔

"میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ (متی باب۵ آیت۱۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یوں بھی صادق آتی ہے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ "یہ تیری (یعنی بنی اسرائیل کی) اس درخواست کے مطابق ہو گا جو تو نے خداوند' اپنے

Presented by www.ziyaraat.net/

خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو اپنے خدا کی آواز سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو' تاکہ میں مر جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔"

اس عبارت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واضح طور پر فرمایا کہ اس پیغمبر کا وصف یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالے گا قرآن پاک اس کی تصدیق یوں کرتا ہے۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ☆ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ☆ (النجم ۳-۴)

اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو انہیں خدا کی طرف سے کہا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا پیشین گوئی میں لفظ "حورب" سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلی مرتبہ احکام شریعت دیئے گئے تھے اور بنی اسرائیل کی جس درخواست کا اس میں ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ اگر کوئی شریعت ہم کو دی جائے تو ان خوفناک حالات میں نہ دی جائے جو "حورب" پہاڑ کے دامن میں شریعت دیتے وقت پیدا کئے گئے تھے اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری یہ درخواست منظور کر لی ہے اس کا ارشاد ہے کہ میں ان کے لئے ایک ایسا نبی برپا کروں گا جس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا یعنی آئندہ شریعت دیتے وقت وہ خوفناک حالات پیدا نہ کئے جائیں گے جو "حورب" پہاڑ کے دامن میں پیدا کئے گئے تھے بلکہ اب جو نبی اس منصب پر مامور کیا جائے گا اس کے منہ میں بس اللہ کا کلام ڈال دیا جائے گا اور وہ اسے خلق خدا کو سنائے گا اس تصریح پر غور کرنے کے بعد کیا اس امر میں کسی شبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اس کا مصداق کوئی اور نہیں ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مستقل شریعت صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو دی گئی۔ اس کے عطا کرنے کے وقت کوئی ایسا مجمع نہیں ہوا جیسا حورب پہاڑ کے دامن میں بنی اسرائیل کا ہوا تھا اور کسی وقت بھی احکام شریعت دینے کے موقع پر وہ حالات نہیں پیدا کئے گئے جو وہاں پیدا کئے گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بمثل موسیٰؑ ہونے کی گواہی خود قرآن دے رہا ہے۔ کیونکہ پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں کہ "موعود' بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے مبعوث ہو گا۔ بنی اسرائیل کے بھائی بنو اسماعیلؑ تھے اس لئے بشارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ پیغمبر' نسل اسماعیلؑ سے ہوں گے۔ قرآن میں مذکور ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ☆

اے لوگو! بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک عظیم الشان رسول (محمد مصطفےٰؐ) بھیجے ہیں جو تم پر گواہی دینے والے ہیں جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک پیغمبر بھیجا تھا۔ (المزمل ۱۵)

قرآن پاک مزید وضاحت یوں کر رہا ہے۔

يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ

"جس پیغمبر کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔" (الاعراف ۱۵۷)

مسلمان قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد مانتے ہیں اور اسی بات پر امت کا اجماع ہے خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا کنانہ کو اولاد اسمٰعیلؑ سے
اور چن لیا قریش کو کنانہ سے
اور چن لیا قریش سے بنی ہاشم کو
اور چن لیا مجھؐ کو بنی ہاشم سے"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کے الفاظ کے مطابق چند خصوصیات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑی مماثلت رکھتے ہیں کچھ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ دونوں میں جو مماثلت تھی وہ یہ ہے کہ

(۱) اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ان کے دشمن سے نجات دلائی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکم نہ مانا وہ اپنے ساتھیوں سمیت غرق ہوا۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین جنہوں نے آپؐ کے نافرمانی کی اور آپؐ کے خلاف فوج کشی کی وہ ان لڑائیوں میں مارے گئے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو ہجرت کرنا پڑی۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ضخیم ضابطہ حیات تورات کی صورت میں ملا۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایک مکمل ضابطہ حیات قرآن کی شکل میں عطا ہوا۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی جہاد کرنا پڑا۔

(۵) دونوں نے نکاح کئے' دونوں کے ہاں اولاد ہوئی۔

اور سب سے بڑی مماثلت یہ کہ دونوں ہی خدا سے ہمکلام ہوئے۔ ایک کوہ طور اور دوسرے عرش عظیم پر۔ پس اس سے ثابت ہے کہ اور کوئی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔

کتب تاریخ و سیرت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے بڑی وضاحت سے باخبر کر دیا تھا۔

طبرانی نے ابو امامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب معد بن عدنان کی اولاد میں چالیس آدمی ہو گئے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور

Presented by www.ziyaraat.net/

انہیں لوٹ لیا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بد دعا دی۔

اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! انہیں بد دعا نہ دو کیونکہ ان میں نبی امی ظاہر ہوں گے اور ان ہی کی اولاد وہ امت ہو گی جو اللہ کے دیئے ہوئے تھوڑے رزق سے پر خوش ہو گی اور اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل پر رضامند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں لا الہ الا اللہ کہنے پر جنت میں بھیج دے گا۔ اس امت کے نبی محمدؐ بن عبداللہ ہوں گے جو انتہائی متواضع ہوں گے ان کی خاموشی عقلمندی کی بنا پر ہو گی۔ دانائی کی باتیں فرمائیں گے اور بردبار ہوں گے۔ میں ان کو قریش کی بہترین نسل سے پیدا کروں گا وہ سراپا خیر ہی خیر ہوں گے۔ اور ان کی امت بھی خیر کے کاموں کی جانب لپکے گی۔ (خصائص کبریٰ جلد۱ ص۳۰)

ابو نعیمؒ، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی اور آپ نے اس کی تلاوت کی تو اس میں اس امت مرحومہ کا ذکر دیکھ کر کہنے لگے۔"

"اے پروردگار! میں تورات میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو سب سے آخر میں ہو گی اور فضل و شرف میں سب پر سبقت لے جائے گی تو اسے میری امت بنا دے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "یہ لوگ احمدؐ کی امت ہیں۔"

موسیٰ علیہ السلام بولے: پروردگار! تورات میں ایک ایسی امت کا تذکرہ ہے جو خدا کو پکاریں گے اور ان کی دعائیں قبول ہوں گی ان لوگوں کو میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یہ تو احمدؐ کی امت ہے۔"

موسیٰ علیہ السلام بولے: پروردگار! تورات میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جن کی انجیلیں (قرآن) ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی اور وہ انہیں زبانی تلاوت کریں گے۔ ان لوگوں کو میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تو احمدؐ کی امت ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام بولے: پروردگار! تورات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے لئے مال غنیمت حلال ہے انہیں میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تو احمد کی امت ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام بولے: پروردگار! تورات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اپنے ہی رشتہ داروں کو خیرات دیں گے اور اس پر انہیں اجر دیا جائے گا۔ ان لوگوں کو میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تو احمدؐ کی امت ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام بولے: پروردگار! کتاب میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اگر صرف نیکی کا ارادہ کریں گے مگر

اسے انجام نہ دیں گے تو بھی انہیں ایک نیکی کا بدلہ دیا جائے اور اگر وہ نیکی کر لیں تو انہیں دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ انہی لوگوں کو میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تو احمدؐ کی امت ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام بولے: پروردگار! کتاب میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے کہ اگر وہ صرف برائی کا ارادہ کریں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے تو ان کی یہ برائی نہیں لکھی جائے گی اور اگر وہ برائی کریں گے تو ایک ہی برائی لکھی جائے گی پروردگار ان لوگوں کو میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تو احمدؐ کی امت ہے۔

موسیٰ علیہ السلام بولے: اے رب! کتاب میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جنہیں اول و آخر کا علم دیا جائے گا۔ وہ گمراہی کو مٹا دیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ پروردگار! انہیں ہی میری امت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ لوگ بھی احمدؐ کی امت میں ہوں گے۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا:

پروردگار عالم! تو مجھے ہی امت محمدیہ میں بنا دے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو امتیازی خصوصیات عطا فرمائیں اور فرمایا:

"اے موسیٰؑ! میں نے تمہیں اپنے پیغام (رسالت) اور اپنے کلام کے ساتھ برگزیدہ فرمایا۔ تو جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا ہے لے لو اور شکر گزار بن جاؤ۔"

اس ارشاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی اے رب! میں راضی ہو گیا۔

(مدارج النبوت جلد اول ص۱۸۷)

بشارت حضرت دانیالؑ

حضرت دانیال علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے ۵۸۶ قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کرکے اسے تباہ و برباد کر دیا اور سینکڑوں یہودیوں کو بڑی بے رحمی سے تہ تیغ کیا جو قتل سے بچے انہیں قید کرکے لے گیا اور بابل میں اسیر رکھا۔ قیدیوں میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی شامل تھے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے بھی پیغمبر آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی۔

مورخین کے مطابق بخت نصر نے ایک وحشت ناک خواب دیکھا۔ بیدار ہوا تو بھول گیا۔ پریشانی کے عالم میں اس نے جادوگروں اور کاہنوں کو طلب کیا اور اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ خواب کی تعبیر اس کے بیان کرنے کے بعد ہی ہو سکتی ہے چونکہ خواب اسے بھول چکا تھا اور خوف و رعب کے اثرات ہی

Presented by www.ziyaraat.net/

باقی رہ گئے تھے وہ خواب کی تحقیق اور تعبیر کا خواہش مند تھا۔ اس نے کاہنوں سے کہا:

"میں نے تمہاری تربیت اسی قسم کی مہم کے لئے کی ہے، اب تمہیں تین روز کی مہلت ہے کہ اگر تم نے میرے خواب کی تعبیر بیان کر دی تو ٹھیک ورنہ تم سب کو قتل کر دوں گا۔"

یہ خبر لوگوں میں مشہور ہو گئی۔ دانیال علیہ السلام جو جیل میں مقید تھے انہوں نے داروغہ جیل سے کہا۔ کیا تم میرا تذکرہ بادشاہ کے پاس کر سکتے ہو کیونکہ میں اس کا خواب جانتا ہوں اور اس کی تعبیر سے واقف ہوں۔ داروغہ جیل نے یہ بات بخت نصر کو بتائی اس نے دانیال علیہ السلام کو بلایا۔

حضرت دانیال علیہ السلام بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو دستور کے مطابق سجدہ نہ کیا بخت نصر نے خلوت میں پوچھا کہ آپ نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ انہوں نے کہا۔

"میں صرف خدائے واحد کو سجدہ کرتا ہوں جس نے مجھے علم عطا کیا اس نے مجھے خواب کی تعبیر کا علم اس شرط پر دیا کہ اس کے علاوہ میں کسی اور کو سجدہ نہ کروں اگر میں تجھے سجدہ کرتا تو مجھ سے یہ علم لے لیا جاتا اور میں تمہیں تمہارے خواب کی تعبیر نہ بتا سکتا۔"

"بخت نصر نے کہا: میرے نزدیک کوئی شخص بھی آپ سے زیادہ قابل اعتماد نہیں کیونکہ آپ نے اپنے خدا کے عہد کو پورا کیا اور میرے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو اپنے خدا کے عہد کو پورا کرے۔" پھر اس نے پوچھا کہ آپ میرے خواب اور اس کی تعبیر کو جانتے ہیں؟

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا! ہاں، تو نے ایک بڑا بت دیکھا ہے جس کے اوپر کا حصہ سونے کا، درمیانی حصہ چاندی کا اور سیرین تانبے کے، پنڈلیاں لوہے اور اس کے قدم مٹی کے تھے۔ اسی اثناء میں کہ تم اسے دیکھ رہے تھے اور تمہاری نظر میں وہ بہت خوبصورت اور اچھا دکھائی دے رہا تھا کہ اچانک آسمان سے پتھر گرا اور بت کے سر پر لگا اور اسے ایسا پیس دیا گویا کہ وہ آٹا ہے۔ سونا، چاندی، تانبا، لوہا اور مٹی آپس میں ایسے مل گئے تھے کہ اگر تمام جن و انس بھی اکٹھے ہو جائیں تو انہیں جدا نہیں کر سکتے تھے اور اس کے اجزا اس طرح متفرق ہو گئے تھے کہ اگر ہوا چلتی تو گمان ہوتا کہ کچھ بھی باقی نہ چھوڑتی۔ تم اس پتھر کو دیکھ رہے تھے جو آسمان سے گرا تھا؟ تم نے دیکھا وہ بڑھ رہا ہے۔ وہ بڑا ہوتا جا رہا تھا یہاں تک کہ اس نے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لیا ہے حتیٰ کہ زمین و آسمان اور پتھر کے سوا تمہیں کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ بخت نصر نے کہا آپ نے سچ کہا وہ خواب جو میں نے دیکھا ہے یہی تھا۔ آپ اس کی تعبیر بھی بیان فرمائیں۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا: یہ بت سابقہ امتیں ہیں۔ سونا یہ امت ہے جس میں تم ہو، چاندی وہ امت ہے جو تمہارے بعد ہو گی جس کا بادشاہ تمہارا بیٹا ہو گا تانبا اور لوہا اہل روم اور فارس ہیں اور ٹھیکری اہل یمن ہیں جن کے بادشاہ روم اور فارس کے ہوتے ہیں لیکن وہ پتھر جس کے ذریعہ اس بت کو کوٹا گیا وہ

پیغمبر ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک پیغمبر عرب میں مبعوث فرمائے گا جو تمام ادیان کو باطل کر دے گا اور ساری روئے زمین کو گھیر لے گا۔ (معارج النبوت جلد ۲ ص ۶۵)

کتاب شواہد النبوة میں خواب کی تعبیر یوں ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا: بت مختلف اقوام کا تھا سونا وہ قوم ہے جسے تو جانتا ہے اور چاندی وہ قوم ہے جس کا تیرا بیٹا تیرے بعد بادشاہ بنے گا لیکن تانبے کا اطلاق اہل روم پر ہوتا ہے اور لوہے سے مراد ملک فارس ہے اور مٹی سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اہل روم اور فارس کی ملکہ بنیں گی اور وہ پتھر جس نے سب کو پاش پاش کر دیا وہ دین ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا اور رب العزت عرب سے ایک پیغمبر مبعوث فرمائے گا جو تمام ادیان کو منسوخ کر دے گا اور تمام زمین پر قبضہ کر لے گا۔ (شواہد النبوت ص ۴۳)

بشارت حضرت داؤدؑ

تورات کی طرح زبور میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ زبور کے باب ۴۵ میں جو اشارات ملتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔

(۲) تیرے سارے لباس سے عود و عنبر کی خوشبو آتی ہے۔

(۳) بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں۔

(۴) تیرے بیٹے، تیرے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے تو انہیں تمام زمین کے لئے سردار مقرر کرے گا۔

(۵) میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا پس سارے لوگ ابد آلاباد تک تیری ستائش کریں گے۔

ان اشارات میں جس شخصیت کی طرف نشان دہی ہوتی ہے وہ القاب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن ہی میں مل چکے تھے۔ ظاہر ہے جو صادق و امین ہو گا وہ شرارت کا دشمن بھی ہو گا۔

دوسری بات خاص طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ آپؐ کے جسم اطہر سے ہمہ وقت خوشبو نکلتی تھی جس گلی اور کوچے سے گزر جاتے وہاں کی فضا دیر تک معطر رہتی۔

تیسرے اشارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان دو ازواج کا پتہ چلتا ہے جن کا تعلق شاہی خاندان سے تھا۔ یعنی ام المومنین حضرت جویریہؓ اور ام المومنین حضرت صفیہؓ ان کے علاوہ سبط پیغمبر امام حسینؑ کی اہلیہ حضرت شاہ بانو کا تعلق بھی شاہی خاندان سے تھا۔

چوتھا اشارہ ان فتوحات کی طرف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء اور آپؐ کے ماننے والوں

Presented by www.ziyaraat.net/

نے صرف نصف صدی میں حاصل کیں اور دنیائے قدیم کی سیادت اور سرداری حاصل کی۔

پانچواں اشارہ تو اتنا واضح ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت حشر تک رہے گی اور آپؐ کی ستائش کرتی رہے گی۔ اللہ رب العزت اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب۵۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر (خوب) درود اور خوب سلام بھیجا کرو۔

کتاب زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایک اور پیشین گوئی درج ہے جو بالکل واضح ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو تیرے گھر میں بستے ہیں وہ سدا تیری تسبیح کرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کی عزت و قوت تیری وجہ سے ہے تیرے گھر کی راہیں ان کے قلوب میں ہیں وہ بکہ کی وادی میں گزرتے ہیں اس میں ایک کنواں بناتے ہیں۔ (کتاب زبور باب ۸۴)

اس پیشین گوئی میں بکہ اور کنواں دو ایسے واضح الفاظ ہیں جن کی وجہ سے زیر غور شخصیت سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ بکہ مکہ مکرمہ ہی کا نام ہے گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام "چاہ زمزم" ہے۔ خانہ خدا کی راہیں یعنی خانہ کعبہ سے محبت و عقیدت عالم اسلام کے مسلمانوں کے اذہان و قلوب میں موجزن ہے۔ مکہ والوں کی عزت و احترام اور وہاں کا امن و امان صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تھا اور ہے اور یہ سب ہادیء عالم حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صدقے میں ہے۔

زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے۔

اللھم ابعث مقیم السنتہ بعد الفترت

یعنی اے اللہ فترت کے بعد کسی سنت قائم کرنے والے کو مبعوث فرما۔

فترت وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں کسی شریعت کا نفاذ نہ ہو۔ داؤد علیہ السلام کے بعد کوئی پیغمبر جس نے بعد از فترت، شریعت و سنت توریت کو قائم کیا ہو بجز ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں ہوا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سنت تورات کے موافق تھے اور اسے مکمل کرنے والے تھے نہ کہ بعد از فترت اس کے قائم کرنے والے۔ (شواہد النبوت ص۳۲)

زبور میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں تضرع و زاری کے ساتھ مناجات کی کہ:

اے رب! سنت کے ظاہر کرنے والے کو بھیج تاکہ لوگ جان لیں کہ مسیح بشر ہیں۔

یہ خبریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ان

کے حال کے اظہار میں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے خدا! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج تاکہ لوگوں کو معلوم کرائیں اور وہ پڑھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشر ہیں۔ الٰہ یعنی خدا نہیں ہیں۔ گویا حضرت داؤد علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں دعویٰ الوہیت کریں گے۔ (مدارج النبوت جلد ا ص۱۹۶)

حضرت داؤد علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر و بیان کے سلسلے میں مذکور ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے اس نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو راستی و درستی اور کردار و گفتار میں برگزیدہ فرمایا ہے اور انہیں اور ان کی امت کو بزرگی و کرامت عطا فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فیروز مندی عطا فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی امت کو ایسی کرامت مرحمت فرمائی ہے کہ وہ خواب گاہوں میں خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور بلند آواز سے تکبیر کہتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں تیز تلواریں ہیں۔ تاکہ وہ خدا کی طرف سے ان لوگوں سے بدلہ لیں جو خدا کی عبادت نہیں کرتے اور اس زمانے کے بادشاہوں کو مقید کرتے اور ان کے عزت داروں کے گلے میں طوق ڈالتے ہیں۔" (مدارج النبوت جلد ا ص۱۹۶)

کتب سیرت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں استدعا کی "اے اللہ میں جب زبور کی تلاوت کرتا ہوں تو مجھے ایک نور نظر آتا ہے میرا محراب خوشی سے جھومنے لگتا ہے اور میرا قلب و جگر انتہائی راحت محسوس کرتا ہے میرا حجرہ منور ہو جاتا ہے۔ الٰہی وہ نور کیسا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

"یہ نور محمدیؐ ہے میں نے اسی نور کے طفیل، دنیا و آخرت، آدم و حوا، جنت اور دوزخ کو پیدا فرمایا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ سنا تو بلند آواز سے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیا تو پرندوں، جانوروں، کوہ و دشت، صحرا و بیابان سے ایک گونج آئی۔ **صدقت یا داود** اے داؤدؑ آپ نے صحیح کہا۔ اس دن کے بعد جب بھی داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت فرمانے لگتے تو **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھ لیتے۔ (معارج النبوت جلد دوم ص۳۶)

حضرت داؤد علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایک پیشین گوئی یوں فرمائی۔

"وہ مالک ہو گا اور جود و سخا کرے گا۔ دریا سے دریا تک اور نہروں سے زمین کے آخری کنارے تک اور ان کے روبرو اپنے زانوؤں پر اہل جزائر بیٹھیں گے ان کے سب دشمن مٹی کو اپنی زبان سے چاٹیں گے۔ سلاطین زمانہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے اور سر کو زمین پر رکھتے ہوئے حاضر ہوں گے اور ان کی امت کی فرمانبرداری پر وہ عجز و انکسار کریں گے اور گردن جھکانے سے انہیں نجات دے گا۔ وہ نبی غمزدہ اور ستم رسیدہ لوگوں کو اس شخص سے جو اس سے بہت زیادہ قوی ہو گا رہائی عطا فرمائے گا۔ اور ہر کمزور و ناتواں کو جس کا کوئی مددگار نہ ہو وہ مدد فرمائے گا اور ضعیفوں و مساکین پر مہربانی کرے گا اور ان پر

Presented by www.ziyaraat.net/

ہر وقت درود بھیجا جاتا رہے گا اور ان کے لئے ہر وقت دعائیں کی جاتی رہیں گی اور ابد آلاباد تک ہمیشہ ہمیشہ ان کے ذکر کا چرچا رہے گا۔"

یہ پیشین گوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری طرح صادق آتی ہے دن اور رات کا وہ کون سا حصہ ہے جس میں آقائے دو جہاں کے حضور ہدیہ درود و سلام پیش نہ کیا جاتا ہو۔ اس امت میں وہ کون بدنصیب ہے جو حضور رحمتاً للعالمین پر اپنے ماں باپ تک قربان کرنے کی تمنا نہیں رکھتا۔ درود پاک اللہ تعالیٰ کی اپنی محبت کا مظہر جمیل ہے یہ خود اس کا اپنا اور اس کے فرشتوں کا وظیفہ ہے جو عمل اللہ اور اس کے فرشتوں کے ہم زبان ہو کر کیا جائے گا وہ قبول ہو کر رہے گا۔ درود شریف اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہار محبت کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور ہر مومن مسلمان کے لئے وسیلہ نجات ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی پیشین گوئی کہ ان پر ہر وقت درود بھیجا جاتا رہے گا بڑی واضح پیشین گوئی ہے جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کا تعلق ہے تو خالق کائنات نے خود اعلان فرما دیا ہے۔

ورفعنا لک ذکرک

"اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔" یعنی جہاں ہمارا (خدا کا) ذکر کیا جائے گا اس کے ساتھ آپؐ کا ذکر بھی ہوتا رہے گا۔

بشارت حضرت سلیمانؑ

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ان کا عبرانی نام سولومون تھا جو سلیم کا ہم معنی ہے۔ ۹۶۵ قبل مسیح میں حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین ہوئے اور ۹۲۶ قبل مسیح تک تقریباً" چالیس سال فلسطین شرق اردن اور شام کے علاقوں پر آپ حکمران رہے۔ بیت المقدس کی تعمیر آپ ہی نے کرائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سطوت و جلالت کا یہ حال تھا کہ سرکش سے سرکش مخلوق بھی آپ کے اشاروں پر ناچتی تھی۔ آپ کی بادشاہت و حکمرانی صرف انسانوں پر ہی نہ تھی بلکہ حیوانات' جنات' ہواؤں اور پانیوں پر بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے معجزے عطا کر رکھے تھے۔ آپ جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے آپ کا تخت ہوا پر اڑا کرتا تھا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ (النمل ۱۶)

اور سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے (علم اور نبوت میں) وارث ہوئے اور انہوں نے کہا۔ اے لوگو!

ہمیں پرندوں کی بولیاں بھی سکھائی گئیں ہیں اور ہم کو ہر قسم (دین و دنیا کی نعمتیں) عطا فرمائی گئی ہیں۔ بے شک یہ (اللہ تعالیٰ) کا نمایاں فضل ہے۔

قرآن میں مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جن و انس اور پرندوں کے لشکر تابع و مسخر کئے گئے تھے وہ سب اکٹھے کئے گئے تھے اور وہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب وہ وادیٔ نمل کے قریب سے گزرے جس میں چیونٹیاں کثرت سے تھیں۔ یہ جنگل ملک شام کے پاس تھا۔ چیونٹیوں نے آپ کا لشکر دیکھا تو ایک چیونٹی نے کہا۔ "اے چیونٹیو! اپنے اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ' کہیں تم کو سلیمانؑ اور ان کے لشکر والے بے خبری میں کچل نہ ڈالیں۔" جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی بات سنی تو مسکرا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

"اے میرے رب! مجھے اس بات کی توفیق دے کہ تو نے جو انعام اور احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اس کا شکریہ ادا کروں اور یہ کہ میں وہ اچھے کام کروں جو تجھے پسند ہوں اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں داخل فرما جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔" (النمل ۱۷)

قرآن پاک ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو بھی مسخر کر دیا تھا وہ جس رخ پر چاہتے اس رخ پر ہوا چلتی۔ ارشاد باری ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ (ص ۳۶)

تو ہم نے ہوا ان کے بس میں کر دی کہ ان کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں یمن کے علاقے پر ملکہ سبا کی حکومت تھی اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغمبرانہ جاہ و جلال کو دیکھا اور بات بات پر انہیں اپنے رب کے حضور شکر گزاری کے طور پر جھکتے دیکھا تو وہ ایمان لے آئی۔ وہ پکار اٹھی

قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (النمل ۴۴)

الٰہی! میں نے (بت پرستی کر کے) اپنی جان پر ظلم کیا تھا اور اب میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ رب العالمین کی فرمان بردار اور مسلمان ہوئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی اور حلیہ کی نشاندہی فرماتے ہوئے کہا۔

میرا دوست! نورانی گندم گوں' ہزاروں میں سردار' اس کا سر چمکدار'
اس کی زلفیں! مثل کوے کی کالی
اس کی آنکھیں ایسی: جیسے پانی کے کنڈ پر کبوتر' دودھ میں دھلی ہوئی' نگینے کی مانند جڑی ہوئیں۔
اس کے رخسار: ایسے جیسے خس کی ٹٹی پر بیل اور لوح پر رگڑی ہوئی خوشبو

Presented by www.ziyaraat.net/

اس کے ہونٹ : پھولوں کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو مترشح ہے
اس کے ہاتھ : سونے سے ڈھلے ہوئے اور جواہر سے جڑے ہوئے۔
اس کا شکم : جیسے ہاتھی دانت کی تختی' جواہر سے لپٹی ہوئی۔
اس کی پنڈلیاں : جیسے سنگ مرمر کے ستون' سونے کی نیسھکی پر جڑے ہوئے۔
اس کا چہرہ : مانند آفتاب
جوانی : مانند صنوبر
اس کا گلا : نہایت شیریں
اور وہ بالکل محمدیم ہے یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب
اے یروشلم کی بیٹیو !

اس الہامی کلام میں بین السطور صرف ایک شخصیت ہے اور وہ ہیں سرور کشور رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیونکہ اس میں بعض الفاظ سراحت کے ساتھ آپؐ ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت بڑی بھرپور اور جاذب نظر تھی۔ روئے اقدس چودھویں کے چاند سے زیادہ منور و تاباں تھا۔ بال سیاہ چمکدار' پیشانی کشادہ' ابرو خمدار' باریک اور گنجان' آنکھوں کی پتلیاں سیاہ' رخسار مبارک ہموار اور ابھرے ہوئے' دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ اور دندان مبارک باریک اور چمکدار' گردن انتہائی خوبصورت' سینہ ہموار' فراخ اور چوڑا' کلائیاں دراز' ہتھیلیاں فراخ' ہاتھ پاؤں کی انگلیاں مناسبت کے ساتھ لمبی تھیں۔ غرضیکہ بقول حضرت حسانؓ بن ثابت

ما ان مدحت محمدا بمقالتی و لا کن مدحت مقالتی بمحمد

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی ان الفاظ میں بھی فرمائی۔

اثر سلطنته طهره و اسمه احمدا

یعنی مہر نبوت ان کی پشت پر ہو گی اور ان کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو گا۔ (تورات ۔سعیا باب۴۲)

کتب سیرت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لاؤ لشکر سمیت اصطخر سے یمن جا رہے تھے یہ لشکر ہوا میں اڑتا جا رہا تھا کہ مدینہ پاک کی سرزمین کے نزدیک ہو کر گزرا تو فرمانے لگے۔ یہ مقام نبی آخر الزمان کا دار الہجرت ہے۔ وہ بڑا خوش نصیب ہو گا جو آپؐ کی اتباع کرے اور آپؐ پر ایمان لائے گا۔ وادی مدینہ سے گزر کر جب آپ سرزمین مکہ میں پہنچے تو نیچے دیکھا کہ مشرکین مکہ ہزاروں بت خانے آباد کر رہے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس مقام سے خاموشی سے آگے بڑھ گئے تو کعبتہ اللہ بارگاہ رب العزت میں رویا اور عرض کی:

"اے اللہ! یہ تیرے پیغمبر جن کے پاس اولیاء اللہ کا ایک لشکر ہے اور تیرے نیک بندوں کا مجمع ہے۔ وادی مکہ سے گزر گئے اور قدم رنجہ نہیں فرمایا۔ نہ نماز ادا کی نہ تسبیح و ذکر کیا۔ حالانکہ مشرکین اپنے بتوں کی پرستش کر رہے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "اے کعبہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تیری سرزمین کو سجدہ کرنے والوں سے بھر دیا جائے گا اور اپنا آخریں کلام قرآن مجید اسی سرزمین پر نازل کروں گا اور اپنا عظیم اور پیارا نبی اسی شہر میں مبعوث کروں گا۔ وہ نبی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو گا۔ میں ایک جماعت بھیجوں گا جو تعمیر کعبہ میں مصروف ہو جائے گی اور پھر لوگ کعبتہ اللہ کا طواف کریں گے اور زیارت کو آیا کریں گے۔ حتیٰ کہ اس خطہ پاک پر ان بندوں گا اور اس سرزمین سے بتوں کی آلائش اور نجاست کو صاف کر دیا جائے گا۔ اور شیاطین یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ اور مشرکین کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام وادیء مکہ میں آئے اور کعبتہ اللہ میں نماز و قیام فرمایا اور کعبہ کے پاس ہی پانچ ہزار اونٹ' پانچ ہزار گائے اور بیس ہزار دنبے قربان کئے اور اپنے قوم کے معززین کو مخاطب کرکے فرمایا۔

"یہ وہ مقام ہے جہاں نبیؐ عربی پیدا ہوں گے۔ اللہ کی نصرت اور تائید انہیں حاصل ہو گی آپؐ کا حکم اور تازیانہ مخالفین پر نافذ ہو گا۔ آپ کی ہیبت اور شوکت سے مخالف ایک ماہ کی راہ تک دور رہیں گے۔ دور و نزدیک کے لوگ اپنے بیگانے سب حکم حق پر ایمان لائیں گے۔ (معارج النبوت جلد۲ ص۳۶)

بشارت حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی۔ ان کے دور میں یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند پیشین گوئی کی تکمیل کے منتظر تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کا مسیحا ہونے کا دعویٰ کیا تو اہل یہود نے ان سے ایلیا (حضرت الیاسؑ سے متعلق استفسار کرنا شروع کیا۔ کیونکہ ان کے پاس موجود ایک اور پیشین گوئی کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے قبل ایلیا (الیاسؑ) کو اپنی دوسری زندگی میں آنا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا:

"ایلیا البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیا تو آ چکا ہے اور انہوں نے اسے پہچانا نہیں۔" (متی باب۱۷)

اہل یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب سنا تو وہ سمجھے کہ انہوں نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

کہا ہے۔

انجیل یوحنا کے مطابق یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس بھیجے۔ یہ پوچھنے کے لئے کہ وہ کون ہیں؟ تو انہوں نے نہ تو کوئی اقرار کیا اور نہ ہی انکار کیا بلکہ یہ کہا میں مسیح نہیں ہوں۔"

انہوں نے ان سے پوچھا پھر کون ہو؟ "کیا تم ایلیا (الیاس) ہو؟"

انہوں نے کہا میں نہیں ہوں۔ سوال کرنے والوں نے پوچھا؟

کیا تم وہ نبی ہو؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔

پس انہوں نے کہا پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تم اپنے حق میں کیا کہتے ہو۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا۔

"میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو۔" سوال کرنے والے یہودیوں نے کہا۔

اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیا (الیاس) ہے اور نہ ہی وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ (یوحنا باب ۱-۲۵)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے علاوہ ایک اور نبی کے بھی منتظر تھے ظاہر ہے کہ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نہ تھے انہوں نے اپنے تئیں ان تینوں میں سے کوئی ایک ہونے سے انکار کیا۔ بائبل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی بعثت کو حضرت ایلیا (الیاس) کی آمد کا مصداق ٹھہرایا۔ اس لئے اول الذکر دو بزرگ حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارک سے قبل ظاہر ہو چکے تھے۔ یہاں وہ نبی سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی کے ہیں اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند سوائے ہادیء اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی شخصیت ہے ہی نہیں۔

لفظ "وہ نبی" پیغمبر اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ بعض سابقہ کتب آسمانی میں بھی مذکور ہے اور آج مسلمان بھی آپؐ کے لئے آنحضرتؐ کا لفظ استعمال کرتے ہیں جبکہ اہل یورپ "دی پرافٹ" کہتے ہیں۔ تینوں الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں۔ چنانچہ تیسری حقیقت منتظرہ جس کو "وہ نبی" سے تعبیر کیا ہے ذات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کوئی ذات نہ تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے "یردن کے پار بیت عنیاہ" میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی نوید سناتے ہوئے کہا:

"تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ

میں کھولنے کے لائق نہیں۔

انجیل مرقس میں یوں ہے۔ "یوحنا آیا اور بیابان میں بپتسمہ دیتا اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا۔" (مرقس ۱-۴)

اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ (مرقس ۱-۴)

یہ پیشین گوئی بہت ہی واضح ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے عہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہو چکا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آل اسرائیل میں نبوت کی آخری کڑی تھے ان کے بعد صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا۔ "میں جس کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں" کا مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان نبوت کے آفتاب، ہادیان مذہب کے سرتاج اور رہنمایان دین کے رہبر اعظم ہیں۔ آپ پر باب نبوت بند ہوا۔ آپؐ کی شریعت تاحشر قائم و دائم رہے گی۔ آپؐ نوع انسانی کے لئے رحمت تمام بنا کر بھیجے گئے۔

بشارت حضرت عیسیٰؑ

اناجیل اربعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہت سی ایسی پیشین گوئیاں ملتی ہیں جن سے واضح طور پر پیغمبر اول و آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی نوید ملتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی جدائی کی خبر دیتے ہوئے اپنے غمگین حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

(الف) اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے حکموں کو مد نظر رکھو۔

(ب) میں باپ سے دعا کروں گا اور وہ تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔

(ج) روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکی کیونکہ وہ اسے نہیں دیکھتی اور نہ اسے جانتی ہے (مگر تم) اسے پہچانو گے کیونکہ وہ تم میں ہمیشہ رہے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

(۱) میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا۔ میں تمہارے پاس آؤں گا۔

(۲) مگر جب فاقلیط آئے گا جسے میں تمہارے پاس باپ کے پاس سے بھیج دوں گا۔ روح حق جو باپ سے آئے گی وہ میرے شہادت دے گی۔

(۳) تاہم میں تمہیں سچ کہتا ہوں میرا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا۔ اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ (یوحنا کی انجیل ۱۶-۷)

Presented by www.ziyaraat.net/

(۴) جب وہ آئے گا تو دنیا کو گناہ نیکی اور عدالت سے ملزم گردانے گا۔ گناہ سے اس لئے کہ انہوں نے مجھے نہیں مانا۔ صداقت سے اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اور تم مجھے اب نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ دنیا کا سردار آزمایا جائے گا۔ میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو میں تمہیں کہنا چاہتا ہوں مگر تم میں ابھی ان کی برداشت نہیں۔ البتہ جب وہ روح حق آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی طرف رہنمائی کرے گی کیونکہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گی مگر جو کچھ وہ سنے گی وہی کہے گی اور وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی۔ (یوحنا کی انجیل ۱۶-۸)

انجیل یوحنا کی مذکورہ بالا عبارات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک آنے والے کی خبر دے رہے ہیں۔ جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ وہ دنیا کا سردار "سرور عالم" ہو گا۔ ابد تک رہے گا۔ سچائی کی تمام راہیں دکھائے گا اور خود ان کی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی دے گا۔ انجیل یوحنا کی ان عبارتوں میں "روح القدس" اور سچائی کی روح وغیرہ کے الفاظ شامل کرکے مدعا کو خبط کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے مگر اس کے باوجود ان سب عبارتوں کو اگر غور سے پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس آنے والے کی خبر دی گئی ہے وہ کوئی روح نہیں بلکہ کوئی انسان اور خاص شخص ہے جس کی تعلیم عالمگیر، ہمہ گیر اور قیامت تک باقی رہنے والی ہو گی اس خاص شخص کے لئے اردو ترجمے میں "مددگار" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور یوحنا کی اصل انجیل میں یونانی زبان کا جو لفظ استعمال کیا گیا تھا اس کے بارے میں عیسائیوں کو اصرار ہے کہ وہ PARACLETUS تھا مگر اس کے معنی متعین کرنے میں خود عیسائی علماء کو سخت زحمت پیش آئی ہے۔ اصل یونانی زبان میں PARACLETE کے کئی معنی ہیں۔ کسی جگہ کی طرف بلانا، مدد کے لئے پکارنا، تنبیہہ کرنا، ترغیب دینا، التجا کرنا، دعا مانگنا، پھر یہ لفظ ہیلینی مفہوم میں یہ معنی دیتا ہے۔ تسلی دینا، تسکین بخشنا، ہمت افزائی کرنا، بائبل میں اس لفظ کو جہاں جہاں استعمال کیا گیا ہے ان سب مقامات پر اس کے کوئی معنی بھی ٹھیک نہیں بیٹھتے۔ فار قلیط کے معنی احمد ہیں۔ بقول مصنف مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ:

سیل نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ عبرانی لفظ فار قلیط کے معنی احمدؐ ہیں۔

پس عیسائیوں کے اپنے اقرار کے مطابق فار قلیط کے معنی احمدؐ ہیں جن کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے کی بشارت دی تھی۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی صرف محمدؐ ہی نہ تھا بلکہ احمدؐ بھی تھا احادیث سے ثابت ہے کہ احمدؐ بھی آپؐ کا نام تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انا محمد و انا احمد و الحاشر

یعنی میں محمدؐ ہوں، میں احمدؐ ہوں، میں حاشر ہوں۔

اسی مضمون کی روایات حضرت جبیر بن مطعمؓ سے امام مالکؒ، امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ نے نقل کی ہیں۔

قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف ۶)

اور میں بشارت دیتا ہوں ایک رسولؐ کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمدؐ ہے۔

انجیل یوحنا میں فار قلیط (احمدؐ) سے متعلق جتنی نشانیاں بیان ہوئی ہیں وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک سے پوری ہوتی ہیں اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ بشارت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہے۔

میں خدا سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں اور کوئی تسلی دینے والا (فار قلیط) دے گا وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔

مندرجہ بالا پیشین گوئی کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہی کہی گئی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نہ کوئی شریعت آئی اور نہ کوئی نبی مبعوث ہوا، اور جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا سے مراد بھی دراصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت روز محشر تک باقی رہے گی۔ خود خالق کائنات نے اعلان فرمایا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب ۴۰)

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں میں پچھلے ہیں۔

مطلب یہ ہوا کہ آپؐ پر باب نبوت بند ہو گیا اور آپؐ کی شریعت تاقیامت جاری و ساری رہے گی۔ عربی لغت اور محاورے کی رو سے خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی یہ ہیں کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ اس عالم میں سب سے آخر میں متصف ہوئے یعنی آپؐ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میں خلقت میں سب انبیاء سے پہلے اور بعثت میں سب کے آخر میں ہوں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم اپنے خمیر میں تھے۔" (خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۳)

جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں دوبارہ آنے کا تعلق ہے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آپ جب اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ امام کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف بہ حرف صادق آتی ہیں۔

Presented by www.ziyaraat.net/

جس صراحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشخبری دی وہ کسی اور سے منقول نہیں۔ متی کی انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو یہ دعا سکھائی اور انہیں ہدایت کی کہ اسی طور دعا مانگتے رہنا۔

"اے خدا! وہ حکومت آئے اور تیری حکومت کی عملداری اس زمین پر قائم ہو جیسی کہ آسمانوں میں ہے۔" (انجیل متی ۶-۱۰)

انجیل متی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو یہودیوں کے شہروں میں تبلیغ کرنے کے لئے بھیجا تو انہیں ایک نصیحت یہ بھی کی تھی کہ تم جہاں سے بھی گزرو راہ میں یہ اعلان کرتے جانا کہ خدا کی حکومت نزدیک آ رہی ہے متی میں مرقوم ہے۔

"پھر اس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر انہیں یہ طاقت بخشی کہ انہیں تمام شیطانی روحوں پر پورا پورا اختیار ہو اور وہ بیماریوں کا علاج کر سکیں۔" (انجیل متی ۱۰-۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو یہ حکم دے کر روانہ کیا۔

"اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے بیماروں کو اچھا کرنا' مردوں کو جلانا' کوڑھیوں کو پاک صاف کرنا۔" (انجیل متی ۷-۸)

انجیل متی کی ان آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ خوشخبری کسی آئندہ زمانے کے لئے تھی جس کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور ذات سے جو بھی اس وقت موجود تھی نہ تھا۔ اگر ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو اپنے حواریوں کو یہ دعا سکھانے کی کیا ضرورت تھی کہ اے خدایا! وہ حکومت آئے یا حضرت عیسیٰ کے حواری شہر شہر' قریہ قریہ لوگوں کو یہ بتاتے پھریں کہ اللہ کی بادشاہی نزدیک آ رہی ہے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بعد بھی اگر ان کے حواری یہ دعا مانگتے ہیں تو اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہد نبوت نہیں بلکہ ان کے بعد کسی عظیم شخصیت کی آمد کی نشاندہی ہو رہی ہے اور وہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نہ تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئیوں کو نہیں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے مستند خیالات اور ان کی اصل تعلیمات کو جاننے و سمجھنے کا بھی معتبر ذریعہ اناجیل اربعہ نہیں ہیں جن کو مسیحی کلیسا نے معتبر و مستند اناجیل قرار دے رکھا ہے بلکہ اس کا زیادہ معتبر ذریعہ وہ انجیل ہے جسے برنا باس کی انجیل کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ اہل نصاریٰ کے ہاں زیادہ معتبر کتاب نہیں لیکن اگر تمام اناجیل کا مطالعہ کیا جائے تو بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ برناباس جس کا اصل نام (JOSES) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد اور معتبر تھا۔

یہ ذکر پہلے کیا جا چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھا لئے جانے کے بعد اناجیل سینکڑوں کی تعداد میں لکھی گئیں۔ کئی اناجیل ایسی تھیں جن میں آپ کو "اللہ" یا "ابن اللہ" (معاذ اللہ) کہا گیا جبکہ کچھ ایسی بھی تھیں جن میں اس نظریے کی سختی سے تردید کی گئی اور ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدائے جہاں کا نبی بتایا گیا۔ انجیل برناباس کا شمار بھی انہیں کتابوں میں ہوتا ہے۔ تاریخ نظر میں اسی کو تمام انجیلوں کا اصل اور مرجع قرار دیا جاتا ہے۔ عیسائی "انجیل برناباس" کے قائل اس لئے نہیں ہیں کہ اس کے مندرجات سے ان کے عقیدہ تثلیث پر ضرب کاری پڑتی ہے۔ مثلاً:

(۱) اناجیل اربعہ : انجیل متی' انجیل مرقس' انجیل لوقا اور انجیل یوحنا میں تین اقانیم کا ذکر ہے۔ برناباس نے اللہ تعالیٰ کو رب العالمین اور خالق ارض و سموات کہا ہے۔

(۲) اناجیل اربعہ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتی ہیں جبکہ برناباس انہیں خدا کا فرستادہ (نبی) کہتے ہیں اور اسی عقیدے کی وجہ سے انہوں نے انجیل لکھی۔

(۳) اناجیل اربعہ کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے۔ مگر برناباس اس عقیدے کی سختی سے تردید کرتے نظر آتے ہیں۔

یہی وہ حقائق ہیں جن کے سبب پوپ اور کلیسا "انجیل برنا باس" کو صحیح انجیل تسلیم کرنے سے انکار کرتے آئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ کسی مسلمان کی تصنیف ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری برنا باس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ محققین نے تحقیق کے بعد یہ ثابت کر دیا ہے کہ "انجیل برنا باس" کسی مسلمان کی تحریر کردہ نہیں بلکہ اس کے مصنف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری برنا باس خود ہیں۔ سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے بھی پچھتر سال پہلے پوپ گلاسیس اول (GELASIUS) کے زمانے میں بدعقیدہ اور گمراہ کن کتابوں کی جو فہرست مرتب کی گئی تھی اور ایک پاپائی فتوے کے ذریعہ سے جن کا پڑھنا ممنوع کر دیا گیا تھا۔ ان میں انجیل برنا باس بھی شامل تھی۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت کون سا مسلمان تھا جس نے یہ جعلی انجیل تیار کی تھی۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھا لئے جانے کے بعد سینکڑوں اناجیل لکھی گئیں مگر جب ۳۲۵ء میں نیقہ کی کونسل نے چار اناجیل کے علاوہ باقی تمام اناجیل منسوخ کرنے کا اعلان کیا تو اس میں انجیل برنا باس بھی تھی۔ اور عیسائیوں کے پاس اس کا رکھنا جرم ٹھہرایا تو یہ کتاب ایسی غائب ہوئی کہ تمام عیسائی بھی اس سے بالکل بے خبر ہو گئے کیونکہ اس کے مندرجات کی وجہ سے عیسائیت کے عقیدہ تثلیث پر ضرب کاری پڑتی تھی اس لئے اس کی اشاعت عام نہ ہو سکی۔ تاہم یہ زمانے کی دست برد سے محفوظ نقل ہوتی رہی۔ پوپ سکسٹس (۱۵۸۵-۱۵۹۰) کے کتب خانہ میں پوپ کے ایک دوست "فرامرینوہوان" کی اس پر نظر پڑی اور اس نے یہ نسخہ وہاں سے غائب کر لیا اور اس کا ترجمہ اپنی مادری زبان "اطالوی" میں

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

کیا۔ ۱۷۰۹ء میں یہ اطالوی ترجمہ شاہ پروشیا کے ایک درباری جے ایف کریمر کے ہاتھ لگا۔ ۱۷۱۳ء میں کریمر نے یہ نسخہ سافوئے کے ایک شہزادہ ڈیوک یوجین سانوی کی نذر کیا اس نے بادشاہ کو یہ اطالوی نسخہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ انجیل کسی محمدی (مسلمان) کی تالیف اور عربی سے اطالوی زبان میں ترجمہ ہے۔ ۱۷۳۷ء میں پرنس یوجین کا کتبہ خانہ ویانا کی امپریل لائبریری میں منتقل ہو گیا اور یوں "انجیل برنا باس" کا یہ واحد قدیم نسخہ جس کو دنیا میں شہرت اور اعتبار حاصل ہے آج تک آسٹریا کے دارالحکومت ویانا کے شاہی کتب خانے میں موجود ہے اس کا حجم ۲۲۵ دبیر کاغذ کے صفحات پر مشتمل ہے۔

انجیل برنا باس کا ایک اور نسخہ جو اسپینی زبان میں تھا اٹھارویں صدی عیسوی میں ملا جو دو سو اکیس فصلوں اور بائیس ابواب پر مشتمل تھا اور اس کے چار سو بیس صفحات تھے۔ یہ نسخہ شہرہدلی ہمپشائر کے ایک ڈاکٹر بلم سے مشہور متشرق جارج سیل نے اڑایا۔ سیل کے بعد یہ کتاب ڈاکٹر منک ہوس کو ملی جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے کوئنس کالج میں پڑھاتے تھے انہوں نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔ ۱۷۸۴ء میں ڈاکٹر منک نے یہ ترجمہ اصل نسخہ کے ساتھ اپنے ایک دوست پروفیسر ڈاکٹر ہیوٹ کی نذر کیا۔ اٹھارویں صدی کے آغاز میں یورپ میں انجیل برناباس کا شہرہ ہوا اور عرصہ تک اس کے حق اور مخالفت میں بحث چلتی رہی پھر یہ کہ اطالوی نسخہ اور اس کا انگریزی ترجمہ کہیں غائب کر دیا گیا۔ ۱۹۰۷ء میں برطانیہ کے ایک ممتاز دانشور مسٹر ریگ (RAGG) نے اپنی بیوی کی مدد سے انجیل برناباس کے اطالوی نسخے سے انگریزی میں ترجمہ کیا جو آکسفورڈ سے شائع ہوا اسے بھی غائب کر دیا گیا۔ ۱۹۰۸ء میں مصر کے ایک عرب عیسائی ڈاکٹر خلیل بک سعادت نے اس کو عربی زبان میں منتقل کیا اسے محمد انشاء مالک و مدیر اخبار وطن نے شائع کیا۔ ۱۹۱۶ء اور ۱۹۶۳ء میں اس کے مزید دو ایڈیشن منظر عام پر آئے۔ ۱۹۷۳ء میں مسٹر ریگ کے انگریزی ترجمہ کو "قرآن کونسل آف پاکستان" نے شائع کیا۔ جبکہ اس کا ترجمہ آسی ضیائی صاحب نے کیا اور جسے ۱۹۷۴ء میں اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور نے شائع کیا۔ اس کا انگریزی ترجمہ عائشہ بھوانی ٹرسٹ کراچی نے ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور یوں انجیل برنا باس کا یہ نسخہ زمانے کی دست برد سے محفوظ منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا۔ باوجود یہ کہ اس میں بھی بعض بنیادی قسم کی غلطیاں ہیں تاہم یہ نسبتاً" صحیح نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ نیز چونکہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی تصدیق واشگاف الفاظ میں ہوتی ہے اس لئے اس میں درج پیشین گوئیاں زیادہ وزنی ہیں۔ اہل نصاریٰ جس وجہ سے انجیل برنا باس کے مخالف ہیں وہ دراصل یہ نہیں ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جابجا واضح الفاظ میں بشارتیں موجود ہیں کیونکہ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے بہت پہلے اس انجیل کو رد کر چکے تھے ان کی مخالفت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ برنا باس نے اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "ابن اللہ" کی بجائے خدا کے نبی کی حیثیت سے پیش کیا۔ انہوں نے انبیاء ماسبق کی تعلیمات

کی اس کتاب میں تصدیق کی عیسائیت کے اس عقیدہ پر بھی کاری ضرب لگائی۔ جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بجائے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ کہا گیا۔ ساتھ ہی عیسائیوں کے اس نظریہ کی بھی مخالفت کی کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی نہیں۔ برنا باس نے اس پولوسی عقیدے کی بھی واضح تردید کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا اور انہوں نے صلیب پر جان دی۔

سینٹ برنا باس نے اپنی انجیل میں ہادیء اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو پیشین گوئیاں لکھی ہیں ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے کہیں رسول اللہ کہتے ہیں کہیں آپؐ کے لئے "مسیح" کا لفظ استعمال کرتے ہیں کہیں قابل تعریف کہتے ہیں ان ساری بشارتوں میں سے چند درج ذیل ہیں۔

سینٹ برنا باس کے بیان کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام کو تیس سال کی عمر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ نبوت کی ادائیگی کا حکم سنایا چنانچہ آپ نے تبلیغ دین کے لئے جو پہلا خطبہ بیت المقدس میں ارشاد فرمایا اس میں افضل الانبیاءؐ کی آمد کی طرف یوں اشارہ کیا۔

"پاک ہے نام اللہ قدوس کا جس نے تمام رسولوں اور نبیوں کا نور پیدا کیا۔ سب چیزوں سے قبل تاکہ اسے دنیا کے چھٹکارے کے لئے بھیجے جیسا کہ اس نے اپنے بندے داؤدؑ کے ذریعے یہ کہتے ہوئے کلام کیا ہے کہ میں نے پاک روحوں کی روشنی میں صبح کے ستارے سے قبل تجھ کو پیدا کیا۔ (انجیل برنا باس ۱۲-۷)

مبشرات عیسیٰؑ انجیل برنا باس کے مضمون نگار کے مطابق:

اس اجمال کی تفصیل انجیل برنا باس کے باب ۳۵ میں اس موقع پر بیان کی گئی ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں یہودی کاہنوں اور علماء کے درمیان تبلیغ توحید کے باعث ان کے غصے کا مورد بن چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطمینان دلا دیا تھا کہ یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے اور آپ کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک دنیا اختتام کے قریب نہ پہنچ جائے۔ اس بشارت کے بعد عیسیٰ علیہ السلام مخالفت اور عداوت سے بے نیاز ہو کر اعلائے کلمتہ الحق میں سرگرم ہو گئے اس دوران جب آپ دریائے اردن کے پار صحرا میں فروکش تھے۔ ایک روز آپ کے حواریوں نے اس نکتہ کی وضاحت چاہی کہ ابلیس غرور کے باعث کیوں کر راندۂ درگاہ الٰہی ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

جب اللہ نے مٹی کا ایک ٹکڑا پیدا کیا اور اس کو پچیس ہزار سال بغیر اس کے ڈالے رکھا کہ کچھ اور کرے' شیطان نے جو کاہن اور فرشتوں کے سردار کی مانند تھا۔ بوجہ اس بڑے ادراک کے جو اس کو حاصل تھا یہ معلوم کر لیا کہ بے شک اللہ اسی ٹکڑے سے ایک لاکھ چوالیس ہزار نبیوں کو بنائے گا جن کو نبوت کی عزت دی گئی ہو گی اور رسول اللہ کو بھی جن کی روح اللہ نے ہر دیگر چیز سے ساٹھ ہزار سال قبل پیدا کی ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

(انجیل برنا باس ۳۵-۶) اس کے بعد آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے ابلیس کے انکار کا واقعہ تقریباً" اسی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو قرآن مجید میں درج ہے اور پھر اس ضمن میں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو آدمی نماز نہیں پڑھتا وہ شیطان سے بھی برا ہے اور عنقریب اس پر بہت ہی بڑا عذاب وارد ہو گا۔ اس واسطے کہ شیطان کے لئے اس کے گرنے سے قبل ڈرنے کے بارے میں کوئی عبرت موجود نہ تھی اور اللہ نے اس کے لئے کوئی رسول نہیں بھیجا جو اس کو توبہ کی طرف بلاتا۔ لیکن انسان یہ جان لے کہ تمام انبیاء سوائے اس رسولؐ اللہ کے آ چکے ہیں جو میرے بعد آئے گا کیونکہ اللہ اسی امر کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں اس کا راستہ صاف کروں بے فکری کے ساتھ بغیر کسی خوف کے یوں زندگی بسر کرتا ہے گویا خدا موجود ہی نہیں۔ (انجیل برنا باس ۳۶-۲-۴)

اس ارشاد میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین ہوں گے۔ انجیل برنا باس کے باب ۱۷۰ میں حضرت عیسیٰؑ کی یہ بشارت درج ہے

"تمام انبیاء جن کو خدا نے دنیا میں بھیجا جن کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تھی۔ انہوں نے ابہام کے ساتھ بات کی مگر میرے بعد تمام انبیاء اور مقدس ہستیوں کا نور آئے گا جو انبیاء کی کہی ہوئی باتوں کے اندھیرے پر روشنی ڈال دے گا کیونکہ وہ خدا کا رسول ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:

"بالیقین میں تم سے کہتا ہوں کہ ہر نبی جو آیا ہے وہ صرف ایک قوم کے لئے خدا کی رحمت کا نشان بن کر پیدا ہوا ہے۔ اس وجہ سے ان انبیاء کی باتیں ان لوگوں کے سوا کہیں اور نہیں پھیلیں جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے مگر خدا کا رسولؐ جب آئے گا خدا گویا اس کو اپنے ہاتھ کی مہر دے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو جو اس کی تعلیم پائیں گی نجات اور رحمت پہنچا دے گا وہ بے خدا لوگوں پر اقتدار لے کر آئے گا اور بت پرستی کا ایسا قلع قمع کرے گا کہ شیطان پریشان ہو جائے گا۔ (انجیل برنا باس باب ۴۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مزید فرمایا:

"وہ نشانیاں جو خدا میرے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے ظاہر کرتی ہیں کہ میں اللہ کے ارادے سے کلام کرتا ہوں اور میں اپنے کو اس نبیؐ جیسا نہیں سمجھتا جس کے بارے میں تم کہتے ہو اس لئے کہ میں تو اس کا بھی اہل نہیں کہ رسول اللہ کے جوتوں کے تسمے کھولوں جسے تم "مسیا" کہتے ہو اور مجھ سے پہلے پیدا ہوا ہے اور میرے بعد کلام حق لے کر آئے گا اور اس کے دین کی انتہا نہ ہو گی۔ (انجیل برنا باس باب ۴۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے سوال کیا کہ وہ مسیح کس نام سے پکارا جائے گا اور اس کی آمد کی کیا نشانیاں ظاہر ہوں گی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔

"اس مسیح کا نام قابل تعریف ہے کیونکہ خدا نے جب اس کی روح پیدا کی تھی اس وقت اس کا یہ نام خود رکھا تھا اور وہاں اسے ایک ملکوتی شان میں رکھا تھا۔" خدا نے کہا:

"اے محمدؐ! انتظار کر کیونکہ تیری ہی خاطر میں جنت، دنیا اور بہت سی مخلوق پیدا کروں گا اور اس کو تجھے تحفہ کے طور پر دوں گا یہاں تک کہ جو تیری تبریک کرے گا اسے برکت دی جائے گی۔ جو تیری مخالفت کرے گا اس پر لعنت کی جائے گی۔ جب میں تجھے دنیا کی طرف بھیجوں گا تو میں تجھ کو اپنے پیامبر نجات کی حیثیت سے بھیجوں گا تیری بات سچی ہو گی یہاں تک کہ زمین و آسمان ٹل جائیں گے مگر تیرا دین نہیں مٹے گا سو اس کا مبارک نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔" (انجیل برنا باس باب ۹۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے ایک حواری اندریاس نے سوال کیا: استاد آپ جس نبیؐ کے آنے کی نوید سنا رہے ہیں ہمیں ان کی کوئی نشانی بتائیں تاکہ ہم اسے پہچان لیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

وہ تمہارے وقت آئے گا بلکہ تمہارے کچھ سال بعد آئے گا۔ جب انجیل مسخ ہو چکی ہو گی یہاں تک کہ بمشکل تیس ایمان دار رہ جائیں گے اس وقت خدا دنیا پر رحم فرمائے گا سو وہ اپنا رسول بھیجے گا جس کے سر کے اوپر سفید بادل کا سایہ ہو گا جس سے وہ خدا کا برگزیدہ جان لیا جائے گا اور اس کے ذریعہ سے خدا کی معرفت دنیا کو حاصل ہو گی۔ وہ بے دین لوگوں پر بڑی طاقت کے ساتھ آئے گا اور زمین پر بت پرستی کو مٹا دے گا اور مجھے اس کی بڑی خوشی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے ہمارا خدا پہچانا جائے گا اور اس کی تقدیس ہو گی اور میری صداقت دنیا کو معلوم ہو گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمگیر نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:

خدا کا عہد یروشلم میں معبد سلیمان کے اندر تعمیر کیا گیا تھا نہ کہ کہیں اور مگر میری بات کا یقین کرو کہ ایک وقت آئے گا جب خدا اپنی رحمت ایک اور شہر میں نازل فرمائے گا۔ پھر ہر جگہ اس کی صحیح عبادت ہو سکے گی اور اللہ اپنی رحمت سے ہر جگہ سچی نماز کو قبول فرمائے گا۔ میں دراصل اسرائیل کے گھرانے کی طرف نجات کا نبیؐ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مگر میرے بعد مسیح آئے گا خدا کا بھیجا ہوا تمام دنیا کی طرف جس کے لئے خدا نے یہ ساری دنیا بنائی ہے۔ اس وقت ساری دنیا میں اللہ کی عبادت ہو گی اور اس کی رحمت نازل ہو گی۔ (انجیل برنا باس باب ۸۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے فرمایا:

"بے شک میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کی کتاب سے صداقت مسخ نہ کر دی گئی ہوتی تو خدا ہمارے باپ داؤد (علیہ السلام) کو ایک دوسری کتاب نہ دیتا اور اگر داؤد (علیہ السلام) کی کتاب میں تحریف نہ کی گئی ہوتی تو خدا مجھے انجیل نہ دیتا کیونکہ خداوند ہمارا خدا بدلنے والا نہیں ہے اور اس نے سب انسانوں

Presented by www.ziyaraat.net/

کو ایک ہی پیغام دیا ہے۔ لہٰذا جب اللہ کا رسول آئے گا تو وہ اس لئے آئے گا کہ ان ساری چیزوں کو صاف کر دے جن سے بے خدا لوگوں نے میری کتاب کو آلودہ کیا۔ (انجیل برنا باس باب ۱۲۴)

انجیل برنا باس کے ان اقتباسات کے بعد نہ کسی بحث کی ضرورت رہتی ہے اور نہ ہی کسی دلیل کی کیونکہ:۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی جو بشارات دیں ان کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کی بعثت مبارکہ کا ایک بڑا مقصد یہ تھا۔

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ

تورات اور اناجیل کی پیشین گوئیوں کی مزید تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ دونوں عناصر عرب میں موجود تھے اور وہ ایک ایسے نبی آخر الزمانؐ کی آمد کے منتظر تھے جو آل اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو راستہ دکھلائے۔ یہ عقیدہ یہود مدینہ کا بھی تھا اور ان ہی سے مدینہ منورہ کے قبائل اوس و خزرج نے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کر کے اسلام میں سبقت کی۔

یہودی جو خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے وہ امید کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد بنی اسرائیل کی نکبت کے دن دور ہو جائیں گے یہ عقیدہ ان کا اس وجہ سے تھا کہ وہ اللہ کی نعمت و رحمت کو صرف بنی اسرائیل کی نسل کے لئے محدود سمجھتے تھے اس غلط تصور کی وجہ سے یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ کی رحمت صرف عمل صالح سے مشروط ہے رنگ و نسل کی کوئی تخصیص نہیں اور یہ بات تو آج تک ان کی سمجھ میں نہیں آئی ہے آج بھی یہودی دنیا کی سب سے بڑی نسل پرست قوم ہیں اگرچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں اپنی محفلوں میں آپ کی آمد کا تذکرہ کرتے تھے اور اپنی مشکلات کے حل کے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے مدینہ منورہ میں اگر یہودیوں اور عربوں کے درمیان کبھی کوئی لڑائی جھگڑا ہو جاتا تو یہودی عربوں کو یہ کہہ کر ڈراتے: ذرا اور صبر کرو آنے والے نبی کا وقت قریب آ پہنچا ہے ہم اس کے پیرو بن کر اس کی پناہ میں تمہیں تہس نہس کر دیں گے۔

لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو نہ صرف یہودیوں نے آپؐ کی نبوت کا انکار کیا بلکہ ہر طرح سے آپ کی مخالفت کی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بعثت رسول کے وقت یہودیوں کی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ۹)

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتابوں (تورات و انجیل وغیرہ) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اسی کتاب (یعنی قرآن والے نبی علیہ السلام) کے وسیلے سے کافروں کے مقابلے میں فتح و کامرانی کی (دعا) مانگتے تھے تو جب تشریف لائے ان کے پاس وہ جانے پہچانے نبی (علیہ السلام) تو انہوں نے (پہچاننے کے باوجود) اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ خدا کی لعنت ہو ان منکرین پر۔

امام ابن تیمیہ نے اس آیت کے بارے میں اہل تفسیر سے یہ مستند روایت نقل کی ہے۔ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل یہودی مشرکین سے یہ کہا کرتے تھے کہ وہ نبی بس آنے ہی والا ہے اور پھر ہم اس کے ساتھ مل کر تم سے لڑیں گے اور تمہیں مار ڈالیں گے۔ اس کے ساتھ ہی وہ دعا بھی مانگتے تھے کہ اے اللہ اس نبی امی کو بھیج تاکہ ہم اس کی پیروی کریں اور اس کے ساتھ مل کر لڑیں۔

یہودیوں کے وہ علماء جو خدا ترس تھے انہوں نے اس نسلی اور قومی عصبیت میں پڑے بغیر کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی اسرائیل سے ہیں یا بنی اسمٰعیلؑ سے فوراً آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور آپؐ پر ایمان لے آئے انہی یہودی علماء میں علامہ حصین بن سلام تھے وہ ایمان لائے تو ان کا نام تبدیل کر کے عبداللہ بن سلام رکھا گیا۔ عبداللہ بن سلام کا یہودی بڑا ادب و احترام کرتے تھے لیکن جب وہ مسلمان ہوئے تو یہودیوں نے ان کی مخالفت بھی شروع کر دی ان کے اسلام لانے کا واقعہ بہت مشہور ہے اس کی تفصیل ابن اسحاق نے بیان کی ہے جس کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

عبداللہ بن سلام ایک ماہر عالم تھے انہوں بتایا:

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سنا اور آپ کی صفت' آپ کا نام اور آپؐ کا وہ زمانہ جس کے ہم لوگ منتظر تھے مجھے معلوم ہو گیا تو میں نے اس معاملے کو خاموشی سے یہاں تک راز میں رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے جب آپ بنی عمرو بن عوف کے محلہ قباء میں تشریف فرما ہوئے تو ایک شخص آیا اور آپؐ کی تشریف آوری کی خبر ایسی حالت میں دی کہ میں کھجور کے ایک درخت کے اوپر کام کر رہا تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت الحارث اس درخت کے نیچے بیٹھی تھیں جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنی تو تکبیر کہی میری پھوپھی نے تکبیر سنی تو کہا "اللہ تجھے ناکام رکھے واللہ تو اگر موسیٰ بن عمران کی تشریف آوری کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ کچھ نہ کرتا۔" میں نے ان سے کہا۔ "پھوپھی جان! اللہ کی قسم وہ موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں انہی کے دین پر ہیں اور اسی چیز کے ساتھ بھیجے گئے ہیں جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے تھے۔" پھر تو میری پھوپھی نے کہا۔

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

"بابا! کیا یہ وہی نبیؐ ہیں جن کی خبر ہمیں دی جاتی رہی ہے کہ عین قیامت کے قریب بھیجا جائے گا۔" میں نے کہا ہاں۔ پھوپھی نے کہا: جبھی تو تمہاری یہ حالت ہے۔

یہودیوں کے انکار کی دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ یہودی مدینہ منورہ کے حکمران بنے بیٹھے تھے وہ عرب کے دو قبیلوں اوس و خزرج کو آپس میں لڑا کر روز بروز کمزور سے کمزور تر کرتے جا رہے تھے اور خود طاقتور ہوتے جا رہے تھے۔ مدینہ منورہ کے ان دونوں قبائل اوس اور خزرج نے جب اسلام قبول کیا تو دونوں آپس میں شیر و شکر ہو کر متحد ہو گئے یہ صورتحال یہودیوں کے لئے ناقابل برداشت تھی ان کی حکمرانی اور غلبہ خطرے میں تھا اس لئے انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔

یہودیوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعراض اور انکار کی تیسری اہم وجہ یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں تورات کی تصدیق کرتے ہیں وہاں انجیل کی بھی تصدیق کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں جبکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے نہ صرف منکر تھے بلکہ انکے متعلق گستاخانہ خیالات رکھتے تھے۔ یہودیوں کو یہ دعوت کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مان لیں اس کا مطلب یہ تھا کہ یہودیوں کے بزرگوں نے عیسیٰ روح اللہ کے بارے میں جو رویہ اختیار کیا وہ گمراہی اور شرارت کا رویہ تھا یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی مخالف ہو گئے۔

یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالف اس لئے بھی کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خداوندی آنے پر کہ اب خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ قرآن میں ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (البقرہ ۱۴۴)

یعنی اب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنا منہ مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لیجئے اور اے مسلمانو! تم جہاں بھی ہو (نماز میں) اسی کی طرف منہ کرو۔

چنانچہ جب تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ تھا یہود مسلمانوں کے بھیس میں منافقانہ نماز میں شریک ہو جاتے تھے لیکن تحویل قبلہ کے بعد ان کی منافقت کا راز بھی فاش ہو گیا کیونکہ بیت المقدس کو کوئی یہودی کسی حالت میں نہ چھوڑ سکتا تھا چنانچہ تحویل قبلہ کے بعد وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلم کھلا مخالفت کرنے لگے۔ انہوں نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور انہیں آپس میں لڑانے کی ہر ممکن کوشش کی یہی نہیں انہوں نے کئی بار حضورؐ کی جان لینے کی بھی کوشش کی۔ آپؐ کو نقصان پہنچانے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کئے کبھی یہ منصوبہ بنایا کہ آپؐ پر چٹان گرا کر آپؐ کو مار دیا جائے اور کبھی آپؐ کو کھانے میں زہر ملا کر پیش کیا۔ انہیں اسلام اور مسلمانوں سے بغض و عناد اس حد تک تھا کہ وہ مسلمانوں کو

دیکھتے تو "السلام علیکم" کی بجائے "السام علیکم" (تم پر ہلاکت ہو) کہا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ یہودی ہمیں "السام علیکم" کہتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جھگڑا مت کرو صرف جواب میں "وعلیکم" کہہ دیا کرو۔ جب یہودیوں کی منافقت اور سازشیں بڑھنے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مدینہ منورہ سے نکال دیا وہ اللہ کے نبیؐ کی تکذیب کی وجہ سے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرے آج بھی انہیں چین اور سکون نہیں۔

کتب سماویہ میں حضورؐ کا تذکرہ

جناب جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ کی جلد اول کے ص۲۶ سطر۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (الآیہ) (سورہ اعراف: رکوع۱۹ آیت۱۵۷)

جو لوگ ایسے رسول" نبی امی کا اتباع کرتے ہیں، جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (تا آخر آیت)

اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد پارۂ چھبیس میں اس طرح ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا (قف) يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ........... (الآیہ) (سورہ الفتح: رکوع آخر۔ آیت ۲۹)

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھی اور اصحاب ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہو گئی......

امام بخاریؒ، عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ملا تو میں نے ان سے کہا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی خاص بات بتایئے تو انہوں نے کہا، ہاں خدا کی قسم آپؐ توریت میں بیان کردہ اوصاف سے متصف ہیں اور آپؐ کی بہت کچھ صفتیں قرآن میں ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے: "اے نبیؐ! بے شک ہم نے آپؐ کو شاہد، مبشر، نذیر اور امیوں کا مامن کرکے رسول بنایا۔ آپؐ

Presented by www.ziyaraat.net/

میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپؐ کا نام المتوکل رکھا۔ نہ آپ بدخلق ہیں اور نہ سخت مزاج اور نہ درشت خو نہ آپؐ بازاروں میں زور سے بولنے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں۔ بلکہ عفو و درگزر آپؐ کی خصلت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کی روح مبارک اس وقت تک قبض نہ فرمائے گا جب تک کجرو سیدھے نہ ہو جائیں اور وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں۔ آپؐ کے ذریعہ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور دلوں کے پردے کھولے گا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں بہ طریق محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن سلام اور انہوں نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مکہ کی خبر کو سنا تو وہ حضورؐ کی زیارت کو آئے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا:

"اے ابن سلام تم اہل مدینہ کے عالم ہو؟"

انہوں نے عرض کیا: "ہاں" آپؐ نے فرمایا۔

"میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے توریت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ کیا تم میری صفت اللہ کی کتاب (توریت) میں پاتے ہو؟"

عبداللہ بن سلام نے عرض کیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اپنے ربّ کا نسب بیان کیجئے۔

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ارتعاش کی کیفیت طاری ہو گئی۔ عین اسی وقت حضرت جبرئیلؑ نے آکر وحی سنائی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ☆ اَللّٰهُ الصَّمَدُ☆ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ☆ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ☆ (سورۂ اخلاص: پارۂ عم)

اے نبیؐ! کہہ دیجئے۔ وہ اللہ اکیلا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی اس کے جوڑ کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے یہ "دل نشین و دل کشا" کلام سن کر عرض کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو اور آپؐ کے دین کو تمام دینوں پر غالب فرمائے گا۔ اور بلاشبہ میں نے خدا کی کتاب (توریت) میں یہ پڑھا ہے کہ "اے نبیؐ! بے شک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا۔ آپ نہ سخت مزاج، درشت خو اور بدگو ہیں اور نہ بازاروں میں چیخنے چلانے والے ہیں، اور نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیں گے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں گے اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح مبارک کو قبض نہ فرمائے گا جب تک کجرو لوگ سیدھی راہ پر نہ آ جائیں اور وہ دل کے اخلاص کے ساتھ نہ کہنے لگیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور دلوں کے پردے کھولے گا۔

اس کے بعد بہ طریق زید بن اسلم، عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی تعریف، توریت میں اس طرح ہے: **اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا☆** (الاحزاب ۴٦/٦) آخر تک آیت قرآن کو پڑھا۔

دارمی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے بہ طریق عطاء بن یسارؒ حضرت ابن سلامؓ سے اسی کی مانند حدیث بیان کی۔

دارمی نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر نے کعبؓ سے روایت کی کہ، پہلی سطر میں ہے "محمد اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ نہ وہ بدخلق و سخت مزاج اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں۔ مگر بہت زیادہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ ان کی ولادت کا مقام مکہ مکرمہ اور ہجرت کا مقام مدینہ طیبہ اور ان کی مملکت شام میں ہے۔" اور دوسری سطر میں ہے:

"محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، ان کی امت بہت زیادہ حمد کرنی والی ہے، وہ ہر خوشی اور غم میں اللہ کی حمد کریں گے اور ہر جگہ اللہ کی حمد کریں گے اور ہر بلندی پر اس کی کبریائی بیان کریں گے۔ سورج پر نگہداشت کرتے ہوئے نماز پڑھیں گے۔ اگرچہ وہ سواری پر سوار ہوں، اور وہ لوگ اپنی کمروں پر تہہ بند باندھیں گے، ان کے اعضاء وضو روشن ہوں گے اور رات کے وقت ان کی آوازیں فضائے آسمانی میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند گونجتی ہوں گی۔"

(یہ حدیث اصحاب طریقت کے لئے حجت ہے)

دارمی، ابن سعد اور ابن عساکر نے بہ روایت ابی فردہ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کعب احبارؓ سے دریافت کیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف توریت میں کس طرح پائی؟ حضرت کعبؓ نے بتایا ہم نے توریت میں پڑھا ہے کہ: محمد بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرکے تشریف لے جائیں گے اور ان کا ملک شام ہو گا۔ نہ وہ بے ہودہ گو ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے، بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد کرے گی، وہ ہر رنج و راحت میں حمد کرے گی اور ہر بلندی پر اللہ کی کبریائی بیان کرے گی، اور اپنے اعضاء کا وضو کرے گی اور کمر پر تہبند باندھے گی اور اپنی نمازوں میں اس طرح صف بستہ ہو گی جس طرح میدان جنگ میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں ان کی مساجد میں گونج ہو گی جس طرح شہد کی مکھیاں بھنبھناتی ہیں۔ ان اذانوں کی آواز فضائے آسمانی میں سنی جائے گی۔

زبیر بن بکار نے "اخبار مدینہ" میں اور ابو نعیم نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری علامات اور اوصاف میں (سابقہ کتب سماوی) میں بیان ہوا ہے کہ:

"احمدؐ متوکل ہیں۔ ان کی جائے ولادت مکہ اور ان کا مقام ہجرت مدینہ ہے نہ وہ بدخلق اور سخت مزاج ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے والے ہیں ان کی امت بہت زیادہ

Presented by www.ziyaraat.net/

حمد کرنے والی اور نصف کمر پر تہبند باندھنے والی ہے' وہ اپنے اعضاء جسمانی پر وضو کریں گے۔ اور ان کے سینوں میں کتاب الٰہی ہو گی' وہ نمازوں کے لئے اس طرح صف باندھیں گے جس طرح میدان جنگ میں صفیں باندھی جاتی ہیں' اور ان کی قربانیاں ایسی ہوں گی جس سے میرا قرب حاصل ہو گا۔ راتوں میں عبادتیں کریں گے اور دنوں میں وہ شیر دل (اللہ کے دین کے سپاہی) جنگ کریں گے۔"

ابن سعد اور الحکم نے صحت کے ساتھ اور بیہقی و ابو نعیم نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کی' وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف انجیل میں اس طرح ہیں کہ: وہ بد خلق ہیں' نہ سخت مزاج' نہ سوقیانہ' اور بازاری انداز سے شور و غوغا کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہوں گے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔

بیہقی اور ابو نعیم نے ام الدرداء سے جو حضرت ابو الدرداء کی زوجہ ہیں روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت کعبؓ سے کہا کہ:

"آپ توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کس طرح پاتے ہیں؟" تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

"ہم نے توریت میں حضورؐ کی یہ صفتیں پائیں کہ' محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کا نام متوکل ہے وہ نہ بدخلق ہیں نہ سخت مزاج اور نہ سوقیانہ و بازاری فقرے اور آوازے کستے ہیں اور انہیں کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینائی دے اور بہرے کانوں کو شنوائی بخشے اور ٹیڑھی زبانیں حضورؐ کے ذریعہ سیدھی ہوں گی یہاں تک کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ" کی وہ گواہی دیں گے۔ وہ مظلوموں کی دستگیری فرمائیں گے اور کمزوروں کو زورداروں سے بچا لیں گے۔"

ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب توریت نازل ہوئی اور انہوں نے اسے پڑھا تو اس امت کا تذکرہ اس میں پایا' انہوں نے عرض کیا۔ اے رب! میں توریت کی تختیوں میں اس امت کا ذکر پاتا ہوں جن کا زمانہ تو آخری زمانہ ہو گا مگر ان کا داخلہ جنت میں پہلے ہو گا۔ تو ایسے لوگوں کو میری امت میں شامل فرما دے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہ امت تو احمد مجتبیٰ نبی آخر الزمانؐ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار! میں نے ان تختیوں سے یہ جانا ہے کہ وہ امت فرمان بردار ہو گی اور اس کی دعائیں مستجاب ہوں گی' تو اسے میری امت بنا دے۔ رب عظیم نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا۔ اے پروردگار عالم! میں نے ان الواح میں پڑھا ہے کہ وہ ایسی امت ہے کہ جس کے سینوں میں کتاب الٰہی ہے جس کو وہ پڑھیں گے تو اظہار ہو گا' تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ حق تعالیٰ نے پھر فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰؐ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔

اے پروردگار کائنات! میں نے ان الواح میں پایا ہے کہ وہ امت غنائم سے تمتع کرے گی' تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا' میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ وہ امت صدقات کے اموال کھائے گی اور پھر اس پر انہیں اجر و ثواب بھی دیا جائے گا' تو اس امت کو میری امت بنا دے حق تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ اس امت کا کوئی شخص اگر نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور وہ کسی بے بسی کی بنا پر اس نیکی کو نہ کر سکے' تب بھی وہ نیکی اس کے حساب میں تحریر کر لی جائے گی اور اگر وہ اس نیکی کو عمل میں لے آئے تو اس کے لئے دس نیکیاں درج کی جائیں گی' تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب قدیر! میں نے الواح مقدسہ میں دیکھا ہے کہ جب اس امت میں سے کوئی شخص بدی کرنے کا ارادہ کرے اور پھر خوف خداوندی سے باز رہے تو کچھ نہ لکھا جائے گا' اور اگر ارتکاب کر لے تو ایک ہی بدی لکھی جائے گی' تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ فرمایا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی وہ تو امت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب! میں نے ان الواح میں تحریر پایا ہے کہ وہ امت علم اولین و آخرین کی وارث ہو گی اور گم راہ پیشواؤں اور مسیح دجال کو ہلاک کرے گی' اس کو میری امت بنا دے' ارشاد فرمایا وہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے مہربان پروردگار! پھر تو تو مجھے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شامل فرما دے۔

اس کے جواب میں ان کو دو خصلتیں عطا فرمائی گئیں اور حق تعالیٰ نے فرمایا:

"یَا مُوْسٰی اِنِّیْ اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسَالَاتِیْ وَ بِکَلَامِیْ فَخُذْ مَا اٰتَیْتُکَ وَ کُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ

اے موسیٰؑ میں نے تم کو اپنی رسالت اور اپنے کلام کے ساتھ لوگوں کے لئے چن لیا۔ تو جو کچھ میں تم کو دے رہا ہوں اسے لو' اور شکر گزاروں میں ہو جاؤ۔

اس ارشاد پر حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: اے رب! میں راضی ہو گیا۔

ابو نعیم نے عبدالرحمٰن معافری سے روایت کی کہ' کعب احبارؓ نے ایک یہودی عالم کو روتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے کچھ باتیں یاد آ گئی ہیں۔ حضرت کعبؓ نے اس سے کہا: خدا کی قسم اگر میں تجھے بتا دوں تو کن باتوں کو یاد کر کے رویا ہے' تو کیا تو میری تصدیق کرے گا؟ اس نے کہا۔ ہاں۔

انہوں نے اس سے کہا: میں تجھے اللہ کا واسطہ اور قسم دیتا ہوں' کیا تو حضرت موسیٰؑ پر نازل شدہ کتاب میں یہ واقعہ نہیں پاتا کہ "جب موسیٰؑ نے توریت پر نظر ڈالی تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے پروردگار!

Presented by www.ziyaraat.net/

میں توریت میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو ایک بہترین امت ہے' وہ لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کی گئی ہے جو نیکیوں کا حکم کرتی اور برائیوں سے روکتی ہے اور وہ کتاب اول اور کتاب آخر پر ایمان رکھتی ہے اور وہ گم کردۂ راہ افراد اور قوموں سے قتال کرے گی حتیٰ کہ شیطان دجال کو ہلاک کرے گی۔ اے میرے رب! ان لوگوں کو میری امت میں شامل کر دے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔"

اس عالم یہود نے کہا: "درست ہے۔"

پھر حضرت کعبؓ نے فرمایا: "میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا تو کتاب موسیٰؑ میں نہیں پاتا کہ جب حضرت موسیٰؑ نے توریت کو پڑھا تو عرض کیا: اے اللہ العلمین! میں اس امت میں ایک امت کا تذکرہ پاتا ہوں کہ وہ بہت حمد و ثناء کرنے والی اور سورج کی نگہبانی کرنے والی ہو گی اور جب وہ کسی بات کا ارادے کرے گی تو اس میں استحکام ہو گا اور انشاء اللہ سے آغاز کرے گی۔ تو ان لوگوں کو میری امت میں شامل کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا' وہ امت تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔"

اس یہودی عالم نے کہا: "تمہارا کہنا درست ہے۔"

حضرت کعبؓ نے کہا: "میں تجھے قسم دیتا ہوں' کیا تو نے کتاب آسمانی میں یہ نہیں پڑھا کہ حضرت موسیٰ نے صحیفہ آسمانی کے مطالعہ کے بعد التجا کی۔ اے خالق کائنات! میں مطلع ہوا ہوں کہ ایک امت ایسی ہے کہ جب ان میں سے کوئی بلندی پر چڑھتا ہے تو خدا کی کبریائی بیان کرتا ہے اور جب نیچے اترتا ہے تو تحمید کرتا ہے' ان کے لئے روئے زمین کی تمام سطح سجدہ گاہ اور مٹی پاک و طاہر کر دی گئی ہے جسے وہ رفع نجاست و جنابت کے لئے استعمال کریں گے اور ان کے اعضاء وضو روشن اور چمکدار ہوں گے' تو انہیں میری امت بنا دے۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔

یہودی عالم نے کہا: "بالکل صحیح ہے۔"

حضرت کعبؓ نے کہا: میں پھر تجھے قسم دیتا ہوں کہ کیا تو نے خدا کی نازل کردہ کتاب میں نہیں پڑھا کہ حضرت موسیٰؑ نے جب توریت کو پڑھا تو عرض کیا: "اے رب قدیر! میں ایسی امت مرحومہ کا ذکر پاتا ہوں جو اپنی کمزوری کے باوجود کتاب اللہ کی وارث ہے اور ان کو تو نے برگزیدہ کیا ہے مگر کچھ تو ان میں اپنی جانوں پر زیادتی کریں گے اور کچھ لوگ راہ اعتدال پر چلیں گے اور کچھ لوگ ان میں سے نیکیوں میں سبقت لے جائیں گے۔

پس اے صاحب جود و عطا! ان سب کو میری امت بنا دے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا' وہ تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔

یہودی عالم نے کہا: تم نے حقیقت بیان کی۔

حضرت کعبؓ نے کہا: میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جواب دے کہ کیا تو نے کتاب منزل میں یہ نہیں پایا کہ حضرت موسیٰؑ نے تلاوت تورات کے بعد دعا کی' اے کار ساز عالم! میں الہامی کتاب میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جن کے سینوں میں کتاب خداوندی منقوش ہے اور وہ لوگ عالم آخرت میں اہل جنت کے رنگا رنگ لباس زیب جسم کریں گے اور اپنی نمازوں میں ایسی صف بندی کریں گے جیسے فرشتے کرتے ہیں۔ مسجدوں میں ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند گونجیں گی۔ ان لوگوں میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔ بجز اس کے جو نیکیوں سے بالکل تہی دامن ہو جس طرح خزاں کا درخت ننگا ہوتا ہے' پس اے مجیب! ان لوگوں کو میری امت میں شامل فرما دے۔" باری تعالیٰ نے فرمایا' وہ تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔

یہودی عالم نے کہا تم نے صداقت کا اظہار کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اس فضیلت کا علم ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی امت کو اللہ تعالیٰ شانہ' نے مرحمت فرمائی ہے تو احساس فضیلت و برتری کی بنا پر خواہش کی کہ کاش میں بھی امت محمدیہ میں شامل ہو سکتا۔ اس حالت تاثر میں اللہ تعالیٰ نے ان پر تین آیتیں نازل فرمائیں اور ان کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مسرت و انبساط بخشا گیا۔ ان آیات مبارکہ کے مضمون کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے: **یَا مُوسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسَالَاتِی وَ بِکَلَامِی** الایہ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طمانیت قلب حاصل ہو گئی اور وہ خوش ہو گئے۔

ابو نعیم نے سعید بن ابی ہلال سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے کہا کہ مجھے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی امت کے بارے میں بتائیے۔ انہوں نے کہا میں خدا کی کتاب توریت میں ان کا تذکرہ اس طرح پاتا ہوں کہ:

"حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت بہت زیادہ حمد الٰہی میں مصروف رہنے والی ہے جو مساعد اور نامساعد ہر حال میں اللہ کی حمد کرے گی۔ ہر بلندی پر کبریائی اور ہر پستی پر تسبیح بجا لائے گی۔ ان کی اذانیں فضاء آسمانی میں گونجیں گی اور ان کی نمازوں میں بھی اس طرح گونج ہو گی جیسے درخت پر شہد کی مکھیوں کی گونج ہوتی ہے وہ فرشتوں کی صفوں کی مانند اپنی نمازوں میں صفیں بنائیں گے اور میدان جہاد میں بھی مثل نمازوں کے صف بندی کریں گے۔ فرشتے ان کے آگے اور پیچھے تیز پیکاں لئے کھڑے ہوں گے اور جب وہ راہ خدا میں صف بستہ ہوں گے تو حق تعالیٰ ان پر سایہ کناں ہو گا۔ حضرت کعب نے اس موقعہ پر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا کہ جس طرح شاہین اپنے آشیانہ پر سایہ کرتا ہے' اسی طرح یہ لوگ میدان جنگ میں قائم رہیں گے تاوقتیکہ جبریلؑ نہ آ جائیں۔

ابو نعیم نے "حلیہ" میں حضرت انسؓ سے روایت کی کہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' نبی

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ' جو شخص مجھ سے اس حال میں ملے کہ وہ احمد مجتبیٰ کا منکر ہے تو میں اسے جہنم میں ڈالوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے رب! احمد کون ہیں؟ فرمایا:

"میں نے کسی مخلوق کو ان سے بڑھ کر مکرم نہیں بنایا۔ اور میں نے ان کا نام تخلیق آسمان و زمین سے پہلے عرش پر لکھا۔ بلاشبہ میری تمام مخلوق پر جنت حرام ہے جب تک وہ ان کی امت میں داخل نہ ہو۔" موسیٰ نے کہا ان کی امیت کیسی ہے؟ فرمایا وہ بہت زیادہ حمد کرنے والی امت ہے جو چڑھتے اور اترتے ہر حال میں خدا کی حمد کرنے والی ہے وہ اپنی کمریں باندھیں گے اور اعضاء کو پاک کریں گے وہ دن میں روزہ دار اور شب میں ذکر و اذکار اور عبادت گزار ہوں گے میں ان کے قلیل عمل کو قبول کروں گا اور لا الہ الا اللہ کی شہادت پر ان کو جنت میں داخل کروں گا' عرض کیا اس امت کا نبی مجھے بنا دے۔ فرمایا اس امت کا نبی انہیں میں سے ہو گا۔ عرض کیا مجھے اس نبی کا امتی بنا دے! فرمایا تمہارا زمانہ پہلے ہے اور ان کا زمانہ آخر میں' لیکن بہت جلد میں تم کو اور ان کو بیت الجلیل میں یک جا کر دوں گا۔

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے وہب بن منبہؒ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اشعیاء علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ:

"میں نبی امی کو مبعوث کرنے والا ہوں جس کے ذریعے بہرے کان' محجوب دل اور اندھی آنکھیں کھولوں گا۔ اس کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت مدینہ اور اس کا ملک شام ہے' یہ میرا بندہ متوکل' مصطفیٰ' مرفوع' حبیب' محبوب اور مختار ہے۔ جو برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا بلکہ عفو و درگزر اور بخشش سے کام لے گا۔ ایمان دار لوگوں کے ساتھ رحمدلی برتے گا اور قوت سے زیادہ لدے ہوئے اور بوجھل جانوروں کو دیکھ کر دردمند ہو جائے گا اور بے سہارا عورت کی گود میں یتیم بچوں کے لئے وہ دل گرفتہ نہ ہو گا وہ بد خلق ہوگا نہ سخت مزاج۔ نہ بازاروں میں شور مچاتا پھرے گا نہ فحش کے ذریعہ زینت کو پسند کرے گا نہ وہ یاوہ گو ہے نہ بری بات کہنے والا۔ اگر وہ چراغ کے قریب سے گزرے گا تو سکون و وقار سے' تاکہ چراغ گل نہ کر دے اور اگر وہ طویل و سخت میدان پر بھی رواں ہو گا تو اس کی رفتار پروقار اور بے آواز ہو گی۔ وہ مبشر و نذیر ہے۔ میں اس کے اعمال میں توازن اور اخلاق میں حسن و عظمت دوں گا' طمانیت و وقار کو اس کا لباس بناؤں گا اور نیکی کو اس کا شعار' تقویٰ کو اس کا ضمیر اور حکمت کو اس کی فراست بناؤں گا اور صدق و وفا اس کی طبیعت ہو گی اور عفو و بخشش اور بھلائی اس کی عادت ہو گی' عدل و انصاف اس کی سیرت' حق اس کی شریعت' ہدایت اس کا امام اور اسلام اس کی ملت ہو گی۔ اس کا نام گرامی احمد ہے۔ میں اس کے ذریعہ گمراہی سے لوگوں کو نجات دوں گا اور اس کے ذریعہ جہالت سے لوگوں کو علم عطا کروں گا اور اس کے ذریعہ گمنامی کے بعد سربلندی عطا کروں گا اور ناواقفیت کے بعد اس کے ذریعہ لوگوں کو معرفت دوں

گا اور قلت کے بعد اس کے ذریعہ کثرت دوں گا اور مفلسی کے بعد اس کے ذریعہ تونگر بناؤں گا۔ اور انتشار و تفریق کے بعد اس کے ذریعہ مجتمع کروں گا اور دلوں میں اس کے ذریعہ الفت پیدا کروں گا۔ اور پراگندہ خیالات مختلف گروہوں کے درمیان اتحاد فکر اور خیر سگالی پیدا کروں گا اور اس کی امت کو خیر امت یعنی بہترین امت بناؤں گا جو لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر کی گئی ہے وہ امت نیکی کا حکم دے گی اور برائی سے منع کرے گی۔ وہ لوگ میری وحدانیت کا چرچا کریں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے' میرے ساتھ عقیدہ اور محبت میں اخلاص ہو گا اور میرے تمام انبیاء اور رسول جو الہام و ہدایت لائے ہیں وہ ان سب کی تصدیق کریں گے اور وہ لوگ نمازوں کے اوقات کے لئے سورج کے طلوع و غروب پر نظر رکھیں گے ایسے دموں' ایسے چہروں اور ایسی روحوں کو خوش خبری ہو جو میرے ساتھ مخلص ہوں گے۔ میں ان کو مسجدوں میں' مجلسوں میں' ان کے کاروباری اداروں میں' ان کی گزرگاہوں میں اور ان کی آرام گاہوں میں تسبیح و تکبیر اور تحمید و توحید کرنے کی توفیق دوں گا۔ وہ اپنی مساجد میں اس طرح صفیں بنائیں گے جس طرح عرش کے گرد فرشتے صف بناتے ہیں۔ وہ میرے محبوب و محسن اور مددگار ہیں۔ میں ان کے ذریعے اپنے دشمنوں سے بدلہ لوں گا۔ وہ میرے لئے قیام و قعود اور رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ وہ میری رضا و خوشنودی کی خاطر اپنے دیار و امصار اور جائیدادوں سے دست کش ہوں گے' وہ قتل کریں گے اور شہید بھی ہوں گے۔ ان کی جماعت مجاہدین میں بڑی تعداد ہو گی۔ میں ان کی کتاب کے ذریعہ دوسری کتابوں کو اور ان کے نظام زندگی کے ذریعہ دوسرے باطل نظاموں کو اور ان کے قانون شریعت کے ذریعہ دوسرے خلاف عدل سیاہ قوانین کو ختم کر دوں گا۔ پس جو کوئی بھی ان کے زمانہ کو پائے پھر بھی ان کی کتاب کو نہ مانے اور ان کے دین یعنی نظام حیات' اور قانون شریعت کو نہ اپنائے' تو وہ میرا نہیں اور مجھ سے بری ہے۔

میں نے ان کو تمام امتوں پر افضل بنایا اور نیز ان کو "امت وسط" اور تمام لوگوں پر گواہ بنایا جب وہ غضب ناک ہوتے ہیں تو میری تکبیر کہتے ہیں اور جب وہ لاچار ہوتے ہیں تو میری کبریائی بیان کرتے ہیں' اور جب جھگڑتے ہیں تو میری تسبیح کرتے ہیں۔ وہ اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو وضو کے ساتھ پاک و صاف کرتے ہیں اور نصف کمر پر تہبند باندھتے ہیں اور ہر نشیب و فراز پر تہلیل و تکبیر کرتے ہیں۔ ان کی قربانیاں ان کا خون بہانا ہے۔ کتاب اللہ ان کے سینوں میں محفوظ ہے اور وہ رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ ان کا منادی یعنی موذن اپنی آواز سے فضاء آسمانی میں گونج پیدا کر دیتا ہے' جس طرح شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے خوش خبری ہو اسے جو ان کے ساتھ ہے اور ان کے دین' ان کے طریقہ اور ان کی شریعت پر ہے۔ یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں اور میں ہی صاحب فضل عظیم ہوں۔

بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جارود بن

Presented by www.ziyaraat.net/

عبداللہؓ آئے اور اسلام قبول کیا۔ پھر کہا قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ بلاشبہ میں نے انجیل میں آپ کی صفت پائی ہے اور یقیناً آپؐ کی بشارت ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔

ابو نعیم نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت کی کہ حضرت عباسؓ نے کعب احبارؒ سے کہا کہ تم عہد رسالت اور زمانہ خلافت ابوبکرؓ میں ایمان نہیں لائے، اب عہد عمر بن خطاب میں اسلام لائے ہو، اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ "میرے والد نے میرے لئے ایک کتاب جو توریت سے ماخوذ تھی لکھی اور میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا اس کے بموجب عمل کرنا نیز حقوق ابوت کا احساس دلاتے ہوئے مجھ سے عہد لیا کہ میں اس کتاب کی مہر کو نہ توڑوں، کیونکہ انہوں نے اپنی تمام کتابوں پر مہریں لگا دی تھیں، پھر جب میں نے اسلامی تحریک کو دیکھا تو اس میں از سرتا پا بھلائی اور اس کی اشاعت میں ارتقاء اور غلبہ پایا، تو مجھے خیال ہوا کہ شاید اس کتاب میں میرے باپ نے کچھ ضروری علم میرے لئے مخفی کر رکھا ہے لہٰذا میں نے مہر کو ہٹایا تو اس میں حضورؐ کی اور آپؐ کی امت یعنی پیروان رسولؐ کی توصیف پائی۔ بہرحال میں اب آیا اور اسلام لایا۔

ابو نعیم نے بہ طریق شہرؒ بن حوشب، حضرت کعب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میرا باپؒ تمام لوگوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب کا بہت بڑا عالم تھا۔ وہ علم کو مجھ سے چھپاتا بھی نہ تھا۔ اس نے اپنی موت کے وقت مجھے بلایا اور کہا: اے بیٹے! تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے علم کو تم سے پوشیدہ نہیں رکھا ہے بجز دو ورقوں کے۔ ان اوراق میں ایک نبیؐ کا ذکر ہے جن کی بعثت کا زمانہ بہت قریب ہے لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمہیں اس کی اطلاع کر دوں اس لئے کہ مجھے خطرہ ہے کہ بعض نبوت کے جھوٹے مدعی ظاہر ہوں اور تم ان کی اطاعت کرنے لگو۔ لہٰذا میں نے ان دونوں ورقوں کو تمہارے سامنے کے روزن میں رکھ دیا ہے اور ان پر مہر لگا دی ہے تم ان اوراق کو ابھی نہ دیکھنا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھلائی کا ارادہ فرمائے اور وہ نبی مذکور آ جائے تو تم اس کی پیروی کرنا۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گئے اور ہم نے ان کو دفن کر دیا۔ اس کے بعد میرے لئے کوئی شے اس سے زیادہ محبوب نہ تھی کہ میں ان اوراق کو دیکھوں۔ بالآخر میں نے اس روزن کو کھولا اور ان ورقوں کو نکالا۔ ان میں لکھا تھا:

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاتم النبیین ہیں۔ ان کی جائے ولادت مکہ، اور ان کا مقام ہجرت مدینہ ہے۔ وہ نہ بدخلق ہیں نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں۔ وہ عفو و درگزر سے کام لیں گے ان کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہو گی۔ وہ لوگ ایسے ہوں گے کہ ہر حالت میں اللہ کی حمد کریں گے۔ ان کی زبانیں حمد و سپاس میں سرگرم ہوں گی۔ وہ دشمنان دین کے مقابلے میں اپنے نبیؐ کی مدد کریں گے۔ وہ اپنی شرمگاہوں کو دھوئیں گے اور نصف کمر پر

تہبند باندھیں گے۔ خدا کی کتاب ان کے سینوں میں ہو گی اور وہ باہم اتنے رحیم و کریم ہوں گے جس طرح ماں جائے بھائی باہم رفیق و شفیق ہوتے ہیں اور وہ لوگ قیامت کے دن تمام لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔"

مزید شہادت

کعب نے بیان کیا اس کے بعد جب تک خدا نے چاہا میں ٹھہرا رہا، پھر مجھے اطلاع ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوئے ہیں میں انتظار کرنے لگا کہ آپؐ کی نبوت پر یقین کرنے کے لئے ثبوت مل جائے اس کے بعد مجھے خبر ملی کہ آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی ہے۔ اور آپ کے خلیفہ منتخب ہو گئے ہیں اور ان کا لشکر ہمارے علاقہ کی طرف آ رہا ہے میں نے دل میں کہا۔ میں ان کے دین کو اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک میں ان کے اقوال و اعمال کو نہ دیکھ لوں۔ بالآخر حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ عامل ہماری طرف آئے اور میں نے ان کے اندر وفائے عہد اور وہ جملہ علامات دیکھ لیں تو جان لیا کہ یہ وہی امت اور وہی لوگ ہیں جن کا میں انتظار کر رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ ایک رات میں اپنے مکان کی چھت پر تھا تو میں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص کلام الٰہی کی یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا۔ (الآیہ)

اے لوگو! ہماری نازل کردہ کتاب پر ایمان لے آؤ جو اس کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے۔ (ایمان لے آؤ) اس سے پہلے کہ ہم تمہارے چہروں کو مسخ کر ڈالیں۔

جب میں نے اس آیت کو سنا تو میں ڈر گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ میرے منہ کو میری گدھی کی طرح کر دے۔ اس وقت میری بس ایک خواہش تھی کہ کسی صورت سورج طلوع کر آئے اور کاش ابھی صبح ہو جائے۔

پھر جب صبح ہوئی تو میں مسلمانوں کے پاس گیا۔ (اس روایت کو ابن عساکر نے بہ طریق مسیب بن رافع وغیرہ حضرت کعب سے نقل کیا ہے۔)

بیہقی نے وہب بن منبہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی فرمائی:

"اے داؤد! تمہارے بعد جلد ہی ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد، محمد اور صادق ہے۔ نہ اس پر میرا کبھی غضب ہو گا اور نہ کبھی وہ میری نافرمانی کرے گا۔ میں اس کے سبب اس سے اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ معاف کروں گا۔ اس کی امت، امت مرحومہ ہے، میری بخشش ان پر بہت ہو گی، ان میں سے بعضوں پر

Presented by www.ziyaraat.net/

بعض خصلتیں انبیاء کی مانند ہوں گی۔ میں ان پر ایسے فرائض لازم کروں گا جو انبیاء پر کئے ہیں وہ امت قیامت کے دن اس شان سے آئے گی کہ ان کا نور انبیاء کے نور کے مانند ہو گا اور یہ نور اس عائد کردہ فرض کی وجہ سے ہو گا کہ وہ انبیاء کی طرح ہر نماز کے لئے طہارت کریں گے اور مثل انبیاء کے غسل جنابت کریں اور انبیاء کی طرح حج کریں گے اور مثل انبیاء کے دین حق کی مدافعت اور اشاعت کے لئے جہاد کریں گے' اے داؤدؑ! میں نے محمدؐ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے نیز میں ان کو ایسی چھ خصلتیں دوں گا جو میں نے دیگر کسی امت کو نہیں دی ہیں اور ان کی خطاء و نسیان پر مواخذہ نہ کروں گا۔

طبرانی' بیہقی' ابو نعیم اور ابن عساکر نے فلتان بن عاصم سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک شخص آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تم نے توریت پڑھی ہے؟ اس نے کہاں "ہاں" پھر ارشاد فرمایا: کیا انجیل بھی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے اس کو قسم دے کر کہا:

"کیا تم نے توریت اور انجیل میں میری صفت پڑھی ہے؟"

اس نے کہا "آپؐ کے اوصاف کے مانند اوصاف' آپ کی ہیئت کی مانند ہیئت اور آپؐ کے ظاہر کے مانند ظہور کا حال ہم نے پڑھا ہے۔ مگر ہمیں امید ہے کہ وہ نبی ہم میں سے ہو گا۔ جب آپ نے ظہور فرمایا تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ نبی موعود شاید آپ ہی ہوں پھر جب ہم نے آپؐ کو دیکھا تو ہم سمجھ گئے کہ وہ آپؐ نہیں ہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا: "یہ تم نے کیسے جانا؟"

اس نے کہا کہ "ان کے ساتھ ان کی امت میں سے ستر ہزار ایسے لوگ ہوں جن پر کچھ حساب و کتاب اور عذاب نہ ہو گا اور آپؐ کا حال یہ ہے کہ تھوڑے سے لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' یقیناً میں ہی وہ نبی ہوں اور جس امت کی تم نے تعریف بیان کی ہے وہ میری ہی امت ہے اور وہ ستر ہزار سے بہت زیادہ ہے۔"

طبرانی' ابن حبان' حاکم' بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کی' کہ اللہ تعالیٰ نے جب زید بن سعنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر نظر ڈالی تو علامات نبوت میں سے کوئی علامت باقی نہ رہی جس کو میں نے حضورؐ کے روئے انور میں نہ دیکھ لیا ہو۔ صرف دو باتیں ایسی رہیں' جن کو میں چہرۂ انور میں نہ پہچان سکا۔ ایک یہ کہ آپؐ کا حلم آپ کے جہل پر غالب ہو گا۔ دوسرے یہ کہ دوسروں کے جہل کی بنا پر آپؐ پر شدت کرنے سے آپؐ کا حلم ہی زیادہ ہو گا۔ چنانچہ اس کی پہچان کے لئے میں نے حضورؐ سے نرمی کا برتاؤ اختیار کرکے

ایک معاملہ کیا تاکہ میں بعد میں طے شدہ معاملہ کے خلاف کرکے آپ کے حلم اور جہل کو پہچان سکوں۔ لہذا میں نے ایک خاص مدت مقرر کرکے ایک متعین کھجور کی مقدار خریدنے کا معاملہ کیا اور آپؐ کو قیمت دے دی۔ پھر اس مدت مقررہ سے دو یا تین دن پہلے میں حضورؐ کے پاس آیا اور آپؐ کی قمیص اور چادر کے ایک گوشہ کو پکڑ کر غضبناک جذباتی ہیجان کے عالم میں کہا:

"اے محمدؐ! تم میرا حق ادا نہ کرو گے۔ واللہ تم سب آل مطلب' بدمعاملگی کرنے والے لوگ ہو۔ اور بے شک تمہارے اس معاملہ میں لاپرواہی کو میں خوب جانتا ہوں۔"

میری یہ یاوہ گوئی سن کر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا۔ "اے دشمن خدا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی بات کہتا ہے اور پھر میں موجود سن رہا ہوں' خدا کی قسم' اگر مجھے حضورؐ کا اس درجہ احترام نہ ہوتا تو میری تلوار سے اب تک تیرا سر اڑ چکا ہوتا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر معمولی سکون اور وقار کے ساتھ حضرت عمرؓ کی طرف دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے۔ اس کے بعد فرمایا:

"اے عمرؓ! میں' اور (میری جانب اشارہ کرتے ہوئے) یہ تمہاری اس درشت بات کے علاوہ کسی اور ہی چیز کے متمنی تھے۔ اے عمرؓ تم مجھ سے حسن ادا کو کہتے اور ان کو مہذب طریقہ کے تحت مطالبہ کرنے کی تلقین کرتے۔ جاؤ اے عمرؓ! انہیں لے جاؤ ان کا مطالبہ پورا کرنے کے بعد مزید بیس صاع کھجوریں ان کی خوشی دلی حاصل کرنے کے لئے دینا کیونکہ تم نے ان کو رنج دیا ہے' امید ہے یہ بد دل نہ ہوں گے۔"

انہوں نے تعمیل کی۔ اس کے بعد میں نے کہا:

"اے عمرؓ نبوت کی تمام علامتیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرنور چہرے میں دیکھ لی تھیں۔ صرف دو علامتیں ایسی تھیں جن کو میں جاننا چاہتا تھا۔ ایک یہ کہ ان کا حلم ان کے غیظ پر غالب رہے گا۔ دوسرے یہ کہ جاہلوں کی انؐ کے ساتھ جس درجے کی شدت ہو گی اسی قدر ان کا حلم و انضباط ان کے ساتھ بڑھے گا۔ تو میں نے یہ دونوں نشانیاں پہچان لیں۔ لہذا اب میں اقرار کرتا ہوں کہ:

"میں اللہ کے رب ہونے' اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔"

ابن سعد نے زہری سے روایت کی کہ ایک یہودی نے کہا: توریت میں مذکور تمام صفتوں کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی میں مجتمع اور موجود پایا' صرف صفت حلم باقی تھی۔ اس صفت کو دریافت کرنے کے لئے ایک مقررہ مدت سے پیشگی تیس دینار کھجوروں کی قیمت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دی۔ اس نے مذکورہ بالا واقعہ آخر تک بیان کیا۔ مگر اس کے آخر میں یہ زائد ہے کہ:

Presented by www.ziyaraat.net/

"اس یہودی نے کہا اے عمرؓ! جو بے ادبی مجھ سے سرزد ہوئی ہے اس کے لئے مجھے کسی اور بات نے نہیں ابھارا تھا بجز اس کے کہ میں حضورؐ کی ذات میں توریت میں مذکور تمام صفتیں پاتا تھا مگر ایک صفت حلم کی مجھے آزمائش مقصود تھی جسے آج میں نے آزما لیا اور ویسا ہی پایا جیسا کہ توریت میں مذکور تھا اس کے بعد وہ یہودی اور اس کے تمام گھر والے مسلمان ہو گئے۔

ابو نعیم نے بہ طریق یوسف بن عبداللہ بن سلام سے روایت کی' اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا' میں نے جتنی کتابیں پڑھی ہیں ان میں سے ہر ایک میں تھا کہ ایک علم صاحب علم کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور اس کے ساتھ اللہ ہو گا اور صاحب علم کو اللہ تعالیٰ تمام قوموں پر غالب فرمائے گا۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے بطریق موسیٰ بن یعقوب زمعی' سہل مولی غثیمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اہل مریس کا نصرانی تھا یتیم تھا اور اپنے چچا کی کفالت میں تھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے انجیل کو پڑھا مطالعہ کے دوران مجھے ایک ورق گوند سے چسپاں ملا۔ میں نے اس کو کھولا تو اس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اس طرح تحریر تھے کہ:

"آپؐ نہ کوتاہ قد ہوں گے نہ طویل القامت' گورا رنگ ہو گا دو زلفیں ہوں گی' دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی' احتباء کی ہیئت میں اکثر بیٹھیں گے' صدقہ کو قبول نہ کریں گے' دراز گوش اور اونٹ پر سواری کریں گے' بکری کا دودھ دوہیں گے' پیوند لگا لباس زیب تن فرمائیں گے۔ جو شخص اپنی خصلت میں ایسا ہو وہ ظاہر ہے کہ غرور و تکبر سے پاک ہو گا۔ آپ میں یہ تمام اوصاف ہوں گے اولاد اسمٰعیل سے ہوں گے اور اسم گرامی احمد ہو گا۔"

سہل بیان کرتے ہیں کہ میں جب حضورؐ کا تذکرہ یہاں تک پڑھ چکا تو میرا چچا آگیا جب اس نے اس ورق کو دیکھا تو مجھے مارا اور کہا کہ تو نے اس ورق کو کیوں کھولا اور پڑھا۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے اس میں نبی موعود (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نعت پڑھی ہے۔ اس پر اس نے کہا وہ نبی ابھی نہیں آیا ہے۔

بیہقی نے بطریق عمر بن حکم بن رافع بن سنان سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ مجھے میرے چچا اور دوسرے بزرگوں نے بتایا ہے کہ ان کے پاس ایک ورق قدیم زمانہ جاہلیت سے بہ طور میراث چلا آ رہا تھا پھر اسلامی تحریک شروع ہوئی اور اس کے قائد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہ ورق لایا گیا' اس میں لکھا تھا:

بسم اللہ و قولہ الحق و قول الظلمین فی تباب اللہ کے نام سے شروع' اس کا قول حق ہے اور ظالموں کی باتیں کپڑوں میں ہیں۔ یہ ذکر اس امت کا ہے جو آخر زمانہ میں آئے گی وہ لوگ اپنے دامنوں کو لٹکائیں گے اور اپنی کمروں پر تہبند باندھیں گے اور دریاؤں کو عبور کر کے اپنے دشمنوں کی طرف جائیں گے۔ ان میں ایسی نماز ہو گی کہ اگر وہ نماز قوم نوحؑ میں ہوتی تو وہ طوفان سے ہلاک نہ ہوتی اور قوم عاد میں ہوتی تو وہ ہوا

سے برباد نہ ہوتی اور ثمود میں ہوتی تو وہ چیخ سے ہلاک نہ ہوتے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں جب اس ورق کو پڑھا گیا تو آپؐ نے تعجب فرمایا۔

ابن مندہ نے کتاب الصحابہ میں حضرت انسؓ سے روایت کی کہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے جہان کے لئے ہدایت اور رحمت کر کے بھیجا اور مجھے اس لئے مبعوث فرمایا کہ میں مزامیر اور معازف کو مٹاؤں۔ اس موقع پر اوس بن سمعانؓ نے کہا۔ قسم ہے اس ذات گرامی کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ پیدا کیا' بلاشبہ میں نے توریت میں ایسا ہی پایا ہے۔

بیہقی اور ابو نعیم نے کعب احبار سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ "میں نے خواب میں دیکھا' تمام لوگ حساب گاہ میں ہیں پھر انبیاءؑ کو ان کی امتوں کے ہمراہ لایا گیا' اس طرح کہ ہر نبی کے ساتھ دو اور ان کے ہر تبع کے ساتھ ایک نور چل رہا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا گیا تو آپ کے سر مبارک اور چہرۂ انور کے ہر بال کے ساتھ جدا جدا نور تھا اور آپؐ کے ہر تبع کے ساتھ دو نور مثل انوار انبیاء کے تھے۔"

یہ سن کر حضرت کعبؓ نے کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں کیا واقعتہ" تو نے خواب میں ایسا ہی دیکھا ہے؟ اس نے کہا "ہاں" تو کعب نے کہا قسم سے کہتا ہوں یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت ہے اور انبیاء کرام اور ان کی امتوں کی یہی صفت ہے جو کتاب الٰہی میں مذکور ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی' انہوں نے فرمایا کہ جن کی بشارت اللہ نے ان کی پیدائش سے پہلے دی ہے۔ ایک حضرت اسحاقؑ دوسرے حضرت یعقوبؑ' چنانچہ فرمایا **فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ** اور تیسرے حضرت یحییٰؑ چنانچہ ارشاد فرمایا **اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى** یعنی بے شک اللہ تمہیں یحییٰؑ کی بشارت دیتا ہے۔ اور چوتھے حضرت عیسیٰؑ چنانچہ فرمایا **اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ** یعنی بے شک اللہ تمہیں اس کلمہ کی بشارت دیتا ہے جو اس کی جانب سے ہے۔ اور پانچویں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپؐ کی تشریف آوری کی بشارت سورۂ الصف میں اس طرح دی گئی: **وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ** بشارت دیتا ہوں اس رسولؐ کی جو میرے بعد آنے والا ہے اس کا نام احمد ہے یہ ہیں وہ انبیاء جن کی بشارت قبل پیدائش دی گئی۔

ابو نعیم نے "حلیہ" میں وہب سے روایت کی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو سال تک خدا کی نافرمانی کی۔ پھر وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اسے کوڑے گھر پر ڈال دیا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ جاؤ وہاں سے اٹھا کر اس کی نماز جنازہ پڑھو حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے رب! بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ اس نے دو سو سال تک تیری نافرمانی کی ہے۔ حق تعالیٰ نے دوبارہ وحی فرمائی' واقعتہ" وہ ایسا ہی شخص تھا لیکن وہ جب بھی توریت کو تلاوت کے لئے کھولتا اور اسم گرامی احمد مجتبیٰ (صلی

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نظر پڑتی تو وہ اسے بوسہ دیتا اور اسے اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاتا اور آپؐ پر درود بھیجتا تھا تو میں نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ میں نے اس کے گناہوں کو بخش دیا اور ستر حوروں سے اس مشہور نافرمان کا نکاح کر دیا۔

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل کتاب کے ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا:

میرے پاس اپنے سب سے بڑے استاد اور عالم کو لاؤ تو انہوں نے کہا کہ:

"یہ ہیں عبداللہ بن صوریا۔"

حضورؐ ان کو خلوت میں لے گئے اور ان کو ان کے دین' جملہ انعامات الہیہ' من اور سلویٰ اور ان پر ایک خاص وقت میں سایہ ابر ہوا تھا۔ ان سب کی قسم دی اور کہا:

"تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

انہوں نے جواب دیا "خدا شاہد ہے' میں جانتا ہوں آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور جملہ اہل کتاب واقف ہیں چونکہ توریت میں واضح طور پر آپ کے اوصاف مذکور ہیں۔ مگر میرے ہم مذہب حسد اور عصبیت کی بنا پر انکار کرتے ہیں۔"

حضورؐ نے پھر سوال کیا: "تم کو اقرار اور اعتراف سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟"

انہوں نے عرض کیا: کہ "میں اپنی قوم کے خلاف کرنا پسند نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے عنقریب یہ لوگ دعوت اسلام قبول کر لیں گے اس وقت میں بھی اسلام لے آؤں گا۔"

امام احمد و ابن سعد نے ابی صخر عقیلی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ایک بدوی عرب نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر اس یہودی کے پاس سے ہوا جو ایک بستہ پر توریت رکھے بیمار لڑکے کے آگے پڑھ رہا تھا:

حضورؐ نے اس سے فرمایا: "میں تجھ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰؑ پر توریت نازل فرمائی' کیا تو اس توریت میں میرا اور میرے مقام ہجرت کا ذکر پاتا ہے؟" اس یہودی نے اپنے سر کے اشارے سے کہا "نہیں" مگر اس کے بیٹے نے کہا میں اس ذات کو گواہ بنا کر کہتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی کہ توریت میں آپؐ کا اور آپؐ کے مقام ہجرت کا بیان موجود ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اس یہودی کو اس کے ساتھی کے پاس سے علیحدہ کر دو۔ اس کے بعد وہ جوان فوت ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ بیہقی نے اسی حدیث کی مانند حضرت انسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے۔

ابن سعد نے بطریق کلبی ابو صالح اور ابن عباسؓ سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ "قریش مکہ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کریں۔ تو یہ لوگ مدینہ میں آئے اور کہا کہ ہمیں ایک معاملہ درپیش ہے وہ یہ کہ ہم لوگوں میں ایک شخص یتیم و حقیر ہونے کے باوجود بہت بڑا دعویٰ کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں رحمٰن کا رسول ہوں۔

یہودیوں نے کہا ہمیں اس کے اوصاف سے آگاہ کرو۔ تو انہوں نے حضورؐ کے اوصاف بیان کئے۔ یہودیوں نے پوچھا: "کون لوگ اس کا اتباع کر رہے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا:

"ادنیٰ لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں۔"

اس جواب کو سن کر یہودیوں کا پیشوا ہنسا اور اس نے کہا: یہ وہی نبی ہے جس کا وصف ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ اس کی اپنی قوم عداوت میں دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ شدید ہو گی۔"

حاکم و بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ ایک یہودی کے کچھ دینار تھے' یہودی نے حضورؐ سے تقاضا کیا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا' اس وقت تو میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے جو میں تم کو ادا کروں۔ یہ جواب سن کر یہودی نے کہا: "اے محمدؐ! میں آپ کے پاس سے ہرگز نہ ٹلوں گا جب تک کہ اپنا مطالبہ نہ لے لوں۔" حضورؐ نے فرمایا: "میں تمہارے پاس بیٹھا رہوں گا۔" اور حضورؐ اس کے پاس بیٹھ گئے۔

اس کے بعد حضورؐ نے ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں۔ اس دوران میں حضورؐ کے صحابہ کرام اس یہودی کو دھمکاتے رہے۔ پھر صحابہ نے حضورؐ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! کیا یہ یہودی آپ کو یونہی روکے رکھے گا؟"

حضورؐ نے فرمایا: "مجھ کو میرے رب نے معاہد اور غیر معاہد پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔" پھر ایک پہر دن گزرنے کے بعد یہودی مسلمان ہو گیا اور اس نے کہا میرا آدھا مال خدا کی راہ میں ہے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ میرا یہ رویہ آپ کے ساتھ صرف اس وجہ سے تھا کہ آپؐ کے ان اوصاف کی جو توریت میں مذکور ہیں آزمائش کر سکوں۔ توریت میں ہے کہ محمد بن عبداللہ کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت مدینہ اور ان کا ملک شام ہے' نہ وہ بدخلق ہوں گے نہ سخت مزاج اور نہ بازاروں میں آوازے کسنے والے اور نہ فحش کردار اور نہ بے حیا۔

ترمذی نے عبداللہ بن سلام سے روایت کر کے اسے حسن کہا ہے انہوں نے کہا: توریت میں حضورؐ کی صفت موجود ہے اور حضرت عیسیٰؑ آپ کے ساتھ دفن ہوں گے۔

ابو الشیخ نے اپنی تفسیر میں سعید بن جبیرؓ سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ نجاشی شاہ حبشہ کے چند مصاحبین

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

نے کہا ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اسے نبی مکرمؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوں کیونکہ صحیفہ آسمانی میں ہم ان کے اوصاف پڑھ چکے ہیں۔ لہٰذا وہ جویان حق غزوہ احد کے موقع پر آئے اور دین حق میں داخل ہوئے۔

زبیر بن بکار نے "اخبار مدینہ" میں کعب سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "کتاب موسیٰ" میں مدینہ طیبہ کو مخاطب کرکے فرمایا: "اے طیبہ' اے طابہ! اے مسکینہ!! تو خزانوں کو قبول نہ کرنا' میں تیری سطح کو تمام بستیوں کی سطح پر رفعت و بلندی عطا کروں گا۔"

یہ روایت قاسم بن محمد مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ توریت میں مدینہ کے چالیس نام بیان کئے گئے ہیں۔

قبل بعثت سرور دو عالمؐ اخبار راہبین

حاکم و بیہقی نے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی کہ ان سے لوگوں نے پوچھا: آپ کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے میں پہلے کونسا واقعہ محرک ہوا؟

انہوں نے بتایا میں یتیم تھا اور "رام ہرمز" میں سکونت تھی' میرا باپ ایک کسان تھا اور وہ ایک معلم کے پاس جا کر پڑھا کرتا۔ میں نے مزید حصول علم و دانش کے لئے اس معلم کی صحبت و رہائش اختیار کرلی۔ میرا ایک بڑا بھائی مجھ سے الگ رہتا تھا اور میں کم سن اور بے سہارا تھا۔

معلم کی عادت تھی کہ جب اس کی مجلس درس سے شاگرد رخصت ہو جاتے تو وہ اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا' تاکہ لوگ جان نہ سکیں کہ پہاڑی پر روزانہ جانے والا یہ استاد اور معلم ہے۔ ایک روز میں نے اس سے کہا:

"آپ روزانہ جہاں جاتے ہیں' وہاں مجھے لے کر نہیں جاتے؟"

انہوں نے کہا: "تم بچہ ہو' اندیشہ ہے کہ دوسروں سے کہہ دو گے۔" میں نے کہا:

"اس کا خوف نہ کیجئے ایسا نہیں ہو سکتا" انہوں نے بتایا کہ:

"اس پہاڑ پر ایک قوم رہتی ہے جس کی عبادت و تزکیہ کا ایک خاص طریقہ ہے وہ لوگ اللہ اور آخرت کو یاد کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ہم لوگ آتش پرست اور بت پرست ہیں' صحیح راہ سے بھٹکے ہوئے۔"

میں نے کہا مجھ کو ان کی خدمت میں لے چلئے۔ عالم استاد نے کہا میں اللہ والوں سے اجازت لے لوں۔

پھر عالم نے ان سے اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دے دی اور میں عالم کے ساتھ روانہ ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ وہ چھ یا سات آدمی تھے اور حالت ان کی یہ تھی کہ کثرت ریاضت و عبادت سے نیم جان' دن میں روزہ اور رات میں قیام۔ غذا کے لئے درختوں کے پتے کھا لیتے ہم ان کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ انہوں

نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور کچھ انبیاء سابقینؑ کا ذکر کیا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰؑ کے ذکر تک پہنچے۔ بتایا کہ اللہ نے انہیں بغیر مرد کے پیدا فرمایا اور خدا نے ان کو منصب رسالت عطا فرمایا' اللہ تعالیٰ نے ان کو مسیحا یعنی مردوں کو زندہ اور بیماروں کو شفاء دینے والا بنایا۔ مگر کچھ لوگوں نے ان کے معاملے میں کفر اور بعض نے پیروی اختیار کی۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے مخاطب کیا اور کہا:

"اے برخوردار! بے شک سب کا رب ایک ہے' سب کو آخرت درپیش ہے اور سب کا انجام طرفین سے کسی ایک طرف ہو گا۔ جنت کی طرف یا دوزخ کی جانب۔ جو لوگ آگ کی پرستش کرتے ہیں لاریب وہ کفر و ضلالت میں مبتلا ہیں۔ ان سے ان کے اعمال کی بنا پر اللہ بیزار ہے اور وہ دین حق سے برگشتہ اور گم کردہ راہ ہیں۔

پھر ہم لوٹ آئے' دوسرے دن پھر گئے' انہوں نے پھر خطاب کیا اور خوب اچھی طرح ہم کو سمجھایا چنانچہ میں اب مستقلاً انکی خدمت میں رہنے لگا۔ مجھ کو ہمہ وقت حاضر پا کر انہوں نے مشفقانہ انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

"اے سلمان! تم ابھی بچے ہو' تم اتنا زہد و ریاضت نہ کر سکو گے۔ لہٰذا جو میسر ہو کھاؤ پیو اور عبادت کرکے سو جایا کرو۔"

کچھ ہی عرصہ بعد بادشاہ کو خبر ہو گئی اور اس نے ان کو جلا وطنی کا حکم دے دیا۔ میں نے راہبوں سے کہا:

"وطن چھوڑ سکتا ہوں پر آپ سے جدا نہیں ہو سکتا۔"

چنانچہ میں ان کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ سفر طے کرکے موصل پہنچے' وہاں لوگوں نے ان کو گھیر لیا' اس کے بعد غار سے ایک شخص باہر آیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا۔ سب لوگ ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ اس کے روبرو مودب تھے کہ اس نے میرے ساتھی راہبوں سے سوال کیا:

"اب تک تم لوگ کہاں تھے؟"

انہوں نے سارے حالات بتائے۔ اس نے دریافت کیا: "یہ بچہ کون ہے؟" انہوں نے میری خوب تعریف کی' اور بتایا پوری طرح ہدایت لیتا اور عمل کرتا ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور انبیاء و مرسلینؑ کا ذکر کیا اور حق تعالیٰ نے ان پر جو اکرام و انعام فرمائے۔ ان کو بیان کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کا ذکر آیا۔ بعد ازاں سامعین کو نصیحت کی اور کہا اللہ سے ڈرو اور جو کچھ حضرت عیسیٰؑ لائے ہیں اسے اپنے لئے لازم کرلو' ان کی مخالفت نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری مخالفت کرے گا۔"

اس کے بعد اس نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے کہا "میں اب تم سے جدا نہیں ہو گا۔" اس نے جواب دیا: "اے بچے! تم اتنی برداشت نہیں رکھتے کہ میرے ساتھ رہ سکو۔ میں اپنے اس غار سے علاوہ اتوار کے باہر نہیں آتا۔"

Presented by www.ziyaraat.net/

میں نے کہا: "میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔" میری دوبارہ درخواست پر اس نے مجھے ساتھ لے لیا اور غار میں داخل ہو گیا۔ میں نے غار نشین راہب کو سوتے اور کھاتے پیتے نہیں دیکھا وہ تمام وقت رکوع و سجود میں رہتا یہاں تک کہ دوسرا اتوار آگیا پھر جب صبح ہوئی تو ہم نکلے۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اس کے بعد حسب سابق اس نے لوگوں سے خطاب کیا۔ پھر وہ اپنے غار میں چلا گیا اور میں بھی اس کے ساتھ ہی چلا گیا جب تک خدا نے چاہا میں اس کے ساتھ رہا۔ وہ ہر اتوار کو نکلتا' لوگوں کا اجتماع ہوتا پھر وہ ان کو وعظ و نصیحت کرتا۔ ایک اتوار کو وہ نکلا اور معمول کے مطابق تقریر کرکے اس نے کہا:

"اے لوگو! میری عمر بہت ہو گئی ہے اور میری ہڈیاں گھل گئی ہیں میرا وقت اخیر قریب ہے ایک عرصہ سے میں بیت المقدس کی حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں' مجھے وہاں جانا ضروری ہے۔" میں نے کہا۔ میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔

چنانچہ ایک روز ہم دونوں روانہ ہو گئے۔ حتی کہ بیت المقدس پہنچ گئے اور وہ وہاں پہنچ کر عبادت میں مشغول ہو گیا وہ مجھ سے اکثر باتیں کرتا' کبھی کہتا:

"اے سلمان! اللہ تعالیٰ عنقریب ایک رسول کو مبعوث فرمائے گا جس کا نام احمد ہے وہ تہامہ سے ظاہر ہو گا اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ "ہدیہ" قبول کرے گا مگر صدقہ نہیں کھائے گا' دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی' یاد رکھو اس کا ظہور بہت نزدیک ہے لیکن میں بہت ہی معمر اور ضعیف ہو گیا ہوں اس لئے خیال ہے کہ اس عہد سعادت کو نہ پا سکوں گا۔ تم اگر پاؤ تو ان کی تصدیق کرنا اور اتباع کرنا۔"

میں نے سوال کیا: "اگر وہ اس دین کو' جس کی تعلیم و تربیت آپ نے مجھے دی ہے' ترک کرنے کا حکم دے؟"

اس نے کہا "ہاں اگر وہ تمہیں اس کا بھی حکم دے۔"

اس کے بعد وہ بیت المقدس کے عبادت خانے سے باہر آیا۔ اس کے دروازہ پر ایک مجبور و لاچار شخص بیٹھا تھا۔ راہب نے اس سے کہا: مجھے اپنا ہاتھ دیجئے۔ پھر اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا: **قم بسم اللہ** یعنی اللہ کے نام سے کھڑا ہو جا۔ تو وہ کھڑا ہو گیا گویا کہ اسے رسیوں سے باندھ رکھا ہو پھر اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ہر طرف سے بے پرواہ اور کسی طرف توجہ کئے بغیر آگے بڑھتا گیا' اس معذور د لاچار شخص نے مجھ سے کہا: اے لڑکے! مجھ پر میرے کپڑے ڈال دے تاکہ میں چلا جاؤں' میں نے اس پر کپڑے ڈال دیئے۔ اس کے بعد میں تلاش راہب میں' اس کے نقوش قدم پر روانہ ہوا' جب بھی میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھتا وہ جواب دیتے کہ تیرے آگے جا رہا ہے۔ ایک مقام پر بنی کلب کے سوار مجھے ملے' میں نے راہب کے بارے میں ان سے پوچھا انہوں نے میرے طرز گفتگو سے جو بھی سمجھا ہو بہرحال ایک اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور اپنے علاقہ میں لے آئے۔ پھر ایک انصاری خاتون نے مجھے خرید

لیا اور اپنے باغ کی نگہداشت پر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے اس کی خبر جب مجھے ہوئی تو میں نے باغ سے کچھ کھجوریں لیں اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ بہت لوگ موجود تھے' میں نے کھجوریں حضورؐ کے سامنے رکھ دیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیسی ہیں؟ میں نے عرض کیا صدقہ ہے۔ آپؐ نے حاضرین سے کہا کھاؤ مگر خود نہ کھایا۔

کچھ دیر وہاں قیام کے بعد میں آیا اور میں نے باغ سے پھر کچھ کھجوریں لیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا' اصحاب رسول موجود تھے' میں نے وہ کھجوریں جن کو ساتھ لے کر گیا تھا حضورؐ کے سامنے رکھ دیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ کیسی ہیں۔ میں نے عرض کیا یہ ہدیہ ہے۔ پس حضورؐ نے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھایا اور صحابہؓ نے بھی۔ آپ کے طرز عمل کو دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا یہ نبی موعود کی نشانیوں میں سے ہے۔

اس کے بعد حضورؐ کی جانب راست و چپ اور پھر پشت مبارک کی طرف گیا آپ میرا مطلب سمجھ گئے جسم پر سے کپڑا ہٹایا تو مہر نبوت شانوں کے درمیان موجود تھی۔ میں آکر حضور کے پاس بیٹھ گیا اور صدق دل کے ساتھ کہا:

اشهد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ

ابن سعد' بیہقی اور ابو نعیم نے بہ طریق ابن اسحاق سے اور انہوں نے باسناد عاصم بن عمر بن قتادہ نے محمود بن لبید سے اور محمد بن لبید نے حضرت ابن عباسؓ سے اس طرح بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسیؓ نے بیان کیا کہ میں ایرانی النسل تھا اور میرا باپ ایک کاشتکار تھا جو مجھ پر بڑا مہربان اور شفیق تھا حتیٰ کہ گھر سے باہر نہ نکلنے دیتا۔ وہ مذہباً" آتش پرست اور عقائد میں شدید اور غلو کرنے والا۔ میں اس کے آتش خانے کا محافظ اور منتظم تھا میں دوسرے لوگوں کے مذہبی نظریات اور رسوم سے بیگانہ محض تھا اس سلسلہ میں مجھے بس اسی قدر معلوم تھا جو کچھ میں نے اپنے ماحول سے حاصل کیا تھا۔

میرے باپ کی زمین پر کچھ کارندے مقرر تھے' ایک روز باپ نے بلا کر کہا: "میرے بیٹے! مجھے اس زمین کا فکر لاحق ہے' اس کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے تم کھیتوں پر جا کر کارندوں سے یہ اور یہ کہہ دینا مگر وہاں ٹھہر نہ جانا کیونکہ تمہارے ٹھہر جانے سے سارا کام درہم برہم ہو جائے گا۔" میں کہنے کے مطابق چل پڑا۔ راستہ میں عیسائیوں کے ایک معبد پر سے گزرا ہوا اندر سے آوازیں آ رہی تھیں میں نے لوگوں سے پوچھا یہ عمارت کیسی اور اس میں کون لوگ رہتے ہیں' لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ عیسائیوں کا کنیسہ ہے اور اندر لوگ عبادت میں مصروف ہیں یہ اس کی آوازیں ہیں جو تم سن رہے ہو۔ میں ان کو اور ان کے طرز عبادت کو دیکھنے کے لئے اندر چلا گیا۔ مجھے ان کا یہ طرز عبادت دیکھ کر اس قدر حیرانی ہوئی کہ میں ان کے پاس ہی بیٹھا رہا ان کے پاس سے ہٹنے کو دل نہ چاہا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا میں رات کے وقت جب گھر

Presented by www.ziyaraat.net/

واپس آیا تو لوگ مجھے تلاش کرنے روانہ ہو چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر والد نے کہا تم کہاں رہ گئے تھے' کیا میں نے تم کو جلد واپس آنے کی تاکید نہیں کی تھی؟

"میں نے کہا اے ابا جان! میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کو لوگ عیسائی کہتے ہیں' مجھے ان کی عبادت اور دعا بھلی معلوم ہوئی' میں اس خیال سے بیٹھ گیا کہ دیکھوں وہ کیا کرتے ہیں۔" والد نے جواب دیا۔ "اے میرے بیٹے! تیرا دین اور تیرے آباء و اجداد کا دین ان سے بہتر ہے۔" میں نے باپ سے عرض کیا:

"واللہ ہم لوگوں کا دین ان لوگوں کے دین سے جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کی پرستش کرتے اور اس کے لئے عبادت کرتے ہیں' بہتر نہیں ہے۔ ہم لوگ آگ کو پوجتے ہیں جس کو خود ہم روشن کرتے ہیں اگر ہم روشن کرنا چھوڑ دیں تو وہ خاکستر ہو جائے۔"

یہ جواب سن کر میرے باپ کو اندیشہ ہوا۔ لہٰذا اس نے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے اپنے گھر میں قید کر دیا۔

اس کے بعد میں نے ان نصرانیوں کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور ان سے پوچھا: "تمہارے دین کے اصول کہاں ملیں گے؟" انہوں نے بتایا کہ ملک شام میں ہیں۔ میں نے پیغام دیا: "آپ حضرات میں سے کوئی صاحب وہاں جانے والے ہوں تو مجھے خبر کر دیں۔"

کچھ عرصہ بعد چند عیسائی تاجر آئے تو انہوں نے مجھے اطلاع کرا دی۔ میں نے کہلوا دیا کہ تاجر اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر جب واپسی کا ارادہ کریں تو مجھے اس موقعہ پر خبر کرا دیں۔ لہٰذا جب وہ اپنی مصروفیات ختم کرکے واپس ہونے لگے' تو مقامی عیسائیوں نے مجھے خبر دی۔ میں نے پیروں سے بیڑیاں نکال دیں اور ان کے ساتھ ہو کر ملک شام پہنچ گیا اور نصرانی مذہب کے سب سے بڑے اسقف کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ کنیسہ کا منتظم ایک اسقف ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور میں نے اس سے عرض کیا کہ:

"میری خواہش ہے کہ میں تمہارے کنیسہ میں رہوں اور اللہ کی عبادت کروں اور تم سے اچھی اچھی باتیں سیکھوں۔" اس نے اجازت دے دی اور میں اس کے پاس رہنے لگا۔ وہ ایک برا آدمی تھا میں نے دیکھا وہ لوگوں کو صدقات کی تلقین کرتا' جب لوگ صدقات لے کر اس کے پاس آتے تو وہ خزانے میں رکھ دیتا اور جن مسکینوں کے نام پر یہ حاصل کئے تھے انہیں محروم رکھتا۔ مجھے یہ صورت حال دیکھ کر اس سے نفرت ہو گئی۔ مگر وہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا اور مر گیا۔ جب لوگ اس کے دفن کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا۔ یہ بدطینت شخص تھا تم لوگوں کو تو صدقے کرنے کا حکم دیتا تھا اور اس کے لئے تمہیں شوق دلاتا تھا اور جب تم صدقات اکٹھا کرکے اس کے پاس لاتے تھے تو یہ ان کو جمع کر لیتا تھا اور غرباء و مساکین کو کچھ نہ دیتا تھا۔

لوگوں نے کہا: "اس کا ثبوت کیا ہے؟" میں نے کہا: "میں ابھی اس کا اندوختہ نکال کر آپ کے روبرو رکھتا

ہوں۔" انہوں نے کہا: "اچھا لاؤ" میں گیا اور سات مٹکے سونے اور چاندی سے لبریز ان کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔

جب لوگوں نے یہ دیکھا تو کہنے لگے: "ہم اسے ہرگز دفن نہ کریں گے۔" اس کے بعد انہوں نے سولی پر لٹکایا اور سنگسار کر دیا۔

اس کے بعد وہ ایک اور شخص کو لے کر آئے جو ان کے خیال میں ایک قابل اور ایماندا شخص تھا اور اس کے منصب پر مقرر کر دیا میں نے کبھی آج تک نہ اپنوں میں اور نہ غیروں میں غرض کسی شخص کو اس شخص کی طرح زاہد اور شب زندہ دار نہیں دیکھا تھا' اس کے رات دن عبادت میں گزرے تھے' میں نہیں جانتا کہ کبھی میں نے اس سے بھی زیادہ کسی سے محبت کی ہو۔ بہرحال میں اس کے ساتھ رہا' یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ اس وقت میں نے ان سے کہا: اے جناب! اب آپ کا وقت آخر ہے اور جو امر الٰہی میں ہے اسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ قسم سے کہتا ہوں کہ میرے لئے آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ براہ مہربانی مجھے کچھ حکم دیجئے اور کسی کی طرف میری رہنمائی کیجئے۔ اس نے کہا: "اے بیٹے میں اور تو کسی کو نہیں جانتا البتہ ایک شخص موصل میں ہے' تم اس کے پاس چلے جاؤ یقیناً تم اس کو میری طرح پاؤ گے۔"

پھر جب وہ فوت ہو گیا تو میں موصل پہنچا اور اس شخص کے پاس گیا۔ میں نے اس کو ریاضت و عبادت اور ترک دنیا اور زہد میں اسی طرح پایا۔ میں نے اس عابد کو بتایا کہ شام کے اسقف نے مرتے وقت مجھ کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی وصیت کی ہے لہٰذا میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور آپ کا فیض صحبت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا اے بیٹے شوق سے رہو میں مقیم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت بھی قریب آگیا۔ میں نے اس سے کہا:

"میں وصیت کے مطابق آپ کے پاس آیا تھا اور اب آپ کی حالت بھی حکم خداوندی کے انتظار میں ہے لہٰذا آپ کسی کی طرف میری رہنمائی فرما دیں۔" اس نے کہا۔ اے بیٹے! خدا کی قسم میں نہیں جانتا البتہ صرف ایک شخص نصیبین میں ہے وہ ہمارے ہی دین و مسلک پر ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ۔ امید ہے کہ تم اس کی صحبت میں رہ کر اپنے مقاصد ضرور حاصل کر لو گے۔

اس کو دفن کرنے کے بعد میں نصیبین میں اس شخص کے پاس پہنچا اور بتایا کہ فلاں نے فلاں کی طرف رہنمائی کی تھی اور انہوں نے اب آپ کے پاس بھیجا ہے۔ تو اس نے کہا۔ اے صاحبزادے تم رہو۔ پھر میں اس کے پاس سابقہ طور پر شب و روز رہنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت بھی نزدیک پہنچا میں نے ان سے کہا۔

"اب آپ کے لئے بھی خدا کا حکم آگیا ہے' آپ محسوس کر رہے ہیں فلاں شخص نے مجھے فلاں کے پاس

Presented by www.ziyaraat.net/

جانے کا مشورہ دیا اور پھر اس نے آپ کی خدمت میں بھیجا اب آپ کس طرف رہنمائی کرتے ہیں میں کہاں جاؤں؟"

اس نے جواب دیا "اے برخوردار! میں کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا۔ جو ہمارے طریقے پر ہو، مگر روم میں شہر عموریہ کے اندر ایک شخص ہے تم اس کے پاس جا سکتے ہو یقیناً تم اس کو اسی طریقہ و مسلک پر پاؤ گے جس پر ہم ہیں۔"

پھر جب ہم اسے دفن کر چکے تو میں سفر پر چل دیا اور زاہد عموریہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے پہلے راہبوں کی مانند پایا اور اس کے پاس رہنے لگا۔ میں نے محنت اور مزدوری بھی شروع کر دی جس کے نتیجے میں میرے پاس کثیر بکریاں اور گائیں ہو گئیں۔

بحکم ایزدی پھر ایک عرصہ بعد زاہد عموریہ کا بھی وقت آگیا تو میں نے اس سے کہا: اے میرے میزبان مجھے زاہد شام نے زاہد موصل کی طرف اور اس نے نصیبین کی طرف اور عابد نصیبین نے پھر آپ کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لئے بھی خدا کا حکم آچکا ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں کیا آئندہ کے لئے آپ کچھ وصیت فرمائیں گے۔ اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا: اے بیٹے! خدا گواہ ہے میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو ہمارے طریقے پر ہو اس لئے میں کس طرف تمہاری رہنمائی کر سکتا ہوں؟ البتہ اس نبی کا زمانہ قریب ہے جو مکہ میں پیدا ہو گا اور اس کی ہجرت کا مقام دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ایک شور زمین میں ہو گا جہاں کھجوروں کے درخت ہوں گے اسی نبی کی نشانیاں واضح ہوں گی، اس کے شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی، وہ ہدیہ تو قبول کرے گا مگر صدقہ نہ لے گا۔ اگر تم تلاش حق کا جذبہ رکھتے ہو تو اس علاقہ کی طرف چلے جاؤ اس لئے کہ اس کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔

پھر جب اس کو دفن کر چکے تو میں چل کھڑا ہوا۔ دوران سفر مجھے سوداگران بنی کلب کا ایک قافلہ ملا۔ میں نے ان سے کہا: "تم مجھے اپنی سواری پر سرزمین عرب لے جاؤ اس کے معاوضہ میں، میں تم کو اپنی بکریاں اور گائیں دے دوں گا۔" انہوں نے کہا ٹھیک ہے تو میں نے وہ سب جانور ان کو دے دیئے اور وہ مجھ کو سوار کر کے وادی حجاز لے آئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے مجھ پر ظلم و تشدد کیا اور وادی القریٰ کے ایک یہودی کے ہاتھ مجھے فروخت کر دیا۔

یہاں پہنچ کر جب میں نے کھجور کے درختوں کو دیکھا تو مجھے امید ہوئی کہ شاید یہ وہی شہر ہو جس کی بشارت پیشوائے عموریہ نے دی تھی مگر یہ بات تحقیق طلب تھی، یہاں تک کہ بنی قریظہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص وادی القریٰ آیا تو اس نے میرے اس مالک سے مجھے خرید لیا اور اپنے قبیلہ میں مدینہ طیبہ لے آیا۔ میں نے اس شہر کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور اپنے یہودی آقا کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں نبوت کا اعلان فرما چکے تھے۔

وہ لوگ حضور کے بارے میں کچھ نہ بتاتے تھے اور میں اسی طرح غلامی میں زندگی گزار رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا تشریف لائے اور میں اپنے آقا کے باغ میں کام کر رہا تھا کہ یہودی آقا کا عم زاد بھائی آیا اور کہا۔ اے فلاں! اللہ تعالیٰ بنی قیلہ کو ہلاک کرے، یہ سارے لوگ اس وقت قبا میں مکہ کے مسافر کے پاس جمع ہو رہے ہیں جو آج ہی آیا ہے، ان لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔

یہ سنتے ہی میرے جسم پر لرزش طاری ہو گئی جس کی وجہ سے مجھے گمان ہوا کہ اپنے قریب کھڑے ہوئے مالک پر گر پڑوں گا۔ میں اوپر سے یہ کہتا ہوا نیچے اتر آیا:

"یہ ایک عجیب خبر ہے جسے میں سن رہا ہوں۔"

مالک نے میری یہ حالت دیکھ کر ایک طمانچہ میرے رسید کیا اور کہا:

"کام سے کام رکھو۔" اس کے جواب میں، میں نے کہا:

"اس میں حرج ہی کیا ہے کہ جو خبر ہم سن رہے ہیں اس کے بارے میں تحقیق کر لیں۔" یہ کہہ کر میں باغ سے نکل آیا۔ راہ میں شہر کی ایک عورت ملی میں نے اس سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کے گھر کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ پھر اسی عورت نے بارگاہ رسالت تک میری رسائی کی، میں جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں پہنچا اس وقت شام ہو گئی تھی اور میرے ساتھ صدقہ کا کھانا موجود تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا ہی میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ ایک مرد صالح ہیں اور آپؐ کے ساتھ کچھ غریب صحابہؓ ہیں میرے پاس تھوڑا سا صدقہ کا کھانا تھا مجھے خیال آیا کہ آبادی میں آپ زیادہ حق دار ہیں لہذا یہ کھانا حاضر ہے، تناول فرمایئے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ سنا تو اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور صحابہؓ سے فرمایا تم کھاؤ، میں نے سوچا یہی وہ خصوصیت ہے جس کا ذکر عابد عموریہ نے آپ کی نشانی کے بطور کیا تھا۔ اس کے بعد میں لوٹ آیا۔ اور حضورؐ قباء سے مدینہ طیبہ آ گئے۔ پھر جو کچھ موجود تھا میں نے اکٹھا کیا اور ساتھ لے کر دربار رسولؐ میں دوبارہ حاضر ہوا اور کہا:

"میں نے دیکھا ہے کہ آپؐ صدقہ کا مال نہیں کھاتے ہیں یہ میری طرف سے ہدیہ اور تحفہ ہے، صدقہ نہیں ہے۔"

میری بات سن کر حضورؐ نے خود بھی کھایا اور صحابہؓ کو بھی دیا۔ میں نے خیال کیا یہ وہ دونوں خوبیاں ہیں جو مجھے بتائی گئی ہیں۔

اس کے بعد میں پھر دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ایک جنازہ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ آپ کے جسم اقدس پر صوف کی چادر تھی اور آپؐ صحابہؓ کے جھرمٹ میں تھے۔ میں حضورؐ کے گرد چکر لگانے لگا

Presented by www.ziyaraat.net/

تاکہ میں آپ کے پشت مبارک پر مہرنبوت کی زیارت کر سکوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس حال اور جستجو میں دیکھا تو سمجھ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پشت مبارک سے چادر اٹھا دی تو میں نے آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرنبوت دیکھی جس کو میرے ساتھی راہب نے علامت نبوت کے طور پر بیان کیا تھا۔ پس میں نے اسے بوسہ دیا اور پھر مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا: "اے سلمان! پیچھے سے آگے آ جاؤ۔" تو میں سامنے آ کر حضورؐ کے روبرو بیٹھ گیا اور صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو نشانیاں کتب سماوی میں بیان کی گئی ہیں وہ میری زبانی سنیں۔ جب میں ان کے بیان سے فارغ ہوا تو حضورؐ نے فرمایا:

"اے سلمان! مکاتب ہو جاؤ۔"

لہٰذا میں اپنے مالک سے کھجور کے تین سو درختوں اور چالیس اوقیہ (چاندی) پر مکاتب ہو گیا۔ اصحاب رسولؐ نے درختوں کی فراہمی میں میری مدد کی۔ کسی نے تیس، کسی نے بیس اور کسی نے دس پودے دیئے۔ ہر ایک نے مقدور بھر تعاون کیا۔ پھر مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پودوں کو لگانے کے لئے گڑھے کھودنے کے لئے فرمایا اور کہا جب تم گڑھے کھود لو تو مجھے بلا لینا میں ان کو اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔

میں نے گڑھے کھودنے شروع کر دیئے۔ اس مرحلہ پر صحابہؓ نے بھی میری مدد کی وہ جہاں جہاں نشانات لگاتے، میں وہاں وہاں گڑھے کھودتا۔ جب کھدائی کا یہ کام ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ چنانچہ ہم لوگ حضورؐ کو پودے اٹھا کر دیتے اور حضورؐ اپنے دست مبارک سے ان کو لگاتے اور مٹی کو درست کرتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضورؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کوئی ایک پودہ بھی تو خشک نہیں ہوا۔

اب میرے ذمہ درہم رہ گئے تھے تو ایک شخص کسی کان سے انڈے کے برابر سونے کی ڈلی لایا۔ حضورؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "اے سلمان! اس ڈلی کو تم لے لو اور اس کے ذریعہ تم اپنی مکاتبت کا جتنہ حصہ ہے ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر چھوٹی ڈلی سے میرا قرضہ کس طرح ادا ہو گا؟ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اسی سے تمہارا قرضہ ادا کر دے گا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے اس سونے سے یہودی کو مکاتبت کا چالیس اوقیہ ادا کر دیا اور اتنی ہی مقدار میں سونا میرے پاس باقی بچ گیا۔

ابو نعیم نے بہ طریقہ ابی سلمہ بن عبدالرحمن، حضرت سلیمان فارسیؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رام ہرمز میں پیدا ہوا۔ ہم عمر بچوں کے ساتھ بستی میں جانا ہوتا۔ اس بستی کے قرب ایک پہاڑ ہے جس میں ایک غار تھا۔ ایک روز میں تنہا اس طرف چلا گیا۔ اتفاقاً" اس جگہ ایک دراز قد آدمی اونی لباس اور

بالوں سے بنی چپل پہنے دکھائی دیا۔ پھر اس نے مجھے اپنے پاس بلانے کے لئے اشارہ کیا جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا:

"اے فرزند! تم حضرت عیسیٰ ابن مریم کو جانتے ہو۔؟"

میں نے جواب دیا: "میں نہیں جانتا اور نہ میں نے یہ نام سنا ہے۔"

اس نے کہا: "وہ اللہ کے رسول ہیں، اس لئے جو شخص حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے گا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ ان کو اللہ کی طرف سے پیغام بر سمجھتا ہے۔ اور جو عنقریب رسول تشریف لانے والے ہیں، ان کا نام "احمد" ہے اور جو ان رسول پر ایمان لائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے غموں سے نجات دے کر آخرت کی راحتوں اور اس کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔"

میں نے اس اجنبی کی باتوں میں سچائی کی حلاوت اور حقیقت کا نور دیکھا جو اس کے لب گویا سے نمودار تھا۔

میرے دل کو اس کی باتیں لگیں میرے ضمیر کو انبساط حاصل ہوا۔ گویا یہ پہلا محسن تھا جس نے مجھے "**لا الہ الا اللہ و ان عیسی بن مریم رسول اللہ و محمد بعدہ رسول اللہ و البعث بعد الموت**" کی تعلیم دی۔

میرے دل کو اس کی باتیں لگیں میرے ضمیر کو انبساط حاصل ہوا۔ گویا یہ پہلا محسن تھا جس نے مجھے "**لا الہ الا اللہ و ان عیسی بن مریم رسول اللہ و محمد بعدہ رسول اللہ و البعث بعد الموت**" کی تعلیم دی۔

پھر اس نے مجھے نماز میں قیام کی تعلیم دی اور کہا۔ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو قبلہ کی جانب منہ کرنا۔ اس وقت اگر تمہیں چاروں طرف سے آگ بھی گھیر لے تو اطمینان خاطر رکھنا اور اگر بہ حالت نماز فرض تمہارے والدین بھی بلائیں، تو ہرگز ان کی طرف بھی توجہ نہ دینا۔ ہاں اگر اللہ کا رسول بلائے تو نماز فرض کو بھی قطع کر دینا، کیونکہ اس کا بلانا اللہ کے حکم سے اور اللہ کے لئے ہوتا ہے۔

اس کے بعد اس نے کہا۔ "کہ اگر تم محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پاؤ جو تہامہ کے پہاڑی علاقے سے ظہور فرمائیں گے، اس پر ایمان لانا اور ان کے حضور میرا سلام پیش کرنا۔" میں نے کہا، ان کی کچھ علامتیں بیان فرمایئے۔ تو انہوں نے بتایا:

"ان کو نبی الرحمتہ محمد بن عبداللہ کہا جائے گا۔ وہ تہامہ کے پہاڑی علاقے سے ظہور فرمائیں گے، وہ اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے پر سواری کریں گے، آزاد اور غلام ان کے نزدیک برابر ہوں گے ان کے دل میں انسان دوستی اور کرم ہو گا اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان بیضہ کبوتر کی برابر ایک مہر ہو گی جس پر غیر مرئی حروف میں **اللہ وحدہ لا شریک لہ محمد رسول اللہ** لکھا ہو گا اور نمایاں اور مرئی حروف میں ہو گا **توجہ حیث شئت فانک المنصور** وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ کو اپنی ذات کے لئے پسند نہ فرمائیں گے ان کے اندر کسی کے لئے حسد و عناد نہ ہو گا، نہ وہ معاہد پر ظلم کریں گے اور نہ مسلمان پر۔"

طبرانی اور ابونعیم نے بہ طریق شرجل بن السمط، سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا۔ میں

Presented by www.ziyaraat.net/

تلاش حق میں نکلا' اہل کتاب کے راہبوں سے ملا' وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس میں سرزمین عرب سے ایک نبی کا ظہور ہو گا۔ اس نبی کی بہت سی خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک بڑا سا تل ہو گا جو مہر نبوت ہے۔

میں (یہ اطلاع پا کر) سرزمین عرب پہنچ گیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہور فرمایا اور جو کچھ راہبوں نے نشانیاں بتائی تھیں' وہ تمام نشانیاں آپ میں موجود پائیں اور مہر نبوت کو دیکھا تو میں نے گواہی دی کہ **لا الٰہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ**

بیہقی و ابو نعیم نے بہ روایت جناب بریدہؓ نقل کیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ جس قدر کھجور کے درختوں کے عوض مکاتب ہوئے (حسب قرارداد سلمان و یہودی) درختوں کی پرورش اور بار آور ہونے تک ان کی تیاری کرنی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازراہ عنایت درختوں کو زمین میں لگایا بجز ایک پودے کے کہ اس کو حضرت عمرؓ نے لگا دیا۔ مگر وہ تمام درخت اسی سال پھل لے آئے سوائے ایک درخت کے۔ یہ صورت حال دیکھی تو حضورؐ نے پوچھا اس درخت کو کس نے لگایا تھا؟ صحابہؓ نے عرض کیا عمرؓ نے' تو حضورؐ نے اسے اکھیڑ کر خود لگایا تو پھر وہ بھی اسی سال پھل لے آیا۔

ابن سعد و ابو نعیم نے بہ روایت ابو عثمان مہدی حضرت سلمانؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں اپنے مالک سے کھجور کے پانچ سو پودے لگانے پر مکاتب ہوا کہ جب وہ پھل لے آئیں تو میں (باغ کو مالک کے حوالے کر دوں گا اور) آزاد ہو جاؤں گا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور پودوں کو اپنے دست مبارک سے لگایا بجز ایک پودے کے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے لگا دیا تھا' تو وہ سب بار آور ہو گئے مگر اسی ایک درخت میں پھل نہ آیا۔

حاکم و بیہقی نے بہ روایت ابو الطفیل حضرت سلمانؓ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے انڈے کے برابر سونا دیا' اور پھر انگشت شہادت کو انگوٹھے پر رکھ کر حلقہ بنایا جو درہم کے برابر بن گیا۔ انہوں نے کہا اگر اس سونے کی ڈلی کو ایک پلہ میں رکھا جائے اور دوسرے میں کوہ احد تو یقیناً سونے کا پلہ وزنی رہے گا۔

امام احمد و بیہقی نے ایک دوسری سند سے حضرت سلمانؓ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سونا عطا فرمایا اور کہا اس سے کتابت کا قرض ادا کر دو۔ تو میں نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ جتنا مجھے دینا ہے وہ اس سے کس طرح ادا ہو گا؟ یہ سن کر آپ نے اس ڈلی کو اپنی زبان مبارک پر پھیرا اور مجھے دیتے ہوئے کہا: اسے لے جاؤ اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا قرض ادا کر دے گا میں اسے لے گیا اور وزن کر کے اس سے چالیس اوقیہ سونا ادا کر دیا۔

ابن اسحاق' ابن سعد' بیہقی اور ابو نعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے عاصم

بن عمر بن قتادہؓ نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے سنا کہ مجھے حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں روایت ملی کہ عموریہ کے راہب نے سلمانؓ سے اپنی وفات کے وقت کہا۔ تم ملک شام کے دو پہاڑوں میں جاؤ وہاں ایک شخص پہاڑ سے نکل کر دوسرے پہاڑ کی طرف سال میں ایک مرتبہ جاتا ہے اور اس کے روبرو بیمار پیش کئے جاتے ہیں وہ جس مریض کے لئے دعا کرتا ہے' شفایاب ہو جاتا ہے۔ تم اس سے اس دین کے بارے میں پوچھنا جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھتے ہو۔

سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں روانہ ہو گیا اور ایک سال تک اس ہستی کے نکلنے کے انتظار میں ٹھہرا رہا حتی کہ وہ اس خاص رات میں نکلا۔ میں نے اس کا شانہ (ایک اضطرابی عمل کے طور پر) پکڑ کر کہا۔ "تم پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے' کیا حنفیت دین ابراہیم میں ہے؟"

اس نے جواب دیا "اس نبیؐ کے ظہور کا زمانہ تم پاؤ گے جو اس بیت اللہ سے ظہور فرما کر اس حرم میں ظاہر ہو گا اور وہ "دین حنیف" کے ساتھ مبعوث ہو گا۔"

ایک مرتبہ سلمانؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو حضورؐ نے فرمایا: اے سلمان اگر تم سچ کہتے ہو تو تم نے یقیناً سیدنا حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا ہے۔ (حضرت سہیلی مالکی نے کہا اس حدیث کی سند مقطوع ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔)

ابن اسحاق اور بیہقی نے اپنی سند سے روایت کیا کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہمارے شیوخ نے کہا کہ عرب میں ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رفعت کو جاننے والا کوئی نہیں کیونکہ ہماری رہائش یہودیوں کے ساتھ تھی وہ اہل کتاب تھے اور ہم صنم پرست۔ ہماری جانب سے جب ان کو کوئی گزند پہنچتی تو وہ ہماری تنبیہہ کے لئے کہتے۔ "جلد ہی ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے وہ ہمارا رہنما اور سردار ہو گا اور ہم تم کو عاد و ارم کی طرح قتل کریں گے۔" لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس نبی موعود یعنی حضورؐ کو مبعوث فرمایا تو ہم (صنم پرستوں) نے مانا اور اطاعت کی' اور انہوں نے انکار کیا اور مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ **وَ كَانُوا مِن قَبلُ يَستَفتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا** الآیہ۔

بیہقی اور ابو نعیم نے علی الازدی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ یہودی یہ دعا مانگا کرتے تھے "اے خدا! ہمارے لئے اس نبیؐ کو مبعوث فرما' جو ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔"

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ خیبر کے یہودی' بنی غطفان سے دشمنی رکھتے تھے اور اہل خیبر شکست کھا جاتے تو وہ اس موقع پر ان الفاظ میں دعا کرتے: "اے ہمارے خدا! ہم تجھ سے اس نبی موعود کے وسیلہ سے التجا کرتے ہیں کہ جس کا نام احمد ہے اور زمانہ آخر میں ہماری

Presented by www.ziyaraat.net/

جواب دیا۔ میں نے بھی اپنے والد سے یہی سوال کیا تھا تو میرے والد نے بتایا تھا کہ ہم بنو تمیم کے چار آدمی تھے' ایک میں دوسرے سفیان بن مجاشع بن دارم تیسرے یزید بن عمر بن ربیعہ اور چوتھے اسامہ بن مالک خندف۔ ہم چاروں سفر پر روانہ ہوئے۔ جب ہم ملک شام پہنچے' تو ایک تالاب پر جہاں سایہ دار درخت بھی تھے اترے' تو کچھ دیر بعد اک شخص ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا: "تم کون لوگ ہو؟"

ہم نے جواب دیا: "ہم قبیلہ مضر کے لوگ ہیں۔"

ہمارا جواب سن کر اس نے کہا: "آگاہ ہو جاؤ' عنقریب تم لوگوں میں ایک نبی مبعوث ہو گا۔ لہٰذا بلا تاخیر اپنے علاقہ کو لوٹ جاؤ اور اس سے اپنا حصہ حاصل کرو اور ہدایت یاب بنو۔ کیونکہ وہ خاتم النبیین' یعنی آخری نبی ہے۔"

ہم نے پوچھا کہ "اس کا کیا نام ہے؟"

بتایا کہ "اس کا نام محمدؐ ہے۔"

سفر سے جب ہم واپس ہوئے تو ہم میں سے ہر ایک کے یہاں لڑکا پیدا ہوا' اور چاروں نومولود بچوں کا نام محمد رکھا۔

ابن سعد نے سعید بن مسیب سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ اہل عرب' اہل کتاب اور کاہنوں سے سنا کرتے تھے کہ عرب میں ایک نبی مبعوث ہو گا جس کا نام محمدؐ ہو گا۔ تو اہل عرب میں سے جس نے یہ بات سنی اس نے طمع نبوت کے سبب اپنے بچہ کا نام محمد رکھ لیا۔

بیہقی نے مروان بن الحکم کی سند سے امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ' مجھ سے ابو سفیان بن الحرب نے حدیث بیان کی کہ میں اور امیہ بن الصلت شام کی طرف روانہ ہوئے تو دوران سفر ہمارا گزر اسی بستی میں ہوا جس کے باشندے نصاریٰ تھے۔ جب ان کی نظر امیہ پر پڑی تو اس کا استقبال اور پذیرائی کی اور ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔ امیہ نے مجھ سے کہا اے ابو سفیان! میرے ہمراہ تم بھی چلو کیونکہ تم ایک ایسے شخص کے پاس جاؤ گے جو علوم نصرانیت کا علامہ اور بڑا فاضل ہے۔

میں نے کہا' میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ تو امیہ چلا گیا۔ پھر واپس آ کر اس نے کہا۔ جو بات میں تم سے کہوں گا' کیا تم اسے پوشیدہ رکھو گے؟ میں نے کہا "ہاں" اس نے کہا۔ مجھ سے ایک شخص نے جو علم توریت کا سب سے بڑا محقق ہے ایک اہم بات کہی ہے' وہ یہ کہ بلاشبہ ایک نبی مبعوث ہو گیا ہے میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید وہ میں ہی ہوں۔ مگر اس نے بتایا کہ وہ تم میں سے نہیں ہے بلکہ وہ اہل مکہ میں سے ہے میں نے پوچھا اس کا نسب کیا ہے؟ اس نے کہا وہ اپنی قوم کا منتخب شخص ہے اور اس کی یہ نشانی بیان کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ملک شام میں آٹھ زلزلے آئیں گے اب ایک زلزلہ باقی ہے جس سے شام میں فساد و مصیبت داخل ہو جائے گی۔

رہنمائی کے لئے جس کے ظاہر فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے ہماری مدد کر۔" اس کے بعد جب مقابلہ ہوتا تو یہودی غالب آتے اور غطفان شکست کھا جاتے۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان ہی یہود' نے حضورؐ کے ساتھ کفر کیا' جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **وَ كَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ**

ابن اسحاق' امام احمد' امام بخاری صاحب مستدرک حاکم کی صحت کے ساتھ اور بیہقی طبرانی و ابو نعیم نے بہ روایت محمود بن لبید' از سلمہ بن سلامہ بن وقش روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک یہودی تھا وہ اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے پاس صبح کے وقت گیا' اور اس نے مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے اور قیامت قائم ہونے اور جنت و دوزخ اور حساب و میزان کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ حقیقت ان بت پرستوں کے لئے حیرت فزا ہے جو اس پر یقین نہیں کرتے اس یہودی نے یہ بات حضورؐ کی بعثت سے قبل کہی تھی۔

یہ سن کر لوگوں نے کہا اے شخص تیرا بھلا ہو (کچھ تو عقل سے کام لے) یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد اس گھر کی طرف اٹھائے جائیں گے جس میں جنت و دوزخ ہے اور ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟ اس نے کہا' ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے' میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا حصہ اس آگ میں ہو جس کو تم اپنے گھروں کے صحنوں میں جلاتے ہو' تم اسے جلاؤ' پھر تم مجھے اس روشن تنور میں ڈال کر اوپر سے اس کا منہ بند کر دو اور پھر میں اس کے عوض کل سزا کے دن آتش جہنم سے نجات پاؤں۔

لوگوں نے پوچھا: "اس قول کی صحت پر تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟"

اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "اس علاقے میں ایک نبی مبعوث ہو گا۔"

لوگوں نے پوچھا: "تیرے خیال میں وہ نبی کب مبعوث ہو گا؟"

اس پر اس نے میری طرف دیکھا۔ میں اس وقت اپنے قبیلہ کے لوگوں میں سب سے کم عمر تھا۔ پس اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا: "اگر اس نے اپنی عمر کو پورا کیا' تو یہ اس نبیؐ کو پائے گا۔"

اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور وہ یہودی ہمارے سامنے زندہ تھا۔ بحمد اللہ' ہم نے حضورؐ کی تصدیق کی اور ہم آپؐ پر ایمان لائے اور وہ یہودی بغاوت و حسد کا رویہ اختیار کرنے کے بعد انکار کرتا رہا اور جب ہم نے اس سے کہا۔ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جو حضورؐ کے بارے میں' یہ اور یہ پیشین گوئیاں ہم لوگوں سے کرتا تھا؟ اس نے جواب دیا۔ "یہ وہ نبی نہیں ہیں۔"

بیہقی' طبرانی' ابو نعیم اور خرائطی نے "ہواتف" میں خلیفہ بن عبدة سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ سے پوچھا۔ زمانہ جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیسے رکھا؟ انہوں نے

Presented by www.ziyaraat.net/

پھر جب ہم واپس ہو کر ثنیہ پہنچے تو اچانک ایک سوار آتا ہوا ملا ہم نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا شام سے۔ ہم نے پوچھا وہاں سے متعلق کوئی نئی خبر تو نہیں؟ اس نے بتایا خبر یہ ہے کہ شام میں زلزلہ آیا ہے جس کے سبب ہر طرف آفت ہی آفت نظر آتی ہے۔

ابو نعیم نے کعبؒ اور وہب بن منبہ سے روایت کی کہ بخت نصر نے بہت برا خواب دیکھا جس کے ڈر سے وہ لرز اٹھا مگر بیدار ہونے کے بعد خواب کو بھول گیا۔ اس نے کاہنوں اور جادوگروں کو بلایا اور اثرات خواب کو بیان کیا اور تعبیر چاہی۔ انہوں نے کہا خواب بیان کرو۔ بخت نصر نے کہا خواب تو یاد نہیں رہا۔ انہوں نے کہا جب تک خواب ہمارے سامنے نہ ہو، تعبیر کہاں سے ہو گی۔ پھر اس نے حضرت دانیالؑ نبی کو بلایا اور سارے حالات بیان کئے۔ انہوں نے فرمایا:

"اے بخت نصر! تم نے خواب میں بہت بڑے بت کو دیکھا ہے جس کے پاؤں زمین میں ہیں، اور سر آسمان میں، اس کے اوپر کا حصہ سونے کا ہے اور درمیانی حصہ چاندی کا اور اس کا نچلا دھڑ تانبے کا اور اس کی پنڈلیاں لوہے کی اور اس کے پاؤں کھنکھناتی مٹی کے ہیں، اس دوران کہ تم اس کو دیکھ کر اس کے حسن و جمال اور کاری گری پر حیرت کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھر پھینکا جو اس کے سر کے وسط میں گرا اور وہ از سر تا پا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس کا سونا، چاندی، تانبا لوہا اور مٹی اس طرح آمیختہ ہو گئے اور تم نے خیال کیا کہ اگر روئے زمین کے تمام جن و انس مل کر بھی اس کے مخلوط اور آمیختہ اجزاء یا ذرات کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیں تو عاجز رہیں اور اس بات پر قادر نہ ہوں کہ ان کو الگ کر دیں اور تم کو اس بات کا خطرہ درپیش تھا اور تم ڈر رہے تھے ----- کہ اگر تیز ہوا چلے تو اسے اڑا لے جائے گی اور تم نے اس پتھر کو دیکھا جو اس پر مارا گیا تھا کہ وہ بڑھتا، پھیلتا اور ہمہ گیر ہوتا جا رہا ہے یہاں تک کہ اس نے تمام روئے زمین کو گھیر لیا۔ اس وقت تمہیں اس پتھر اور آسمان کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔" بخت نصر نے کہا:

"آپ نے سچ فرمایا۔ میں نے یہی خواب دیکھا ہے۔ تو اب اس کی تعبیر کیا ہے؟"

پیغمبر دانیال نے جواب دیا۔ "بت تو وہ مختلف امتیں ہیں جو ابتداء، وسط اور آخر زمانوں سے متعلق ہیں اور وہ پتھر جس سے اس بت کو پاش پاش کیا گیا ہے وہ اللہ کا دین ہے جس کے ذریعہ آخر زمانہ میں تمام امتوں کو ختم کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ عرب سے نبی امی کو مبعوث فرمائے گا اور اس کے ذریعہ ساری امتوں اور تمام دینوں کو منسوخ کرے گا۔ جیسا کہ تم نے خواب میں دیکھا کہ سنگ گراں نے بت کے ہر حصہ کو پامال کر دیا ہے اور وہ دین تمام ادیان پر غالب ہو گا جس طرح کہ تم نے پتھر کو روئے زمین پر غالب اور پوری فضا پر محیط دیکھا ہے۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں عیسیٰ بن داب سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا ہم

صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور زید بن عمر بن نُفیل بھی بیٹھا تھا اتنے میں امیہ بن ابی الصلت گزرا، اس نے کہا خبردار ہو جاؤ، جس نبی کا ہم انتظار کر رہے تھے، وہ یا تو تم میں سے ہو گا یا فلسطین والوں میں سے۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے پہلے کسی نبی کے انتظار کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا کہ وہ ظہور فرمانے یا مبعوث ہونے والا ہے۔ اس کے بعد میں ورقہ بن نوفل کے پاس گیا اور ان سے تمام واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا، ہاں اے بھتیجے۔ اہل کتاب اور علماء نے خبر دی ہے کہ نبی منتظر عرب کے بزرگ ترین خاندان میں پیدا ہو گا میں اس کے نسب سے واقف ہوں۔ میں نے کہا اے چچا وہ نبی کیا تعلیم کرے گا؟ ورقہ نے کہا ان کی تعلیم وہی ہو گی، جس کی ہدایت ان کو ہو گی نہ وہ خود ظلم کرے گا نہ ظالموں کو برداشت کرے گا۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہور فرمایا تو میں ان پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔

طیالسی اور ابو نعیم نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے روایت کی کہ میرے والد ورقہ بن نوفل دونوں دین کی جستجو اور تلاش میں نکلے اور وہ موصل میں ایک راہب کے پاس پہنچے۔ اس نے زید سے پوچھا: تم کہاں سے آ رہے ہو؟

زید نے کہا "حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ سے۔"

اس نے کہا: "کس چیز کے ارادہ اور تلاش میں نکلے ہو؟"

زید نے جواب دیا: "سچے دین کی۔"

راہب نے کہا: "لوٹ جاؤ کیونکہ وقت آگیا ہے کہ اس ذات گرامی کا ظہور ہو، جس کے لئے تم اپنی سرزمین سے دور سرگرم جستجو ہو۔"

امام بغوی نے اپنی "معجم" میں (طبرانی اور حاکم نے اسے صحیح کہا) اور ابو نعیم نے بروایت اسامہ بن زید، زید بن حارثہ سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات کی اور حضورؐ نے اس سے کہا۔ اے چچا "میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری قوم تم سے دشمنی رکھتی ہے؟" انہوں نے کہا۔ ان کی یہ بات بغیر اس کینہ کے ہے جو مجھ میں ان کی طرف سے ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے ان کو گمراہی پر دیکھا تو دین حق کی جستجو میں گھر سے نکلا اور جزیرہ میں ایک بزرگ کے پاس پہنچا اور اس سے اپنے سفر اور آمد کا مقصد بیان کیا۔ اس نے پوچھا "تم کن لوگوں سے ہو؟" میں نے کہا اہل بیت اللہ سے۔ اس نے کہا بلاشبہ تمہارے شہر میں وہ نبی یا تو پیدا ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے کیونکہ اس کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے لہٰذا تم جاؤ اس کی تصدیق کرو اور ایمان لاؤ۔ میں یہ سن کر لوٹ آیا اور راہب کے قول کے بارہ میں مجھے کچھ پتہ نہ چلا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

ابن سعد اور ابو نعیم نے عامر بن ربیعہ سے روایت کی کہ عامر نے کہا۔ مجھے زید بن عمرو بن نفیل مکہ مکرمہ سے غار حراء کی جانب جاتے ہوئے ملے۔ اس زمانے میں ان کے اور ان کی قوم کے درمیان اس بات پر رنجش تھی کہ انہوں نے پوری قوم کے عقیدہ اور عمل کے خلاف طرز فکر اختیار کر لیا تھا ان کی اصنام پرستی سے بیزار ہو کر کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس ملاقات میں زید نے عامر سے کہا: "اے عامر! میں نے قوم کی مخالفت اور ملت ابراہیمی کی پیروی شروع کر دی ہے' میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور میں اس نبی کا منتظر ہوں جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد اور نسل عبدالمطلب سے ہوں گے' جن کا نام احمدؐ ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کا زمانہ نہ پا سکوں گا۔ مگر میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ اگر تمہاری زندگی وفا کرے اور ان کے عہد سعادت کو پاؤ تو میری جانب سے ان پر سلام عرض کرنا اے دوست عامر! میں آنے والے نبی کی کچھ علامتیں بتاتا ہوں تاکہ وہ ذات گرامی تم پر پوشیدہ نہ رہ سکے اور بغیر کسی ادنیٰ تامل کے تم ان کو پہچان سکو۔"

"وہ ہادی برحق میانہ قد ہوں گے' جسم پر بال زیادہ ہوں گے نہ کم' آنکھوں کا رنگ شربتی ہو گا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی' نام آپؐ کا احمدؐ ہو گا۔ یہ شہر ان کی ولادت اور بعثت کا مقام ہے۔ بعد میں ان کو قوم جلاوطن اور خارج الدیار کر دے گی اور وہ یثرب کو ہجرت کر جائیں گے پھر باطل' حق کے مقابل نہ ٹھہرے گا۔"

اے میرے راز دار عامر! متنبہ ہو جاؤ کہ ان کے ساتھ تم پر فریب طرز عمل مت اختیار کر بیٹھنا۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں "دین ابراہیمی" کی تلاش میں ملکوں اور شہروں گھوما ہوں اور ہر ذی علم و نیک نہاد یہودی' نصرانی اور زرتشتی نے یہی بتایا کہ "یہ دین تو تیرے پیچھے آ رہا ہے۔" اور انہوں نے تقریباً بالاتفاق یہی علامتیں مجھے سکھائیں جن کو میں نے تم سے بیان کر دیا ہے اور وہ بتاتے تھے کہ بس اسی ایک نبی کا آنا باقی ہے۔"

عامر نے کہا جب میں نے زید بن عمر کے اس پورے واقعہ کو حضورؐ کے سامنے بیان کیا تو آپؐ نے زید کے لئے رحمت کی دعا فرمائی اور کہا میں ان کو جنت میں دامن پھیلائے دیکھ رہا ہوں۔

ابن سعد نے بہ روایت شعبی' عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے روایت کی کہ' زید بن عمرو بن نفیل نے بتایا کہ میں شام کے ایک راہب کے پاس گیا اور میں نے اس سے بت پرستی اور یہودیت و نصرانیت سے اپنی بیزاری کا ذکر کیا تو اس نے جواب میں کہا:

"اے مکہ کے بیٹے! تم دینی ابراہیمی کا نظام چاہتے ہو' وہ تم کو کہیں بھی نظر نہ آئے گا' تم مکہ ہی کو لوٹ جاؤ' کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہاری قوم سے تمہارے ہی شہر میں ایک نبی کو مبعوث فرمائے گا جو حضرت ابراہیمؑ کے "دین حنیف" کو بھی ارتقاء و تکمیل کے ساتھ جاری و نافذ کرے گا اور وہ بارگاہ خالق میں اکرم الخلائق

ہے۔"

ابو نعیم نے بہ روایت ابی امامہ باہلی' عمرو بن عبسہ سلمی سے روایت کی' انہوں نے کہا۔ میں زمانہ جاہلیت ہی میں اپنی قوم کے اصنام سے بیزار ہو گیا تھا میرا خیال تھا یہ "پرستش اصنام" کا طریقہ و مسلک قطعی باطل ہے اسی زمانے میں مجھے ایک اہل کتاب ملا اس سے میں نے افضل دین کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا مکہ مکرمہ میں ایک شخص پیدا ہو گا جو اصنام پرستی اور شرک کو مٹائے گا اور وحدہ لاشریک کی بندگی کی طرف بلائے گا اور افضل دین کو لائے گا تو جب تم اس کا ذکر سنو' تو اس کی دعوت دین پر لبیک کہنا۔

اس کے بعد میرا یہ ایک وظیفہ ہو گیا کہ مجھے جو شخص بھی مکہ سے آیا ہوا ملتا' میں اس سے مکہ کے مخصوص حالات کے بارے میں دریافت کرتا جب کوئی خاص خبر دریافت نہ ہوتی تو پھر میں اپنے گھر کو لوٹ جاتا۔ ایک مرتبہ چند سوار ملے اور مکہ کی خبریں پوچھنے پر انہوں نے کہا کوئی خاص خبر نہیں ہے اس کے بعد بھی میں راستے پر بیٹھا رہا کہ ایک سوار تیزی سے میرے قریب پہنچا۔ میں نے اس سے پوچھا:

"تم کہاں سے آ رہے ہو؟"

اس نے کہا "مکہ سے" میں نے پوچھا:

"کیا' کوئی خاص خبر ہے؟"

اس نے جواب دیا: "ہاں' ایک شخص نے پوری قوم اور اپنے آباء و اجداد کے مراسم عبودیت سے نفرت و بیزاری کا اظہار کر دیا ہے اور صرف ایک معبود کی بندگی کی طرف بلاتا ہے۔" تو میں نے سوچا شاید یہ شخص وہی ہے جس کا میں انتظار کرتا ہوں۔ چنانچہ میں مکہ مکرمہ آیا اور حضورؐ کو موجود پایا۔ میں نے عرض کیا "آپ کون ہیں؟" حضورؐ نے ارشاد فرمایا "میں نبی ہوں" میں نے پوچھا نبی کسے کہتے ہیں؟ فرمایا "رسول کو۔" میں نے عرض کیا "کس نے آپؐ کو بھیجا ہے؟ فرمایا "اللہ تعالیٰ نے" میں نے سوال کیا "آپ کے بھیجنے کا مقصد کیا ہے؟" فرمایا "کہا گیا ہے کہ تم صلہ رحمی کرو' جان و مال کی حفاظت کرو' راستوں کو مامون کرو' بت شکنی کر کے صرف خدائے واحد کی بندگی اختیار کرو۔"

میں نے شگفتہ دلی کے ساتھ عرض کیا: "بہت خوب' کیا ہی اچھی باتوں کے لئے آپ کو بھیجا گیا ہے۔ لہٰذا میں اطمینان قلب کے ساتھ شہادت دیتا ہوں کہ میں آپؐ کی رسالت پر ایمان لایا' اور آپؐ کی تصدیق کی۔" پھر میں نے عرض کیا' میں آپ کے ساتھ رہوں یا آپؐ کی جو رائے ہو؟ فرمایا تم دیکھ رہے ہو کہ جو دعوت دین میں دے رہا ہوں لوگ اسے کس قدر تلخ اور ناگوار سمجھ رہے ہیں لہٰذا تم اپنے گھر ہی رہو اور جب تم کو معلوم ہو کہ میں فلاں مقام پر ہجرت کر کے پہنچ چکا ہوں تو تم وہاں میرے پاس پہنچ جانا۔ اب واپس چلے جاؤ۔

چنانچہ جب میں نے سنا کہ حضورؐ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ چکے ہیں تو میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔

Presented by www.ziyaraat.net/

(اس حدیث کو ان ہی الفاظ میں ابن سعد نے بہ روایت شہر بن حوشب' عمرو بن عبسہ سے روایت کیا ہے)

ابو نعیم نے اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ' مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کو جب ان پر بخت نصر کے غلبہ سے بے شمار مصائب پہنچے ان کی وجہ سے وہ منتشر اور ذلیل و خوار ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ وہ اپنی کتاب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ پاتے تھے مثلاً یہ کہ وہ عرب کی بستیوں میں سے کسی ایک بستی میں ظاہر ہوں گے' جہاں کھجوروں کے درخت ہوں گے' پھر جب وہ ملک شام پہنچے تو منتشر ہو کر حصے بخرے ہو گئے۔ ہر حصے کے لوگوں میں گھل مل گئے شامی اور یمنی مخلوط ہو گئے میں جہاں کھجوروں کے درخت دیکھتا اور دوسرے مذکورہ اوصاف پاتا ٹھہر جاتا کہ شاید حضورؐ سے طلب سعادت کا موقع مل جائے' یہاں تک کہ اولاد ہارونؑ جو توریت کی حامل تھی یثرب میں آ کر ٹھہری ان کے بزرگ اور پیر مرد اس حال میں فوت ہوئے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتقاد و ایمان رکھتے تھے کہ آپ بعثت فرمائیں گے اور اپنی آئندہ اور نوخیز نسل کو نصیحت کرتے کہ جب وہ تشرف فرما ہوں تو اطاعت امر و تعاون کریں۔ انجام کار جس نے ان کی نسل میں سے حضورؐ کو پایا' انہوں نے انکار کا رویہ ہی اختیار کیا باوجودیکہ وہ خوب واقف تھے۔

ابو نعیم نے حضرت حسان بن ثابتؓ سے روایت کی' انہوں نے کہا۔ واللہ میں اپنے گھر میں سات سالہ بچہ تھا اور میری حالت یہ تھی کہ جو کچھ سنتا یا دیکھتا تھا اسے یاد رکھتا تھا۔ ایک روز میں والد کے ساتھ تھا کہ ہمارے پاس ایک نوجوان آیا جس کو ثابت بن ضحاک کہتے تھے۔ اس نے بتایا کہ بنی قریظہ کے ایک یہودی کا خیال ہے کہ وہ نبی پیدا ہو گیا ہے جو ہماری کتاب کی مانند کتاب لائے گا اور عاد کی مانند تم کو قتل کرے گا۔ نیز حسانؓ نے کہا۔ میں صبح کے وقت اپنی چھت پر تھا تو میں نے ایک ایسی آواز سنی' ایک ایسی آواز جو اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی' دفعتاً" ایک یہودی مدینہ کے قلعہ پر نظر آیا اس کے ہاتھ میں مشعل تھی' لوگ جمع ہونے لگے اور کہنے لگے' تیری خرابی ہو تجھے کیا ہو گیا۔ حضرت حسانؓ کہتے ہیں کہ میں اس کے بولنے کی آواز سن رہا تھا۔ اس نے کہا یہ ستارہ احمد کا ہے جو طلوع ہوا ہے اور ہمیشہ اس ستارہ کا طلوع اور نبوت کا ظہور ایک ساتھ ہوتا ہے اور اب انبیاء میں بجز احمد کے کسی کا ظہور و شہود باقی نہیں ہے۔

حسان نے کہا اس پر لوگوں نے اس کا مضحکہ اڑایا اور اس کی بات پر حیران ہوئے۔ اور حضرت حسانؓ نے ایک سو بیس سال عمر پائی' جس میں سے نصف زمانہ جاہلیت میں اور باقی عمر اسلام میں گزری۔

واقدی اور ابو نعیم نے حویصہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ' ہم اور یہود باہم ذکر کیا کرتے تھے کہ ایک نبی کہ مکہ مکرمہ سے مبعوث ہو گا اور یہ نبی آخر ہے' یہ خبر ہماری کتابوں میں ہے نیز یہ کہ وہ ان اوصاف کے حامل ہوں گے اور اس طرح ظہور فرمائیں گے۔ علاوہ ازیں حضورؐ کے بارے میں عہد و پیمان بھی لیا جاتا تھا۔ حویصہ نے کہا میں اس زمانے میں کم سن تھا جو دیکھتا یاد رکھتا اور جو سنتا اسے نہ بھولتا۔ اسی زمانے میں

میں نے ایک مرتبہ قبیلہ بنی اشہل کی جانب سے شور و غل کی آوازیں سنی' جس کی وجہ سے لوگوں کو اندیشہ اور خوف ہوا اور خیال کیا کہ کوئی بات ضرور ہے پھر آوازیں کچھ آہستہ ہوئیں پھر بلند ہوئیں' اب ہم گوش بر آواز ہو گئے تو ہم نے سنا' بنی اشہل کے لوگ پکار رہے تھے:

"اے ساکنان یثرب! یہ ستارہ تو احمد کا ہے اور اس کے طلوع پر ان کو بھی پیدا ہونا چاہئے۔" حویصہ نے کہا۔ اس اعلان یا پکار کو ہم نے کچھ تعجب سے سنا۔ پھر بہت زمانہ گزر گیا اور اس واقعہ کو ہم بھول گئے اور اس عرصہ میں ظاہر ہے پیدائش و اموات کا عمل جاری رہا اور میں بھی ایک اچھی عمر کا شخص ہو گیا۔ اب پھر حسب سابق شور و غل ہوا کوئی کہہ رہا تھا "اے یثرب کے باشندو! بلا شبہ اس نبی کی بعثت ہو گی اور اس کے پاس وہ "ناموس اکبر" آتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ کے پاس آتے تھے۔"

اس کے بعد زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ میں نے سنا۔ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے پھر ہماری قوم کے نکلنے والے نکلے اور تاخیر کرنے والے تاخیر کرتے رہے' نو عمر لوگ ایمان لائے۔ مگر میرے لئے حکم الٰہی نہ ہوا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور میں مسلمان ہوا۔

ابن سعد اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قریظہ' نضیر' فدک اور خیبر کے یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے اوصاف اپنی کتابوں کے اندر پاتے تھے کہ آپؐ کا مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔ پھر جب حضورؐ پیدا ہوئے تو احبار یہود نے کہا کہ آج رات احمد مجتبیٰ پیدا ہوں گے اس لئے ستارہ طلوع ہو گیا۔ پھر جب اعلان نبوت فرمایا تو انہوں نے کہا۔ بلاشبہ اعلان نبوت فرما دیا۔ وہ سب آپؐ کو پہچانتے تھے اور آپ کا اقرار اور توصیف کیا کرتے تھے۔

ابن سعد اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابی نخلہ سے روایت کی' انہوں نے کہا بنی قریظہ کے یہود اپنی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب الذکر کا درس دیا کرتے تھے اور آپؐ کے اوصاف کی تعلیم اپنے بچوں کو دیا کرتے تھے اور آپؐ کا نام اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ ان کو بتایا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہور فرمایا تو حسد و عصبیت کی بنا پر منکر ہو گئے۔

ابو نعیم نے بہ روایت حضرت ابو سعید حذریؓ روایت کی کہ میں نے اپنے باپ مالک بن سنان کو یہ کہتے سنا کہ میں ایک روز بنی عبدالاشہل کے پاس کچھ باتیں کرنے گیا وہاں میں نے یوشع یہودی کو کہتے سنا کہ: "اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جس کا نام احمد مجتبیٰؐ ہے اور وہ حرم سے ظاہر ہو گا۔" لوگوں نے پوچھا:

"اس کی علامت و شناخت بتا دیجئے۔" اس نے کہا:

"نہ وہ پستہ قد ہو گا نہ طویل قامت' آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے' اون کا لباس پہنے گا' دراز گوش پر سواری کرے گا اور اس کے شانہ پر تلوار آویزاں ہو گی اور یہ شہر یعنی مدینہ منورہ اس کی ہجرت کا مقام ہو گا۔"

Presented by www.ziyaraat.net/

اس کے بعد میں اپنی قوم بنی قدرہ لوٹ آیا' میں نے یوشع سے جو کچھ سنا تھا اس پر تعجب کر رہا تھا کہ اپنے قبیلہ کے ایک شخص کو کہتے سنا کہ تنہا یوشع اس بات کو نہیں کہہ رہا ہے بلکہ یثرب کا ہر یہودی یہی بات کہہ رہا ہے پھر میں بنی قریظہ کے پاس آیا تو وہ سب مجتمع تھے اور نبی آخر الزمان کا ذکر کر رہے تھے۔ زبیر ابن باطا نے کہا کہ وہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جو کسی نبی کے ظہور کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب احمد مجتبیٰ کے ظہور کے سوا کسی اور نبی کی آمد باقی نہیں اور یہ شہر مدینہ اس کی ہجرت کا مقام ہے۔

ابو نعیم نے بہ روایت محمود بن لبید محمد بن سلمہ سے نقل کیا' انہوں نے کہا کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل میں ایک ہی یہودی ایسا تھا جس کا نام یوشع تھا میں نے اس کو یہ کہتے ہوا سنا کہ اس گھر کی طرف سے اس نبی موعود کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ جو کوئی اس کو پائے' تصدیق کرے۔

محمد بن سلمہ نے کہا حضورؐ کی بعثت کے بعد ہم تو اسلام لے آئے مگر لوگوں کو بتانے والا وہ یہودی نہ صرف منکر رہا بلکہ اس نے حسد اور بغاوت کی راہ اختیار کی۔

ابو نعیم نے عبداللہ بن سلام سے روایت کی کہ تبع نے اپنی وفات سے پہلے حضورؐ کی تصدیق کر دی اس وجہ سے کہ یثرب کے یہود نے اس کو خبردار کر دیا تھا۔

ابن سعد نے بروایت عکرمہ ابن عباسؓ سے اور انہوں نے ابی بن کعب سے روایت کی کہ جب تبع مدینہ آیا اور وادی قناۃ میں اترا تو اس نے احبار یہود کو کہلا بھیجا کہ میں اس شہر کو تباہ و برباد کر دوں گا تو شامون نے اس کو جواب دیا:

"اے بادشاہ! بلا شبہ یہ وہ شہر ہے جس میں بنی اسماعیل کا آخری نبیؐ اپنی مولد یعنی مکہ سے ہجرت کر کے سکونت پذیر ہو گا جس کا نام احمد مرقوم ہے اور تمہارے پڑاؤ کا میدان جان نثاران احمد اور دشمنان نبوت کی معرکہ آرائی اور مہمات امور کے واقع ہونے کا میدان ہے؟"

تبع نے پوچھا: اس نبی سے جنگ کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟"

شاموں نے جواب دیا: "اس کی اپنی قوم حملہ آور ہو گی۔"

تبع نے پوچھا: "اس نبی کا مزار کہاں ہو گا؟" شاموں نے کہا "اسی شہر میں" تبع نے پوچھا "لڑائی کا نتیجہ کس کے حق میں ہو گا؟" شاموں نے جواب دیا "کبھی تو ان کے حق میں ہو گا اور کبھی اہل باطل مخالفین کے حق میں۔" اور اس مقام پر جہاں تم فروکش ہوئے ہو یہاں نبی اللہ کو زحمت برداشت کرنی پڑے گی اور اس جنگ میں ان کے اتنے مجاہد شہید ہوں گے کہ شاید کسی اور جنگ میں نہ ہوں گے اس کے بعد اس نبی کے لئے نیک انجام ہو گا اور وہ غالب ہو جائیں گے' اور امر نبوت میں کوئی ان سے اختلاف کرنے والا نہ رہے گا۔

تبع نے پوچھا: "اس نبیؐ کی شان اور وصف کیا ہے؟"

اس کے جواب میں شاموں نے کہا: "وہ نہ پستہ قد ہوں گے نہ طویل قامت۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہو گی۔ اونٹ پر سواری کریں گے' عمامہ کی بندھش میں شملہ ہو گا' اکثر تلوار شانے پر آویزاں ہو گی جو بھی طاقت ان کے کاموں میں مزاحم ہو گی وہ اس کو پاش پاش کر دے گا اور بالآخر اس کا دین غالب ہو جائے گا۔

ابن سعد نے بروایت عبدالحمید بن جعفر روایت کی اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ زبیر بن باطا یہود کا سب سے بڑا عالم تھا اس نے ذکر کیا کہ میں نے اس کتاب کو حاصل کر لیا جس کو میرا باپ مجھ سے چھپاتا تھا۔ اس میں نبیٔ احمد مبشر کا ذکر تھا کہ وہ علاقہ گرم یعنی مکہ مکرمہ میں پیدا ہو گا اور اس کی یہ اور یہ اوصاف ہوں گے۔ زبیر نے یہ بات اپنے باپ کے مرنے کے بعد بیان کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی مبعوث بھی نہ ہوئے تھے اس کے بعد انہوں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ظہور فرمایا ہے تو زبیر نے اس کتاب کو چھپا دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے انکار کا رویہ اختیار کر لیا۔

ابو نعیم نے سعد بن ثابت سے روایت کی کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آپؐ کی علامتی نشانات کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ پھر جب سرخ ستارہ طلوع ہوا تو انہوں نے خبر دی کہ وہ نبی پیدا ہو گیا اور اس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اس کا نام احمد ہے وہ ہجرت کر کے یثرب میں آئے گا۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور قیام فرمایا تو انہوں نے انکار کیا اور حسد و بغاوت کی روش اختیار کی۔

ابو نعیم نے زیاد بن لبید سے روایت کی کہ وہ مدینہ طیبہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ میں تھے انہوں نے سنا: "اے یثرب کے لوگو! خدا کی قسم سلسلہ نبوت بنی اسرائیل سے منقطع ہو گیا' کیونکہ نبی آخر الزمان کی ولادت کا ستارہ افق پر نمودار ہو گیا ہے۔ اور آپؐ کا مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔

ابن سعد اور ابو نعیم نے عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے روایت کی وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ قبائل اوس و خزرج میں ابو عامر سے زیادہ کوئی شخص حضورؐ کی توصیف کرنے والا نہ تھا۔ یہود بھی اس کو پسند کرتے اور مسائل دریافت کرتے تھے نیز وہ ان کو حضورؐ کی آمد کا مژدہ اور ہجرت و اوصاف کے تذکرے سناتا' پھر وہ تیما کے یہودیوں کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اس کے خیال کی تائید کی۔ اس کے بعد وہ شام گیا اور نصاریٰ سے تبادلہ خیال کیا تو انہوں نے منجملہ اوصاف کے ایک یہ بھی بتایا کہ ہجرت کے بعد ان کا مرکز یثرب ہو گا۔ اس کے بعد ابو عامر لوٹ آیا اور کہنے لگا میں "دین حنیفہ" پر ہوں۔ ترک دنیا' رہبانیت لباس صوف اس کی وضع قطع تھی اور وہ ظہور نبوت کا انتظار کرتا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وہ اپنے حالات میں مگن رہا اور حضورؐ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا تیرہ سال کے بعد ترک وطن کر کے آپؐ یثرب آ گئے تو اس نے آپؐ کی قیادت'

Presented by www.ziyaraat.net/

سیادت اور سعادت کی عظمتوں کو دیکھ کر رشک و رقابت اور حسد و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا۔ ایک دن وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور کہا:

"اے محمدؐ! آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں؟"

حضورؐ نے فرمایا: "حنیفیت کے ساتھ۔" اس نے کہا:

"آپ حنیفیت کے ساتھ دوسری چیزوں کی آمیزش کرتے ہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا: "میں روشن اور واضح حنیفیت لایا ہوں۔" اور ارشاد فرمایا۔ "علماء یہود و نصاریٰ میری شناخت اور اوصاف کے بارے میں جو کچھ تجھ سے بیان کرتے تھے وہ کہیں نظر آتے ہیں؟"

اس نے کہا: "آپؐ ان اوصاف کے حامل نہیں ہیں۔"

اس کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا: "تو جھوٹ بولتا ہے۔" اس نے کہا "میں جھوٹ نہیں بولتا" اس مرحلہ پر آپؐ نے فرمایا جھوٹ بولنے والے کو اللہ تعالیٰ اس حال میں موت دے کہ لوگوں نے اسے دھتکار دیا ہو اور وہ پھر بے سہارا رہ جائے۔ اس پر اس نے کہا "آمین"

پھر وہ قریش مکہ کے پاس چلا گیا' یہودیت کو ترک کر کے قریش کے ساتھ راہ و رسم مشرکانہ کو اختیار کر لیا۔

ابو نعیم نے بروایت ابن اسحاق' جعفر بن عبداللہ بن ابی الحکم سے مذکورہ بالا حدیث کی مانند روایت کی مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ' ابو عامر مکہ چلا گیا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا اور طائف اور اہل طائف جب مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اس کو برداشت نہ کیا تو یہ شام میں چلا گیا اور پھر وہیں دل گرفتہ' بے سہارا اور بے یار و مددگار رہ کر مر گیا۔

ابو نعیم نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے نقل کیا کہ' کعب بن لوی بن غالب جمعہ کے قومی اجتماع میں اس طرح خطاب کرتا تھا "اے برادران قوم! غور سے سنو اور خبردار ہو جاؤ۔ رات تاریک اور دن روشن ہے' زمین بچھونا اور آسمان ہماری چھت ہے' پہاڑ میخ اور ستارے راہ نما اور پچھلے اگلوں کی مانند' ویسے ہی مرد و عورت ہیں' اور روح پرانی ہونے والی ہے لہٰذا تم صلہ رحمی کرو' حقوق قرابت کی حفاظت کرو' اپنے اموال کو بڑھاؤ' تم نے کسی مرنے والے کی بازگشت دیکھی' یا دیکھا کہ کوئی مردہ دوبارہ اٹھا؟ آخرت تمہارے سامنے ہے اور آخرت اس اندازہ و گمان کے سوا ہے جو تم بتاتے ہو اور جس کا ذکر کرتے ہو اپنے حرم کو زینت دو اور اس کی تعظیم کرو اور اس کو مضبوط تھامو' کیونکہ عنقریب اس کے لئے ایک عظیم خبر ہونے والی ہے اور بہت جلد اس حرم سے عزت والا نبی ظہور کرنے والا ہے۔

خدا کی قسم اگر میں شنوائی اور بینائی اور دست و پا رکھنے والا ہوتا تو ان کے عہد نبوت میں (ان کے مشن کے لئے) ایسی محنت اور سرگرمی سے کوشاں ہوتا جس طرح ایک شتر محنت کش اور مشقت گیر ہوتا ہے۔ اور ایسی تیزی دکھاتا جس طرح ایک اونٹ اپنی طویل منزل مقصود تک پہنچنے میں دکھاتا ہے۔

یا لیتنی شاہدا انجواء دعوتہ　　حین العشیرۃ تبغی الحق خذلانا

یعنی' کاش میں ان کی دعوت کے دور میں موجود ہوتا جبکہ قبائل حق کو چھوڑنے کی خواہش کریں گے۔ حالانکہ کعب بن لوی کے مرنے اور حضورؐ کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ برس کا زمانہ تھا۔ ابو نعیم نے بروایت ابن اسحاق زہری سے نقل کیا' انہوں نے سعید بن مسیب سے' انہوں نے ابن عباس سے کہ قیس بن ساعدہ اپنی قوم کو عکاظ کے بازار میں خطبہ دیا کرتا تھا۔ وہ اپنے خطبہ میں کہتا' عنقریب اس جگہ سے حق عام ہو گا اور پھر اپنے ہاتھ سے مکہ کی طرف اشارہ کرتا۔ لوگ پوچھتے وہ حق کیا ہے؟ وہ جواب دیتا۔ ایک شخص کشادہ رو' سیاہ چشم' لوی بن غالب کی نسل سے ہو گا وہ لوگوں کو کلمہ اخلاص' ابدی زندگی اور کبھی نہ کم ہونے والی نعمتوں کی طرف بلائے گا تم اس کی دعوت کو قبول کرنا۔ اگر میں اس کی بعثت تک زندہ رہتا تو سب سے پہلے اس کی طرف دوڑ کر جانے والا ہوتا۔

خرائطی نے کتاب الہواتف میں اور ابن عساکر نے جامع بن جران سے نقل کیا کہ جب اوس بن حارثہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے مالک کو وصیت کی۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے۔

شہدت اسرانا یوم ال محرق　　و ادرک عمری صیحتہ اللہ فی الحجر

یعنی آل محرق کی جنگ کے دن میں ان قیدیوں میں موجود تھا اور میری عمر کو عذاب الٰہی نے مقام حجر میں پا لیا تھا۔

فلم ار فا ملک من الناس واحدا　　و لا سوقتہ الا الی الموت و القبر

تو اس دن نہ کسی دولت مند اور سرمایہ دار شخص کو اور نہ کسی بے مایہ اور محتاج کو دیکھا مگر یہ کہ وہ موت اور قبر کی طرف جا رہا تھا۔ یہ قصیدہ ان شعروں تک اس نے پڑھا:

الم یأت قومی انّ للہ دعوۃ　　یفوز بہا اہل السعادۃ و البر

کیا میری قوم کو یہ معلوم نہ ہوا کہ' اللہ کی طرف سے دعوت ہے اس دعوت کے ذریعہ سعادت مند اور نیکو کار کامیاب ہوں گے۔

اذ بعث المبعوث من اٰل غالب　　بمکہ فیما بین زمزم و الحجر

جس وقت وہ (منتخب کائنات) مبعوث ہونے والا آل غالب سے حرم مکہ میں زمزم اور حجر اسود کے درمیان ظہور کرے گا۔

ھنالک نابغو انصرہ ببلادکم　　بنی عامر ان السعادۃ فی النصر

اس وقت اپنے علاقوں سے اٹھ کر اس کے ساتھ موثر تعاون کرنا لازمی ہے۔ اے بنو عامر بلاشبہ تمہاری سعادت نصرت کرنے میں ہی ہے۔

ابن سعد نے حرام بن عثمان انصاری سے نقل کیا کہ اسعد بن زراق اپنی قوم کے چالیس افراد کے ساتھ

Presented by www.ziyaraat.net/

بغرض تجارت شام پہنچے تو اس نے خواب میں دیکھا کہ کسی آنے والے نے کہا۔ اے ابو امامہ مکہ مکرمہ سے ایک نبی ظہور فرمائے گا' تم اس کی پیروی کرنا' اور اس سلسلہ کی ایک علامت یہ ہے کہ تم ایک ایسی منزل پر اترو گے کہ تمہارے ساتھیوں کو مصیبت پہنچے گی مگر تم محفوظ رہو گے۔ اور فلاں کی آنکھ میں برچھے کی بھال لگ جائے گی۔"

پھر وہ ایک منزل پر اترے تو ان سب افراد کو رات میں وبائی طاعون نے گھیر لیا صرف ابو امامہ اس سے محفوظ رہے اور ان کے ایک ساتھی کی آنکھ میں بھالا بھی لگ گیا۔

ابن ابی الدنیا' بیہقی اور ابو نعیم نے شعبی سے روایت کی کہ مجھ سے جہینہ کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ہم میں سے ایک شخص جس کا نام عمیر بن حبیب تھا' بیمار ہو گیا۔ اس پر بے ہوشی کا غلبہ ہوا اور ہم نے مردہ سمجھ کر اس پر چادر ڈال دی اور اس کی قبر کھودنے کا انتظام کر دیا' ہم اس کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: "میں جس حالت سے واپس ہوا ہوں اس کو تم دیکھ رہے تھے کہ مجھ پر بے ہوشی طاری تھی۔ اسی حالت میں مجھ سے کہا گیا کہ تجھ پر تیری ماں روئے کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیری قبر کھودی گئی اور قریب تھا کہ تیری ماں تجھ پر روتی اور کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ ہم نے اس قبر کو تیرے سوا دوسرے شخص کے لئے بدل دیا اور قصل نامی شخص کو اس میں رکھ کر پتھروں سے بھر دیا ہے تو کیا اب تو اس نبی مبشر پر ایمان لائے گا اور اپنے رب کے ساتھ شکر و سپاس اور ابنائے نوع کے ساتھ صلہ رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اور مشرب ضلالت اور مشرکانہ جہالت کو چھوڑ دے گا؟ میں نے پر اخلاص انداز میں عرض کیا۔ ہاں ضرور ایمان لاؤں گا لہٰذا مجھے چھوڑ دیا گیا ہے۔ لوگوں نے اس واقعہ عجیب کے بعد قصل نامی شخص اور اس کے حالات دریافت کرنے ایک جماعت کو روانہ کیا جس کی تحقیقات یہ تھی کہ واقعی وہ مر چکا اور اسی گڑھے میں اس کو دبا دیا گیا ہے عمیر اس واقعہ کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہا۔ یہاں تک کہ عہد رسالت آیا اور وہ حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔

یہودی راہبوں کی بشارات

جناب ملا محمد باقر مجلسی حیات القلوب کی جلد ۲ کے ص ۹۸ سطر ۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

احادیث معتبرہ آیات کریمہ کے مطابق وارد ہوئی ہیں کہ خداوند عالم نے پیغمبران گذشتہ سے عہد و پیمان لیا کہ اپنی امتوں کو حضرت پیغمبر آخر الزمان کی بعثت اور ان کے اوصیاء سے آگاہ کر دیں اور ان کو حکم دیں کہ ان کی پیغمبری اور امامت کے حق ہونے کی تصدیق کریں۔ اور منقول ہے کہ عبداللہ بن سلام کہا کرتا تھا کہ واللہ ہم پیغمبر خدا محمدؐ کو اس سے زیادہ پہچانتے ہیں جتنا کہ اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنی

کتابوں میں ان کی تعریف پڑھی ہے اور اس میں ہم کو مطلق شک نہیں۔ لیکن اپنے لڑکوں کے بارے میں ممکن ہے کہ ان کے متعلق شک ہو اور سید ابن طاؤس نے حسان بن ثابت سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ مجھے یاد ہے جبکہ میں سات سال کا تھا یہودیوں کے ایک عالم کو میں نے سنا جو ایک ٹیلہ پر کھڑا شور مچا رہا تھا اور یہودیوں کو پکار رہا تھا۔ جب وہ سب جمع ہوئے تو کہنے لگا کہ آج رات ایک ستارہ طالع ہوا ہے جو پیغمبر آخر الزمان حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور پر دلالت کرتا ہے۔

حدیث طولانی میں جناب امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ پیغمبر خدا کی خدمت میں آیا اور ان میں جو سب سے زیادہ جاننے والا تھا اس نے چند سوالات کئے حضرت نے سب کے جوابات دیئے اور وہ مسلمان ہوا اور ایک سفید کاغذ نکالا جس میں وہ تمام جوابات وہی لکھے ہوئے تھے جو آنحضرتؐ نے اس سے بیان فرمائے تھے۔ پھر اس نے کہا یا رسولؐ اللہ اسی خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے ان سوالات و جوابات کو ان الواح میں سے نقل کیا ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور توریت میں آپ کے اوصاف اس قدر لکھے ہوئے دیکھے کہ مجھے توریت ہی کے کتاب خدا ہونے میں شک ہونے لگا تھا اور چالیس سال ہوئے کہ آپ کا نام میں نے توریت سے مٹا دیا تھا' پھر دیکھا تو لکھا ہوا تھا۔ اور میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ ان مسائل کے جوابات آپ کے سوا کوئی نہ دے سکے گا اور توریت میں لکھا ہوا ہے کہ جس وقت آپؐ ان کے جوابات دے رہے ہوں گے آپ کی داہنی جانب جبرئیلؑ بائیں طرف میکائیلؑ اور آپ کے سامنے آپ کے وصی کھڑے ہوں گے۔ حضرت نے فرمایا تو نے سچ کہا یہ میرے داہنے و بائیں جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور میرے وصی علی بن ابی طالبؑ میرے سامنے موجود ہیں۔ اور اس سے پہلے مذکور ہو چکا کہ آپ کی ولادت سے پہلے جماعتوں میں سے ایک جماعت جو آپ پر ایمان لائی تھی وہ تبع کی تھی۔

حدیث حسن میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ تبع اوس و خزرج دو قبیلوں کو یمن سے ساتھ لایا تھا اور ان کو مدینہ میں آباد کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ انتظار کرو عنقریب ایک پیغمبر ظاہر ہو گا جس کے اوصاف میں نے سنے ہیں۔ وہ مکہ میں مبعوث ہو گا اور مدینہ میں ہجرت کر کے آئے گا۔ اگر میں اس کے زمانہ تک زندہ رہا تو اس پر ایمان لاؤں گا اور اس کے ساتھ دشمنوں سے لڑوں گا۔ اور حدیث موثق میں انہی حضرت سے منقول ہے کہ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت عیر و احد کے درمیان ہو گی۔ لہٰذا ان کی تلاش میں نکلے اور ایک پہاڑ پر پہنچے جس کو حداد کہتے تھے اور حداد اور احد ایک ہی ہے وہ اس کے چاروں طرف متفرق ہو گئے کچھ فدک میں آباد ہوئے کچھ خیبر میں جا بسے اور بعض تیما میں مقیم ہو گئے۔ اور جو لوگ تیما میں رہتے تھے ایک مدت کے بعد اپنے دوستوں سے ملنے کے مشتاق ہوئے اور قبیلہ قیس کے ایک اعرابی سے چند اونٹ کرایہ پر لئے۔ اعرابی نے کہا میں آپ لوگوں

Presented by www.ziyaraat.net/

کو عیر واحد کے درمیان سے لے چلتا ہوں۔ انہوں نے کہا جب اس مقام پر پہنچنا تو ہم کو بھی آگاہ کرنا۔ غرض وہ جب مدینہ کے درمیان پہنچا ان کو بتایا کہ یہ کوہ عیر ہے اور وہ کوہ احد ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ اونٹوں سے اترے اور بولے کہ ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ اب تمہارے اونٹوں کی ہم کو ضرورت نہیں ہے۔ جہاں چاہو چلے جاؤ اور اپنے دوستوں کو لکھا جو فدک اور خیبر میں تھے کہ ہم جس جگہ کی تلاش میں تھے وہاں پہنچ گئے تم لوگ بھی چلے آؤ۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ ہم سردست اس مقام پر آباد ہو گئے ہیں اور اپنے مکانات بنوا لئے اور سامان اکٹھا کر چکے ہیں۔ ہمارا یہاں سے منتقل ہونا دشوار ہے۔ ہم تم سے دور نہیں ہیں۔ جب وہ پیغمبر منتظر ظاہر ہو گا جلد سے جلد ہم اس کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔ غرض وہ لوگ مدینہ میں قیام پذیر ہوئے' مکانات بنائے اور مال و اسباب و مویشی وغیرہ حاصل کئے۔ جب تبع کو معلوم ہوا کہ وہ بہت مالدار ہو گئے ہیں تو ان کی طرف روانہ ہوا تاکہ ان سے جنگ کرکے ان کے تمام مال و اسباب چھین لے۔ وہ لوگ ایک قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ تبع لشکر جرار لے کر آیا اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ یہودی کمزوروں پر رحم کیا کرتے تھے۔ رات کے وقت تبع کے لشکر والے خرما اور جو ان اہل قلعہ کے لئے پھینک دیا کرتے تھے۔ تبع کو معلوم ہوا تو اس نے بھی ان پر رحم کیا اور امان دی تو وہ لوگ قلعہ سے باہر نکلے۔ تبع نے ان سے کہا مجھ کو تمہارے شہر بہت پسند آئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہوں۔ انہوں نے کہا' آپ کے واسطے یہ شہر مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ محل ہجرت پیغمبر آخر الزمان ہے اور جب تک وہ ظاہر نہ ہو گا کوئی بادشاہ اس جگہ پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا میں اپنے عزیزوں میں سے کچھ لوگوں کو یہاں چھوڑنا چاہتا ہوں کہ جب وہ پیغمبر ظاہر ہو اس کی مدد کریں۔ غرض ان لوگوں کے ساتھ اس نے دو قبیلوں اوس اور خزرج کو وہاں آباد کیا۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ آخر وہ لوگ یہودیوں پر غالب ہوئے اور ان کے سامان و اسباب اور مال و دولت چھین لئے۔ یہودیوں نے ان سے کہا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوں گے ہم بھی تم کو اپنے گھروں سے جن پر تم قابض ہو گئے ہو نکال باہر کریں گے۔ لیکن جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو انصار تو ایمان لائے مگر یہودی کافر ہو گئے اسی مطلب کی طرف خداوند عالم نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے۔ **وَ كَانُوا مِن قَبلُ يَستَفتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَ هُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعنَةُ اللّٰهِ عَلَى الكَافِرِينَ** (آیت۸۹ سورۃ بقرہ پ۱) "پہلے کافروں پر فتح یاب ہونے کی دعائیں مانگتے تھے پھر جب ان کے پاس وہ چیز جس کو پہچانتے تھے آ گئی تو انکار کرنے لگے لہٰذا کافروں پر خدا کی لعنت ہے۔"

دوسری حدیث موثق میں ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں انہی حضرت سے لوگوں نے پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ محمد اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان ایک گروہ تھا جو بت پرستوں کو دھمکی دیا کرتا تھا کہ عنقریب ایک پیغمبر آنے والا ہے جو تمہارے بتوں کو توڑے گا اور تمہارے ساتھ ایسا اور ایسا برتاؤ کرے گا۔ لیکن جب

آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو خود وہی لوگ کافر ہو گئے۔

قطب راوندی علیہ الرحمتہ نے روایت کی ہے کہ جب تبع مدینہ میں آئے تین سو پچاس یہودیوں کو قتل کیا اور چاہا کہ مدینہ کو خراب و برباد کر دیں۔ ایک یہودی بوڑھے نے کہا جس کی عمر دو سو پچاس سال کی تھی کہ اے بادشاہ تیرے ایسے انسان کو زیب نہیں دیتا ہے کہ لوگوں کو محض غصہ میں قتل کر ڈالے۔ اور اس شہر کو خراب و برباد کرنا تیرے بس کی بات نہیں۔ تبع نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ فرزندان اسمٰعیلؑ سے ایک پیغمبر مکہ میں ظاہر ہو گا اور اس شہر کی طرف ہجرت کرے گا۔ یہ سن کر تبع ان کے قتل سے باز آئے اور مکہ کی جانب گئے وہاں پہنچ کر کعبہ پر غلاف چڑھایا اور وہاں کے لوگوں کو کھانا کھلایا اور چند اشعار نظم کئے۔ جن کا مضمون یہ ہے۔ "میں شہادت دیتا ہوں کہ احمدؐ اس خدا کے رسول ہیں جو تمام خلائق کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میری عمر نے وفا کی اور میں زندہ رہا تو بے شک اس کا وزیر اور اس کا پسر عم ہوں گا۔ بعض کا قول ہے کہ درمیانی قد کے تھے اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ تبع نے پہلے ارادہ کیا کہ کعبہ کو خراب کرے تو ایک بلا میں گرفتار ہو گیا جس کے علاج سے اطباء عاجز رہے تو اس کے ایک وزیر نے اس کو تنبیہہ کی کہ اس بلاد مرض کا سبب تیرا وہ ارادہ ہے جو تو نے کعبہ کی بربادی کا کیا ہے تو اس نے اس ارادہ کو ترک کر دیا اور شفا پائی۔ پھر کعبہ کو غلاف پہنایا اور اس کی تعظیم و تکریم کرنے لگا۔ پھر مدینہ آیا اور آنحضرتؐ پر ایمان لایا۔ اور اپنے اصحاب میں سے چار سو اشخاص کو وہاں آباد کیا کہ وہ حضرتؐ کے ظہور کا انتظار کریں۔ اور آنحضرتؐ کی نصرت کریں جبکہ وہ ظاہر ہوں اور ایک خط آنحضرتؐ کے لئے لکھ کر اپنے وزیر کو دیا جس میں اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا کہ وہ بھی آنحضرتؐ کی امت میں ہے اور التجا کی ہے کہ حضورؐ اس کی بھی شفاعت فرمائیں۔ اس خط کا عنوان یوں تحریر کیا تھا کہ یہ نامہ ہے تبع کی طرف سے پیغمبر آخر الزمان محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب۔ اس کے انتقال کے ہزار سال بعد آنحضرتؐ پیدا ہوئے۔ اور جب مبعوث ہوئے اور مدینہ کے بہت لوگ ایمان لائے اس کا وہ خط ابو لیلیٰ کے ہاتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا۔ جس وقت آنحضرتؐ قبیلہ بنی سلیم کے پاس گئے تھے وہ خط لے کر ابو لیلیٰ حاضر ہوا۔ حضرتؐ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا تم ہی ابو لیلیٰ ہو اور تبع کا خط لائے ہو؟ ابو لیلیٰ کو سخت حیرت ہوئی۔ حضرتؐ نے فرمایا خط مجھے دو۔ اور لے کر حضرت امیر المومنینؑ کو دیا کہ پڑھیں۔ انہوں نے پڑھ کر سنایا۔ حضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا مرحبا اے برادر شائستہ۔ پھر ابو لیلیٰ کو مدینہ واپس بھیج دیا۔

آنحضرتؐ پر پہلے سے ایمان لانے والوں میں قیس بن ساعدہ ایادی بھی تھے۔ چنانچہ بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب حضرت رسالت پناہؐ نے مکہ کو فتح کیا ایک روز کعبہ معظمہ کے نزدیک بیٹھے تھے کہ ایک گروہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا۔ حضرتؐ نے پوچھا تم لوگ کس قوم سے ہو؟ عرض کی بکر بن

Presented by www.ziyaraat.net/

وائل سے۔ پوچھا تم کو کچھ قیس بن ساعدہ ایادی کا حال بھی معلوم ہے؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہے؟ عرض کی ان کا انتقال ہو گیا۔ فرمایا ہر طرح کی تعریف سزاوار ہے موت و زندگی کے پروردگار کے لئے جو ہر نفس کو موت کا مزہ چکھانے والا ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ قیس بازار عکاظ میں ایک سرخ اونٹ پر سوار لوگوں کو خطبہ سنا رہے ہیں کہ لوگو جمع ہو اور جب جمع ہو تو خاموش ہو جاؤ۔ جب خاموش ہو جاؤ تو غور سے سنو۔ اور سنو تو یاد رکھو۔ اور یاد رکھو تو عمل کرو۔ اور عمل کرو تو لوگوں کو بھی بتاؤ بے شبہ جو پیدا ہوا وہ مرے گا اور جو مر گیا پھر اس دنیا میں واپس نہ آئے گا۔ یقیناً آسمان پر نعمتیں ہیں اور زمین پر عبرتیں۔ خدا نے تمہارے واسطے آسمان کی بلند چھت اور زمین کا فرش تیار کیا ہے' ستاروں کو متحرک کیا' اور رات و دن کو ایک دوسرے کے بعد جاری کیا' اطراف زمین میں دریا پیدا کئے جن کی گہرائی معلوم نہیں۔ سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کھیل تماشہ نہیں ان کے پیچھے عجیب امور آخرت ہیں۔ جو لوگ دنیا سے جاتے ہیں کیوں واپس نہیں آتے۔ کیا وہاں رہنے پر راضی ہو جاتے ہیں یا سو رہتے ہیں اور نیند ہی میں قائم رکھے گئے ہیں۔ بقسم کہتا ہوں کہ خدا کا ایک دین ہے جو تمہارے دین سے بہتر ہے۔

حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ خدا قیس پر رحمت نازل کرے کہ وہ قیامت میں تنہا مبعوث ہوں گے کیونکہ وہ اپنے قبیلہ میں اکیلے صاحب ایمان تھے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ تم میں کسی کو اس کے اشعار یاد ہوں تو سناؤ۔ ان میں سے ایک شخص نے ان کے چند اشعار سنائے۔ جو روز قیامت اور حشر پر ایمان سے متعلق تھے۔ اور اس قدر بلند اور حکمت سے بھرے ہوئے تھے کہ اس کے قبیلہ کا جب کوئی آدمی آتا تھا تو حضرت اس سے اس کے اشعار سنانے کی فرمائش کیا کرتے تھے۔ اور نہایت غور سے سنتے تھے۔ روایت میں ہے کہ وہ ساٹھ سال زندہ رہے اور وہ اپنی قوم میں پہلے شخص تھے جو روز قیامت پر ایمان رکھتے تھے اور جناب سرور عالمؐ کو حسب و نسب کے ساتھ پہچانتے تھے اور ان کے ظاہر و مبعوث ہونے کی خوشخبری دیا کرتے تھے اور ان کے خطبوں میں بھی آنحضرتؐ کی بشارت ہوتی تھی۔

کتب خاصہ و عامہ میں تحریر ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل دین یہود و نصاری کو خوب جانچ کر سمجھ چکے تھے کوئی دین ان کو پسند نہ آیا تو مکہ سے ملت حنیفہ کی تلاش میں نکلے' اور موصل وغیرہ عرب کے جزیروں کی جانب ہوتے ہوئے شام کو پہنچے۔ جس جگہ کسی عالم اور راہب کے ہونے کی اطلاع ملتی اس کے پاس جاتے یہاں تک کہ بلقاء میں ایک راہب کی خبر ملی کہ نصرانیت کا مکمل علم اس کو حاصل اور سب سے بڑا عالم ہے۔ وہ اس کے پاس گئے اور دین حنیف کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے کہا اس وقت تو بظاہر کوئی ایسا نہیں ہے جس کو اس دین کا صحیح علم ہو کیونکہ وہ دین بہت پرانا ہے۔ لیکن عنقریب اسی شہر میں ایک پیغمبر مبعوث ہو گا جہاں سے تم آ رہے ہو' وہ دین حنیف پر ہو گا۔ لہٰذا بہت جلد اپنے شہر کو واپس جاؤ کیونکہ ان کے مبعوث ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ ظاہر ہو چکا ہو۔ یہ سن کر وہ جلد جلد واپس

روانہ ہوئے' راستہ میں مار ڈالے گئے۔ ورقہ بن نوفل نے جو انہی کے طریقہ پر تھے جب ان کے مارے جانے کی خبر سنی' بہت روئے۔ اور ان کا مرثیہ کہا۔ دوسری روایت میں منقول ہے کہ لوگوں نے جناب رسول خداؐ سے دریافت کیا کہ آپ کیا ان کے لئے استغفار کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں تم بھی ان کی مغفرت کی دعائیں کرو۔ وہ قیامت میں تنہا مبعوث ہوں گے۔ کیونکہ مجھ پر ایمان لا چکے تھے اور دین حق کی تلاش میں شہید ہوئے ہیں۔

دوسری روایت میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جب حضرت سرور کائناتؐ نے کعب الاحبار کو گرفتار کر کے بلایا تاکہ اس کی گردن ماری جائے اس سے فرمایا کہ اے کعب کیا تجھ کو ابن حواش کی وصیت سے کچھ فائدہ پہنچا جو سام سے آیا تھا۔ اور کہتا تھا کہ میں نے شراب کو ترک کر دیا' عیش و عشرت کو خیرباد کہہ دیا اور فقر اختیار کر لیا ہے۔ اور خرما کھانا شروع کر دیا ہے اس پیغمبر کے انتظار میں جس کے مبعوث ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ وہ مکہ سے ہجرت کر کے اسی مدینہ میں آئے گا۔ وہ بہت خندہ رو اور کافروں کا مارنے والا ہو گا۔ خشک روٹی اور خرما اس کی غذا ہو گی۔ برہنہ ٹٹو پر سوار ہو گا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ہو گی۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر پیغمبری ہو گی۔ اپنی تلوار کاندھے پر رکھے گا اور کسی دشمن کی پرواہ نہ کرے گا۔ اس کی حکومت ہر اس مقام تک ہو گی جہاں تک گھوڑوں کے پیر پہنچ سکیں گے۔ کعب نے کہا اے محمدؐ ایسا ہی ہے اگر یہودی یہ نہ کہتے کہ موت کے خوف سے ایمان لے آیا تو میں آپ پر ضرور ایمان لاتا لیکن یہودیوں کے دین پر اب تک زندہ رہا ہوں اور اسی پر مرتا ہوں۔ تو آنحضرتؐ نے حکم دیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

دوسری معتبر حدیث میں منقول ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ بنی اسرائیل کو آگاہ کریں کہ وہ مجھ پر اور میرے امی پیغمبرؐ پر ایمان لائیں جس کی نسل اس کی دختر بابرکت سے چلے گی۔ جو تمہاری ماں مریم کے ساتھ بہشت میں ہو گی۔ طوبیٰ اس کے لئے ہے جو اس پر ایمان لائے۔ جناب عیسیٰؑ نے دریافت کیا معبود طوبیٰ کیا ہے؟ فرمایا وہ بہشت میں ایک درخت ہے جس کے نیچے نہر جاری ہے جو شخص اس سے ایک گھونٹ پی لیتا ہے کبھی پیاسا نہیں ہوتا۔ عیسیٰؑ نے عرض کی پالنے والے اس میں سے ایک گھونٹ مجھے بھی عطا فرما۔ خدا نے فرمایا اے عیسیٰؑ اس کا پانی تمام پیغمبروں پر حرام ہے جب تک کہ وہ پیغمبر نہ پی لے۔ اور دوسری امتوں پر حرام ہے قبل اس کے کہ اس پیغمبر کی امت نہ پی لے۔

قطب راوندی نے نقل کیا ہے کہ مکہ کے رہنے والا ایک شخص آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے تاجروں کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کو گیا۔ وہ کہتا ہے کہ جب ہم بازار بصرہ میں داخل ہوئے تو ایک راہب نے اپنے عبادت خانہ سے آواز دی کہ ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں کوئی اہل مکہ میں سے بھی ہے۔ کہا گیا ہاں ہے اس نے پوچھا آیا محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب مبعوث ہوئے کیونکہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں اس کو ظاہر

Presented by www.ziyaraat.net/

ہونا چاہئے۔ وہ آخری پیغمبرؐ ہے اور حرم خدا سے ظاہر ہو گا اور اس مقام کی جانب ہجرت کرے گا جس میں خرمے کے بہت سے درخت ہوں گے اس میں پہاڑیاں اور شور زمینیں ہوں گی۔ راوی کہتا ہے کہ جب ہم مکہ میں واپس آئے تو دریافت کیا کہ کوئی نئی اور عجیب بات تو نہیں ہوئی؟ لوگوں نے کہا ہاں محمدؐ بن عبداللہ امیت ظاہر ہوا ہے اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

ابو سلام سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت سرور عالم بعثت سے قبل ابطح میں جا رہے تھے کہ دو شخصوں نے حضرتؐ کو دیکھا جو مسافر معلوم ہوتے تھے اور کہا السلام علیک' حضرتؐ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا لا الہ الا اللہ۔ اب تک میں نے کسی کو نہیں دیکھا تھا جس نے جواب سلام صحیح طور سے دیا ہو سوائے آپ کے۔ پھر ایک شخص نے پوچھا کہ اس شہر میں کوئی شخص ہے جس کا نام احمدؐ ہو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سوائے میرے مکہ میں کوئی نہیں ہے جس کا نام احمد و محمد ہو۔ اس نے پوچھا کیا آپ مکہ کے رہنے والے ہیں فرمایا ہاں وہیں پیدا ہوا ہوں اور وہیں رہتا ہوں۔ یہ سن کر اس شخص نے اپنا اونٹ بٹھایا اور حضرتؐ کے پاس آکر آپ کے دونوں شانوں کو کھولا اور مہر نبوت دیکھی' تو بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں اور جہاد کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ کیا ممکن ہے کہ آپ مجھے کچھ توشہ عنایت فرمائیں۔ آنحضرتؐ یہ سن کر گھر سے کچھ خرمے اور چند روٹیاں لائے' اس نے لے لیا اور اپنے ساتھی کے پاس آیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے موت نہ آنے دی جب تک کہ ایک پیغمبر سے مجھے توشہ نہ مل گیا۔ آنحضرتؐ نے پھر پوچھا کہ آیا کوئی اور حاجت ہے؟ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ دعا فرمائیں کہ خداوند عالم میرے اور آپ کے درمیان ملاقات کو باقی رکھے۔ حضرتؐ نے دعا کی اور وہ اپنے شہر واپس چلا گیا۔

عبداللہ بن مسعود نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا یہودیوں کے ایک عبادت خانہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ گئے۔ چند یہودیوں کو توریت کا وہ حصہ پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں آنحضرتؐ کے اوصاف کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے حضرتؐ کو دیکھا تو پڑھنا بند کر دیا۔ اسی عبادت خانہ کے ایک گوشہ میں ایک مرد بیمار لیٹا ہوا تھا۔ حضرتؐ نے پوچھا تم نے پڑھنا کیوں ترک کر دیا؟ اس مرد بیمار نے کہا چونکہ آپ کے اوصاف کا ذکر آگیا تھا اس لئے چھوڑ دیا۔ پھر وہ بیمار اٹھ کر آیا اور انکے ہاتھ سے توریت لے لی اور آنحضرتؐ کے اوصاف آخر تک پڑھ کر سنائے۔ اور کہا یہ آپ کے اوصاف ہیں۔ اور میں خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں اور یہ کہ آپ اس کے رسولؐ ہیں۔ یہ کہا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اس کو مسلمانوں کے طریقہ سے غسل دیا جائے۔ اصحاب نے اس کو غسل و کفن دیا' اور اس پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔

روایت ہے کہ جب عبدالمطلب یمن تشریف لے گئے زبور کے عالموں میں سے ایک شخص سے ملاقات

ہوئی۔ اس نے کہا آپ اجازت دیتے ہیں کہ آپ کے بعض حصہ جسم کو میں دیکھوں؟ آپ نے فرمایا شرمگاہ کے سوا جس عضو کو چاہو دیکھو۔ اس نے آپ کے ناک کے ایک سوراخ کو پہلے دیکھا' پھر دوسرے سوراخ کو دیکھا۔ پھر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ میں بادشاہی اور دوسرے میں پیغمبری ہے۔ اور جہاں تک ہم کو علم ہے چاہئے کہ بنی زہرہ کے درمیان ظاہر ہوں گا۔ کیا ان میں سے کسی عورت کی آپ نے خواستگاری کی ہے۔ فرمایا نہیں۔ اس نے کہا ان میں سے کسی عورت سے نکاح کر لیجئے۔ حضرت عبدالمطلب نے پھر مالہ دختر وہب بن عبد مناف بن زہرہ سے نکاح کر لیا۔

روایت ہے کہ جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں سب سے زیادہ حضرت سرور کائناتؐ کو آزار پہنچایا کرتا تھا۔ جب مجھے یہ گمان ہوا کہ لوگ آپ کو مار ڈالیں گے تو میں مکہ سے باہر چلا گیا اور ایک دیر میں ٹھہرا وہاں تین روز تک ان لوگوں نے میری ضیافت کی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میں واپس ہی نہیں ہونا چاہتا تو کہنے لگے کہ شاید تم کو کچھ خطرہ ہے۔ انہوں نے کہا میں حضرت ابراہیمؑ کے شہر کا رہنے والا ہوں میرے پسر عم نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ ہماری قوم نے اس کو بہت اذیتیں پہنچائیں اور اس کے مار ڈالنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ میں وہاں سے اس لئے چلا آیا ہوں کہ اس کے قتل ہونے کے وقت موجود نہ رہوں۔ ان لوگوں نے ایک شبیہ نکالی اور دکھا کر کہا کہ وہ اس شکل و صورت کا ہے۔ جبیر نے کہا کہ میں نے اس سے زیادہ آنحضرتؐ سے مشابہ کوئی صورت نہیں دیکھی ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو کوئی اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ وہ پیغمبر ہے اور خدا اس کو ان پر غالب کرے گا۔ جبیر کہتے ہیں کہ میں جب مکہ واپس آیا تو سنا کہ آنحضرتؐ مدینہ کی جانب ہجرت کر گئے۔ غرض میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ تصویر کہاں سے تم کو حاصل ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ حضرت آدمؑ نے خدا سے سوال کیا تھا کہ پیغمبروں کی صورت ان کو دکھا دے۔ خدا نے تمام پیغمبروں کی شبیہیں ان کے لئے بھیجیں۔ وہ مغرب میں حضرت آدمؑ کے خزانہ میں محفوظ تھیں' ذوالقرنین نے ان کو نکالا اور حضرت دانیال کو دے دیا تھا۔

جریر بن عبداللہ بجلی سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسالت مآبؐ نے ایک خط مجھ کو دے کر ذوالکلاع حمیری کے پاس بھیجا۔ جب میں نے اس کو وہ خط دیا اس نے تعظیم کی اور پڑھا۔ پھر سفر کا سامان درست کر کے لشکر عظیم کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ ہم سب اثنائے راہ میں ایک راہب کے دیر کے پاس پہنچے اور داخل دیر ہوئے۔ راہب نے ذوالکلاع سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ اس نے کہا اس پیغمبر کے پاس جو قریش میں مبعوث ہوا ہے۔ اور یہ شخص آنحضرتؐ کا پیغامبر ہے جو میرے پاس آیا ہے۔ راہب نے کہا یہ وقت تو وہ ہے کہ ان کا انتقال ہو گیا ہو۔ میں نے کہا تم کو ان کی وفات کی خبر کیونکر معلوم ہوئی؟ اس نے کہا تمہارے آنے سے پہلے میں دانیال کی کتاب پڑھ رہا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اوصاف اور ان کی عمر کی مدت اور موت کے تذکرہ تک پہنچا تھا اس میں یہی وقت ان کے انتقال کا

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

درج ہے۔ یہ سن کر ذوالکلاع واپس چلا گیا اور میں مدینہ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اسی روز آنحضرتؐ نے عالم قدس کی جانب رحلت فرمائی۔

ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے کہ کعب بن لوی بن غالب ہر جمعہ کو اپنی قوم کو جمع کرتے۔ قریش روز جمعہ کو عروبہ کہتے تھے۔ کعب نے اس کا نام جمعہ رکھا۔ غرض وہ قوم کو جمع کرکے خطبہ پڑھتے اور کہتے تھے کہ دوستو! سنو اور یاد رکھو۔ سمجھو اور جانو کہ دن و رات تم پر سے گزرتے رہتے ہیں۔ زمین تمہارے آرام کرنے کا گہوارہ ہے اور آسمان تمہارے سر پر ایک مضبوط چھت ہے۔ روئے زمین پر پہاڑ میخ ہیں اور ستارے تمہارے لئے علامتیں ہیں۔ آنے والے گزرے ہوؤں کے مانند ہو جائیں گے۔ لہٰذا اپنے قرابت داروں سے نیکی کرو' اپنے دامادوں کا احترام کرو اور اپنے لڑکوں کی نیک تربیت کرو۔ کبھی تم نے دیکھا ہے کہ مردہ دنیا میں واپس آیا یا کوئی میت قبر سے زندہ ہو کر نکل آئی؟ بلکہ مکانات دوسروں کے لئے رکھتے ہو۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم گمان کرتے ہو کہ آخرت میں زندہ نہ ہو گے۔ تم کو حرم محترم کی زینت و تعظیم کرنا مبارک ہو گوارا ہو۔ بہت جلد تمہارے حرم مکرم سے ایک پیغمبر کریم مبعوث ہو گا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہو گا۔ وہ سچی نیکیاں اور عمدہ و بہتر طریقے تم سے بیان کرے گا۔ خدا کی قسم اگر میں اس روز تک زندہ رہا تو مصیبتیں برداشت کرکے اس کی خدمت میں پہنچوں گا اور اس کے معاملہ میں شرکت کروں گا۔ بیان کرتے ہیں کہ کعب نے آنحضرتؐ کے اوصاف صحف ابراہیم میں پڑھے تھے۔

سید ابن طاؤس نے کتاب درۃ الاکلیل سے روایت کی ہے کہ ابن الناطور جو نصاریٰ کا بہت بڑا عالم تھا شام اور شہر ایلیا میں رہا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ ہرقل بادشاہ روم جو علم نجوم سے بہت اچھی طرح واقف تھا جب شہر ایلیا میں پہنچا ایک روز بہت محزون و مغموم تھا۔ اس کے مخصوص عالموں میں سے کسی نے پوچھا تمہارے مزاج میں اس قدر تبدیلی کیوں ہے۔ اس نے کہا آج رات ستاروں کے مقامات پر میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ایک بادشاہ پیدا ہوا ہے جو ختنہ شدہ ہے۔ علماء نے کہا کہ ختنہ کرنے والا گروہ تو یہودیوں کا ہے۔ بادشاہ مدائن کو لکھ کر بھیجو کہ سب کو قتل کر دے۔ یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ بادشاہ غیناں کا قاصد آ گیا جس نے آنحضرتؐ کی بعثت کی خبر اس کو لکھی تھی اور آنحضرتؐ کا پیغامبر بھی ایک خط لے کر آیا تھا۔ ہرقل نے کہا کہ اس سے دریافت کرو کہ وہ رسول جو حضرت کی طرف سے آیا ہے ختنہ شدہ ہے یا نہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں ختنہ شدہ ہے۔ ہرقل نے پوچھا اس پیغمبر کی پوری قوم ختنہ کرتی ہے؟ کہا ہاں۔ تب ہرقل نے کہا کہ وہ بادشاہ جس کے بارے میں میں نے نجوم میں دیکھا ہے وہی ہے۔ پھر اس نے روم کے حاکم کو خط لکھا جو علم نجوم میں اسی کے مانند تھا' اور خود شہر حمص کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں حاکم روم کا جواب اس کو ملا جس میں تحریر تھا کہ تم نے علم نجوم سے جو معلوم کیا ہے وہ صحیح ہے۔ وہ جو ظاہر ہوا ہے بادشاہ بھی ہے پیغمبر بھی ہے۔ ہرقل یہ معلوم کرکے قلعہ حمص میں داخل ہوا اور اس کے دروازوں کو بند کر لیا۔ پھر

اکابر و علما نے روم کو قلعہ کے باہر طلب کیا اور قلعہ کی منڈیر پر سے ان سے گفتگو کی اور کہا کہ اے اہل روم اگر رشد و فلاح و نجات چاہتے ہو تو اس پیغمبرؐ پر ایمان لاؤ جو عرب میں مبعوث ہوا ہے۔ ان لوگوں نے جب یہ سنا تو وحشیوں کی طرح قلعہ کی جانب دوڑے تاکہ اس کو ہلاک کر دیں لیکن قلعہ کے سب دروازے بند تھے اس لئے واپس چلے گئے۔ ہرقل جب ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گیا تو دوبارہ ان کو طلب کیا اور کہا میں تو تمہارے دین کے بارے میں تمہارا امتحان کرنا چاہتا تھا اب مجھے معلوم ہو گیا کہ تم لوگ اپنے دین میں پکے اور پلٹ نہیں سکتے یہ سن کر ان لوگوں نے اس کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہوئے۔

قطب راوندی علیہ الرحمتہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ توریت کے سفر اول میں ہے کہ جناب ابراہیمؑ پر ایک فرشتہ نازل ہوا اور کہا کہ اس پیرانہ سالی میں تمہارے ایک فرزند ہو گا جس کا نام اسحٰقؑ ہے۔ ابراہیمؑ بولے کاش اس وقت تک اسمٰعیلؑ زندہ رہتا تو معبود تیرے گھر کی خدمت کرتا۔ خدا نے فرمایا کہ تمہاری یہ آرزو بر آئے گی اور میں نے تمہاری دعا اسمٰعیلؑ کے بارے میں قبول کی۔ اس کو برکت عطا کروں گا' اس کو بڑا اور بزرگ کروں گا اور اس سے بارہ بلند نفوس پیدا ہوں گے اور ان سے بہت سی امتیں بناؤں گا۔ توریت میں دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ خداوند عالم نے ان کے کلام اور حجت کو طور سینا کی جانب سے ظاہر فرمایا اور تجلی فرمائی ساعیر سے اور ظاہر ہوا کوہ فاراں سے۔ سینا ایک پہاڑ ہے جس پر خدا نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا تھا۔ اور ساعیر شام میں ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے تھے۔ اور کتاب حیقوق میں درج ہے کہ یمن کی سرزمین سے ایک بزرگ تقدیس کرنے والا کوہ فاراں پر آئے گا جس سے آسماں کو زینت حاصل ہو گی۔ جو زمین کو نور سے بھر دے گا۔ اور موت اس کے سامنے چلتی پھرتی ہو گی۔ اور کتاب حزقیل میں لکھا ہے کہ خدا نے بنی اسرائیل سے خطاب فرمایا کہ میں نے فرزندان قیدار کی فرشتوں کے ذریعہ مدد کی ہے اور تمہارے دین کو ان سے پامال کرا دوں گا۔ وہ تم کو اپنے دین میں لے لیں گے اور تمہاری حمیت و غضب کے سبب تمہاری جانیں فنا کر دیں گے۔ اور جو کچھ تمہاری نسبت میری مرضی ہو گی وہ عمل میں لائیں گے کیونکہ ان کے پاس محمدؐ کو ظاہر کروں گا تاکہ فرزندان قیدار اس کی اطاعت کریں۔ وہ ان کے دشمنوں کو قتل کرے گا اور خداوند عالم جنگ بدر خندق و حنین میں فرشتوں کے ذریعہ اس کی مدد کرے گا۔ اور سفر پنجم میں لکھا ہے کہ (اے موسیٰ) میں بنی اسرائیل کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تمہاری طرح ایک پیغمبر مبعوث کروں گا اور اپنا کلام اس کے دہن میں قرار دوں گا ان کے بھائی اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہیں۔ حیقوقؑ اور دانیالؑ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حق تعالیٰ اپنے دین اور اپنی کتاب یمن سے اور اپنی تقدیس کوہ فاراں سے ظاہر کرے گا تو وہ خدا کی حمد اور احمد کی تعریف سے پر ہو جائے گا۔ اور سطوت و صولت کے ساتھ زمین کا مالک ہو گا۔ اس کا نور زمین کو روشن کر دے گا اور اس کا لشکر دریا و

Presented by www.ziyaraat.net/

صحرا میں پھیلا ہو گا۔ اور کتاب شعیاؑ میں حضرتؐ کی تعریف میں منقول ہے کہ وہ میرا بندہ' میرا پسندیدہ و برگزیدہ ہے اس پر اپنی روح نازل کروں گا۔ اس کے ذریعہ سے میرا عدل قوموں میں ظاہر ہو گا۔ وہ اندھوں کو بینا اور بہروں کو سننے والا بنا دے گا۔ لہو و لعب کی جانب توجہ نہ کرے گا اور وہ خدا کا نور ہے جو کبھی زائل نہ ہو گا۔ یہاں تک کہ میری زمین میں میری حجت قائم کر دے اسی کے ذریعہ سے لوگوں کے عذر و حیلے منقطع ہوں گے۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اس کی بادشاہی کی علامت اس کے شانے پر ہو گی۔ اور دوسری جگہ کتاب شعیاؑ میں تحریر ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ اٹھ اور دیکھ کیا نظر آتا ہے۔ میں نے کہا دو سواروں کو دیکھ رہا ہوں جو آ رہے ہیں۔ ایک دراز گوش پر سوار ہے دوسرا اونٹ پر۔ اور ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ بابل اپنے بتوں سمیت گر پڑا۔ اور داؤدؑ کی زبور میں مسطور ہے کہ خداوندا سنت جاری کرنے والے کو مبعوث فرما جو لوگوں کو بتا دے کہ عیسیٰ بشر ہیں خدا نہیں ہیں۔ اور بہت سے مقامات پر آنحضرتؐ کی علامتیں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح نے اپنے حواریوں سے کہا کہ میں جاتا ہوں اور بہت جلد تمہارے پاس فار قلیط روح حق کے ساتھ آنے والا ہے۔ جو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ جو کچھ کہے گا وہ وحی ہو گی۔ وہ میری اور تمہاری گواہی دے گا ہم سب اس کے پاس حاضر ہوں گے وہ ہر امر کی خبر تم کو دے گا۔ اور حکایت یوحنا میں حضرت مسیح سے منقول ہے کہ فار قلیط نہیں آئے گا جب تک میں نہ جاؤں گا۔ وہ جب آئے گا تو لوگوں کو گناہوں پر سرزنش کرے گا۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا جو کچھ کہے گا وہ خدا سے سن کر کہے گا۔ اور بہت جلد تمہارے لئے دین حق لائے گا اور تم کو حوادث اور غیب کی باتوں سے آگاہ کرے گا۔ دوسری حکایت میں بیان کیا ہے کہ فار قلیط وہ روح حق ہے جس کو خدا میرے نام کے ساتھ بھیجے گا وہ ہر چیز تم کو سکھائے گا۔ اور میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ تمہارے پاس دوسرے فار قلیط کو بھیجے جو تمہارے ساتھ ابد تک رہے اور تمہیں ہر چیز کی تعلیم دے۔ دوسری حکایت میں لکھا ہے کہ تمہارے درمیان سے بشر جاتا ہے۔ اس کے بعد فار قلیط آئے گا اور تمہارے واسطے رازوں کو ظاہر کرے گا۔ وہ تمہارے لئے ہر چیز کی تفسیر کرے گا۔ وہ میری رسالت کی تصدیق کرے گا جس طرح میں اس کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔ میں تمہارے واسطے مثالیں لایا ہوں وہ ان کی تاویل لائے گا۔ دوسری جگہ مذکور ہے کہ جب حضرت یحییٰؑ کو ظالموں نے قید کیا تاکہ شہید کریں۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو جناب عیسیٰؑ کے پاس بھیجا۔ اور کہلایا کہ میں تمہارا انتظار کرتا ہوں کہ تم میرے پاس آؤ گے یا کسی اور کا انتظار کروں آپ نے جواب میں کہلایا کہ حق و یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ عورتوں میں سے کسی نے یحییٰؑ سے بہتر کسی کو نہیں جنا ہے۔ بے شک توریت اور پیغمبروں کی کتابوں میں درج ہے کہ بعض کے بعد بعض آئے یہاں تک کہ یحییٰؑ آئے۔ اور اب میں کہتا ہوں کہ اگر چاہو قبول کرو یقیناً میرے بعد الیاؑ آئے گا۔ تو سننے والے کان جس کے ہیں وہ سنے کہ احمدؐ الیاؑ کی جگہ پر ہو گا۔ اور یہ تاویل کی ہے کہ الیا سے مراد علیؑ ہیں۔ اور بعضوں

نے کہا اس واسطے علیؑ کو کہا کہ امور دین حضرت سرور عالمؐ کی حیات میں اور ان کی وفات کے بعد ان پر قرار پائیں گے۔ اور حضرت آدم پر خداوند عالم نے جو کچھ وحی فرمائی ان میں سے ایک امر یہ ہے کہ میں خدائے بکہ یعنی مکہ ہوں۔ وہاں کے رہنے والے میرے ہمسایہ ہیں اور اس کی زیارت کرنے والے میرے مہمان ہیں۔ میں اس مقام کو اہل آسمان سے آباد کروں گا۔ اور اہل زمین جوق در جوق اس کی طرف تکبیر و تلبیہ کی آوازیں بلند کرتے ہوئے آئیں گے تو جو شخص صرف میری خوشنودی کے لئے اس کی زیارت کرے گا اس نے گویا میری زیارت کی اور میرے گھر آیا پھر مجھ پر لازم ہے کہ میں اپنی کرامت سے اس کو مخصوص کروں اور اس گھر کو تمہارے فرزندوں میں سے ایک شخص ابراہیمؑ کے ذکر و شرف و بزرگی اور پیغمبری کا سبب قرار دوں گا۔ اور اس کے لئے اس گھر کے حجرے بناؤں گا اور اس کے ہاتھوں سے اس کی عمارت تیار کراؤں گا اور اس کے لئے اس کا پانی (زمزم) اور اس کے لئے حلال و حرام جاری کروں گا۔ اور اس کے ذریعہ سے مشعر حرم لوگوں کو پہنچاؤں گا۔ اور اس کے گلی کوچوں کو آباد کروں گا یہاں تک کہ تمہارے فرزندوں میں سے وہ پیغمبر آئے جس کا نام محمدؐ ہے اور وہ آخری پیغمبرؐ ہے۔ اور اس کو اس کے گھر کے ساکنوں اور والیوں میں قرار دوں گا۔ آنحضرتؐ کے معجزات میں سے ہے کہ خداوند عالم نے آنحضرتؐ کا نام یعنی محمدؐ محفوظ رکھا تھا۔ کوئی دوسرا حضورؐ سے پہلے اس نام سے موسوم نہیں ہوا باوجودیکہ لوگوں نے مدتوں ہر زمانہ میں اس صاحب اسم کے بارے میں بشارتیں سنی تھیں۔ چنانچہ سراقہ بن جعشم سے منقول ہے کہ میں تین اشخاص کے ساتھ شام کی جانب گیا' وہاں ایک چشمہ کے کنارہ ہم نے قیام کیا جس کے چاروں طرف چند درخت تھے اسی کے نزدیک ایک نصرانی کا دیر تھا نصرانی نے اپنے دیر سے دیکھا اور پوچھا تم لوگ کون ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم قبیلہ مضر سے ہیں۔ اس نے پوچھا کس مضر سے؟ ہم نے کہا حذف کے مضر سے اس نے کہا بہت جلد تم میں ایک پیغمبر مبعوث ہو گا جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو گا۔ جب ہم لوگ اپنے گھروں کو واپس آئے ہم میں سے ہر ایک کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور سب نے محمد نام رکھا۔ دوسری روایت میں منقول ہے کہ کفار قریش نے نضر بن الحرص اور علقمہ بن ابی معیط کو مدینہ بھیجا تاکہ آنحضرتؐ کی نبوت معلوم کریں۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر علمائے یہود سے دریافت کیا انہوں نے حضرتؐ کے اوصاف دریافت کئے انہوں نے بیان کئے۔ پھر پوچھا کہ اس کی متابعت تمہاری قوم کے کن لوگوں نے کی؟ وہ بولے فقیروں اور کمزوروں نے کی ہے تو ان میں سے ایک عالم نے چلا کر کہا کہ وہ پیغمبر ہے جس کی تعریف ہم نے توریت میں پڑھی ہے۔ اس کی قوم کے لوگ اس کی دشمنی میں سب سے زیادہ ہوں گے۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ طلحہ بصرہ کے بازار میں ایک راہب کے پاس پہنچے۔ راہب نے ان سے پوچھا کہ آیا احمدؐ مبعوث ہوئے ہیں' اسی مہینہ میں ان کو ظاہر ہونا چاہئے۔ اور عم کلان حمیری نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ تم کو ایک خوشخبری دوں جو تمہاری تجارت سے بہتر ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net/

یقیناً حق تعالیٰ نے گزشتہ ماہ ایک پیغمبر کو مبعوث فرمایا ہے اس نے اس پر ایک کتاب نازل کی ہے وہ بتوں کی پرستش سے منع کرتا ہے اور اسلام کی دعوت دیتا ہے۔ جلد واپس جاؤ۔ پھر ایک خط حضرت کی خدمت میں لکھا جس میں چند اشعار تحریر تھے جن کا مضمون یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس خدا کی جو موسیٰؑ کا پروردگار ہے اور آپ بطحا میں مبعوث ہوئے ہیں لہٰذا اپنے خدا سے میری شفاعت کیجئے گا۔ عبدالرحمٰن جب آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے پوچھا کیا تم میرے لئے کسی کی امانت رسالت لائے ہو۔ عبدالرحمٰن نے عرض کی ہاں لایا ہوں۔ پھر وہ خط اور پیغام حضرتؐ کو پہنچایا اور اوس بن حارثہ ابن ثعلبہ نے آنحضرتؐ کی بعثت سے تین سو سال پہلے آپ کے مبعوث ہونے کی خبر دی اور اپنے اہل و عیال کو وصیت کی کہ آنحضرتؐ کی متابعت کریں اور حضور نے اس کے حق میں فرمایا کہ خدا رحمت فرمائے اس پر کہ وہ دین حنیف پر مرے' اور ایام جاہلیت میں انہوں نے میری نصرت کی ترغیب دی تھی۔ سلیم ابن قیس ہلالی نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کے ساتھ جب ہم صفین سے واپس آ رہے تھے تو ایک نصرانی کے دیر کے پاس حضرتؑ نے قیام فرمایا۔ اس دیر سے ایک خوشرو اور نیک سیرت بوڑھا مرد آ نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا' وہ حضرتؑ کی خدمت میں آیا اور سلام کیا' حضرتؑ نے جواب سلام دے کر فرمایا مرحبا! میرے بھائی شمعون بن حمون تمہارا کیا حال ہے خدا تم پر رحمت کرے۔ اس نے کہا اے مومنین کے امیرؑ اور مسلمانوں کے سردار اور رسولؐ خدا کے وصی میں بخیریت ہوں۔ بے شک میں حضرت عیسیٰؑ کے سب سے بہتر حواری جناب شمعون بن یوحنا کی نسل سے ہوں جو ان کے بارہ حواریوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے جناب عیسیٰؑ نے ان کو کتابیں اور اپنا علم و حکمت سپرد فرمایا تھا اور ہمیشہ انہی کی اولاد اور اہل بیت میں وہ علم جاری رہا' اور وہ سب حضرت عیسیٰؑ کے دین سے متمسک رہے ہیں۔ نہ کافر ہوئے ہیں اور نہ دین میں کوئی تغیر و تبدل کیا۔ اور وہ کتابیں میرے پاس جن کو جناب عیسیٰؑ بیان کرتے رہے اور میرے جد شمعون لکھتے رہے۔ ان کتابوں میں عیسیٰؑ کے بعد کے بادشاہوں کے حالات لکھے ہوئے ہیں یہاں تک کہ تحریر ہے کہ فرزندان اسمٰعیلؑ پسر ابراہیمؑ میں سے ایک مرد سرزمین عرب سے ظاہر ہو گا جس کو تہامہ کہتے ہوں گے۔ وہ مکہ کا ایک شہر ہو گا اور اس مرد بزرگ کا نام احمدؐ ہو گا۔ جس کی آنکھیں کشادہ' ابرو پیوستہ ہوں گے وہ صاحب ناقہ و حمار و عصا تاج ہو گا۔ اس کے بارہ نام ہوں گے۔ اس کے بعد اس نے آنحضرتؐ کی ولادت و بعثت و ہجرت کا تذکرہ کیا اور ان لوگوں کا ذکر کیا جو حضرتؐ کی مدد کریں گے اور جو لوگ جنگ کریں گے اور ان کی مدت حیات اور جو کچھ ان کے بعد ان کی امت میں حضرت عیسیٰؑ کے آسمان سے نازل ہونے تک واقع ہو گا بیان کیا اور ان کتابوں میں اولاد اسمٰعیل کے ان تیرہ نفوس کے نام تحریر ہیں جو ان کے بعد خدا کے نزدیک بہترین خلق اور محبوب ترین خلائق ہوں گے۔ خلاق عالم ان کے دوستوں کو دوست اور دشمنوں کو دشمن رکھے گا جو ان کی اطاعت کرے گا ہدایت پائے گا' جو مخالفت کرے گا گمراہ ہو گا۔ ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ہو گی اور ان کی مخالفت خدا کی

مخالفت ہو گی۔ اور ان انفاس قدسیہ کے نام و نسب اور صفات لکھے ہوئے ہیں اور یہ کہ ان میں سے کون کتنی مدت تک زندہ رہے گا کون ظاہر ہو گا اور کون غیب میں رہے گا یہاں تک کہ اس پر حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ وہ عیسیٰ سے نماز پڑھانے کو کہے گا۔ جناب عیسیٰؑ جواب دیں گے کہ آپ لوگ امام ہیں کسی کے لئے سزاوار نہیں ہیں کہ آپ پر سبقت کرے۔ پھر وہ آگے ہو گا اور عیسیٰ لوگوں کے ساتھ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے ان میں پہلا شخص سب سے بہتر اور بلند تر ہو گا۔ اس کا اجر ان سب کے اجر کے برابر ہو گا۔ اور جو لوگ اس کی اطاعت کریں گے اور ہدایت حاصل کریں گے ان کا ثواب بھی عظیم ہو گا۔ اس کا نام احمدؐ ہو گا۔ وہ خدا کا پیغمبر گا۔ اس کے دوسرے نام محمدؐ و یاسین و فتاح و ختام و حاشر و عاقب و ماحی و قائد بھی ہوں گے۔ وہ خدا کا رسول' حبیب اور امین ہو گا۔ خدا اسے اپنی رحمت کے ساتھ کلام کرے گا۔ جہاں خدا کا ذکر ہو گا' اس کا بھی ذکر ہو گا۔ وہ خلق میں سب سے بلند مرتبہ اور خدا کے نزدیک سب سے محبوب ہو گا۔ اور خدا نے کسی ملک مقرب یا پیغمبر مرسل کو خلق نہیں کیا جو اس سے بہتر اور خدا کے نزدیک محبوب تر ہو اور خدا اس کو قیامت کے روز اپنے عرش پر بٹھائے گا اور اس کی شفاعت قبول کرے گا جس کے بارے میں وہ شفاعت کرے گا۔ اس کے نام کے ساتھ قلم روح پر رواں ہوا اور اس کے بعد اس کے وصی کی فضیلت ہے جو اس کا علمبردار ہو گا قیامت میں اس کا وصی' وزیر اور خلیفہ ہو گا اس کی امت میں اور وہ اس کے بعد خدا کے نزدیک محبوب ترین خلق ہو گا۔ اس کا نام علی بن ابی طالب ہے۔ پیغمبرؐ کے بعد وہ ہر مومن کا حکم و سرپرست ہے۔ اس کے بعد محمدؐ کی اولاد میں سے گیارہ امام ہوں گے اور اس کے دو فرزند ہارون کے دو فرزندوں شبر و شبیرؑ کے ہمنام ہوں گے اور اس کے چھوٹے فرزند کی نسل سے نو امام ہوں گے۔ ان کا آخری فرزند وہ ہو گا جس کے پیچھے عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے اور ان کتابوں میں ان سب کے نام درج ہیں جو بادشاہ ہوں گے اور جو پوشیدہ رہیں گے۔ ان میں سے جو سب سے پہلے ظاہر ہو گا وہ تمام شہروں کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہو گا یہاں تک کہ وہ تمام دین پر غالب آئے گا۔ پھر جب تمہارے پیغمبرؐ مبعوث ہوئے میرے والد زندہ تھے انہوں نے ان کی تصدیق کی ان پر ایمان لائے۔ اس وقت وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور چلنے کی طاقت نہ تھی۔ جب ان کی وفات کا زمانہ آیا مجھ کو وصیت کی کہ پیغمبر کے وصی اور خلیفہ جن کا نام اور وصف ان کتابوں میں درج ہے تین خلفائے غاصب کے بعد ہوں گے اور ان خلفاء کے نام و صفات اور القاب ان کتابوں میں تحریر ہیں جو ان کے حق کو غصب کریں گے۔ وہ اس مقام پر آئیں گے جو اسے فرزند تو ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان پر ایمان لانا اور ان سے بیعت کرنا۔ اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرنا۔ کیونکہ ان کا جہاد پیغمبر کا جہاد ہے۔ ان کا دوست پیغمبر کا دوست ہے اور ان کا دشمن پیغمبر کا دشمن ہے اور ان کتابوں میں ان خلفائے ضلالت کے نام ہیں جو قریش سے ہوں گے اور آنحضرتؐ کے اہل بیت سے دشمنی کریں گے۔ ناحق دعویدار ہوں گے۔ ان کو اپنے حق سے محروم کریں گے اور ان سے تبرا کریں گے۔ ان کو ڈرائیں گے ان

Presented by www.ziyaraat.net/

میں سے ہر ایک کے نام و صفات اور ہر ایک کی بادشاہی کی مدت اور جو سلوک وہ آپ کی اولاد سے کریں گے' سب تحریر ہے۔ اے امیر المومنینؑ اپنا ہاتھ نکالئے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں۔ میں خدا کی وحدانیت اور پیغمبرؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور یہ کہ آپ ان کے خلیفہ اور وصی ہیں اور خدا کی مخلوق پر گواہ اور زمین پر اس کی حجت ہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ اسلام خدا کا دین ہے اور دین اسلام کے سوا ہر ایک دین سے بیزار ہوں کیونکہ وہ دین وہ ہے جسے خدا نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور اپنے دوستوں کے واسطے اختیار کیا ہے۔ وہی عیسیٰؑ بن مریمؑ کا اور تمام پیغمبروں کا دین ہے میرے آباء اجداد سب اسی دین پر تھے اور میں نے آپ کی ولایت اور آپ کے دوستوں کی محبت اختیار کی اور آپ کے دشمنوں سے بیزار ہوں اور آپ کے فرزندوں کی امامت کا اقرار کرتا ہوں اور ان کے دشمنوں اور مخالفوں سے بیزاری اختیار کرتا ہوں اوران سے جو ان کے حق کا دعویٰ کریں اور ان پر ظلم کریں۔ وہ اگلے لوگوں میں سے ہوں یا بعد والوں میں سے۔ پھر اس نے آنحضرتؑ کا ہاتھ پکڑ کر آپ سے بیعت کی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اپنا خط مجھے دے دو جس کو عزیز رکھتے ہو۔ پھر اپنے ایک مصاحب کو اس راہب کے ساتھ جانے کو فرمایا اور کہا ایک مترجم کو ساتھ لے جاؤ جو اس خط کا عربی میں ترجمہ کرے اور لکھ لے۔ جب وہ مترجم اس خط کو حضرتؑ کی خدمت میں لایا حضرت امام حسنؑ نے اس سے فرمایا کہ وہ کتاب لاؤ جس کو میں نے تم کو پہلے دیا تھا۔ امام حسنؑ کتاب لائے تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ پڑھو اس کو میں نے لکھا ہے۔ پیغمبر خدا بولتے جاتے تھے۔ اور اس شخص سے فرمایا کہ اس خط کو دیکھے جس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا۔ گویا ایک شخص نے بولا اور دو شخصوں نے لکھا ہے۔ امیر المومنینؑ پھر حمد و ثناء الہٰی بجا لائے اور فرمایا کہ میں اس خدا کا شکر کرتا ہوں جو اگر چاہتا اور مصلحت سمجھتا تو اس بات پر قادر تھا کہ اس امت میں اختلاف نہ ہونے دیتا۔ اور میں شکر کرتا ہوں اس خدا کا جس نے میرا ذکر گزشتہ کتابوں میں ترک نہیں کیا اور میرے نام کو اپنے اور اپنے دوستوں کے نزدیک بلند کیا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت کے شیعہ جو موجود تھے بہت مسرور ہوئے اور یہ امر ان کی شکر گزاری اور ایمان کی زیادتی کا سبب ہوا۔

آپ قبل از آدمؑ پیغمبر تھے

طبقات ابن سعد جلد۱ ص۲۰۹ سطر۲۰ پر ہے

عبداللہ بن شفیق کہتے ہیں:

ایک شخص نے عرض کی' یا رسول اللہ' آپ کب سے پیغمبر ہوئے؟ لوگوں نے کہا ہائیں ہائیں' آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا۔ "اسے کہنے دو' آدم ہنوز روح و جسم کی درمیانی حالت میں تھے کہ میں پیغمبر تھا۔"

ابن ابی الجدعاؓ کہتے ہیں:

میں نے عرض کی "یا رسول اللہ آپ کب پیغمبر ہوئے۔"

فرمایا: "جب آدمؑ ہنوز روح اور جسم کے درمیان تھے۔"

مطرف بن عبداللہ بن الشیخر کہتے ہیں:

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کب سے پیغمبر ہیں۔

فرمایا: آدمؑ کی روح و خاک کے درمیان (یعنی روح و خاک سے آدمؑ علیہ السلام کا جسم ابھی مرکب بھی نہ ہوا تھا کہ مجھے شرف نبوت حاصل ہو چکا تھا۔ مطلب یہ کہ میری نبوت ازلی ہے موقت نہیں ہے۔

عامر کہتے ہیں:

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی آپ کب سے پیغمبر ہوئے؟ فرمایا مجھ سے جب میثاق لیا گیا ہے تو آدمؑ اس وقت روح و جسم کے درمیانی حالت میں تھے۔"

عرباضؓ بن ساریہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

آدم ہنوز اپنی خاک میں رلے ملے تھے کہ میں خدا کا بندہ اور خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ میں ابھی ابھی تم لوگوں کو اس کی خبر دیتا ہوں' میرے والد ابراہیم (خلیل اللہ علیہ السلام) کی دعاء میرے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میری ماں کا خواب جو انہوں نے دیکھا تھا۔ (یہ تمام باتیں ولادت سے بیشتر ہی ظہور کی خبر دے چکی تھیں۔)

پیغمبروں کی مائیں یوں ہی رویا دیکھتی ہیں اور اسی طرح انہیں خواب دکھایا جاتا ہے؟

وضع حمل کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے ایک نور دیکھا تھا کہ ان کے لئے شام کے ایوان تک اس سے روشن ہو گئے تھے۔

ضحاک سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے والد ابراہیمؑ کی دعا ہوں' خانہ کعبہ کے قاعدے بلند کر رہے تھے کہ انہوں نے کہا **رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ** اے ہمارے پروردگار ان لوگوں میں ایک پیغمبر بھیج جو انہیں میں سے ہو' اس کو پڑھ کے آنحضرتؐ نے آخر تک یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے والد ابراہیمؑ کی دعا ہوں اور میرے لئے عیسیٰ بن مریمؑ نے بشارت دی تھی۔

ابو امامہ باہلی کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گذارش کی گئی کہ یا رسول اللہ آپ اپنے ابتدائے امر سے آگاہ

Presented by www.ziyaraat.net/

فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا میرے والد ابراہیم کی دعا میرے لئے عیسیٰؑ بن مریم نے بشارت دی۔
قتادہ کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں آفرینش و خلقت میں سب سے پہلا اور بہشت میں سب سے پہلا مخص ہوں۔

نبوت کا آغاز

سچے خواب

ابن اسحاق نے کہا' زہری نے عروۃ بن زبیر کی روایت کا ذکر کیا ہے جو انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہنچی ہے ام المومنینؓ نے ان سے بیان کیا پہلی چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (رسالت کی) ابتدا ہوئی وہ سچے خواب تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی کرامت اور آپ کے ذریعہ سے بندوں پر رحمت نازل کرنی چاہی تو آپ نیند میں جو خواب دیکھتے' وہ صبح صادق کی طرح ظاہر ہوتے۔ ام المومنین نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تنہائی آپ کے لئے محبوب بنا دی تھی اور کوئی چیز آپ کو تنہائی میں رہنے سے زیادہ پسندیدہ نہ رہی تھی۔

شجر و حجر کا سلام

ابن اسحاق نے کہا' عبدا لملک بن عبداللہ (ابن ابی سفیان ابن العلاء بن جاریۃ الثقفی) نے جو خوب یاد رکھنے والے تھے' بعض اہل علم سے روایت کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رفع حاجت کے لئے نکلتے تو بہت باہر چلے جاتے' یہاں تک کہ بستی سے دور ہو جاتے اور مکہ کی گھاٹیوں اور وادیوں کے اندر پہنچ جاتے۔ جس پتھر اور درخت کے پاس سے آپ گزرتے' وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔ راوی نے کہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے داہنے بائیں اور پیچھے توجہ فرماتے۔ درختوں اور پتھروں کے سوا کسی کو نہ دیکھتے (غرض اس حالت پر آپ) اتنی مدت تک رہے جس مدت تک اللہ تعالیٰ نے چاہا' پھر رمضان کے مہینے میں بمقام حراء جبرئیلؑ آئے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے آپ کے اعزاز و اکرام کی وہ عظمت و شان والی چیز لائے جو سب جانتے ہیں۔

تحنث و تحنف

ابن اسحاق نے کہا مجھ سے آل زبیر کے غلام وہب بن کیسان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا' میں نے عبداللہ

بن الزبیر کو عبید بن عمر بن قتادۃ اللیثی سے کہتے سنا کہ اے عبید بتایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب جبرئیل علیہ السلام آئے تو نبوت کی ابتداء کا ظہور کس طرح ہوا۔ راوی نے کہا: میں موجود تھا۔ عبید نے عبداللہ بن زبیر اور ان لوگوں سے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال ایک مہینہ حرا میں جا بیٹھتے تھے اور قریش زمانہ جاہلیت میں بھی یکسو ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔
ابن اسحاق نے کہا' ابو طالب کہتے ہیں:

و ثور و من ارسی ثبیرا مکانہ — و راق لیرقی فی حراء و نازل

اور جبل ثور کی پناہ لیتا ہوں اور اس ذات کی جس نے کوہ ثبیر کو اس کی جگہ لنگر انداز کر دیا اور حرا پر چڑھنے والے اور اترنے والے کی۔
ابن ہشام نے کہا: عرب تحنث اور تحنف دونوں لفظ استعمال کرتے ہیں اور ان دونوں لفظوں سے ان کی مراد دین حنیفی اختیار کرنا ہوتی ہے۔ وہ فے کو ثے سے بدل دیتے ہیں جس طرح **جدف** اور **جدث** دونوں لفظوں سے مراد قبر ہے۔ روبتہ العجاج نے لکھا ہے **لو کان احجاری مع الاجداف** اگر میرے پتھر قبروں کے ساتھ ہوتے۔
اجداف سے مراد احداث ہے جس کے معنی قبریں ہیں۔

ماہ رمضان کی عبادتیں

ابن اسحاق نے کہا' وہب بن کیسان نے بیان کیا کہ عبیدہ نے مجھ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مہینے ہر سال یکسو ہو کر عبادت کرتے اور جو مسکین آتا اسے کھانا کھلاتے' جب مہینا پورا ہو جاتا اور گھر لوٹتے تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے کعبتہ اللہ کا سات بار یا اللہ جس قدر چاہتا طواف کرتے۔ اس کے بعد گھر لوٹتے یہاں تک کہ اس سال وہ مہینہ آیا' جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرمانے کا ارادہ کیا اور وہ مہینہ رمضان کا تھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کے لئے نکلتے تھے حراء کی جانب نکلے آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ بھی تھیں' یہاں تک کہ وہ رات آئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت سے سرفراز فرمایا اور اس کے ذریعہ سے بندوں پر رحم فرمایا۔ جبرئیلؑ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم لیے ہوئے آئے۔ (سیرت ابن ہشام جلد ا باب ۴۰)

بعثت کے وقت بتوں کا سرنگوں ہونا

ابن جوزی الوفاء کے ص ۲۱۴ سطر ۳ پر تحریر فرماتے ہیں:
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں سوق عکاظ کی طرف تشریف لے گئے اور چونکہ اعلان نبوت کے بعد شیاطین کو آسمانی

Presented by www.ziyaraat.net/

خبریں چوری چھپے حاصل کرنے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر آگ کے شعلے برسائے جاتے تھے وہ اپنی قوم کی طرف سے (خائب و خاسر اور نامراد و ناکام) لوٹے تو انہوں نے پوچھا کیا ہوا (کوئی خبر نہیں لائے اور حالت بھی دگرگوں نظر آتی ہے) انہوں نے کہا اب تو ہمارے درمیان اور آسمانی اخبار و اطلاعات کے درمیان بڑے موانع درپیش ہو گئے ہیں اور ہمیں اوپر جانے پر آگ کے شعلوں سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

انہوں نے کہا پھر ضرور کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے یہ رکاوٹ پیدا کر دی گئی ہے۔ لہٰذا زمین کے تمام اطراف و اکناف میں گھوم پھر کر جائزہ لو کہ کونسا نیا امر رونما ہوا ہے۔ تمام شیطان شرق و غرب میں دوڑے۔ اور جائزہ لینے لگے کہ کونسا امر حائل ہو گیا ہے جو جن اور شیاطین تہامہ (ارض حجاز) کی طرف متوجہ ہوئے تھے' وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آ پہنچے جبکہ آپ مقام نخلہ پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ اور وہاں سے سوق عکاظ کی طرف جانے کا ارادہ تھا جب قرآن مجید کی تلاوت کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی تو وہ اس کو سننے کے لئے ہمہ تن گوش بن گئے۔ جب اس کی فصاحت و بلاغت و تاثیر انگیزی کا ملاحظہ کیا اور اس میں جلال خداوندی اور اس کی مثال رحیمی و رحمانی کا مشاہدہ کیا تو پکار اٹھے یہی وہ امر ہے جو ہمارے اور آسمانی خبریں حاصل کرنے کے درمیان حائل و حاجب بن گیا ہے۔

اسی مقام سے واپس ہوئے اور اپنی قوم سے جا کر کہا:

یَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا

اے ہماری قوم ہم نے ایک عجیب کتاب کی تلاوت سنی ہے جو صحیح راہ بتاتی ہے لہٰذا ہم تو اس کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں اور ہرگز اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

اور ادھر اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا

آپ فرما دیجئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں میں سے ایک جماعت نے قرآن کریم کو کان لگا کر سنا اور پھر اپنی قوم سے جا کر کہا کہ ہم نے عجیب قرات و تلاوت سنی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم مبعوث ہوئے تو شیاطین اور جنوں کو (آسمانوں کی طرف جانب سے) روک دیا گیا اور ان پر شہاب ثاقب پھینکے گئے حالانکہ قبل ازیں وہ آسمانوں پر جا کر بیٹھتے تھے اور جنوں کی ہر جماعت نے وہاں اپنے لئے جگہ متعین کر رکھی تھی جس میں بیٹھ کر ملا ئکہ کی باہمی گفتگو سنتے تھے۔

سب سے پہلے اہل طائف گھبرائے اور جن کے اونٹ تھے یا بھیڑ بکریاں انہوں نے روزانہ اپنے معبودات باطلہ کے لئے قربانیاں دینی شروع کر لیں حتی کہ مال و منال ختم ہوتے نظر آئے تو رک گئے اور ایک دوسرے سے کہا کیا دیکھتے نہیں کہ آسمانی علامات و نشانات تو اسی طرح ہیں ان میں سے تو کوئی شے غائب

نہیں ہوئی؟ (لہٰذا آسمان ٹوٹ پڑنے اور عالم دنیا کے تباہ ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں)

ابلیس نے کہا زمین میں کوئی حادثہ رونما ہوا ہے میرے پاس زمین کے ہر حصہ سے مٹی لے آؤ چنانچہ اس کے چیلے ہر جگہ سے مٹی لے کر اس کے پاس پہنچے وہ ہر جگہ کی مٹی کو سونگھتا اور پھینک دیتا جب تہامہ کی مٹی اس کو دی گئی تو سونگھ کر کہا اسی جگہ کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔

یعقوب ابن اخنس سے مروی ہے کہ عربوں میں سب سے پہلے اہل ثقیف نے ستاروں کو ٹوٹتے دیکھا تو گھبرائے اور عمرو بن امیہ کے پاس آ کر کہا دیکھتے نہیں ہو یہ کیا رونما ہوا ہے؟ اس نے کہا ہاں دیکھ تو میں بھی رہا ہوں تم اچھی طرح دیکھو اگر ٹوٹنے والے ستارے وہ ہیں جن سے منازل کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے یا موسم سرما اور گرما میں بارش برسنے کا پتہ چلتا ہے تو پھر دنیا کی بساط لپیٹی جا رہی ہے اور اہل دنیا کی ہلاکت و فنا کا وقت آ پہنچا ہے اور اگر اس کے علاوہ دوسرے ستارے ہیں تو پھر یہ عظیم انعام و احسان کی علامت ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کے لئے ارادہ فرمایا ہے اور عرب میں پیغمبر آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں کیونکہ پہلے سے ان کی علامات بعثت و ولادت میں اس امر کا تذکرہ بھی چلا آ رہا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا' کوئی بستارہ ٹوٹتا نظر نہ آیا اور نہ شہاب گرتا نظر آیا حتی کہ جب رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہوئے اور اعلان نبوت فرمایا تو پھر ان ستاروں کا ٹوٹنا اور شہاب ناریہ کا گرنا شروع ہوا۔ قریش نے یہ صورت حال پہلی دفعہ دیکھی تھی (سخت گھبرائے اور خوفزدہ ہو گئے) اور اپنے چوپایوں کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑنا شروع کیا اور علاقوں کو آزاد کرنے لگے گمان یہ کرتے تھے کہ اب فنا و ہلاکت کا وقت ہے۔

جب ان کا یہ عمل و کردار اہل طائف کے کانوں تک پہنچا تو ثقیف نے بھی یہی اعمال شروع کر دیئے جب عبدیالیل ابن عمر کو معلوم ہوا (کہ ثقیف یہ کر رہے ہیں) تو اس نے کہا میں جو کچھ عمل کرتے ہوئے تمہیں دیکھ رہا ہوں یہ کیوں کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ستارے ٹوٹ رہے ہیں آسمان سے آگ کے شعلے برس رہے ہیں ہم نے خیال کیا کہ آسمان ٹوٹنے والا ہے اس نے کہا مال ضائع کر دینے کے بعد اس کا جمع کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے لہٰذا عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لو اور انتظار کرو اگر یہ ستارے وہ ہیں جو مشہور و معروف ہیں تو پھر لوگوں کی ہلاکت کا وقت ہے اور اگر دوسرے ستارے ہیں (جن کو لوگوں کی رہنمائی اور بارش کے اوقات پر دلالت وغیرہ میں کوئی دخل نہیں ہے) تو پھر ضیاء واقعہ اور حادثہ رونما ہونے والا ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو یہ ستارے وہ نہ تھے اسے جا کر بتلایا تو اس نے کہا کہ ابھی فناء دنیا میں مہلت اور یہ نبی آخر الزمان کے ظہور کی علامت ہے۔

چند دن گزرے تھے کہ ابو سفیان ابن حرب طائف میں اپنے اموال تجارت کی دیکھ بھال یا لین دین کے لئے گئے اور عبدیالیل کے پاس بھی گئے۔ جب ستاروں کے ٹوٹنے اور شہاب ناریہ کے گرنے کا تذکرہ ہوا تو ابو سفیان بولے محمد بن عبداللہ نے دعوی نبوت کیا ہے عبدیالیل نے کہا اب معلوم ہوا کہ اسی وجہ سے

Presented by www.ziyaraat.net/

(آسمانی خبروں کی حفاظت اور شیاطین کے دفاع کے لئے) شہاب ناریہ کو پھینکا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعثت نبی الانبیاء علیہ السلام کے درمیانی عرصہ فترت میں آسمان پر کوئی پہرہ نہیں تھا اور شیاطین و جن مختلف مقامات پر بیٹھ کر ملا ئکہ کی باتوں کو سن لیا کرتے تھے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاتم الانبیاء علیہ التحیتہ و الثناء کو مبعوث فرمایا تو آسمان پر حفاظتی انتظامات سخت کر دیے گئے اور شیاطین کا آگ کے شعلوں کے ساتھ رجم ہونے لگا۔ ان کے لئے یہ صورت حال بہت ہی غیرمانوس اور خلاف توقع تھی لہٰذا کہنے لگے۔

لا ندری اشر اريد بمن في الارض ام اراد بهم ربهم رشدا

ہمیں سمجھ نہیں آ رہی اہل زمین کے ساتھ بہت بڑا حادثہ فاجعہ اور اندوہناک معاملہ پیش آنے والا ہے یا ان کے رب کریم نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

سب جن و شیاطین مل کر ابلیس کے پاس حاضر ہو گئے اور (صورت حال پر تبصرہ ہونے لگا) تو ابلیس نے کہا زمین میں کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہوا ہے لہٰذا تم ساری زمین میں پھیل جاؤ اور مجھے بتلاؤ کہ آسمان میں جو کچھ تغیر و تبدل ہوا ہے اس کا سبب و موجب کیا ہے؟ پہلی جماعت جو اس تحقیق و تفتیش کے لئے بھیجی گئی وہ اہل نصیبین میں سے تھے جو کہ اشراف جنوں پر مشتمل تھی۔ ان کو تہامہ (حجاز مقدس) کی طرف بھیجا گیا۔ وہ چلتے چلتے وادی نخلہ میں پہنچے تو وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز فجر ادا کرتے ہوئے پایا۔ جب آپ سے قرآن مجید کی تلاوت و قرات سنی تو ایک دوسرے کو خاموشی کا حکم دینے لگے (اور پھر سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ نہ صرف خود مسلمان ہوئے بلکہ اپنی قوم کو بھی اسلام اور غلامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلقین کی۔)

حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ابلیس لعین حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے دنیا پر تشریف لانے کے بعد سے عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک سب آسمانوں پر چڑھ جاتا تھا اور جیسے چاہتا ان میں گھومتا پھرتا، اس پر کوئی پابندی یا رکاوٹ نہ تھی جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے تو چار آسمانوں پر اس کا صعود و عروج ممنوع قرار دیا گیا اور اس کے لئے رکاوٹ پیدا کر دی گئی مگر ابھی تک نچلے تینوں تو اسے رسائی حاصل تھی۔

جب امام رسل ہادی سبل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو مکمل پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے بعد جب بھی ابلیس یا دیگر شیاطین چوری چھپے اوپر جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقت نشانہ بناتے ہیں اور وہ مشکل جان بچا کر نیچے بھاگ آتے ہیں (اور بعض جل کر راکھ بھی ہو جاتے ہیں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب رسول کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ مبعوث ہوئے اور وہ سراج منیر اور آفتاب ہدایت جس صبح بطن آمنہ سے طلوع ہو کر آسمان انسانیت پر جلوہ ریز اور ضوفشاں ہوا اس صبح معبودات باطلہ پر قیامت قائم ہو گئی اور ہر بت اپنے بتکدے میں منہ کے بل گر چکا تھا۔ تمام

شیاطین ابلیس کے پاس جمع ہو گئے اور کہا زمین پر جتنے اوثان و اصنام ہیں وہ آج صبح اوندھے گرے ہوئے تھے اس نے کہا اگر صورت یہ ہے تو پھر کوئی سرچشمہ ہدایت مخلوق کے لئے ہدایت کے آب حیات کے ساتھ پھوٹ پڑا ہے جو باطل کی ان چٹانوں کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینک دے گا اور خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا تم ان کی تلاش کے لئے نکلو اور سرسبز و شادات علاقوں (فلسطین و شام وغیرہ) میں ان کی جستجو کرو۔ وہ پھر پھرا کر آ گئے اور کہا ہم نے بہتیرا تلاش کیا ہے مگر ان کا کوئی سراغ نہیں ملا، اس نے کہا، اب میں خود تلاش کرتا ہوں جب وہ تلاش کے لئے نکلا تو اس کو ندا دی گئی **علیک بحبته القلب مکته** جو تمام سرزمین کے لئے قلب اور دل کا درمیانی نقطہ ہے یعنی مکہ مکرمہ وہاں جا تو تجھے مقصود کی اطلاع مل جائے گی۔

ابلیس نے اس اشارے کے مطابق جب تلاش شروع کی تو آپ کو قرن ثعالب میں موجود پایا۔ واپس شیاطین کے پاس پہنچا اور کہا میں نے ان کو پا لیا ہے مگر ان کے ساتھ جبریلؑ تھے (لہٰذا ہم ان کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے) اب کیا کریں کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا (کوئی بات نہیں) ہم ان کے متبعین کی نگاہوں میں خواہشات کو بڑے حسین انداز اور مزین پیرائے میں پیش کریں گے اور نفسانی تقاضوں کو ان کا محبوب ترین اور مرغوب ترین مطلوب و مقصود بنا دیں گے ابلیس بولا (تمہارے جیسی لائق ترین اور کارکن اولاد کے ہوتے ہوئے) مجھے کوئی غم نہیں ہو سکتا۔ (شاباش خوب سوچا تم نے)

کسریٰ پرویز کی مشکلات

جناب ابن جوزی الوفاء کے ۲۱۸ سطر۶ پر تحریر فرماتے ہیں:

دریائے دجلہ قدیم زمانوں میں ارض خوجی کے اندر محفوظ و مضبوط راستوں سے گذرتا ہوا بحر فارس میں جا گرتا تھا۔ پھر وہ گزرگاہ خشک ہو گئی اور دریائے واسط کے طرف گزرگاہ بنالی تو فارس کے بادشاہوں نے یکے بعد دیگرے اس کو بند کرنے کی پیہم کوشش کی اور اس کو پرانی گذرگاہ کی طرف لوٹانے پر بے شمار مال و دولت صرف کی مگر کوئی بند قائم نہ رہ سکا۔

جب قباذ ابن فیروز والی بنا تو کسکر کے نیچے دریائے دجلہ کے بند میں بہت بڑا شگاف پڑ گیا اور اس نے بہت سی عمارتوں کو غرق کر دیا۔ جب نوشیرواں نے عنان حکومت سنبھالی تو اس نے کئی بند باندھے اس سے بعض عمارات اور آبادیاں پانی کی دسترس سے محفوظ ہو گئیں اور یہ صورتحال پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کی تخت نشینی تک برقرار رہی جب وہ والی تخت بنا تو اس نے دجلہ کی طرف اتنی توجہ دی جتنی کسی اور امر کی طرف مبذول نہیں کی تھی اور وہ بہت سخت طبع اور مضبوط ارادہ کا آدمی تھا اور اسے اسباب و وسائل بھی اس قدر حاصل تھے جتنے دوسروں کو حاصل نہ تھے۔ لہٰذا اس نے بے شمار سیم و زر وغیرہ خرچ کرکے دجلہ کی

Presented by www.ziyaraat.net/

اندھی لہروں اور موجوں کو کنٹرول کر لیا۔

اس نے اپنی نشست گاہ میں محراب بنوایا اور اس میں اپنے تاج کو لٹکایا۔ خود اس کے نیچے بیٹھ جاتا اور تاج سر پر لٹکتا رہتا بغیر اس کے کہ سر پر اس کا وزن اور بوجھ پڑے یا (تاج کے بار گراں سے تنگ آکر) علامت شاہی اور نشان امارت و حکومت کو خیرباد کہنا پڑے۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس تین صد اشخاص کہانت' سحر اور نجوم کے تجربہ کار ماہرین موجود رہتے تھے اور ان میں اہل عرب سے بھی ایک آدمی تھا جس کو سائب کہا جاتا تھا۔ وہ عربوں کے طور' طریقہ کے مطابق پرندوں سے فال نکالتا اور بہت کم ہی کبھی غلطی کھاتا۔ اس کو باذان نے یمن سے کسریٰ کی طرف بھیجا تھا۔ الغرض کسریٰ کو جب کوئی امر پریشانی میں ڈالتا تو وہ اپنے کاہنوں اور جادوگروں اور نجومیوں کو جمع کر کے کہتا کہ اس معاملہ میں اپنی رائے دو۔

جب سرور انبیاء علیہ التحیتہ و الثناء مبعوث ہوئے تو ایک صبح جوں ہی کسریٰ بیدار ہوا کیا دیکھتا ہے کہ اس کے دارالسلطنت اور شستگاہ کے محراب میں شگاف پڑ چکا تھا۔ سخت غمناک ہوا اور کہنے لگا کہ میرا طاق مجلس ٹوٹ گیا اور دجلہ کی اندھی موجوں نے کناروں کو پھاڑ دیا اور راستہ تبدیل کر لیا۔ یہ تو گویا محراب اور دجلہ کی گزرگاہ کی شکست و ریخت نہیں ہے بلکہ ملک کی بربادی معلوم ہوتی ہے پھر اپنے کاہنوں' نجومیوں اور ساحروں کو بلایا اور ان کے ساتھ ہی سائب کو بھی طلب کیا۔ صورتحال ان کے سامنے رکھی اور رائے زنی کے متعلق حکم دیا۔ سب نے اپنے اپنے علم کے زور سے حقیقت امر تک پہنچنے کی کوشش کی مگر ان پر زمین و تعبیر و بیان تنگ و تاریک ہو گئی اور ان کے علوم و فنون قاصر رہ گئے۔ نہ ساحر کی سحرکاری کام آئی نہ کاہن کی کہانت نے کوئی اثر دکھلایا اور نہ منجم کو اس کے علم نجوم نے راہ مقصود کا نشان بتایا۔ سائب رات کی تاریکی میں ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ زمین حجاز سے بجلی چمکی ہے اور تیزی کے ساتھ مشرق تک پھیل گئی ہے جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کے پاؤں کے نیچے (جہاں پہلے خشک اور چٹیل میدان تھا) اب سبزہ لہلہا رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا اگر جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں حقیقت و واقعہ ہے (اور محض فریب نظر نہیں ہے) تو حجاز مقدس سے ایک شہنشاہ کا ظہور ہو گا جس کی سلطنت شرق و غرب تک پھیل جائے گی اور وہ زمین کو اس کی نسبت زیادہ آباد کریں گے جب ان سے پہلے بادشاہوں نے آباد کیا۔

جب سب ماہرین جمع ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ بخدا ہمارے علوم اور ہمارے درمیان جو رکاوٹ اور حجاب حائل ہوا ہے اور ہم اپنے علوم سے استفادہ کرنے میں ناکام رہے ہیں تو یہ کسی آسمانی امر کی کرشمہ سازی ہے اور یہ صورتحال یا تو کسی نبی کے مبعوث ہو جانے کی وجہ سے رونما ہوتی ہے اور یا وہ عنقریب بھیجے جانے والے ہیں جو کہ اس ملک کو چھین لیں گے اور سلطنت کو توڑ کر رکھ دیں گے۔
لیکن اگر تم نے کسریٰ کو صاف صاف بتلا دیا کہ تیرا ملک تباہ ہونے والا ہے تو وہ تمہیں قتل کر دے گا لہٰذا تم

متفقہ طور پر ایک فیصلہ کر لو جو کسریٰ کے سامنے بیان کر دیا جائے چنانچہ سب نے کسریٰ کے پاس آکر کہا کہ ہم نے اس معاملہ میں بڑی تحقیق و جستجو کی ہے ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ جن حساب دانوں کے حساب پر جناب نے طاق مجلس کی بنیاد رکھی اور دجلہ پر بند باندھا (انہوں نے غلطی کھائی) اور وقت نحس میں بنیاد رکھوا دی۔ اب ہم حساب لگا کر ساعت سعد میں بنیادیں رکھوا دیتے ہیں لہٰذا ان میں زوال و تغیر پیدا نہیں ہو گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تم حساب کرو چنانچہ انہوں نے جس وقت میں بنیاد رکھنے کو کہا اس نے اسی وقت بنیاد رکھ دی دجلہ میں بند باندھنے پر آٹھ ماہ تک کام ہوتا رہا اور بے اندازہ مال و دولت صرف ہوا۔ جب مراحل تکمیل طے ہو گئے تو اس نے کہا اب اس بند کے اوپر بیٹھیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ چنانچہ کسریٰ نے بچھونے اور قالین اور خوشبوئیں چھڑکنے کا' پھول بکھیرنے کا اور جملہ امراء اور حکام کو جمع کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ مجلس لہو و لعب منعقد کرنے کے لئے کھیلنے والے افراد کو جمع کرنے کا بھی حکم دیا۔ پھر خود اس مجلس میں جا بیٹھا۔ ابھی مجلس گرم ہوئی ہی تھی کہ دجلہ نے بند کو ان کے نیچے سے اکھیڑ دیا اور کسریٰ پانی میں غرق ہو کر جاں بلب ہو گیا اس کو بڑی مشکل سے باہر نکالا گیا۔ جب ذرا سی طبیعت سنبھلی تو اس نے ان ماہرین میں سے سو کو قتل کرا دیا اور کہا تم نے میرے ساتھ مذاق اور ٹھٹھا کیا ہے' ان میں سے چند نے کہا ہمیں بھی غلطی لگ گئی ہے جیسے کہ پہلے حساب دانوں کو مغالطہ ہو گیا تھا لیکن اب ہم پھر حساب لگاتے ہیں تاکہ تم ساعت سعیدہ میں بنیاد رکھو۔ اس نے کہا اچھی طرح غور و فکر کر لو (ورنہ وہی سلوک کروں گا جو پہلوں کے ساتھ کیا ہے) انہوں نے کہا ہم اچھی طرح حساب لگائیں گے اور صحیح اندازہ کر لیں گے۔

چنانچہ انہوں نے حساب لگایا اور اس سے کہا اب بنیاد رکھو۔ اس نے بنیاد رکھی اور آٹھ ماہ تک اس پر کام ہوتا رہا اور بے اندازہ مصارف برداشت کئے پھر ان سے کہا اب میں دجلہ کی طرف نکلوں اور بند پر بیٹھوں تو انہوں نے کہا ہاں ضرور نکلو وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ وہ بند پر چل ہی رہا تھا کہ دجلہ نے بند کو بہا دیا اور کسریٰ دریا میں بند کی بنیاد والے حصہ میں گر گیا اور مرنے کے قریب تھا کہ کھینچ کر نکالا گیا (ہوش میں آیا اور حواس بحال ہوئے) تو سب نجومیوں اور کاہنوں وغیرہ کو بلایا اور کہا تم سب (اول سے آخر تک) کو تلوار کے وار سے ہلاک کروں گا۔ تمہارے کندھوں کو ایک ایک کر کے جسم سے الگ کروں گا اور ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے پھینک کر پامال کراؤں گا یا پھر صحیح صحیح بتلاؤ حقیقت امر کیا ہے؟ جس کو تم مجھ سے چھپا رہے ہو (کیونکہ تمہارا اس طرح غلطی کھانا بہت بعید از قیاس ہے اس لئے یقیناً تم مجھے مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہو اور تمہیں اس طرح کی رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے)
سب نے متفقہ طور پر کسریٰ سے کہا کہ ہم سچی بات بتلاتے ہیں۔ اے بادشاہ عالم تم نے دجلہ کے بند ٹوٹنے اور طاق مجلس میں دراڑیں پڑنے کے لئے بعد ہمیں اپنے اپنے علوم کے مطابق سبب معلوم کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے بہت غور و فکر کیا مگر ہم پر زمین تاریک ہو گئی اور آسمان کی اطراف و جوانب میں ہمارے لئے

Presented by www.ziyaraat.net/

کوئی راستہ باقی نہ رکھا گیا لہٰذا ہم میں سے ہر صاحب علم و فن کو اس کے علم و فن نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور کسی کام نہ آیا۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ آسمان سے کوئی نیا امر رونما ہوا ہے اور وہ نبی کی ذات ہی ہو سکتی ہے جو مبعوث ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے۔ اسی لئے ہمارے درمیان اور ہمارے علوم کے درمیان حجابات حائل ہو گئے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بھی خطرہ لاحق تھا کہ اگر تمہیں بتلائیں (کہ اس نبی کے ہاتھ پر تمہارا ملک فتح ہو کر) ہمیشہ کے لئے تمہارے قبضہ سے نکل جائے گا تو تم کہیں ہمیں قتل نہ کر دو۔ لہٰذا ہم نے اپنی جانیں بچانے کے لئے تمہیں بہلانے اور مصروف و مشغول رکھنے کی کوشش کی۔

جب کسریٰ نے ان کی زبانی یہ حقیقت معلوم کر لی تو ان کو بھی اور دجلہ کو بھی اپنے حال پر چھوڑ دیا کیونکہ بار ہا بند باندھنے کے باوجود قابو میں نہ آ سکا تھا۔

ابن اسحاق نے فرمایا جو روایات ہمیں پہنچی ہیں ان کے مطابق کسریٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مکتوب گرامی موصول ہونے سے قبل دجلہ پر باند باندھ لیا تھا اور اس پر بے حد و حساب اخراجات برداشت کئے تھے اور پھر وہی روایت درج کی جو ہم نے تفصیلاً بیان کی ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں نے روایت بیان کی ہے جو سے کذب اور غلط بیانی کا تصور نہیں ہو سکتا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ اللہ رب العزت نے آپ کے حق میں کسریٰ پر کونسی حجت و دلیل قائم فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فرشتہ کو بھیجا جس نے اس مکان کی دیوار سے ہاتھ اندر داخل کیا جس میں کہ وہ آرام کر رہا تھا اور وہ ہاتھ نور سے جگمگا رہا تھا۔ وہ اس منظر کو دیکھ کر گھبرایا تو فرشتہ نے کہا اے کسریٰ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور اس پر کتاب نازل فرمائی ہے ان کا طوق غلامی گلے میں ڈال لے۔ تیرا تخت و بخت سلامت رہے گا اور آخرت و عاقبت بھی سنور جائے گی۔ اس نے کہا میں سوچونگا۔

ابن اسحاق نے ہی ذکر فرمایا ہے کہ کسریٰ اپنے ایوان کے محلات میں سے ایک محل کے اندر قیلولہ کے وقت موجود تھا جبکہ کوئی شخص اس کے پاس نہیں آ سکتا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فرشتہ کو بھیجا۔ کسریٰ نے اچانک اس کو اپنے بچھونے پر ہاتھ میں عصا لئے ہوئے دیکھا تو سخت گھبرایا۔ فرشتہ نے کہا اے کسریٰ اسلام لاتا ہے یا پھر میں اس عصا کو توڑ دوں۔ کسریٰ نے کہا درگذر کریں۔ فرشتہ اس سے الگ ہو گیا تو اس نے اپنے دربانوں اور پہرے داروں کو بلایا اور ان پر غضبناک ہوا۔ دریافت کیا کہ اس شخص کو میرے پاس آنے کی اجازت کس نے دی ہے انہوں نے کہا نہ کوئی شخص داخل ہوا ہے اور نہ ہی ہم نے اس کو دیکھا ہے۔

جب اگلے سال وہی ساعت آئی تو وہ فرشتہ پھر کسریٰ کے سامنے آیا اور پہلے کی طرح کہا تو اسلام لاتا ہے یا میں اس عصا کو توڑ دوں کسریٰ نے کہا رہنے دیں رہنے دیں (اسے نہ توڑیں۔)

فرشتہ چلا گیا کسریٰ نے اپنے دربانوں اور پہرہ داروں کو بلایا اور سخت غیظ و غضب کا مظاہرہ کیا اور ان سے پہلے کی طرح کہا کہ اس شخص کو اندر آنے کی کس نے اجازت دی ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے کسی کو اندر داخل ہوتے دیکھا ہی نہیں ہے۔ جب تیسرا سال آیا تو اسی ساعت میں پھر فرشتہ آ پہنچا اور پہلے کی طرح کہا اسلام لے آ ورنہ میں اس عصا کو توڑتا ہوں۔ کسریٰ نے کہا جانے دیجئے اور اسے مت توڑیئے مگر اس نے اس مرتبہ عصا کو توڑ دیا بس پھر ملک کسریٰ کا شیرازہ بکھر گیا اور انتظام درہم برہم ہو گیا۔

زہری فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے یہ روایت بیان کی وہ فرماتے ہیں مجھے بیان کیا گیا کہ فرشتہ جب کسریٰ کے پاس گیا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں دو بوتلیں تھیں پھر اس نے کسریٰ سے کہا تو اسلام لے آ۔ جب وہ مشرف با سلام نہ ہوا تو اس نے ایک بوتل کو دوسری پر زور سے مارا اور دونوں کو ریزہ ریزہ کر دیا پھر وہاں سے چل دیا اور بعد ازاں کسریٰ تباہ و برباد ہوا۔

خالد بن ویدہ سے مروی ہے یہ پہلے مجوس کا رئیس و سردار تھا بعد ازاں مشرف بہ اسلام ہو گیا کہ کسریٰ جب سوار ہوتا تو اس کے آگے آگے دو سوار اپنی اپنی سواریوں پر چلتے رہتے اور وہ ہر ساعت یہ ندا دیتے کسریٰ تو بندہ ہے رب نہیں ہے اور وہ سرہلا کر ان کی تائید و تصدیق کرتا۔ خالد بن ویدہ کہتا ہے کہ ایک دن کسریٰ سوار ہوا تو ان دو سواروں نے حسب معمول ندا دی لیکن کسریٰ نے سرہلا کر تائید و تصدیق نہ کی۔ کسریٰ کے سپہ سالار کو پتہ چلا تو وہ اس کے پاس آیا تاکہ اس فروگذاشت پر اس کو تنبیہہ کرے۔ کسریٰ سو چکا تھا جب سواروں کے سموں کی آوازیں اس کے کانوں میں پڑیں تو اس کی آنکھ کھل گئی سپہ سالار اس کے پاس پہنچا تو کسریٰ نے کہا تم نے مجھے بیدار کر دیا ہے اور مجھے آرام نہیں کرنے دیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے سات آسمانوں سے اوپر لے جایا گیا۔ میں اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو اس کے حضور ایک شخصیت حاضر تھی (محمد عربی علیہ السلام) جن پر صرف دو کپڑے تھے تہبند اور اوڑھنے والی چادر۔ اللہ رب العزت نے مجھے حکم دیا کہ میری زمین کے خزانوں کی چابیاں ان کے حوالے کر دے۔ کیا تجھے اس امر کا حکم بارہا نہیں دیا جا چکا کہ اسلام لے آ ورنہ ملک و سلطنت کو خیرباد کہنا پڑے گا۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ کسریٰ پرویز نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا ہے کہ تمہارے اندر تبدیلی آ گئی ہے اور راہ راست سے بھٹک گئے ہو لہٰذا تمہاری حکومت اور سلطنت بھی بدل چکی ہے اور یہ مکان احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے (اب یہ حکومت ان کی امت کے ہاتھ میں ہو گی) اس قسم کے خوابوں اور اشارات کی وجہ سے کسریٰ اور اس کے حواری کسی حادثہ کے رونما ہونے کے منتظر تھے کہ نعمان بن منذر نے اس کی طرف لکھا کہ تہامہ (حجاز اقدس) میں طلوع ہونے والا ستارہ بتلاتا ہے کہ مالک ارض و سما کے رسول ظہور فرمانے والے ہیں۔ کسریٰ اس خبر سے سخت پریشان ہوا اور سمجھ گیا کہ یہی وہ ہستی ہیں جن کے ظہور کی ان کو توقع تھی۔

Presented by www.ziyaraat.net/

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام سلطنتیں اور مملکتیں ختم ہو گئیں۔ ما سوائے سلطنت روما کے اور اس کے بقاء و دوام کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت اسحٰق علیہ السلام نے اپنے آخری ایام میں اپنے صاحبزادوں کو بلایا (تاکہ روحانی اور اخروی' دنیوی اور مادی لحاظ سے ان کو مالا مال کریں) تو حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی خدمت میں پہلے حاضر ہو گئے تو وہ اور ان کی اولاد نبوت و رسالت کے انعام سے مشرف ہو گئے بعد میں حضرت عیصران کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو افزائش نسل اور کثرت اولاد کی دعا دی (اور ساتھ ہی حکومت و سلطنت کی) اور اہل روم انہیں کی اولاد سے ہیں۔

(الغرض روم کی سلطنت کے علاوہ جملہ حکومتیں نیست و نابود ہوئیں) جن میں سے فارس کی عظیم سلطنت بھی تباہ و برباد ہوئی۔ اس کی بربادی کا آغاز یوں ہوا کہ شیرویہ نے اپنے باپ پرویز کو قتل کیا۔ پھر اس کے ملک میں طاعون کی وبا پھیلی جس میں وہ خود ہلاک ہوا پھر یکے بعد دیگرے کئی حاکم بنتے رہے مگر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔

اسی طرح اہل یمن کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور بساط سلطنت لپیٹ دی گئی اور اس کا آغاز حبشہ کے سیف بن ذی یزن کو قتل کر دینے سے ہوا اور اس کے بعد حکومت کا معاملہ انتشار کی نذر ہو گیا اور ہر طرف الگ الگ حکمران اور سردار بنا لئے گئے حتی کہ زمانہ اسلام آ پہنچا۔
نعمان بن منذر ہلاک ہوا تو ملک حیرہ کا خاتمہ ہو گیا اور ابی جفنہ کا ملک بھی درہم برہم ہو گیا اور ان کا آخری تاجدار جبلہ بن ایہم تھا جس نے عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں نصرانی مذہب قبول کر لیا۔

یوم بعثت

جناب ابن سعد طبقات سے الکبریٰ کی جلد اول ص ۲۶۳ سطر آخر پر تحریر فرماتے ہیں۔
ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ تمہارے نبی علیہ السلام دو شنبہ کو نبی بنائے گئے۔
انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام دو شنبے کو نبی بنائے گئے۔ حضور اکرمؐ نے اعلان نبوت فرمایا وہ تو قبل از آدم نبی تھے۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ ۱۷ رمضان یوم دو شنبہ کو حراء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرشتہ نازل ہوا اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس برس کے تھے جو فرشتہ آپ پر وحی لے کر نازل ہوا وہ جبرئیلؑ تھے۔

نزول وحی

جناب ابن سعد طبقات کبریٰ کی جلد اول ص ۲۶۴ سطر ۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔
قتادہؓ سے آیت وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (اور ہم نے روح القدس سے آپ کی مدد کی) کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ جبرئیلؑ تھے۔
عائشہؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جس وحی کی ابتداء ہوئی وہ سچے خواب تھے۔
آپؐ کئی خواب نہ دیکھتے تھے جو سفیدی صبح کی طرح پیش نہ آتا ہو۔ جب تک اللہ کو منظور ہوا اسی حالت میں رہے خلوت و گوشہ نشینی کی رغبت دے دی گئی' اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی۔ آپ غار حراء میں گوشہ نشین رہتے تھے۔ جس میں قبل اس کے اپنے اعزہ و متعلقین کے پاس واپس آئیں متعدد راتیں تنہائی و عبادت میں گزارتے تھے پھر خدیجہؓ کے پاس واپس آتے تھے اسی طرح راتوں کے لئے توشہ لے لیتے تھے یہاں تک کہ یکایک آپؐ پاس کے امر حق آ گیا حالانکہ آپ غار حراء میں ہی تھے۔
ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں (مذکورہ) میں تھے تو اجیاء میں قیام تھا' آپ نے افق آسمان پر ایک فرشتے کو اس کیفیت سے دیکھا کہ وہ اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے پکار رہا ہے یا محمدؐ میں جبرئیلؑ ہوں' یا محمد میں جبرئیلؑ ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈر گئے۔ جب اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے تھے تو برابر ان کو دیکھتے تھے۔
آپؐ بہت تیزی کے ساتھ خدیجہؓ کے پاس آئے۔ انہیں اس واقعے سے آگاہ کیا اور فرمایا اے خدیجہؓ واللہ مجھے ان بتوں اور کاہنوں کا سا بغض کبھی کسی چیز سے نہیں ہوا۔ میں اندیشہ کرتا ہوں کہیں کاہن نہ ہو جاؤں۔
خدیجہؓ نے کہا ہرگز نہیں۔ اے میرے چچا کے فرزند یہ نہ کہیئے اللہ آپ کے ساتھ ایسا کبھی نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحم کرتے ہیں۔ بات سچ کہتے ہیں اور امانت ادا کرتے ہیں۔ آپ کے اخلاق کریم ہیں۔
پھر خدیجہؓ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور یہ گویا سب سے پہلی مرتبہ ان کے پاس گئیں' انہیں اس واقعے سے خبردار کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا۔
ورقہ نے کہا! بخدا تمہارے چچا کے فرزند بے شک سچے ہیں۔ یہ نبوت کی ابتداء ہے بے شک ان کے پاس ناموس اکبر (جبرئیلؑ) آئیں گے تم ان سے کہو کہ وہ اپنے دل میں سوائے نیکی کے اور کوئی بات نہ لائیں۔
عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے خدیجہؓ میں ایک نور دیکھتا ہوں اور ایک آواز سنتا ہوں اندیشہ ہے کہ میں کاہن نہ ہو جاؤں۔ خدیجہؓ نے کہا اے فرزند عبداللہ' اللہ آپ کے

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

Presented by www.ziyaraat.net/

ساتھ ہے ایسا ہرگز نہیں کرے گا آپ سچ بات کہتے ہیں۔ امانت ادا کرتے ہیں۔ اور صلہ رحم کرتے ہیں۔ غالباً" ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے خدیجہؓ میں ایک آوزا سنتا ہوں اور ایک نور دیکھتا ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ مجھے جنون نہ ہو جائے۔ خدیجہؓ نے کہا اے فرزند عبداللہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کے ساتھ ایسا کرے' وہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: اگر وہ سچے ہیں تو یہ ناموس موسیٰ کی طرح ناموس (فرشتہ) ہے جس کی آواز و روشنی ہے وہ میرے زندگی میں مبعوث ہو گئے تو میں ان کی حمایت کروں گا' مدد کروں گا۔ اور ان پر ایمان لاؤں گا۔
(مذہب امامیہ کا اس بارے میں عقیدہ پہلے تحریر کر دیا گیا ہے۔)

سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا

نزول قرآن

(طبقات ابن سعد جلد اول ص ۲۶۵ سطر ۱۴ پر تحریر ہے۔)
محمد بن عبادہ بن جعفر سے مروی ہے کہ بعض علماء کو کہتے سنا کہ سب سے پہلے جو وحی نبی علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ یہ تھی۔ **اِقرَاء بِاسمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ☆ خَلَقَ الاِنسَانَ مِن عَلَق☆ اَقرا وَ رَبُّکَ الاَکرَمُ الَّذِی عَلَّمَ بِالقَلَم☆ عَلَّمَ الاِنسَانَ مَالَم یَعلَم** جو وحی حراء کے مقام پر نبی علیہ السلام پر نازل ہوئی یہ اس کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس کے بعد مشیت الٰہی کے مطابق اس کا آخری حصہ بھی نازل ہوا ہے۔
عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جو سورۃ فاتحہ نبی علیہ السلام پر نازل کی گئی وہ **اِقرَاء بِاسمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ** ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حراء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو کچھ دن تو یہ کیفیت رہی کہ جبرئیلؑ نظر نہ آئے آپ کو شدید غم ہوا' کبھی ثبیر جاتے تھے کبھی حراء اور یہ ارادہ کرتے تھے کہ اپنے آپ کو اس پر سے گرا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پہاڑوں میں کسی کا ارادہ فرما رہے تھے کہ آسمان سے ایک آواز سنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آواز کی گرج سے رک گئے۔ سر اٹھایا تو آسمان و زمین کے درمیان جبرئیلؑ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے جو کہہ رہے تھے۔ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ واقعی رسول ہیں اور میں جبرئیلؑ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح واپس ہوئے کہ اللہ نے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں تھیں اور دل مضبوط کر دیا تھا۔ اس کے بعد وحی کا تانتا بندھ گیا۔

ابوبکر بن عبداللہ ابن مریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ سے کہا گیا کہ اے محمدؐ آپ کی آنکھ کو سونا چاہئے۔ کان کو سننا چاہئے اور قلب کو یاد الٰہی کرنا چاہئے چنانچہ میری آنکھ سوتی ہے قلب یاد کرتا ہے اور کان سنتا ہے۔

Presented by www.ziyaraat.net/